دیباچہ از شایع کنندہ

اصل مقصد اس کتاب مین نشترون کا جمع کرنا تھا۔ لیکن جو کتاب اس طرح مرتب ہوتی وہ مقبول نہوتی۔ اس لئے ابیات غزل بھی اُسکے ساتھ شامل کیے گئے اور حتی الوسع کوشش کی گئی کہ غزلیات۔ قصائد۔ قطعات۔ رباعیات۔ مثنویات۔ مرثیے وغیرہ اس طرح مختصر اور منتخب کر کے درج کیے جائین کہ صرف چوٹی کے اشعار اُنمین رہین۔ اساتذہ کا کلام جدا جدا بہ ترتیب حروف تہجی اس طرح درج کیا گیا۔ کہ ۹۱ کلیات کے انتخاب الگ الگ نظر آتے ہین ہر اُستاد کے کلام کے ساتھ کچھ مختصر حالات لکھدیے گئے ہین۔ یہ کتاب اپنی نوعیت مین خاص قسم کی ہی اور مولف کی سِتّی سالہ محنت کا نتیجہ ہی۔ زائد تر اسمین اُردو کلام کا انتخاب ہی مولف نے فارسی شعرا کا کلام بھی منتخب کیا گیا تھا اور اُسکی اشاعت جُدا مقصود تھی۔ لیکن اس خیال سے کہ فارسی جاننے والے ہندوستان مین کم ہوتے جاتے ہین۔ سردست اُسکی اشاعت کا خیال بدل گیا۔ اگر موقع ہوا تو اہل ایران کے سامنے یہ تحفہ پھر کبھی پیش کیا جائیگا۔ پھر بھی چند شعراے فارسی کا کلام اس خیال سے کہ اردو شاعری کا وہی ماخذ ہے۔ تبرکاً اس کتاب مین بھی جگہ پاتا ہی۔ دل نے یہ قبول نہ کیا کہ جس شاعری کی خوشہ چینی ہندستان کی شاعری کے لیے مایۂ ناز ہو وہ بالکل نظر انداز کر دی جائے۔

یہ کتاب اپنے رنگ مین نرالی ہی۔ غزلین صرف ابیات غزل سے پوری کی گئی ہین۔ اگر ایک ہی طرح مین کئی غزلین مختلف مقام پر تھین تو وہ سب یکجا کر دی گئی ہین۔ قصائد اور مثنویات سے اس طرح اشعار لیے گئے ہین کہ سلسلہ قائم رہنے۔ مرثیون کے انتخاب مین تو کمال ہی کیا گیا ہی۔ نشترون کے چننے مین مولف نے ذرا سختی کی۔ مثلاً میر کے ۷۲ نشتر مشہور ہین۔ مولف نے ۱۲ ہی لیے ہین لیکن جو اچھا ہوا جمع کر دیا ہی کہ جس سے نشتر ... بتفصیلِ ذیل شعرا کا کلام اس کتاب مین ہے۔

نمبر شمار	تخلص	پورا نام	سنہ وفات	تعداد نشتر	صفحہ کتاب
۱	آتش	حیدر علی	سنہ ۱۲۶۳ھ	۳۹	۱
۲	امیر	امیر احمد	سنہ ۱۳۱۹ھ	۹۳	۲۱
۳	انشا	سید انشاء اللہ خان	سنہ ۱۲۱۳ھ	۱۲	۵۱
۴	انیس	میر ببر علی	سنہ ۱۲۹۲ھ	۱۴۸	۹۳
۵	حافظ	محمد	سنہ ۸۹۲ھ	۴۹	۱۶۵
۶	داغ	نواب مرزا خان	سنہ ۱۳۲۲ھ	۵۸	۱۸۳
۷	دبیر	مرزا سلامت علی	سنہ ۱۲۹۳ھ	۳۸	۱۲۳
۸	ذوق	شیخ ابراہیم	سنہ ۱۲۷۱ھ	۴۵	۲۷۱
۹	سعدی	شیخ مصلح الدین	سنہ ۶۹۱ھ	۹۶	۲۷۳
۱۰	سودا	مرزا رفیع الدین	سنہ ۱۱۹۵ھ	۲۹	۳۰۱
۱۱	صائب	مرزا امجد علی	سنہ ۱۰۸۰ھ	۵۰	۳۱۳
۱۲	ظفر	ابو ظفر محمد بہادر شاہ	سنہ ۱۸۵۷ھ	۱۹	۳۲۵
۱۳	عمر خیام	غیاث الدین ابو الفتح	سنہ ۵۱۷ھ	۲۷	۳۳۵
۱۴	غالب	اسد اللہ خان	سنہ ۱۲۸۵ھ	۱۰۵	۳۴۳
۱۵	غنی	ملّا محمد طاہر	سنہ ۱۰۷۹ھ	۱۶	۳۹۳
۱۶	منیر	سید محمد اسمٰعیل		۷	۴۰۳
۱۷	مومن	مومن خان	سنہ ۱۲۶۸ھ	۹	۴۱۵
۱۸	میر	میر تقی	سنہ ۱۲۲۵ھ	۴۱	۴۲۹
۱۹	ناسخ	امام بخش	سنہ ۱۲۵۴ھ	۱۷	۴۳۹

دیباچہ از مولف

ایک روز ایک بنگالی دوست نے مجھے ایک انگریزی پوئٹری کی کتاب سُنانا چاہی او
مین مخاطب نہوا میرے مذاق سے وہ واقف تھا متحیر ہوکر بولا- آپ متوجہ نہین ہوتے مین نے
کہا- جسے ایشیائی شاعری کی چاٹ ہو وہ انگریزی شاعری نہین سُنتا- اُسنے کہا اسکی زبان انگریزی
ہی- لیکن خیالات ایشیائی ہین- ایک بنگالی لیڈی نے شعرائے سنسکرت کی نازک خیالیون کو
زبان انگریزی کا پیکر پہنا کر تمام انگلستان کو حیرت مین ڈالدیا ہی- مین نے کہا یہ سچ ہی لیکن جسے
شاعری کا مذاق صحیح ہو وہ اسکے سُننے کی خواہش نکرے گا گفتگو مین طوالت ہوئی تو بالآخر مجھے
یہ کہنا پڑا کہ مبداء فیاض نے یہ نعمت صرف فارسی زبان اور اُسکے طفیل مین اُردو زبان کے ساتھ
مخصوص کردی ہی- دوسری زبان کے شعرا شاعر نہین ہین محض جذبات دل کے مصور ہین-
شاعری کچھ اور ہی چیز ہی جو خصوصیت زبان کے ساتھ مفید ہی اور اُردو زبان کے شعر کے حصہ
مین آگئی ہی- جہان علاوہ مصوری جذبات کے موزونی الفاظ نے عجیب کرشمہ دکھایا ہی- فارسی
شاعری کا مذاق صحیح تو ہندوستان مین بہت کم رہ گیا ہی لیکن اُردو شاعری کے قدردان اب بھی
ہین- جنکے سامنے کسی اور زبان کی شاعری کا پیش کرنا ویسا ہی ہی جیسا کہ کہانیون مین کہا جاتا ہی
کہ ایک دہقان کسی بادشاہ کے پاس پیاز کے گٹھے تحفہ لے گیا تھا- ہمارے دوست نے سنسکرت
کی ایک بے سروپا مبالغہ سے بھرے ہوئے پراگندہ خیالات کے مجموعے کو آپ کمال شاعری

جانتے ہین تو بیشک مجھ مین اور آپ مین فیصلہ ہونا مشکل ہو۔

اُس وقت مجھے یہ خیال آیا کہ ایسے غلط خیالات اورون کے دماغ مین بھی ہین۔ جنکے رفع کرنے کی بہترین تدبیر یہ ہو کہ اساتذہ کا منتخب کلام ایک جا کر کے شائع کیا جاے اور وہ میرے دعوے کی پوری دلیل ہو۔ مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید۔ اور اُسی وقت یہ بھی ارادہ ہوا کہ ایشیائی شاعری پر جو غلط اعتراضات غیر قومون کے ہین وہ دور کیے جائین تو اور بھی اچھا ہو۔ کام تو بڑا مشکل تھا لیکن میرے لیے اس لیے آسان تھا کہ مین نے بدو شعور سے جتنا کلام دیکھا تھا سب پر میرے نشانات موجود تھے جو میری نگرانی مین باسانی فراہم ہوسکتا تھا ارادہ تو مین نے فوراً قائم کیا اور کام اُسکے بعد ہی شروع ہوگیا۔ کتاب بھی تھوڑے دنون کے بعد زیر طبع مشتہر کردی گئی لیکن نمونۂ طبع دو مرتبہ ناپسند آیا اور اسلیے کام مین تعویق ہوئی۔ بالآخر منشی سیتا بخش شائق لکھنوی میرے مہربان قدیم پھر پھرا کر جب میرے پاس سیارہ آئے تو کام مستعدی سے شروع ہوا اور انجام کو پہنچا

(ایشیائی شاعری)

انسان شاعر پیدا ہوتا ہو۔ اکتساب سے کوئی شاعر نہین ہوتا۔ شاعر کو جب مبداء فیاض سے الہام شروع ہوتا ہو تو پھر اُسکی نخوت کی حد نہین رہتی۔ لیکن یہ نخوت ایسی ہوتی ہو کہ کسی کو نقصان نہین پہونچاتی۔ خود شاعر کو نقصان پہونچاتی ہے۔ وہ خود کو سب سے بڑا فرض کرلیتا ہو اور کسی طرح اپنے آپ کو کسی سے چھوٹا نہین سمجھتا۔ شعرگوئی کو وہ ایسا ہی مہتم بالشان جانتا ہو۔ جیسا کہ بادشاہ وقت نفاذ اصول جہانداری کو اپنے بقا کے لیے ضروری تصور کرتا ہو۔ شاعر جب گوشۂ تنہائی مین بیٹھکر فانوس خیال کے اندر اپنی شمع تخیلات روشن کرتا ہو تو زبان حال سے وہ کہتا ہو کہ مین وہ کام کر رہا ہون کہ جسکے لیے مین پیدا ہوا ہون۔

عالم و جاہل مین شعرگوئی کا مذاق یکسان ہو۔ شعرا مشاعرے مین جو لطف پاتے ہین اُس سے کہین بڑھکر مزا اُن چورن بیچنے والے شائع عام پر یا میلے یا تماشے کے موقع پر اکٹھا ہوکر حاصل کرتے ہین۔ آلھا اودن کی لڑائی کی داستان پڑھنے والے چارپائی یا ٹاٹ پر بیٹھے ہوے خود کو

میدانِ جنگ کے رجز خوانون سے کہین بڑھا چڑھا ہوا پاتے ہین - موسیقیون کے چرواہے
[illegible] جنگلون مین معشوق خیالی کو مخاطب کر کے اصلی معنون مین غزل خوانیان کرتے ہین
[illegible] ان کی غزلین جنمین دنیا بھر کے حشو و زوائد بھرے ہوتے ہین اُنکے سامنے مصنوعی
جواہر کا درجہ رکھتی ہین - شاعری کیا ہی؟ جذبات دل کا مناسب الفاظ اور خوش گوار پیرایہ مین
ایک خوش اسلوب سلسلہ سے بیان کرنا شاعری ہے - یورپ کی شاعری تو بالکل ہی ہیچ ہی عربی
اشعار اور سنسکرت کے اشعار یورپ کے اشعار سے بدرجہا اچھے ہین - حتی کہ ہندی بھاشائی شاعری
[illegible] کی شاعری کے تتبع سے ایک خاص درجہ پایا ہی - عوام الناس کے گیتون مین بھی ایک
رنگ نرالا ہی لیکن ایران کی شاعری جسکا چربہ اُردو زبان کی شاعری نے اُتارا ہی - اسمین وزن
قوافی کے قیود بڑھا کر اور زبان کی شیرینی شامل حال کر کے کچھ اور ہی رنگت پیدا کر دی ہی اور یہ
[illegible] ہی کہ ایران اور ہندوستان کے ساتھ قسام ازل نے اُسی طرح شاعری کو مختص کیا جس
طرح عربون کو بہادری دی اور چینیون کو رنگ آمیزیان سکھائی ہین - مدراس کے رہنے والے جسطرح
کشمیر اور گجرات سے حسن کا دعوی نہین کر سکتے - اُسی طرح دنیا کے پردہ کی کوئی مخلوق یہ نہین
کہہ سکتی کہ شعر گوئی مین وہ ایران اور ہندوستان پر فوق لے جا سکتی ہی - اور اگر کوئی ایسا کہے تو
سمجھنا چاہیے کہ وہ ایشیائی شاعری کے کمال سے واقف نہین ہی - عربی اور سنسکرت زبان کے
شعرا بھی ایشیائی شعرا مین شمار کیے جاتے ہین اور دیگر ممالک سے بنسبتاً بہت اچھے ہین شاعری
کا لفظ خصوصیت کے ساتھ عربی - فارسی - سنسکرت - اور اُردو شاعری پر بولا جاتا ہی - میرے
خیال مین شاعری انھین چار زبانون کے لیے مخصوص ہی جسمین اُردو زبان کی شاعری بقیہ تین
زبانون کے طفیل مین عجب معجون مرکب ہو گئی ہی - اسکے علاوہ شاعری کے خیالات جو دوسری
زبانون مین ہین وہ محض دلی جذبات کا اظہار کرتے ہین - اشعار نہین ہین - مین جس زمانہ مین علی گڈھ
مین پڑھتا تھا مسٹر بڈن ہیڈ ماسٹر جو وہان تازہ وارد تھے - ایک روز لڑکون کو وہ پوئٹری پڑھاتے
تھے - ایک لڑکا مراد آباد کا جو مدارج بے فکری بہت کچھ طے کر کے گھر سے چلا تھا اور شاعرانہ

مذاق رکھتا تھا بولا کہ انگریزی پوئٹری شعر نہین ہی۔ بُرا ہی جو اس ملک کے مویشی چرنیوالے
گاتے ہین۔ مسٹر سٹڈن کو جب یہ مثال سمجھائی گئی تو وہ چین بہ جبین ہوے لیکن جب اپنے
بیان کی تائید مین فیضی کے دو شعر ؎

نل گفت کہ اے طبیب نادان — رنجم مفزا اے بامادان
آگاہ نۂ تپ درون را — نشتر چہ زنی رگِ جنون را

پڑھکر اُس طالب العلم نے ایشیائی شاعری کا فوٹو اُتارا اور مفہوم سمجھا کر کہا۔ یہ شاعری کی اصلی
دیوی ہی جسکی صورت اور سیرت دونون دلفریب ہین۔ تو مسٹر سٹڈن حیرت مین آ گئے۔ اور
بولے کہ فارسی شعرا کی نازش بیجا نہین ہی۔

خلاصہ یہ ہی کہ پہلے عربی اور سنسکرت ہی وہی زبانون کی شاعری مستند تھی۔ لیکن
انقلاب زمانہ کی بدولت عربی اور سنسکرت کی شاعری سے کہین بڑھکر فارسی شاعری نے
اپنا جلوہ دکھایا۔ اب تینون زبانون کے میل سے جو زبان اُردوے معلی قائم ہوئی ہی اُسکے شباب کا یہ
زمانہ ہی اور نونہال چمنستان شاعری اُسی طرح قدیم شاعری پر فوق لیگیا جسطرح باغ کے نئے
درخت پُرانے درختون کے مقابلہ مین زائد تر دلکش اور دلفریب نظارہ پیدا کرتے ہین

(ایشیائی شاعری کا یورپ کی شاعری سے مقابلہ)

"جذبات کی مصوری" اور "بحر و قوافی کی موزونی" تو عام فہم الفاظ ہین لیکن اشعار
اُردو و فارسی کو دلآویز کہنا اور وہ بھی اِس دعوے کے ساتھ کہ یورپ کی شاعری مین
یہ دلآویزی نہین ہی۔ محتاج بیان ہی۔

انسان تمام کائناتِ عالم مین اشرف المخلوقات ہی۔ انسان گوشت و پوست سے
انسان نہین ہی بلکہ دل اور دماغ کی وجہ سے انسان ہی۔ کالبدِ انسانی مین دل نام ایک
مضغۂ گوشت ہی اور اُسی کی تمام حکومت ہی۔ ع

بدن ما شہر نہین دل سا بادشاہ نہین

اِس دل کے اندر ایک نقطہ ہی جو تمام خواہشون کا مرکز ہی - ان تمام خواہشون مین ایک خواہش سب سے قوی تر اور جذبات سے بھری ہوئی محبت ہے جسے خاص خاص حالتون مین عشق کہتے ہین - دنیا مین عشق سے بڑھکر کوئی زبردست چیز پیدا نہین ہوئی ہی - عشق کبھی مال و دولت کا ہوتا ہی اور کبھی جاہ و حشم کا ہوتا ہی - بعضون کو زیب و زینت کا بھی عشق ہوتا ہی - اسی طرح بہت سی چیزین ہین - جنکا عشق انسان کو ہی اور دنیا کے تمام کام جو انسان سے سرانجام پاتے ہین وہ سب اسی عشق کے نتیجے ہین - خلاصہ یہ کہ بقاے عالم اسی عشق پر ہی - ان تمام عشقون مین عشق آلٰہی کے بعد اُس عشق کا درجہ ہونا چاہیے جسمین اشرف المخلوقات ہون یعنی انسان کا انسان کے ساتھ عشق بہترین عشق ہی - اب اسمین مان کی محبت پسر کے ساتھ - بہن کی محبت بھائی کے ساتھ - مرد کی محبت عورت کے ساتھ خاص طور پر قابل ذکر ہوتی ہی -

ایک مرتبہ مجھ سے ایک شخص نے کہا کہ محبت ایک جلوۂ خدا ہی جو سب کے پہلے پستان مادر مین ظاہر ہوتا ہی - پھر کھلونے مین اور اُسکے بعد ہمسن ساتھیون اور کھانے پینے کی چیزون مین ظاہر ہوتا ہی - بعد ازان مردون کے لیے عورتون کی جوانی مین اور عورتون کے لیے مردون کے مائۂ الشباب مین نمایان ہوتا ہے - اسکے بعد وہ کچھ اور کہنا چاہتا تھا کہ مین نے کہا - بس - اِسکی رفتار کی گاڑی کا پہیہ نکل پڑا - اب محبت یہان سے آگے نہین جاتی - اگر جاتی ہی تو اُسکی ہوا و ہوس جاتی ہی - فارسی اور اُردو شاعری مین زائد تر عورتون اور مردون کے باہمی جذبات کی مختلف صورتین دکھائی جاتی ہین - ناظرین خود انصاف کرین کہ ان جذبات کے مقابلہ مین پہاڑ - دریا - جنگل کی صورت کسی طور سے دکھائی جائے - خوش آیند نہین ہو سکتی جتنا فرق اصل چیزون مین ہی اُتنا ہی اُنکے بیان مین بھی ہوگا - جس طرح ایک حسین آدمی کے مقابلے مین حسین سا حسین درخت دل آویزی کا دعوی نہین کر سکتا - اسی طرح اول الذکر کے بیان کے مقابلے مین ثانی الذکر کا بیان سُننے کے قابل نہوگا - یہی قول فیصل ہی اور یہی عین نیچر ہی - یہ کون کہسکتا ہی کہ ایشیائی شاعری نیچرل نہین ہوتی - یہ کہیے کہ اسوقت کی

ایشیائی شاعری کی وجہ سے مزاج مین یکسوئی پیدا ہوتی ہے اور اُس کا اثر اخلاق پر [illegible]
تو مین تسلیم کرنے کو تیار ہون لیکن اِس سے بھی میرے کلام کی تائید ہوتی ہے - کہ ایشیائی شاعری [illegible]
مین جو دل آویزی اور دلفریبی ہے وہ کہین اور جگہ نہین ہے - یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ ایشیائی شاعری
مین سوائے مرد و زن کے راز و نیاز کے اور کچھ نہین ہے - میرا تجربہ تو یہ ہے کہ اخلاق سے متعلق بھی
جسقدر مفید باتین ایشیائی شاعری مین ہین - دوسرے ملکون کی شاعری مین نہین ہین واقعات
نگاری مین بھی ایشیائی شاعر یورپین شاعرون سے بڑھے ہوئے ہین - مین نے انتخاب کلام مین
حُسن و عشق کے مضامین بہت کم رکھے ہین - زائدتر واقعہ نگاری اور تعلیم اخلاق کا خیال
رکھا ہے - تاکہ معترضین کی غلط فہمیان رفع ہون اور وہ سمجھین کہ ایشیا کے شعرا ہر قسم کے خریدارون
کو خوش کر سکتے ہین اور مدار فیاض نے جو چیز خصوصیت کے ساتھ انھین ہی دی ہے اُسے
ہر پہلو سے خوشنما دکھانے کو تیار ہین - بعض کم فہم بدتہذیبی کا الزام فارسی اور اُردو شعرا پر
دیتے ہین لیکن وہ غور نہین کرتے کہ بدتہذیب کلام کس گروہ کا ہے - ایسے موقع پر مستند
شعرا کا کلام قابل ذکر ہے - نہ کہ عوام کا -

رسم پردہ نے بھی شاعری پر اپنا اثر کیا ہے - شعرائے فارسی اور اُسکے تتبع سے زائدتر
شعرائے اُردو اپنے معشوق کو مونث نہین باندھتے - زنِ بازاری کو مخاطب کرتے تو خلاف
شرع ہوتا - اور گھر کی عورت مخاطب ہوتی تو خلاف حمیت اسلام ہوتا - اسکا نتیجہ یہ ہوا
کہ شعرائے فارسی و اُردو معشوق خیالی مذکر لکھنے لگے اور اُسے قومی تہذیب کا [illegible]
اُنکے کلام سے پتہ نہین چلتا کہ محبت کے مدارج جو اوپر بیان ہوئے ہین اُن مین سے محبت
کرنے والا خود کو کس درجہ مین رکھتا ہے - مثلاً جب ایک لڑکے کا سبزہ آغاز ہوا تو عاشق کی
نظرون مین اُسکی بھولی بھولی صورت کی جگہ امید دلانے والی جوانی قائم ہو کر محبت [illegible]
[illegible] جذبات کی صورت مین ظاہر ہوتی - اور یہی عنفوان شباب اُسکی بی بی کے [illegible]
[illegible] عالم کی چیز تھا ہے - بہرحال معشوق کو مذکر باندھنا مسلمانون کی اعلیٰ تہذیب

آئی کا نمونہ نہین ہی بلکہ فن شاعری مین ایک جدت ہی

یورپ کے شعرا مبالغہ گوئی کا الزام ایشیائی شاعرون پر لگاتے ہین ۔ مبالغہ کو وہ غلط بیانی سمجھ کر معترض ہین ۔ حالانکہ تمثیل استعارات و تشبیہات کو کوئی بھی غلط نہین کہ سکتا مثلاً ؂

جس خدا نے یہ تجھے چاند سی صورت دی ہی — اُسی اللہ نے مجھ کو تری الفت دی ہی

روے معشوق کو چاند سے تشبیہہ دینا اورون کے نزدیک جھوٹ ہو لیکن عاشق کے دل سے کوئی پوچھے کہ اُس نے اپنے خیال مین معشوق کے حُسن کو گھٹا کر یہ تشبیہہ مجبوری دی ہی ۔ ورنہ وہ حُسن معشوق کو چاند کے حُسن سے بدرجہا اچھا سمجھتا ہی ۔ کسی نے اگر کہا کہ باران رحمت سے زائد تر فیض بادشاہ کے کرم مین ہی ۔ تو کیا یہ جھوٹ ہوا ؟ ۔ کثرت باران سے کتنے گھر برباد ہو جاتے ہین ۔ ملک تباہ ہو جاتا ہی ۔ قحط پڑتا ہی ۔ لیکن کثرت دولت سے کسی کو کبھی مالی نقصان نہین پہنچتا کبھی کبھی شعرا صریح جھوٹ بھی بولتے ہین ۔ لیکن وہ جھوٹ نہین ہی تفنن ہی ۔ جب سُننے والے جھوٹ کو جھوٹ سمجھتے ہین ۔ تو وہ جھوٹ نہین رہا ؟ ۔ ناول کے قصے جھوٹ ہین ۔ اپریل فول کی خبرین جھوٹ ہین ۔ شاعرون کا مبالغہ عیب سے پاک ہی ۔ ؂

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانہ مین — تڑپے ہی مرغ قبلہ نما آشیانہ مین

اس شعر کا ترجمہ شعراے یورپ کے سامنے پیش ہو تو وہ بول اُٹھین گے کہ یہ مبالغہ شاعری نہین ہی ۔ اعجاز کلام ہی ۔

(زبان اُردو اور اُسکی شاعری)

آرین فاتحین سنسکرت زبان اپنے ساتھ ہندوستان مین لائے ۔ یا ایسی زبان لائے جو کچھ عرصہ مین مہذب و باقاعدہ ہو کر سنسکرت کے نام سے موسوم ہوئی ۔ اور عوام سے دور رکھکر عالمون کی زبان قرار دی گئی ۔ یہان تک کہ عوام کو اُسکے سیکھنے اور بولنے تک کی اجازت نہ دی ۔ قدیم زبان ہند کا پتہ لگنا آسان نہین ہی ۔ لیکن اس قدر بخوبی معلوم ہوتا ہی کہ ہند کے زمانۂ عروج مین بگڑی ہوئی سنسکرت جو عوام کے لیے مخصوص کر دی گئی تھی

یا عوام نے خود اختیار کر لی تھی - پراکرت کے نام سے موسوم تھی - اور مختلف حصص ملک
مین مختلف پراکرت زبانین پیدا ہو گئی تھین - مگدہ دیس مین یعنی فیض آباد سے مونگیر تک ماگدی
(پالی) تھی - سواحل مغربی کی طرف مہاراشٹری تھی - سواحل مشرقی کی جانب سوسینی تھی -
انگریزی یا اُردو ناولون مین دیکھیے تو دہقانی یا بازاری آدمی جب شہری آدمی سے گفتگو کرتا
ہی تو زبان بدلی ہوئی ہوتی ہی - اسی طرح راجہ بھوج کے عہد کے ناٹکون مین درباری بان
سنسکرت ہی - اور علما رجہان عوام سے باتین کرتے ہین - پراکرت زبان بولتے ہین -

شاکی منی ملقب بہ بودھ نے جب اپنا وعظ ہندوستان مین شروع کیا تو وہ اپنے ملک
یعنی مگدہ دیس کی پراکرت یعنی ماگدہی (پالی) بولتا تھا - اِس سلئے بودھ مذہب کے عروج
کے ساتھ سنسکرت کی بھی کساد بازاری شروع ہوئی - دربار - دفتر اور مذہب کی کتابین
پالی زبان مین جاری ہوئین - شنکراچارج کی برکت سے جب برہمنون کے دن پھرے تو
سنسکرت از سر نو زندہ ہوئی - لیکن اب وہ علما اور دربار کی بول چال مین نہ آ سکی - صرف
کتابون مین رہ گئی - زبانون پر پالی بدستور جاری رہی - اور وہ رفتہ رفتہ اُن زبانون کے
پیدا کرنے کا سبب ہوئی - جو اِس وقت پنجابی - ہندی - بنگالی - مرہٹی - تلنگی وغیرہ
وغیرہ نامون سے موسوم ہین -

گیارھوین صدی عیسوی مین جو پراکرت پنجاب اور بنگال کے درمیان مین بولی
جاتی تھی وہ ہندی بھاشا - یا باعتبار اسکے کہ متھرا ایک با اثر مقام تھا اور اُسکے قریب برج
جائے پیدائش سری کرشن جی ہی - برج بھاشا کے نام سے موسوم ہوئی - اور یہی زبان پورب
بہار کے قریب اسقدر متغیر ہو گئی کہ ایک ضمنی تقسیم سے اسکا نام پوربی بھاشا یا پوربی زبان
ہو گیا - مسلمانون نے جب سنہ ۶۰۲ھ (۱۲۰۶ع) مین دہلی کو اپنا پایۂ تخت قرار دیا - تو
برج بھاشا مین عربی - ترکی اور فارسی الفاظ کا میل جول شروع ہوا - اور یہی زبان اپنی
[illegible] ہندوستان کی زبان قرار پائی [illegible]

آئندہ بیان کیا جائیگا - اسی اُردو زبان کو اصطلاح شعرا مین ریختہ اور کبھی کبھی ریختی کہتے ہین
اس لیے کہ مختلف زبانون سے اسے ریختہ کیا ہو - یا اس لیے کہ گری پڑی چیزون کو ریختہ
کہتے ہین - اور اسمین بہت سے الفاظ پریشان مختلف زبانون کے شامل ہین -

غرضکہ مسلمانون کی آمد کے ساتھ ہی برج بھاشا مین عربی - فارسی - ترکی - الفاظ
داخل ہونا شروع ہو گئے تھے - حتی کہ ہندوؤن کے مذہبی گیت بھی اس اثر سے خالی
نہ رہے - مذہبی پیشوا الگ تھلگ رہنا پسند کرتے تھے - لیکن زمانہ کے اثر سے مجبور تھے
ہندوؤن اور مسلمانون کے میل جول کی ابتدا، اغراض زبان ہندی کے لیے اول
جنوب ہند مین ہوئی - جیسا کہ آیندہ ذکر کیا جائیگا - شمال ہند مین سکندر لودی کا عہد وہ
زمانہ ہی جسمین اول اول کایستھ فارسی پڑھ کر شاہی دفترون مین داخل ہونا شروع ہوے
اور اس ذریعہ سے شمال ہند کی زبان برج بھاشا مین غیر زبانون کو داخل ہونے کا خوب
موقع ملا - مثلاً سکندر لودی (سال جلوس ۸۹۴ھ مطابق ۱۴۸۸ء) کے زمانہ مین
ایک ہندی شاعر کبیر داس گزرا ہی - اس کا شاگرد گرو نانک شاہ متوفی سنہ ۹۰۰ع بھی
ہندی شاعر تھا - سترھوین صدی عیسوی مین بابا تلسی داس ضلع باندہ کا مشہور شاعر تھا
اُسی زمانہ مین سورداس بھی ایک مشہور شاعر گذرا ہی - ان سب کے مذہبی گیت [illegible]
فارسی - عربی اور ترکی الفاظ پائے جاتے ہین - اثر صحبت [illegible] پاس
یہ شعرا مبرا نہ رہ سکے - یہان پر یہ لکھنا بے موقع نہین ہی - [illegible] نے صرف ہندوؤن پر
اثر نہین ڈالا - مسلمانون پر بھی اثر پہونچایا - شیر شاہ متوفی [illegible]ھ مطابق ۱۵۴۵ء)
کے عہد مین ملک محمد ساکن جائس ضلع [illegible] نے جو کتاب پدماوت لکھی وہ اُس وقت
کے ہندی شاعرون کی زبان مین [illegible]

بعضون کا خیال ہی کہ امیر خسرو [illegible] شاعر اُردو زبان کا ہی لیکن یہ صحیح نہین ہی - یہ
کہہ سکتے ہین کہ وہ پہلا مسلمان شاعر [illegible] نے ہندی بھاشا مین بہت کچھ کہا ہی

امیر خسرو یا اُسکا باپ غیاث الدین بلبن کے عہد مین ہندوستان آیا تھا۔ اور محمد تغلق کے
سال جلوس یعنی ۷۲۵ھ تک خسرو زندہ رہا۔ بہت سے اُسکے تصانیف اُردو بھاشا مین
ہین۔ اسکی طباعی اور ذہانت قابل داد ہے۔ کہ اسنے غیر زبان پر پورا قابو حاصل کیا تھا۔
اسکی پہیلیان اور مکرنیان بہت مشہور ہین۔ خالق باری جو بچون کو پڑھائی جاتی ہے۔ اُس کی
تصنیف ہے۔ اور ایک بڑی کتاب کا انتخاب ہے۔ خسرو کا ایک مطلع یہان لکھا ہے جس سے
معلوم ہوگا کہ اُسوقت مین کیا عام زبان دہلی کی تھی ؎

سکھی پیا کو جو مین نہ دیکھون تو کیسے کاٹون اندھیری رتیان
کسے پڑی ہے جو جا سناوے پیارے پی کو ہماری بتیان

رتیان کو راتین بتیان کو باتین کر دیجیے تو اِسوقت کی زبان ہو جاتی ہے۔ ایک لفظ اس مین عربی
یا فارسی کا نہین ہے۔ اُسوقت تک یہ میل شروع نہین ہوا تھا۔

امیر خسرو کے مرنے پر تعمیر زبان اُردو کی بنیاد سلطان علاءالدین حسن بانی سلطنت
بہمنی دکن کے عہد ۷۴۸ھ ہجری مین قائم ہوئی۔ محمد تغلق کے زمانہ مین جب اسکی بیعنوانیون
کی وجہ سے سلطنت دہلی تباہ ہو رہی تھی اُسوقت جا بجا ہندوستان مین خود مختار ریاستین اُسی
طرح قائم ہو چلی تھین جس طرح مغلون کی سلطنت کی تباہی پر اودھ۔ بنگال اور دکن مین
مسلمانون اور گجرات مین مرہٹون اور پنجاب مین سکھون کی سلطنتین قائم ہوئین۔ دکن کی خود مختار
[illegible] محمد تغلق [illegible] عہد مین قائم ہوئی تھی۔ اسکا بانی سلطان علاءالدین حسن نامی
[illegible] پٹھان تھا [illegible] برہمن تھا۔ اُسکے تقرب سے علاءالدین حسن نے
عروج پکڑا [illegible] زمانے تو [illegible] دکن کا خود سر رئیس بنا دیا۔ اسنے جب سلطنت
کی بنا ڈالی۔ تو اپنے قدیم محسن کو سلطنت کا محاسب مقرر کیا۔ اِس برہمن نے تمام ریاست
مین اپنے ہمقوم ملازم بھر دیے۔ اور اِس طرح ہندوؤن اور مسلمانون مین اختلاط بڑھا اور
مسلمانون کی فارسی اور ہندوؤن کی ہندی ملکر ایک نئی زبان کا قوام تیار ہونے لگا۔ ورنہ
اسکے قبل مسلمان یا تو فوج کے افسر اور سپاہی ہوتے تھے یا بڑی بڑی ذمہ داریون کے عہدون پر

مو رہوتے تھے - ہندی زبان سے وہ اسی طرح بے تعلق رہتے تھے جس طرح اسوقت
فوجی انگریز یا ہائیکورٹ کے بعض تازہ وارد یورپین - بیرسٹر - جج اور بہت سے عہدہ داران
جنکو دیسیون سے بات چیت کرنے کی ضرورت نہین ہوتی - بعض ہندو اُردو زبان سے
اس لیے نفرت کرتے ہین کہ اُسے مسلمانون نے قائم کی ہے - جب اُنکو معلوم ہوگا کہ گنگا وہ برہمن
کے ساتھ جو عقیدت علاء الدین کو تھی - وہی اس زبان کی بانی ہوئی - تو اُن کو اپنے تعصب پر
افسوس ہوگا -

اُردو زبان مین ہمیشہ تراش خراش ہوتی رہی - پہلے یہ خیال ہوا کہ اِس مین ہندی
الفاظ بکثرت لیے جائین - پھر یہ خیال ہوا کہ عربی اور فارسی الفاظ جتنے ہی زیادہ ہون گے
اُتنی زبان فصیح سمجھی جائے گی - اب اُردو کی فصاحت عربی اور فارسی کے غیر مانوس الفاظ
کے ترک کرنے پر منحصر ہے - بلکہ بعضون کا یہان تک اصرار ہے کہ عربی الفاظ کو تلفظ یا املا مین
ہندی سانچے مین ڈھالنا پسند کرتے ہین - "فاحش غلطی" کو "فاش غلطی" کہتے ہین - تیاری کو
ت سے لکھنا صحیح جانتے ہین -

ہندی بھاشا مین عربی - فارسی اور ترکی الفاظ شامل کر کے بخط فارسی اول اول
ایک کتاب خواجہ بندہ نواز سید محمد گیسو دراز نے سلطان احمد شاہ بہمنی (متوفی ۱۴۲۲ء
مطابق ۸۳۱ھ) کے زمانہ مین لکھی تھی - یہی وقت زبان اُردو کے آغاز کا ہے لیکن اُس
وقت تک اُردو شاعری نے رواج نہین پایا تھا - ۹۳۴ھ (۱۵۲۶ء) مین سلطنت
بہمنیہ کے ختم ہونے پر جو پانچ اسلامی سلطنتین دکن مین قائم ہوئین - اُنہین سے ایک سلطنت
کا بانی یوسف عادل شاہ ترک پسر سلطان مراد سلطان ٹرکی تھا - جو کسی طرح انقلاب زمانہ سے
ہندوستان مین آگیا تھا اور بیجاپور مین اُس نے ایک مستقل خود مختار حکومت قائم کی تھی
اسی خاندان مین ابراہیم عادل شاہ اول متوفی ۱۵۵۷ء (۹۶۵ھ) نے اپنے عہد مین اُرد
و درباری زبان کر دیا - اور اُسمین دفتر کر دیے - اور پھر علی عادل شاہ ثانی متوفی ۹۸۷ھ کے

عہد مین اُردو زبان کو بہت ترقی ہوئی۔ اور شاعری کا خوب چرچا پھیلا۔

ابراہیم عادل شاہ اول کے عہد مین اُردو زبان کا پہلا مشہور شاعر سعدی تھا۔
اسی سعدی کو ریختہ گوئی کا اُستاد کہتے ہین۔ اور اسی کو بعضون نے سعدی شیرازی سمجھ لیا ہی
جو فارسی مین غزل لکھنے کا موجد خیال کیا جاتا ہی۔ اسکی ایک غزل کے چند اشعار یہ ہین۔

قشقہ چو دیدم بر رخش گفتم کہ یہ کیا دیت ہی ۔۔۔ گفتا دراے باورے اس ملک کی یہ ریت ہی

ہمنا متن کو دل دیا۔ تم دل لیا اور دُکھ دیا ۔۔۔ ہم یہ کیا تم وہ کیا۔ ایسی بھلی یہ پیت ہی

سعدی بگفتار ریختہ در ریختہ دُرّ ریختہ ۔۔۔ شیر و شکر آمیختہ ہم شعر ہی ہم گیت ہی

سلطان علی عادل شاہ ثانی کے زمانہ مین نصرتی ملک الشعرا تھا۔ نظم مین اسکے
تصانیف بہت ہین۔ جو رتبہ فارسی شاعری مین رودکی کا ہی۔ عربی مین مہلل کا اور انگریزی
انگریزی مین چاسر کا ہی وہی درجہ نصرتی کا اُردو شاعری مین سمجھا جاے تو بیجا نہین ہی۔ ایک
شعر اُسکا یہان لکھا جاتا ہی تاکہ معلوم ہو کہ اُردو کا اُس زمانہ مین کیا درجہ تھا۔

ہوا جب سے یار اُس کی خوبی کا باغ ۔۔۔ پڑیا جب سے چندر کی چھاتی پو داغ

پڑا کی جگہ پڑیا اور چاند کی جگہ چندر اور پر کی جگہ پو۔ اُس زمانہ مین بولتے تھے۔

اُسی زمانہ کا ایک شاعر ہاشمی تھا۔ اُسکے شعرون مین سے ایک آسان شعر چُن کر
لکھتا ہون۔ اسمین مانگتا کی جگہ منگتا۔ گناہین کی جگہ گناہان ہی

دن رات الٰہیان و چیا منگتا ہون عاجز ہو کے مین ۔۔۔ یعنی گناہان بخش دے۔ ہی آسرا غفار کا

غرضکہ اُردو شاعری دکن مین سلطان مغلیہ کے زمانہ سے پہلے رائج تھی مغلون
کے فتوحات نے اسے دبا دیا تھا مغلون کے عروج کے زمانہ مین پھر فارسی شاعری نے
زور پکڑا۔ اکبر اور اُسکے اُمرا۔ جہانگیر اور اُسکے امرا کے دربار کی قدردانی نے ایران کے تمام نامی
شاعرون کو ہند مین بھر دیا فیضی اور ابو الفضل پسران شیخ مبارک ہندی نژاد تھے مگر فارسی کلام
انکا ایرانیون کے کلام پر سبقت لیجاتا تھا مغلون کی سلطنت کا زوال جب شروع ہوا

تو پھر اُردو شاعری نے دکن مین زور پکڑا اور یہین کے فیض صحبت سے جب ولی اپنا اُردو دیوان مرتب کر کے دہلی لایا تو بڑی قدر ہوئی۔ اسباب کچھ ایسے جمع ہوے کہ روز بروز اسکے پیرو بڑھتے گئے اور پھر اُردو زبان نے وہ ترقی کی کہ ہر دور کے شعرا دور ماقبل پر سبقت لے گئے۔ میر و سودا۔ آتش و ناسخ۔ غالب و ذوق۔ انیس و دبیر۔ داغ و امیر ایسے مقلدین نے ولی کو اُردو شاعرون کا باوا آدم مشہور کرادیا۔ ورنہ فی الواقع نصرتی کے لیے یہ خطاب زیادہ ترموزون تھا۔ یا سعدی کے لیے۔

اُردو کی وجہ تسمیہ بیان کرنا لطف سے خالی نہین ہی۔ اُردو ایک ترکی لفظ ہی معنی لشکر۔ لشکر کے قریب جو بازار ہوتا تھا اُسے اُردو بازار کہتے تھے۔ اُردو بازار قریب قریب تمام چھاونیون مین تھے۔ اکبر کے وقت مین یہ چھاونیان قائم ہوئین اور پورا عروج ان کا شاہجہان کے وقت مین ہوا۔ فوج مین ہندو بھی تھے اور مسلمان بھی تھے۔ اور اہل بازار زائد تر ہندو تھے۔ اُنکے باہمی میل جول نے ایک لشکری زبان کشمیر سے اُڑیسہ تک اور ہمالیہ سے میسور تک قائم کردی۔ لشکر کا اردو بدل لگا رہتا تھا۔ اِس لیے کل لشکری بازار یعنی اُردو بازار کی زبان ایک ہوگئی۔ اِس بازار کی ترقی شاہجہان کے وقت مین ہوئی تھی۔ اِس لیے شاہجہان کے عہد سے اس زبان کی ابتدا منسوب کی گئی۔ ان بازارون مین صرف زبان ہی کی ٹکسال نہین قائم ہوئی۔ بلکہ لب و لہجہ بھی ایک خاص قسم کا پیدا ہوا۔ فوج شاہی کو دکن مین رہنے کا زیادہ تر اتفاق ہوتا تھا۔ اور اِس لیے جو اُردو زبان یا دیسی بھاشا سلطنت بہمنی کے وقت مین وہان قائم ہوئی تھی۔ وہ بھی معین حال ہوئی۔ یہی وجہ ہی کہ دہلی سے پچاس کوس پچھم کے رہنے والے ایسی اچھی اُردو نہین بولتے جیسی کہ دہلی سے تین چار سو کوس کے فاصلہ پر اہل دکن بولتے ہین۔ محمد شاہ بادشاہ کے بعد جب زوال سلطنت مغلیہ کا وقت آیا۔ اور شحنہ معزول کی طرح تمام اہل قلم اور اہل سیف بھی چھاونیان چھوڑ کر دہلی مین آنے لگے۔ اور دربار شاہی کی وقعت بھی محض بازارون

اور لشکریون کی آمد و رفت پر منحصر رہ گئی - تو عوام اور خواص شاعری کی چاٹ سے خاص طور
پر اُس لڑکے کی تربیت پر متوجہ ہوے - جو اب اپنے پاؤن سے چلنے کے قابل ہوگیا تھا - اور
پھر دہلی کو جب مرہٹون نے تباہ کیا تو لکھنؤ اس لڑکے کا جولان گاہ قرار پایا - جہان اسنے حیرت
افزا ترقی کی - ایسٹ انڈیا کمپنی نے اسے ۱۸۳۵ء مین بجاے فارسی کے درباری زبان
قرار دیکر اسکے ساتھ بیحد احسان کیا -

میرے خیال مین بجاے شاہجہان کے ملکہ وکٹوریا قیصر ہند آنجہانی کے عہد سے
اس زبان کو منسوب کرنا بھی بے موقع نہ ہوگا - اول الذکر کے عہد مین فوجی چھاونیون کے سپاہی
جب ایک جگہ سے دوسری جگہ تبدیل ہوتے تھے تو صرف زبان ہی ساتھ نہین لے جاتے تھے
لب و لہجہ بھی ساتھ ساتھ لے جاتے تھے - اور اس طرح تمام ہندوستان کے اُردو بازارون کا
لب و لہجہ ایک سانچے مین ڈھل گیا - اور ثانی الذکر کے عہد مین مدارس کی تعلیم کے لیے قواعد
بنے اور زبان کی تکمیل ہوئی -

تمام اُردو بازارون مین لب و لہجہ گفتگو کا ایک ہونا کچھ اور تصریح سے مین بیان کرنا چاہتا
ہون ۱۸۷۵ء سے ۱۸۸۰ء تک مین علیگڈھ مین پڑھتا تھا - وہان مراد آباد - آگرے
دہلی - شاہجہانپور اور بریلی کے لڑکے پڑھنے آتے تھے اور اُنکے بزرگ بھی کبھی کبھی ساتھ
آتے تھے - اُسوقت مین نے دہلی کے معمر آدمیون کی زبان میر و سودا کی زبان سے ملتی
ہوئی پائی اور اُنکے لہجہ مین ایک خاص قسم کی دلاویزی اور زور پایا - پھر بہت عرصہ کے
بعد ۱۹۰۲ء مین ایک مرتبہ مین دربار دہلی سے واپس آتا ہوا الہ آباد اُترا - اور وہین ایک
معمر شخص کوئی سو برس کی عمر کا ملا - جس کا لب و لہجہ مین نے بالکل اُن معمر اشخاص کا سا پایا جو
دہلی سے میری طالب علمی کے زمانہ مین علیگڈھ آتے تھے - مجھے اُسکی باتین بہت پیاری
معلوم ہوئین - دریافت سے معلوم ہوا کہ اُس نے اُسکے قبل کبھی دہلی دیکھی نہ تھی اُسکا
باپ احاطۂ مدراس کے کسی لشکر مین پیدا ہوا - ادھر سلطنت مغلیہ کے ضعف پر وہ طبیعۃ

سلطان کا ملازم ہوا ٹیپو سلطان کی ہزیمت کے بعد ایسٹ انڈیا کمپنی کی ملازمت ہاتھ آئی -
اب ایک پنشن خوار ملازم کی حیثیت سے وہ دربار مین طلب ہوا ہی - ایک شخص دہلی مین پیدا ہوا
اور دوسرا مدراس مین پیدا ہوا - دونون کی زبان ہی یکسان نہین - بلکہ لب و لہجہ بھی یکسان ہین
یہ صرف لشکری بازارون کا اثر ہو سکتا ہی - یہین یہ بھی سمجھ مین آسکتا ہی کہ ان تمام بازارون کی
زبان جب یکسان تھی اور دوسرے قرب و جوار کے رہنے والون کی زبانون سے ممتاز تھی
تو خود بخود اُردو زبان ہی نامسے موسوم ہونا چاہیے تھا اور ایسا ہی ہوا - اسی طرح مین نے ۱۸۹۰ع
مین کلکتے کا ایک ایسا گھر دیکھا جسمین چھوٹے بڑے سب صحیح اُردو بولتے تھے اور لب و لہجہ بھی دہلی
والون کا سا رکھتے تھے - مجھے اُنکی صورتون سے حیرت ہوئی کہ اگر یہ اہل دہلی کی نسل سے ہین
تو آبنوسی رنگت کیسی ؟ اور اگر صحبت کا اثر ہی تو زبان پر اثر پڑ سکتا ہی نہ کہ لب و لہجہ پر اور وہ بھی تمام
گھر والون کے لب و لہجہ پر - دریافت سے معلوم ہوا کہ وہ لوگ خاص بنگال کے رہنے والے ہین
اور زبان پر جو اثر ہی وہ اُردو بازار کا ہی -

زبان اُردو کو مسلمانون کی زبان سمجھنا غلطی ہی - مسلمانون کے میل جول نے اسپر ضرور
اثر ڈالا - لیکن وہ اثر مسلمانون تک محدود نہین رہا - بڑے بڑے شہر جیسے دہلی - آگرہ - لکھنؤ
بریلی اور مرادآباد وغیرہ مین ہندو اور مسلمان یکسان طور پر صحیح اُردو بولتے ہین - اور چھوٹے
چھوٹے شہرون مین ہندو اور مسلمان دونون غلط اُردو بولتے ہین - اور اُسی غلط اردو کو اور دور
جاکر ہندی پنجابی - بنگالی وغیرہ مختلف نام سے پکارتے ہین - کلکتہ - مدراس - بمبئی مسلمانون
نے آباد نہین کیے - اسلامی سلطنت کے وقت انکا وجود بھی نہ تھا - یہان نسبتاً مسلمان بہت
کم آباد ہین - لیکن ان شہرون مین بازار کی زبان اُردو ہی - اس سے معلوم ہوا کہ اُردو ایک ایسی
زبان ہے کہ وہ خود بخود ہندوستان مین پھیل گئی ہی - جتنے لوگ براہ خشکی ہندوستان مین آتے
ہین وہ اُردو بولنا آسانی سے سیکھتے ہین - انگریز بھی ہندوستان مین آکر اُردو بولنے کی طرف
پہلے رغبت کرتے ہین - دوسری قومون کے تجار ہندوستان کی بندرگاہون پر اُردو بولنے کی

خواہش رکھتے ہین - ہماری ہر دلعزیز ملکہ معظمہ قیصرۂ ہند آنجہانی نے بھی ہندوستان کی زبانون مین اُردو ہی منتخب کی تھی - بنگالی - پنجابی - مرہٹی وغیرہ کہنے کو تو مختلف زبانین ہین - لیکن اگر کوئی اُردو جاننے والا اِن زبانون کو جانتا ہو تو وہ ایک ہفتہ مین دوسرون کو بہ قدر ضرورت بنگالی - پنجابی - مرہٹی سمجھا سکتا ہی - سو پچاس الفاظ سے زیادہ الفاظ نہ ہون گے جنکے سمجھنے کے بعد اُردو الفاظ کو پنجابی یا بنگالی زبان مین ڈھالنا یا بنگلہ اور پنجابی زبان کو اُردو زبان کر دینا رفع ضرورت کے لیے کافی ہوتا ہی - جس طرح دہلی کے گرد نواح کے گانوُن مین اُردو زبان غلط بولی جاتی ہی اُسی طرح دہلی سے بہت دور پنجاب اور بنگال مین جاکر اُس غلط اُردو کے مختلف نام رکھ دیے گئے ہین - لیکن جو ترقی اُردو زبان مین ہی اُس سے یہ امید کی جاتی ہی کہ ہندوستان کے تمام حصون مین اُردو ہی قائم ہو جائے گی - اُردو اُسی وقت تک اُردو ہی - جب تک فارسی حرفون کے لباس مین ہی - اِس لیے فارسی حرفون کا بھی کچھ بیان ہونا چاہیے - تاریخون سے یہ پتہ لگانا آسان نہین ہی کہ حروف فارسی کس زمانہ مین ایجاد ہوے - میرے نزدیک یہ صورت قرین قیاس ہی کہ ایرانیون کے پاس پہلے لکھنے پڑھنے کے حروف مثل ناگری کے تھے - یورپین - ہندو - ایرانی ایک نسل سے ہین - تینون کی زبانین باہم ملتی جلتی ہین - انگریزون اور ہندوُون کی تحریر کی کشش بائین سے داہنی جانب ہی تو قیاس چاہتا ہی کہ ایرانیون کی تحریر کی روش بھی یہی ہو گی - اپنی ترقی کے زمانہ مین اُنھون نے موجودہ فارسی تحریر ایجاد کی اور یہ فارسی تحریر اس درجہ مرغوب اور آسان نظر آئی - کہ پچھلے طریقے ایران سے بالکل مسدود ہو گئے - ہم اپنے اِس خیال کی تائید مین انگریزی طریقہ شارٹ ہینڈ رائٹنگ پر نظر کرتے ہین - موجودہ انگریزی طرز تحریر جب زود نویسی کے لیے کافی سمجھا گیا تو مختصر نویسی کا ایک قاعدہ نکالا گیا - یعنی علامات سے تھوڑا تھوڑا پیوند لیکر الفاظ کے بنائے جانے کا ڈھنگ ڈالا گیا - جو طریقہ اس طرح نکلا اُسمین پورے طور پر کامیابی نہ ہوئی - ورنہ موجودہ طرز تحریر انگریزی بالکل معدوم ہو جاتا - ایرانیون کے طریقہ

مختصر نویسی کو سراہیے کہ وہ اتنا معقول اور پاکیزہ نکلا کہ عام طور پر مقبول ہوا اور گزشتہ صورت معدوم ہوگئی - چین اور جاپان مین دیکھیے کہ وہان ہر لفظ یا ہر جزو لفظ کے لیے جدا جدا صورتین ہین - انگریزی اور ناگری مین ہر آواز کے لیے ایک حرف ہی اور ہر حرف کو پورا لکھنا پڑتا ہی فارسی کا یہ اعجاز ہی کہ ہر آواز کے لیے حروف اور ہر لفظ پیدا کرنے کے لیے حروف کے شوشے کافی ہوتے ہین - مثلاً معتبر پانچ حروف کا لفظ ہی مگر اُسکے لکھنے مین اتنی جگہ نہین گھرتی ہی - جتنی کہ انگریزی کے M یا ہندی म لکھنے مین - ایران کو جس ایجاد پر ہزارون برس سے ناز تھا اور جس کا نظیر دنیا مین نہ تھا - آج بعض حضرات اُس کو مٹانے کی کوشش کرتے ہین اور اس ترقی معکوس کو سعی مشکور سمجھتے ہین - اور یہ نہین سمجھتے کہ فارسی حروف جس نے ایجاد کیے اُستے لٹریچر پر بڑا احسان کیا ہی -

مسلمانون کے عہد سلطنت مین فارسی زبان مین خط و کتابت ہوتی تھی - لکھے پڑھے لوگ اُردو زبان مین خط و کتابت کرنا ننگ سمجھتے تھے - کوئی خصوصیت مسلمانون کے ساتھ نہ تھی ہندوؤن مین کایستھ اسپر زیادہ سختی سے پابند تھے - مسلمانون مین اہل سیف - اہل قلم - تجارت پیشہ - مزدوری پیشہ - گدائی پیشہ - سبھی طرح کے لوگ تھے - اور کایستھون مین بجز لکھنے پڑھنے کے اور کوئی پیشہ نہ تھا - اور اِس لیے کایستھون کو فارسی زبان سے بہت زیادہ مناسبت تھی - اُردو زبان جاری ہونے پر ایک عرصہ تک اُردو زبان مین فارسی الفاظ کا مسرفانہ استعمال کایستھون نے قائم رکھا - آج کایستھون مین جو حالت فارغ البالی ہی وہ اِس لیے بھی ہی کہ عدالتی زبان سے اُنکو زیادہ مناسبت تھی - اور اگر فارغ البالی مین اب کوئی کمی آچلی ہی تو صرف اِس لیے کہ انگریزی اور اُردو کی اشاعت سے اُنکے رزق مین اور بھی حصہ دار ہوگئے ہین اور ناگری حرفون کی ترقی سے اغلب ہی کہ اُن حصہ دارون مین اور بھی اضافہ ہو -

جس طرح دنیا مین سیکڑون زبانین خود بخود معدوم ہوگئین اور سیکڑون خود بخود قائم ہوگئین

اُسی طرح ہندوستان مین اُردو زبان خود بخود قائم ہوئی۔ مسلمانون نے کوئی مداخلت نہ کی۔ بلکہ مسلمانون کے زوال کے ساتھ اسکی ترقی شروع ہوئی مسلمانون کا اُردو زبان کا سرپرست ہونا اس سے بھی ظاہر ہی کہ انگریزون کے عہد مین مرزا نوشہ غالب پہلا وہ شخص ہوا ہی جس نے اُردو مین خط و کتابت کرنا ایجاد کیا اور دوسرون نے اُسکا تتبع کیا۔ جناب میور صاحب لفٹنٹ گورنر نے اُردو کتابون کے لکھنے پر انعام دیے۔ اور مرزا نوشہ کو وقتاً فوقتاً سراہا۔ انگریزی سکولون کے لیے اُردو زبان کے قاعدے تصنیف ہوے۔ علمی کتابین بھی اُردو مین ترجمہ ہوئین۔ ہم جناب منشی نولکشور صاحب مرحوم کی ذات کو بھی نہین بھول سکتے۔ کہ اُنکی وجہ سے بہت سی اخلاقی اور مذہبی کتابین عربی۔ فارسی اور سنسکرت سے اُردو مین ترجمہ ہوئین۔ پھر کیا تھا لوگون کی توجہ ادھر ہوئی۔ اب دیکھیے سیکڑون اخبار۔ ناول۔ گلدستہ۔ دیوان چھپنے لگے و اُردو بھی ایک مستند زبان ہوگئی۔ آج وہ کونسا خیال ہے جو اُردو زبان مین ادا نہین ہوسکتا۔ آج اُردو دانون کو اپنی نظم و نثر لکھنے مین وہی دعوی ہی جو اور مہذب ملکون کے فصحا اور بلغا کو ہی ہماری قوم کے لکچرار لاکھون ہزارون آدمیون کے سامنے اظہار مدعا عمدہ سے عمدہ پیرایہ مین کرسکتے ہین۔

دلّی اور لکھنؤ کے شعرا

محمد شاہ کے زمانہ مین جب سلطنت تباہ ہونے لگی تو بیکاری کا دائرہ وسیع ہوتا گیا۔ تلوار کمر سے کھل گئی اور قلم کے معمولی مشاغل جاتے رہے۔ جو شخص جہان تھا بیکار تھا۔ جو کوئی گھبرا کر دلی چلا آیا وہ وہان کے بفکرون کی جماعت مین اضافہ کرنے کے سوا اور کچھ نکرسکا وہان ہنسی مذاق گانے بجانے کے سوا اور کوئی شغل کسی کا نہ تھا حتی کہ مذہبی پیرایہ مین بھی اسی شغل کو زیادتر رونق تھی۔ رندون مین ڈوم اور ڈومنون کی عزت تھی۔ اور مذہبی گروہ مین قوالون کی چاہ تھی۔ اُس وقت تک صرف فارسی کے کلام اور بھاشا کے گیت قوالون اور رنڈیون کی زبان پر تھے۔ اسی زمانہ مین شمس ولی اللہ متخلص بہ ولی اپنا دیوان ساتھ لیکر

دکن سے دہلی آیا۔ اِس دیوان نے صرف ہندی بھاشا کی بیخ کنی نہین کی بلکہ فارسی کی بھی کساد بازاری کا یہ سبب ہوا۔ اِس نے اُردو کلام مین فارسی کا مزا دکھایا۔ عوام کو اِس کے سمجھنے مین آسانی ہوئی۔ اور اُردو شاعری نے دفعتًا اپنا نقشہ دہلی مین جما لیا۔ ہر شخص اُردو شعر کہنے کی طرف مائل ہوا۔ حتی کہ دہلی کے پادشاہون نے بھی جو نام کے پادشاہ رہ گئے تھے یہی شغل اختیار کیا۔ جب مشاعرون مین بادشاہ کی غزلین پڑھی گئین تو مشاعرہ مین شریک ہونا تمغۂ شرافت ہو گیا۔

محمد شاہ کے وقت سے شاہ عالم بادشاہ کے عہد تک یعنی ۱۱۳۱ھ سے ۱۲۲۱ھ تک (۱۷۱۹ء سے ۱۸۰۶ء تک) آرزو۔ فغان۔ مظہر جانجانان وغیرہ وغیرہ بہت سے نامی شعرا دہلی مین گزرے ہین۔ مگر انکے کلام نے فارسی شاعری کی برابری نہ کی۔ البتہ حاتم کے شاگرد سودا کے کلام کو یہ رتبہ ملا کہ اہل مذاق بھی فارسی کلام کی طرح اُردو زبان مین لطف پانے لگے۔ اور میر نے تو گویا فارسی کی بنیاد ہی ہلا دی۔ سودا کے قبل کسی کا کلام اس قابل نہین ہے کہ اہل مذاق کے سامنے پیش کیا جاوے۔ لیکن اِس خیال سے کہ وؔلی نظم اُردو کی نسل کا آدم ہے۔ اُسکی ایک غزل تبرکًا یہان نقل کر دی جاتی ہے۔ اسکا دیوان لندن اور پیرس مین بھی چھپا ہے۔

بیوفائی نہ کر خدا سے ڈر	جگ ہنسائی نہ کر خدا سے ڈر
ہے جدائی مین زندگی مشکل	آ جدائی نہ کر خدا سے ڈر
آرسی دیکھکر نہ ہو مغرور	خودنمائی نہ کر خدا سے ڈر
اے وؔلی غیر آستانۂ یار	جبہ سائی نہ کر خدا سے ڈر

اِس غزل مین مین نے اتنا ہی تصرف کیا ہے کہ "خدا سون" کو خدا سے کر دیا۔ میر۔ سودا اور انشا کی زبان ولی کی زبان سے کہین اچھی ہے۔ لیکن اُسوقت کے بعض الفاظ بھی اب متروک ہو گئے ہین۔ اُنکا کلام نقل کرنے مین بھی مین نے ایسے تصرفات جائز رکھے ہین۔

مفصلۂ بالا باتین اُردو شاعری کی بنیاد قائم ہونے کا سبب ظاہر کرنے کو کافی ہین۔ لیکن اسکی ترقی کے اسباب کا بیان کسی قدر وضاحت سے لکھنا مناسب معلوم ہوتا ہے یعنی کہ شاہ عالم بادشاہ کے زمانہ مین جب سلطنت مرہٹون سکھون۔ انگریزون اور فرانسیسون کے ہاتھ مین آئی تو شرفائے ہند جہان تھے بیکار تھے۔ تلوار ہاتھ سے جاتی رہی۔ نظم مملکت مین انکو کوئی دخل نہ تھا اور نہ انکو دنیا کا کوئی کام تھا۔ تجارت سے کوئی مناسبت نہ تھی کہ اسمین اوقات گذاری کرتے۔ صرف بے شغلی اور بیکاری رہ گئی اور اُسکے ساتھ کچھ دنون تک فارغ البالی سے بسر کرنے کا ذریعہ بزرگون کے وقت کی دولت اور اثاثہ خانہ رہ گیا تھا۔ ہان ایک چیز اور بھی قائم رہی۔ یعنی قومی اعزاز۔ یہان تک کہ دہلی کا شاہ معزول بھی کئی پشت تک عزتون کے طفیل مین خود کو شہنشاہ ہند سمجھتا رہا۔ اس اعزاز نے مسلمانون کو دنیاوی ترقی سے اور بھی باز رکھا اور میرے لفظون مین انکی بے فکری کا یہ بھی ایک سبب تھا۔

غرضکہ شرق سے غرب تک اور شمال سے جنوب تک ایک ہی رنگ کے بفکرے لکھے پڑھے مسلمان ہوشیار طبائع دفعتاً شحنۂ معزول کی صورت مین آگئے۔ ہنسی۔ مذاق دل لگی۔ عیش پسندی کے سوا اور کوئی کام اُنکو نہ تھا۔ دفعتہً تمام ترجحان اُنکا اسباب ترقی دماغ جمع کرنے کی طرف ہوا۔ اور اس بیکاری مین جتنے مشاغل اُنکے تھے۔ یا فطرتاً ہوسکتے تھے۔ اُنکی مثال دنیا کی تاریخ مین مشکل سے ملے گی۔ صرف شاعری اُس وقت کی یادگار یا ایک نمونہ باقی رہ گیا ہے۔ شاعری کی یہ کیفیت تھی کہ جسکی طبیعت اِس سے زائد تر مناسب ہوئی۔ وہ اُستاد گنا جاتا تھا۔ سیکڑون ہزارون اُسکے شاگرد ہوتے تھے۔ مکتب سے نکلکر نوجوانون کا یہی مشغلہ تھا۔ نہ گھوڑا دوڑانے کا شوق تھا۔ نہ ہتھیار چلانے کا مشغلہ تھا۔ کھانے پینے یا دیگر اسباب تعیش سے جسے ذرا فرصت ملتی تھی ایک ہاتھ مین قلم اور دوسرے مین کاغذ لیکر سرنگون فکر سخن مین مشغول رہتا تھا۔ ہفتہ وار مشاعرے ہوتے تھے

بڑے بڑے شہروں اور چھوٹے چھوٹے قصبات مین بھی اپنی اپنی ٹکڑیان جُدا ہوتی تھین جب اُستاد کسی مشاعرے مین جاتا تو سیکڑون شاگرد پیچھے پیچھے ساتھ ہوتے تھے۔ ہر ایک شاگرد کو یہ خیال رہتا تھا کہ اُسکا اُستاد مشاعرے مین بالا رہے۔ اُستاد کے مُنہ سے ایک مصرع نکلا نہین کہ شاگردون نے واہ واکی صدا بلند کی۔ یہ واہ وا رفتہ رفتہ ایک قومی مذاق ہو گیا۔ اور اُسکے ذریعے سے دل توڑ توڑ کر ایسے مضامین اساتذہ پیدا کرنے لگے کہ بڑے بڑے دور سابق مین بھی یہ صورت ترغیب کی پیدا نہین ہوئی تھی۔ فوجی جنرلون کو اپنے سپاہیون پر وہ حکومت نصیب نہین ہوئی تھی۔ جو ان اساتذہ کو اپنے شاگردون پر نصیب تھی۔ جب باہر سے اساتذہ دہلی کی طرف رجوع ہوے تو دہلی والون نے اُنکا خیر مقدم اس جوش و خروش سے کیا کہ بادشاہون کو بھی رشک آیا۔ دہلی مین اساتذہ پہونچے نہین کہ ہزارون شاگرد اُنکے گرد جمع ہو گئے۔ اس طرح دہلی اُردو شاعری کا مرکز بن گیا خود شاہان دہلی بھی شاگردون کے زمرہ مین داخل ہوے اور شاہی رجحان دیکھکر اور بھی عوام کو رغبت ہوئی اور شعر گوئی نہایت شریف فن اور بہترین مشغلہ سمجھا گیا۔ لیکن رفتہ رفتہ بادشاہون کو بھی اُن اساتذہ کی عام مقبولیت پر رشک آیا اور یہ رشک دہلی کے افلاس کے ساتھ ملکر اُن اساتذہ کے پھر نقل مکان اور لکھنؤ کو ایک دوسرا مرکز شاعری قرار دینے کا سبب ہوا۔ زمانہ حال مین مرثیہ گوئی نے اُس عام مقبولیت کو ایک دوسرے رنگ مین نمایان کیا ہی اور اب شاعرون کا اعزاز اُنکے شاگردون تک محدود نہین ہی۔ بلکہ اس دائرے کی وسعت نے مرثیہ گو شاعرون کے لیے وہ تحریک زبردست پیش کی جسکا نمونہ سلاطین اسلام کے عہد مین بھی پایا نہین جاتا۔ عام خلقت کی واہ واکا نتیجہ یہ ہوا کہ فادہ سیت شاعرون کے کلام صدی دو صدی کے اندر اتنے جمع ہوے کہ گزشتہ صدیون کے تمام بلاد اسلام کے کلام ایک جا کیے جائین تو یہ شاید اُن سے کم نہ ہون گے۔ لیکن زمانہ اپنا اثر ہمیشہ غالب رکھتا ہی۔ رفتہ رفتہ زمانہ نے یہ تعلیم دی کہ دنیا مین کوئی قوم بفکر نہین رہ سکتی فکر معاش اور فکر سخن دو متضاد باتین یکجا نہین ہو سکتین۔ اب اُمرا کے جی بہلانے کے لیے شعرا محدود

ہوتے جاتے ہین۔ لیکن اِس تھوڑے سے زمانہ مین اُردو شاعری نے اپنا درجہ کمال حاصل کرلیا۔ میرا خیال یہ ہو کہ امیر و داغ پر اُردو شاعری کا خاتمہ ہوگیا۔ وہ اسباب جو اسکی ترقی کے سبب تھے زائل اور معدوم ہوے ہین۔ مگر جو شاعری مرثیہ گوئی کے پیرایہ مین پچھلے زمانہ مین قائم ہوئی اُسکی بابت کوئی پیشینگوئی نہین کی جاسکتی ہو۔

زبان فارسی اور اُسکی شاعری

اُردو اگر سنسکرت کا پسر صلبی ہو تو فارسی کا پسر متبنی ہو۔ بظاہر اُسے فارسی کی خوبو سے زائد تر مناسبت ہو۔ اِس لیے کچھ حال زبان فارسی کا بیان کرنا نامناسب نہ ہوگا۔

تاریخون سے پتہ لگتا ہو کہ قدیم زمانہ مین جن لوگون نے ہندوستان فتح کیا انھین کے بھائی بندون نے ایران بھی فتح کیا۔ فاتحان ایران کی تہذیب اور شایستگی کے زمانہ مین جو زبان مہذب اور باقاعدہ ہوکر ایران مین ملکی زبان قرار پائی اُسے ژند اوستا کہنے لگے۔ سنسکرت اور ژند کا مخرج ایک ہی ہو۔ لیکن تغیرات زمانہ سے سنسکرت اور ژند دو زبانین ہوگئین۔ آج سے ۲۴۰۰ برس پہلے یونانیون کی چڑھائی سے ایران مین ژند پر ویسا ہی اثر پڑا جیسا کہ بودھ مذہب کے عروج کا سنسکرت پر پڑا۔ اور چھ سو برس کے بعد ساسانیون نے ایرانیون سے اس اثر دور کرنے مین وہی کام ایران مین کیا جو شنکر اچارج نے ہندوستان سے بودھ مذہب کا اثر مٹانے مین کیا تھا۔ ژند تو واپس نہ آسکی۔ لیکن ساسانیون کی کوشش سے اسکی جگہ پہلوی قائم ہوگئی اور مسلمانون کی چڑھائی تک تھوڑے سے بہت تغیرات کے ساتھ قائم رہی۔ خلیفہ دوم نے ایران فتح کرکے کاغذات سرکاری ملکی زبان مین رہنے دیے اور ولید کے شروع عہد تک ایسا ہی رہا۔ ولید کے زمانہ مین حجاج گورنر خراسان نے عربی زبان مین دفتر قائم کیا۔ جو محمود غزنوی کے عہد تک قائم رہا۔ خلفاے عباسیہ کے زمانہ عروج مین کل کاغذات سرکاری عربی زبان مین تھے۔ باوجود اسکے کہ خلیفہ دوم کے عہد سے ولید بن عبدالملک کے زمانہ تک ملکی زبان مین کوئی دست اندازی نہین ہوئی تھی۔ لیکن اس زمانہ کے شعرا عربی لٹریچر کی

طرف مائل تھے اور ایران کے اہل کمال بھی عربی ہی مین اشعار کہتے تھے۔ خراسان کے قیام سے مامون رشید زبان فارسی سمجھنے لگا تھا۔ اسکے لیے ابوالعباس مروزی نے کچھ اشعار فارسی مین تصنیف کیے تھے لیکن اُس سے یہ لازم نہین آتا کہ فارسی اشعار مامون رشید کے زمانہ مین رواج پذیر ہوے۔ ابوالعباس مروزی کا کلام فارسی مین وہی درجہ رکھتا ہے جو خسرو کا کلام اُردو یا ہندی مین رکھتا ہے۔ اسلام کے قبل زبان پہلوی کے بڑے بڑے شاعر موجود تھے لیکن زمانۂ اسلام مین شعرائے زبان عربی کے مقابلہ مین اُنکا کہین پتہ نہ تھا۔

تیسری صدی ہجری مین سلطنت عباسیہ کی کمزوری کے ساتھ ملکی زبان نے زور پکڑا لیکن عربی اور ترکی زبان کے میل نے اسمین بڑا تغیر پیدا کیا اور اب یہ زبان فارسی زبان مشہور ہوئی۔ سلاطین طاہریہ اور صفاریہ نے فارسی شاعری کو اسی طرح زندہ کیا جس طرح بہمنی اور عادل شاہی سلطنتون نے اُردو شاعری کی بنیاد دکن مین ڈالی تھی۔ اسکے بعد سامانیون نے فارسی شاعری کو خاص طور پر رواج دیا۔ نصر بن احمد سامانی کے وقت مین بہت سے فارسی شعرا دربار شاہی مین رسوخ رکھتے تھے۔ انمین رودکی خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ اسکو فارسی شاعری کا باوا آدم اسی طرح کہتے ہین جس طرح ولی کو اُردو شاعری کا رواج دینے والا ہندی سمجھتے ہین۔ اسکے بعد جب محمود غزنوی نے ملکی دفتر فارسی زبان مین قائم کیا اور فردوسی سے شاہان ایران کا تذکرہ فارسی نظم مین لکھوایا۔ اُس وقت پورے طور پر فارسی زبان عربی کی قید سے آزاد ہوئی۔ گو اُسکے احسانات سے سبکدوش نہ ہوسکی۔ فارسی شاعری مین اوّل عربی شاعری کا رنگ تھا۔ اشعار جوشیلے ہوتے تھے۔ اور شاعرون کو خودداری کا پاس ہوتا تھا۔ لیکن کفار مغل کے زمانہ مین جو تباہی مسلمانون پر آئی اُسکے اثر سے شعرا کے دل بجھ گئے اور اُسکے بعد شاعرون مین جوشیلے مضامین کی قابلیت نہ رہی اور پھر متاخرین نے انھین کا تتبع کیا۔ اور ایک نئے طرز کی شاعری جاری ہوئی۔ جسکا نمونہ اُردو شاعری مین موجود ہے۔

شاعری کی بھلائیان اور برائیان

ہر قوم اور ہر زمانے مین شاعری کا رواج پایا جاتا ہی۔ ہر سخن مین اثر سحر اسی طرح مخفی رہتا ہی جس طرح ہوا مین برق چھپی رہتی ہی اور جب وہ موزون ہوتا ہی تو اُس کا اثر قوی تر ہو جاتا ہی۔ شاعری نے دنیا مین بڑے بڑے کارہاے نمایان کیے ہین۔ تمام کارنامون کا بیان کرنا یہان مقصود نہین ہی۔ اسکے لیے ایک جدا کتاب درکار ہی۔ صرف چند واقعات کے تذکرے سے ناظرین پر یہ ظاہر کیا جاتا ہی کہ شاعری جس حالت سے سردست ہندوستان مین ہی اس سے کہین بلند تر مقام اُسکا پہلے تھا۔

یورپ کے پلٹیکل معاملات مین بھی شاعری نے مداخلت کی ہی۔ مثلاً زمانۂ قدیم مین یونانیون نے جزیرہ سیلس کے لیے مگارا کے مقابلہ مین اتنی شکستین کھائین کہ دل چھوٹ گیا اور آئندہ محرک جنگ کے لیے قتل سزا تجویز کی۔ اُس وقت یونان کے مشہور مقنن شاعر سولن نے تحریک جنگ پیش کرنے کے لیے خود کو دیوانہ مشہور کیا۔ اور ایک وزیر اُسنے کپڑے پہن کر گلے مین رسی ڈال کر اور اوپر سے ایک بوسیدہ چادر اوڑھ کر اس طرح گھر سے برآمد ہوا کہ بہت سے لوگ براہ ہمدردی جمع ہو گئے۔ جب اُس نے مجمع کثیر اپنے گرد دیکھا تو ایک نظم جو اسی موقع کے لیے اُسنے کہی تھی نہایت پر درد لہجہ مین پڑھی جس کا ماحصل یہ تھا کہ اس وقت تمام دنیا کے علم اور حکمت سے سر اسینہ پر ہی لیکن پیشانی پر یہ لکھا ہوا ہی کہ سیلس کی لڑائی سے بھاگنے والا اور اتھینز کا رہنے والا سولن یہی ہے۔ اِس نظم نے اس درجہ جوش پیدا کیا کہ تمام لوگ چلا اُٹھے کہ ہم قوم کی پیشانی کا داغ دور کرین گے۔ اور پھر فوراً ماہی گیرون کی کشتیون پر سوار ہوے۔ اور سیلس پہونچکر ایسی زبردست لڑائی لڑے کہ ہمیشہ کے لیے سیلس یونان کے زیر حکومت ہو گیا۔

اُنیسوین صدی عیسوی مین لارڈ بائرن کی ایک نظم نے فرانس۔ انگلستان۔ اٹلی۔ آسٹریا اور روس کو اس درجہ یونان کا ہمدرد اور ترکون کا مخالف بنا دیا کہ ۱۸۲۷ء مین یورپ کی متفقہ قوت سے ترک شکست پاکر یونان کے آزاد کرنے پر مجبور ہوے۔

عرب کے زمانۂ جاہلیت مین فن حرب سے واقف ہونے کی طرح شاعر ہونا بھی لوازم سرداری مین داخل تھا۔ چنانچہ کفار عرب پیغمبر خدا کو اُنکی کامیابیان دیکھکر شاعر کہتے تھے اور قرآن شریف کی نسبت یہ خیال کرتے تھے کہ آنحضرت کی کامیابی اسی نظم کی بدولت ہے مسلمانون کی ابتدائی لڑائیان کتب سیر مین دیکھی جائین تو مسلمانون اور کافرون دونون کی جانب عورتون کا گلا بانسری اور اُنکا دف جنگی باجون کا کام دیتا تھا اور شعار جو عورتین جوش دلانے کے لیے پڑھتی تھین یا مرد میدان خود رجز خوانی کرتی تھی۔ اُس سے بعینہ وہی غرض حاصل ہوتی تھی جو اسوقت یورپ کی فوجون مین الکوہل پلانے سے حاصل ہوتی ہے۔ یہ اشعار دوران خون تیز کرنے اور دل مین جوش پیدا کرنے مین برانڈی سے بڑھکر با اثر تھے۔ اسلام پھیلنے پر بھی عرب کے شعرا عموماً فنون رزم سے واقف ہوتے تھے متنبی کے حالات پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مصر۔ شام۔ اور عراق کے تمام امرا کے پاس تلاش روزگار مین یہ چکر لگاتا رہا لیکن صورت ملازمت پیدا نہ ہوئی۔ اُمرا بڑی قدر و منزلت سے آؤبھگت کرتے تھے لیکن دے لاکر بہت جلد رخصت کر دیتے تھے۔ ٹھہرنے نہ دیتے تھے کہ مبادا اسکے مقابلے مین امیر کا رنگ پھیکا پڑجائے پہلے شعرا دلیر ہوتے تھے۔ خودداری کا شوق رکھتے تھے۔ امیرون کی بیجا تعریف سے احتراز کرتے تھے مسلمانون مین شاعرون کی بیقدری چوتھی صدی ہجری سے شروع ہوئی جب اُنھون نے دربار شاہی مین رسوخ حاصل کرنے کے لیے شعرگوئی اختیار کی اور پھر رفتہ رفتہ شاعرون کی حالت جس حد تک پہونچی ہے ظاہر ہے۔

اسلامی نظر سے شاعری دیکھی جائے۔ تو سب کے پہلے آیہ قرآنی "الشعراء یتبعھم الغاوٗن" (گمراہ لوگ شعرا کی تبعیت کرتے ہین۔) پر نظر پڑے گی۔ زمانۂ جاہلیت مین شاعری کی بدولت ہجوگوئی اور ہجوگوئی کے ذریعے سے نفاق قومی قائم تھا۔ تعشق کے ناجائز جذبات کو بھی اِس سے ترقی تھی پیغمبر خدا نے اُن بُرائیون کی وجہ سے یا اِس خیال سے کہ قوم کو ایک دوسری راہ پر لیجانا تھا۔ شاعری کی کبھی طرفداری نہ کی۔ لیکن اسکے ساتھ ہی وہ قصیدہ جو حسان بن

ثابت نے پیغمبر خدا کی تعریف اور اسلام کی خوبیون کے بابت لکھا تھا - اس خیال سے کہ اشاعت اسلام مین وہ معین تھا پسند کیا گیا اور ایک قول بھی اُنکی طرف منسوب کیا جاتا ہے "ان من الشعر لحکمتہ وان من البیان لسحرا" (بعض شعر حکمت ہے اور بعض بیان جادو ہے) حضرت عمر فاروق رضی کو مذاق شاعری صحیح تھا - گو اُنھون نے شاعرون کی بہت عزت نہ کی ماحصل یہ ہوا کہ شاعری مین عموماً لغویات ہوتے ہین - لیکن اگر عمدہ باتین اُسمین بیان کیجائین تو عیب نہین ہنر ہے -

بلاد اسلام مین عرصہ تک شاعری اور مردانگی کا ساتھ رہا - لیکن قومی زوال کے ساتھ شاعری کی برائیان بڑھتی گئین اور دنیاوی کام سے شاعری انسان کو باز رکھنے لگی اس لیے دنیا کے بڑے بڑے کام کرنے والے باوجود مذاق شاعری رکھنے کے لوگون کو شعر گوئی سے نفرت دلانے لگے - اور ہندوستان مین اُنیسوین صدی عیسوی خصوصیت کے ساتھ اُن برائیون کی یادگار رہی جو شاعری سے پیدا ہو سکتی ہین - آخر آخر محض بیفکرون کا مشغلہ شاعری تھا - مجھے اپنی طالب علمی کا زمانہ یاد ہے - کہ جتنے ذہین اور طباع لڑکے علی گڑھ مین دہلی - مراد آباد - اور آگرہ سے آتے تھے وہ سب شعر کہتے تھے - شعر موزون کرنے سے اُنھین فرصت نہین ملتی تھی کہ ریاضی کے سوالات حل کرین - شاعری کی بدولت وہ اُردو نثر تو بہت صحیح لکھتے تھے - اور اس طرح لٹریچر کا مذاق عام اُنھین انگریزی لٹریچر مین بھی برا نہین رکھتا تھا - لیکن علم ریاضی کی کمی اکثر امتحان کے بعد اُنھین مفتون مایوس رکھتی تھی - ممالک متحدہ جو علم و فن مین تمام ہندوستان پر فائق تھا اخیر اخیر اس شعر گوئی کی بدولت علم مغربی سے محروم رہا اور اہل ملک کے سامنے اُسے نیچا دیکھنا پڑا - شروع شروع انگریزی سے مسلمانون کا تنفر بھی کچھ سد راہ تھا - لیکن بہت بڑا مرض شاعری اور شاعرون کی صحبت تھی جو سن رشد کے بعد ذہین اور طباع لڑکون کو وارستہ مزاجی کی طرف مائل کر دیتی تھی اور اسکے ساتھ ہی استغنا کا سبق دیتی تھی - اور اس طرح دنیا کے جولان گاہ مین وہ پیچھے رہتے تھے -

شاعری کے عیب و صواب جانچنے کے لیے محض زمانۂ موجودہ پر غور کرنا مناسب نہین ہی۔ گزشتہ زمانہ بھی پیش نظر رہنا چاہیے۔ یہ شریف فن ہر زمانہ مین شریف رہا ہی ابتداے اسلام مین بیشک شعرا کی قدردانی جیسا کہ چاہیے نہین ہوئی۔ خالد ابن ولید کا واقعہ مشہور ہی کہ اُن کے معاتب ہونے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ایک شاعر کو اُنھون نے حیثیت سے زیادہ انعام دیا تھا۔ اُسوقت مقتضاے حکمت یہی تھا۔ تمام عرب شاعر تھے اور اُن کی دلبستگی سب سے زیادہ شعرگوئی مین تھی۔ اُنکو ایک دوسرے کلام کی طرف رجوع کرنیوالے اصحاب اگر شعرگوئی سے اُنکے دل نہ پھیرتے تو وہ اہم امور جو اُس زمانہ مین پیش نظر تھے اور جنکی نظیر دنیا مین اُسکے قبل یا اُسکے بعد نہین ملتی۔ انجام نہ پاتے۔ اسلامی سلطنت کے مستحکم ہونے اور اسلامی تہذیب کے پھیلنے کے بعد کوئی ایسا زمانہ نہین آیا جس مین شعرا باعزت نہ ہون اور شعرگوئی ایک شریف فن نہ سمجھا گیا ہو۔ کسی دور کا کوئی حکمران یا کوئی امیر اس شریف فن سے بے بہرہ نہ تھا۔ بادشاہون کے دربار مین ندیمون کا ایک خاص جلسہ ہوتا تھا جسمین شعراے نامی صدرنشین ہوتے تھے۔ اس فن کے جاننے والے دنیاوی ترقی مین کسی کی سفارش کے محتاج نہ تھے۔ بنوامیہ اور بنوعباس اور اُنکے بعد بھی جتنے خاندان عجم یا عرب کے حکمران ہوئے سب نے شاعرون کی قدر کی۔ شاعرون کے ذریعہ سے اخلاق حسنہ ملک مین پھیلے۔ مذہبی کتابون کے بعد کلام شعرا موعظت حسنہ تعلیم کرتے رہے۔

اسلام کے ساتھ کوئی خصوصیت نہین ہی۔ اور اقالیم مین بھی شعرا نے بڑی بڑی قومی خدمتین کی ہین انگلستان مین شکسپیر کا کلام بائبل کے بعد اپنا درجہ رکھتا ہی مسلمانون مین قرآن اور حدیث کے بعد بہت سے شاعرون کے کلام کا درجہ ہی۔ فردوسی نے تمام ایران کے بڑے بڑے لوگون کے نام اس طرح روشن کر دیے کہ کسی تاریخی کتاب نے دنیا کی کسی گزشتہ قوم کے ساتھ یہ سلوک نہین کیا۔ ہندوستان مین سنسکرت اور بھاشا کے شعرا نے عوام پر جس قدر اچھے اثر ڈالے وہ یہان کی مذہبی کتابون سے بھی نہ پڑ سکے۔

شاہ عالم کے زمانہ سے شعرا مفلس ہونے لگے - اور اسی لیے فن شاعری منحوس مشہور ہو گیا - یہ نحوست شاعری کی بدولت نہ تھی پچھلی غفلتون اور بدکاریون کا نتیجہ تھی - پھر بھی حالت افلاس کو وہ شعرا جس خوبصورتی سے نباہتے تھے وہ محض شعرگوئی کی برکت تھی - دہلی کے برائے نام بادشاہون یا اودھ کے کم اختیار بادشاہون کی مصاحبت سے شاعری ذلیل نہین ہوسکتی - اِن بادشاہون کے دربار کی عزت - حرمت - شایستگی انھین شاعرون کی بدولت تھی - جو وقت اُنکا شاعرون کی صحبت مین گزرتا تھا وہ اُن وقتون سے کہین اچھا ہوتا تھا جو وہ دیگر مزخرفات مین صرف کرتے تھے - بیشک اُس زمانے کے تمام شعرا قابل تحسین نہین ہین - لیکن قوم کی حالت انقلاب زمانہ نے جس حد تک پہونچا دی تھی - اُسپر لحاظ کیا جائے تو شاعرون کی حالت بہت غنیمت تھی - شاعری خاندان مغلیہ کے عروج کے زمانہ مین بھی تھی لیکن اُس وقت زمانہ موافق تھا تو اُسکی حالت بھی اچھی تھی - واجد علی شاہ اور محمد شاہ کے دربار مین اُتنے شاعر نہ تھے - جتنے اکبر اور جہانگیر کے زمانہ مین تھے - اکبر اُمّی محض تھا - لیکن کبھی کبھی شاعرون کے کلام پر تنقید کرتا تھا - جہانگیر شعرا کے ایک ایک لفظ پر ایسی غامض نظر ڈالتا تھا کہ شعرا اُسے اُستاد سمجھتے تھے - جس وقت امور ملکی سے بادشاہان سلف کے دماغ تھک جاتے تھے تو بزم شعرا اُنکے دماغ کے لیے مفرحات جالینوسی کا کام دیتی تھی -

محمود جس کا زمانہ زیادہ تر لوٹ مار کے لیے مشہور ہے - اُسکا دربار بھی شاعرون سے خالی نہین تھا - بلکہ اُسی کے عہد مین فارسی شاعری کی نشو و نما ہوئی ہے - اور اُسکے عہد کے شعرا سے اگر برابری کر سکتے ہین - تو دربار اکبری و جہانگیری یا شاہان صفویہ کے شعرا -

خلاصہ یہ کہ ہر قرن مین جذبات انسانی پر شاعری کی حکومت رہی ہے - واجد علی شاہ اور اُسکے ماقبل اور مابعد زمانہ کی شاعری بدنام ہے - لیکن اُس زمانہ مین بھی شرفا نے شاعری سے امتیاز قائم رکھا - جو شاعر نہ تھے وہ کمینون مین ملکر تمغہ شرافت کھو بیٹھے - متاخرین مین

دبیر۔اور انیس کی شاعری نے گو اُسمین کتنا ہی مبالغہ تھا۔قومی حالت سنبھالنے مین وہ کام کیا جو اُسوقت کے واعظون سے ممکن نہ تھا۔

معذرت

سب جانتے ہین کہ مین شاعر نہین ہون۔محض کلام موزون کرلینا شاعری نہین ہے میرے قلم سے کبھی ایک مصرع بھی ایسا نہ نکلا۔کہ قلم سے نکلتا اور زبانون پر روان ہو جاتا۔ لیکن اسکے ساتھ ہی مذاق سخن رکھتا ہون۔اسی نے تمام عمر مجھ سے اچھے اشعار پر نشانات بنوائے اور اسی نے مجھ سے یہ کتاب لکھوائی۔اگر میرے انتخاب مین کوئی لغزش ہو تو شعرا سے امید ہے کہ چشم پوشی کرین گے۔مین نے اشعار منتخب کرنے مین ہر مذاق کا خیال رکھا ہے۔گو نشترون پر نمبر لگاتے وقت صرف اپنا ہی مذاق مدنظر رکھا ہے۔

اختلاف مذاق ایک ایسی چیز ہے کہ اِس سے کوئی ہدف ملامت نہین ہو سکتا مثلاً کلیات غالب فارسی مین ایک بہترین رباعی میری نظر سے گذری۔لیکن اسکا مطلب صحیح اگر وہ ہے جو مولف یادگار غالب نے لکھا ہے تو وہ بدترین رباعی ٹھہرتی ہے۔یادگار غالب مین جو معنی درج ہین غلط نہین ہین۔لیکن اختلاف مذاق نے دو معنی پیدا کردیے۔ناظرین اول وہ معنی پڑھین جو یادگار غالب مین درج ہین۔اسکے بعد میرے مطلب پر غور کرین۔اور پھر اختلاف مذاق کا فرق دیکھین۔

غالب نے ایک گدائے مے کی تصویر بیان مین کھینچی ہے۔گدائے مے وہی ہو گا جس نے ابتدائے عمر عیش مین گذاری ہے۔جب وہ درِ میکدہ پر جائے گا تو پیر خرابات اُسے دور ہی سے رخصت کرنا چاہے گا۔گدائے میخانہ طالب زر نہین ہے۔اُسے ٹالنے کے لیے ساقی دُردتہ جام لیکر جائے گا اور کہے گا "اوک لگاؤ مین ڈھالتا ہون"۔گدا اس خیال مین ہے کہ وہ اُنگلیان باہم چپکاکر تکلف کے ساتھ ہونٹھ تک لائے۔اور آہستہ آہستہ آب انگور حلق کے نیچے اُتارے۔ساقی کو اس قدر اعتنا اور فرصت کہان؟ گدا ہونٹھ تک

ہاتھ لایا۔ اُنگلی سے اُنگلی ملنے نہ پائی تھی کہ ساقی نے ایک دم سے سب کی سب ڈھالدی شراب مُنھ مین نہین گئی۔ اُنگلیون کے جوف سے گدڑی (خرقہ) پر گر پڑی۔ گدا کا حلق تر نہ ہوا۔ اور اُسکی رسوائی کے سامان جمع ہو گئے۔ گدا اپنی اُنگلیون کو الزام نہ دیگا۔ ساقی ہی پر تمام الزام رکھکر کہے گا۔ "پیالے مین لائے تھے یا غربال (چلنی) مین؟" رباعی یہ ہے:

آنرا کہ ز دستِ بے زری پامال است ۔۔۔ رسوائی نیز لازمِ احوال است
من تشنہ لبم و خرقہ آلودہ بہ مے ۔۔۔ ساقی بنگر ت پیالہ از غربال است

اِس رباعی مین نہ کوئی استعارہ ہی اور نہ کوئی تشبیہہ ہی محض واقعات کی مصوری ہی۔
بہت سے نامی اساتذہ کا کلام اِس کتاب مین نہین ہی۔ کوئی یہ خیال نہ کرے۔ کہ مجھے اُن سے عقیدت نہین ہی۔ جتنے شاعرون کے کلام پر پہلے میری نظر پڑچکی تھی۔ اُنھین کا یہ انتخاب ہی۔ اس کتاب کے لیے مین نے جدید محنت گوارا نہین کی۔

محمد احسان اللہ عباسی

گورکھپور ۱۲ - دسمبر سنہ ۱۹۱۰ء

انتخاب

از

کلیاتِ آتش

دیوان اوّل و دوم

نشتر ۳۹

حیدر علی نام۔ اور آتش تخلص۔ باپ کا نام خواجہ علی بخش۔ دہلی وطن۔ کچھ عرصے تک فیض آباد مین بھی قیام رہا۔ پھر وہان سے یہ لکھنؤ آئے اور یہین رہ گئے۔ ۱۲۶۳ھ مین انتقال کیا۔

انھون نے مسند فقیری چھوڑ کر شاعری مین قدم رکھا تھا اسلیے خیالاتِ فقر دماغ مین تھے۔ یہ رند مشرب۔ آزاد۔ بے تکلف اور منکسر المزاج تھے۔ عوام مین انکی بڑی قدر تھی اور انکے شاگردون کی تعداد بھی زائد تھی۔

دربار لکھنؤ سے اسّی روپیہ مہینہ انکو ملتا تھا۔ مگر خرچ کو کافی نہین ہوتا تھا شاگرد مدد کرتے تھے پھر بھی عسرت سے بسر ہوتی تھی۔

شیخ امام بخش ناسخ انکے ہمعصر تھے۔ انکا سا علم انکے پاس نہ تھا اور نہ انکی سی تمکنت انکے مزاج مین تھی۔ انکے کلام مین بول چال کا مزہ زیادہ تھا اور اخلاق انکا بہت بڑھا ہوا تھا۔ اسلیے یہ کہا جاتا ہے کہ باوجود اپنے علم و فضل کے انکو ناسخ دبا نہ سکے۔

غزلیات و ابیات

غبارِ راہ ہو کر، چشمِ مردم میں محل پایا / نہالِ خاکساری کو لگا کر، ہم نے پھل پایا
گھڑی بھر رُک کے کوئے یار میں، یوں تنگ دل کھویا / کہ کپڑا جیسے مفلس نے، کھڑے گھاٹ آ کے کل پایا
غمِ فرقت سے، عمرِ رفتہ گزری بیقراری میں / تری امداد سے، آرام ہم نے اے اجل پایا
شکستہ دل نہ ہو انسان، عوض ہر شئی کا ملتا ہے / ہوا فرزند گر، تو داغِ دل، نعم البدل پایا
ہمیشہ جوشِ گریہ سے رہا پانی میں اے آتشؔ! / کبھی تازہ، نہ لیکن اپنے اِس دل کا کنول پایا

دل چھُٹ گے جان سے، گور کی منزل میں رہ گیا / کیسا رفیق ساتھ سے، مشکل میں رہ گیا
آئے بھی لوگ، بیٹھے بھی، اُٹھ بھی کھڑے ہوئے / میں جا ہی ڈھونڈھتا تری محفل میں رہ گیا
آتشؔ کو دستِ تیغ سے، ممکن ہوا نہ زخم / بیچارہ مر کے حسرتِ قاتل میں رہ گیا

حسن تو سہی جہان میں ہے تیرا فسانہ کیا؟ / کہتی ہے تجھکو، خلقِ خدا، غائبانہ کیا؟
زیرِ زمیں سے آتا ہے جو گل، سو زر بکف / قاروں نے راستے میں لٹایا خزانہ کیا؟
چاروں طرف سے صورتِ جاناں ہو جلوہ گر / دل صاف ہو ترا، تو ہے آئینہ خانہ کیا؟
طبل و علم ہے پاس نہ اپنے، نہ ملک و مال / ہم سے خلاف ہو کے، کرے گا زمانہ کیا؟
آتی ہے کس طرح سے مرے قبضِ موت کو / دیکھوں تو موت ڈھونڈھ رہی ہے بہانہ کیا؟
یوں مدعی حسد سے نہ دے داد، تو نہ دے / آتشؔ غزل یہ تو نے کہی عاشقانہ کیا؟

جگر کو داغ میں مانندِ لالہ کیا کرتا؟ / لبالب اپنے لہو کا پیالہ کیا کرتا؟
ملا نہ سرو کو کچھ اپنی راستی سے پھل / کلاہ کج جو نہ کرتا، تو لالہ کیا کرتا؟
کسی نے مول نہ پوچھا دلِ شکستہ کا / کوئی خرید کے ٹوٹا پیالہ کیا کرتا؟
مہِ دو ہفتہ بھی ہوتا تو لطف تھا آتشؔ / اکیلے پی کے شرابِ دو سالہ کیا کرتا؟

دم نکلتا ہی نہیں اے حسرتِ دیدارِ یار / کاش، عزرائیل ہی، تیری سی صورت مانگتا

یار کے دل مین کدورت آئی ہے ملتی تو مین — دو گھڑی دِل کھول کر رونے کی فرصت مانگتا

کام کرتی رہی وہ چشمِ فسون ساز اپنا — لبِ جان بخش دکھایا کیے اعجاز اپنا
روٹھ کر ملنے جو جاتا ہون، تو کہتا ہے وہ شوخ — کل خفا تم تھے، مزاج آج ہے ناساز اپنا
خبرِ اول و آخر نہین مطلق ہمکو — نہ تو انجام ہے معلوم نہ آغاز اپنا

ادب تاچند، اے دستِ ہوس قاتل کے دامن کا — سنبھل سکتا نہین اُدبش سے بوجھ اپنی گردن کا
غضب ہے جان کو پہلو مین رہنا دل سے دشمن کا — محلِ خوف ہے ہمسایہ قصاب و برہمن کا
جو سویا ساتھ بھی قاتل تو خنجر درمیان رکھکر — ہمارے اُسکے پردہ رہگیا دیوارِ آہن کا
اندھیری مین جو ڈر کر مجھسے وہ خورشید رو لپٹا — شبِ تاریک مین ہاتھ آیا مضمون روزِ روشن کا
کیا اک آن مین تیغِ قضا نے صاف دو ٹکڑے — گمان ہی رہگیا دشمن کو آتش اپنے جوشن کا

حشر کو بھی دیکھنے کا اُسکے ارمان رہ گیا — دن ہوا پر آفتاب آنکھون سے پنہان رہ گیا
دوستی نبھتی نہین ہرگز فرومایہ کے ساتھ — روح جنت کو گئی جسمِ گلی یان رہ گیا
حال ہے مجھ ناتوان کی مرغِ بسمل کی تڑپ — ہر قدم پر ہے یقین، یان رہ گیا، وان رہ گیا
کرکے آرایش، جو دیکھی اُس صنم نے اپنی شکل — بند آنکھین ہو گئین، آئینہ حیران رہ گیا
کھینچ کر تلوار قاتل نے کیا مجکو نہ قتل — شکر ہے گردن تک آتے آتے احسان رہ گیا
شامِ ہجران صبح بھی کر کے نہ دیکھا روزِ وصل — سانپ کو کچلا پر آتش، گنج پنہان رہ گیا

رتبہ پہنچا ہے خموشی سے یہ مجھ دلگیر کا — جو کوئی دیکھے، اُسے شک ہو گلی تصویر کا
زندۂ جاوید ہین قربانیانِ تیغِ عشق — سر کا کٹنا جانتے ہین چھوٹنا نکسیر کا

برہنہ آیا تھا یان عدم سے، برہنہ یان سے چلا عدم کو — نہ بوے کافور مین نے سونگھی، نہ داغ مجکو لگا کفن کا
خراب ہٹی نہو کسی کی، نہ کوئی مردودِ دوستان ہو — جدا ہوا خاک سے جو پتا، غبارِ خاطر ہوا چمن کا

کرم کیا جو صنم نے، ستم زیاد کیا — شبِ فراق مین مین نے خدا کو یاد کیا
کہون جو حالتِ دل یار سے تو کہتا ہے — جو کچھ کہ تو نے کہا مین نے اعتماد کیا

یہی کہونگا خدا سے مین روزِ محشر کو ۔ فراقِ یار نے ناشاد نامراد کیا
کرون مین شکرِ الٰہی کہان تلک آتش ۔ درونِ صاف دیا پاک اعتقاد کیا

اگرچہ پاسِ محبت سے ترکِ شیون تھا ۔ برنگِ شمع خموشی مین حال روشن تھا
جسے مین نیک سمجھا تھا مجھ سے بدظن تھا ۔ یقین خضر تھا جسپر مجھے وہ رہزن تھا
یقینِ مرگ جو عشقِ بتان مین تھا آتش ۔ ہر اک صنم مری آنکھون مین سنگِ مدفن تھا

تن سے بارِ سرِ آمادہ سودا اترا ۔ شکر ہے خنجرِ قاتل کا تقاضا اترا
درد سر مین جو ہوا وان تو بدن یان ٹوٹا ۔ تپ چڑھی مجکو اگر یار کا چہرا اترا
شاخِ گل کو بھی نہ آتش نے چھوا تھا اسپر ۔ خون تری آنکھون مین اے بلبلِ شیدا اترا

فریبِ حسن سے گبر و مسلمان کا چلن بگڑا ۔ خدا کی یاد بھلا شیخ بت سے برہمن بگڑا
امانت کی طرح رکھا زمین نے روزِ محشر تک ۔ نہ اک مو کم ہوا اپنا نہ اک تارِ کفن بگڑا
لگے منھ بھی چڑانے دیتے دیتے گالیان صاحب ۔ زبان بگڑی تو بگڑی تھی خبر لیجے دہن بگڑا
بناوٹ کیفِ مے سے کھل گئی اس شوخ کی آتش ۔ لگا کر منھ سے پیمانے کو وہ پیمان شکن بگڑا

نہ چھوٹے گا چھڑا کر اسکو اے قاتل نہ بن لڑکا ۔ وفادارون کے خون کا داغ کیا دھبا ہے کیچڑ کا
زوالِ حسن ہے عاشق کنارہ کرتے جاتے ہین ۔ بہارِ باغ ہوتی ہے خزان موسم ہے پت جھڑ کا
روا رکھ کلفتِ ایام مین بھی قدر نیکون کی ۔ پھٹے کپڑون مین بھی انکو سمجھ لے لعل گودڑ کا
سمجھ لیتے ہین مطلب اپنے اپنے طور پر سامع ۔ اثر رکھتی ہے آتش کی غزل مجذوب کی بڑ کا

ان انکھڑیون مین اگر نشۂ شراب آیا ۔ سلام جھک کے کرونگا جو پھر حجاب آیا
عدم مین ہستی سے جا کر یہی کہون گا مین ۔ ہزارون حسرتِ زندہ کو گاڑ داب آیا
محبتِ مہ و معشوق ترک کر آتش ۔ سفید بال ہوئے موسمِ خضاب آیا

کوچۂ یار مین کس روز مین نالان نہ گیا؟ ۔ بلبلِ مست سے سودائے گلستان نہ گیا
واہ رے لوہے کبھی سان کے اوپر چڑھنے ۔ تیغ ابرو نہ گئی خنجرِ مژگان نہ گیا

پھوٹ کر آبلون نے خشک زبانین تر کین
تم سے شرمندہ مین اے خارِ مغیلان نہ گیا

عاشق اُس غیرتِ بلقیس کا ہون ای آتش
بام تک جسکے کبھی مرغِ سلیمان نہ گیا

عذابِ گور سے واعظ نہایت ہی ڈراتا ہی
ہمارے ساتھ پیوندِ زمین کیا آسمان ہوگا؟

ہوائے دہر اگر انصاف پر آئے تو سن لینا
گل و بلبل چمن مین ہونگے باہر باغبان ہوگا

فرو غصہ کیا جس نے پچھاڑا دیو کو اُس نے
اُسے رستم کہین گے ہم جو ایسا پہلوان ہوگا

نہین اسرار سے آتش یہ تپتا خاک کا خالی
یہی وہ گرد ہی جس سے سوار آخر عیان ہوگا

کمرِ یار سے کھینچ کر ہوئی تلوار جدا
بے گناہون سے کھڑے ہوین گنہگار جدا

یہی رونا ہی جو ان خانہ خراب آنکھون کا
بام سے در ہی جدا، در سے ہی دیوار جدا

زندے کو قتل کیا مُردے کو زندہ آتش
فتنۂ محشر سے ہی یار کی رفتار جدا

خدا سر دے تو سودا دے تری زلفِ پریشان کا
جو آنکھین دے تو نظارہ ہو ایسے سنبلستان کا

دلِ صد پارہ کو سودا ہی اک گیسوئے پیچان کا
نگہبان افعی مشکین ہی اس گنجِ شہیدان کا

بہار آئی ہی سائل ساغرِ مے کا ہو ساقی سے
چمن سرسبز ہین آتش کرم ہی ابرِ باران کا

بلبل کو سازوار ہی موسم بہار کا
عہدِ شباب مجھکو مبارک ہو یار کا

گیسو نے قربِ آئینۂ روئے یار سے
ڈانڈا ملا دیا ہی حلب سے تتار کا

آتش نہ پوچھ ہجر مین اک نونہال کے
سوزِ درون سے حال ہی کہنہ چنار کا

گیا ہون بعد مدت کے جو مین دیوانہ صحرا مین
پڑی ہی آبلون کی آنکھ نوکِ خار پر کیا کیا

شبِ فرقت میں اُس کانِ ملاحت کے تصور نے
نمک چھڑکا ہی زخمِ دیدۂ بیدار پر کیا کیا

مٹانے یادگار دن کو ترے خنجر کی آیا تھا
مرے زخمون نے تھوکا مرہمِ زنگار پر کیا کیا

ہوا جو گوش زد افسانہ حسنِ یار کا آتش
ہماری رال ٹپکی شربتِ دیدار پر کیا کیا

ناز و ادا کو ترک مرے یار نے کیا
غمزہ نیا یہ ترکِ ستمگار نے کیا

ہکلا کے مجھ سے بات جو اُس دلربا نے کی
کس حسن سے ادا اُسے تکرار نے کیا

دیوان حسن یار کی آتش جو سیر کی دیوانہ بیت ابروے خمدار نے کیا

ہشیار ہی رنج دیتی ہی قید فرنگ کا دیوانگی نشانہ بناتی ہی سنگ کا
غیرت کا کوے عشق وجنون مین گزر نہین ہوتا ہی تنگ حوصلہ یان عار ونگ کا
صوفی ہین، دورِ جام ہی، جوشِ بہار ہی جڑتے ہین اور داغ سے لالہ رنگ کا
زورِ کمان ہی ابروے خمدار یار مین موے مژہ مین توڑ ہی تیرِ خدنگ کا
اس گنبدِ سپہر کو مین کیا کرون گا یاد آتش ہمیشہ رنج رہا گورِ تنگ کا

باغ مین، مین بلبلون کو جو اُڑا کر رہ گیا خندہ زن گل ہو کے غنچہ مسکرا کر رہ گیا
ٹپ چکے تھے دستِ گستاخ اس کمر کے درمیان شوق وصلِ یار دل کو گدگدا کر رہ گیا
شہر خوبان مین رہا کرتا ہون مین خانہ بدوش شب ہوئی جس کوچے مین، بستر لگا کر رہ گیا
شمع سان اظہار کا یارا نہ آتش کو ہوا سرگزشت اپنی زبان تک اپنی لا کر رہ گیا

سنبل مین تری زلف کا عالم نہین ہوتا یہ پیچ نہین ہوتے ہین، یہ خم نہین ہوتا
اک جام مین کھلتا ہی طلسمات جہان کا مستی مین کسے مرتبۂ جم نہین ہوتا؟
تا چند، بہار آتی نہین، دیکھیے آتش کب تک شرفِ نیرِ اعظم نہین ہوتا

طریق عشق مین مارا پڑا جو دل بھٹکا یہی وہ راہ ہی جسمین ہی جان کا کھٹکا
نہ پورا یا بھی میسر ہوا انچھانے کو ہمیشہ خواب ہی دیکھا کیے چھپر کھٹ کا
شبِ فراق مین اُس غیرتِ مسیح بغیر اُٹھا اُٹھا کے مجھے، دردِ دل نے دے ٹپکا
پری سے چہرہ کو اپنے وہ نازنین دکھلاے حجاب دور ہو ٹوٹے طلسم گھونگھٹ کا
شراب پینے کا کیا ذکر، یار بے تیرے پیا جو پانی بھی ہم نے تو حلق مین اٹکا
چمن کی سیر مین سنبل سے بہلوانی کی چڑھا کے پیچ یہ اُن گیسوؤن نے دے ٹپکا
کبھی تو ہو گا ہمارے بھی یار پہلو مین کبھی تو قصد کرے گا زمانہ کروٹ کا
بس اپنی مستی کو گردش ہی چشم ساقی کی ہمارا پیٹ نہین ہی شراب کا مٹکا

نہ پھول، بیٹھ کے بالاے سروِ ناز اے قمری　　چڑھے جو بانس کے اوپر یہ کام ہی نٹ کا
عجب نہیں ہی جو سودا ہو شعر گوئی سے　　خراب کرتا ہی **آتش** زبان کا چسکا

رعد کا شور ہو، موروں کی صدا سے پیدا　　جھومتا ابرِ بہاری ہو، ہوا سے پیدا
اے جنون! خار ہوں صحرا کی ہوا سے پیدا　　آبلے ہوتے ہیں اپنے کفِ پا سے پیدا
نہ تو بھوکے ہوئے تھے ہم نہ پیاسے پیدا　　ہو گئے روگ یہ دنیا کی ہوا سے پیدا
چاہیے اشک بھی ہوں نالے کے پیچھے پیچھے　　آمدِ قافلہ ہی بانگِ درا سے پیدا
غور ہو موسمِ سرما ہی قریب اے **آتش**　　کیجیے ربط کسی مہر لقا سے پیدا

بیمارِ عشق رنج و محن سے نکل گیا　　بیچارہ منھ چھپا کے کفن سے نکل گیا
لحدِ تیرہ میں مجھ پر جو لگا ہونے عذاب　　پھر گیا آنکھوں میں عالم شبِ تنہائی کا
ہم سے بیماروں کے حال یہ ظاہر ہوا ہمکو　　مقدر میں جو دولت ہو، تو ہو زر خاک سے پیدا
آہ و نالہ سے سوا چرچا خموشی کا ہوا　　پاسِ رسوائی نے ہم کو اور رسوا کر دیا
میں جو روتا ہوں مرے زخمِ جگر ہنستے ہیں　　شادی و غم سے کیا ہی مجھے توام پیدا
دوستوں سے اسقدر صدمے ہوئے ہیں جان کو　　دل سے، دشمن کی عداوت کا، گلہ جاتا رہا

بڑا شور سنتے تھے پہلو میں دل کا　　۹　　جو چیرا تو اک قطرۂ خون نکلا
آتش، نہ پوچھ حال تو مجھ دردمند کا　　سینے میں داغ، داغ میں ناسور پڑ گیا
تختۂ میت فراقِ یار میں معراج ہی　　دھی آنا جانتا ہوں موت کے پیغام کا
خوشی ہوتے ہیں ناداں پہنکر کمخواب کا جوڑا　　۱۰　　کفن ہی عاقبت، اس عالمِ اسباب کا جوڑا
آنکھیں عاشق کو، نہ تو اے گلِ رعنا دکھلا　　پتلیوں کا کسی ناداں کو، تماشا دکھلا
نزع میں یار نے صورت نہ دکھائی مجھکو　　دشمن و دوست کو ہنگامِ سفر دیکھ لیا
رونے کے بدلے حال پہ اپنے ہنسا کیے　　پیدا ہوا نہ فاش ہمارے ملال کا
راحت سے ایک دن نہ ہوا عشق میں بسر　　غم پر غم، اپنے دل کو، الم پر الم ہوا

چل نہین سکنے کا ہرگز تیری اٹھکیلی کی چال پاؤن مین موچ آئے گی کبک ایسی ٹھوکر کھا گیا

صندل کو مول لیکر کس کی بلا رگڑتی؟ مین درد سر کی خاطر یہ درد سر نہ کرتا

آنکھون سے جابجا ے اشک ٹپکنے لگا لہو آتش جگر کو دل کی مصیبت نے خون کیا

کھون کیا، ہوئی عمر کیون کر بسر؟ ۱۱ مین جاگا کیا، بخت سویا کیا

اے پری پیکر! نہ جب تک مین ترا دیوانہ تھا یہ جو روشن ہے چراغ حسن بے پروانہ تھا

پیری مین جوانی کے کہان چھپے آتش اب اپنی غزلخوانی ہے گلبرگ خزان کا

تری مستانہ آنکھون کی نہ گردش کا اثر دیکھا ۱۲ مے گلرنگ سے سو سو طرح پیمانہ بھر دیکھا

رہا بہار و خزان مین یہ حال سوئے کا بڑھا تو زلف ہوا، گھٹ گیا تو خار رہا

وحشت نے ہمین جبکہ گلستان سے نکالا غیرت نے قدم پھر نہ بیابان سے نکالا

ظلم سے اپنے پشیمان وہ ستمگر ہو گیا دل ہمارا صبر کرتے کرتے پتھر ہو گیا

گاہ گریان، گاہ خندان، گاہ نالان گہ خموش عشق کے نیرنگ سے حال اپنا گوناگون ہوا

بوسہ جب مانگون تو منھ کو پھیر لیتے ہین یہ بت صورت انکی ہے سخی کی دل مگر منحوس کا

مو سر بازاری کر، ہو نہ رسوا اے صنم توڑنا اچھا نہین ہے شیشۂ ناموس کا

احسان مانو حسن خداداد کا تجھو پتھر تھے تم کو شیشے سے نازک بنا دیا

اسقدر اہل جہان کو ہے محبت زر سے ۱۳ پیٹ مین مارتے سونے کا جو خنجر ہوتا

کام رہنے کا نہین بند اپنا ۱۴ بندہ پرور ہے خداوند اپنا

ساقی ز لال و درد جو توفیق ہو سو دے مستون کو تیرے ہوش کہان امتیاز کا؟

عشق نہفتہ ہووے گا اشکون سے آشکار یہ طفل کھیل کھیلین گے افشاے راز کا

بہار گل مین پیالہ لگا لیا منھ سے شراب پینے کو مین استخارہ کیا کرتا

ساقی ہون تیس روزے مشتاق دید کا دکھلا دے جام مے مین مجھے چاند عید کا

لبون پہ آئی ہوئی بات پی گئے سو بار زبان کو دل نے مناذن بیان حال دیا

بہت مرے دلِ صدچاک سے اُلجھی تھی ۱۵ تمھاری زلف کا شانے نے بل نکال دیا

گل پھولے سماتے نہین ہین جامہ مین اپنے ارفع یہ شگوفہ ہے نسیمِ سحری کا

موسم ہوا بہارِ چمن سے سرور کا آیا زمانہ داغِ جنون کے ظہور کا

شب کو دم دے کے بھیجا ہے کوے یار مین مین تو تھا ہی مجھ سے بھی مرشد مرا دل ہو گیا

تو ہی دماغ رہے بلبلِ خوش الحان کا قفس مین بھی ہے وہی چہچہا گلستان کا

آمدِ یار کی کانون سے سُنی ہے جو خبر چھپ کے پہلو سے ہے آنکھون کی طرف دل جاتا

باران کی طرح لطف و کرم عام کیے جا آیا ہے جو دنیا مین تو کچھ نام کیے جا

صحراے مغیلان کا مگر مرحلہ آیا ۱۶ پھوٹی ہوئی قسمت کو لیے آبلہ آیا

بند خط اُس نے پھاڑ کر پھینکا ہم نے جب کھول کر لکھا مطلب

قطع ہو جاے اگر سلسلۂ مہر و وفا ۱۷ پھر گرفتار نہین ہے کوئی آزاد ہین سب

مژگانِ چشمِ یار کی تعریف کیا کرون جانکاہ، جانخراش، دل آزار دلفریب

بل کھائین گے نہ صورتِ گیسوے یار سانپ توڑے مروڑے اپنے بدن کو ہزار سانپ

تا صبح نیند آئی نہ دم بھر تمام رات لو چلتیان چلین مرے سر پر تمام رات

اللہ رے صبح عید کی اُس حور کی خوشی شانہ تھا اور زلفِ معنبر تمام رات

کھولے بغل کہین بچارہ تیرہ روزگار سویا نہین کبھی مین لپٹ کر تمام رات

کنڈھی چڑھا کے شام سے وہ شوخ سو رہا ٹپکا کیا مین سر کو پسِ در تمام رات

راحت کا ہوش ہے کسے آتش بغیرِ یار بالین ہین خشتِ خاک ہے بستر تمام رات

روز و شب ہنگامہ برپا ہے میانِ کوے دوست ہڈیون پر بیری لڑتے ہین سگانِ کوے دوست

حور کی تعریف گویا یار کی تعریف تھی ذکر جنت کے مین سمجھا بیانِ کوے دوست

ہمنشین کہتے ہین افسانہ سے آجاتی ہے نیند ہجر کی شب مین سنونگا داستانِ کوے دوست

قاصدون کے پاؤن توڑے بدگمانی نے مری خط دیا لیکن نہ بتلایا نشانِ کوے دوست

فرشِ گُل بستر تھا اپنا سوتے ہیں اب خاک پر ۱۸ خشت زیرِ سر نہیں یا تکیہ تھا زانوے دوست
دو مہینگے زخم کاری سے تو حسرت سے ہزار　　چار تلواروں میں شل ہو جائیگا بازوے دوست
اس بلائے جان سے آتش دیکھیے کیونکر بنے　　دل سوا شیشے سے نازک دل سے نازک خوے دوست

آئے بہار جائے خزاں ہو چمن درست　　بیمار حال بھر کے نظر آئیں تندرست
حالِ شکستہ کا جو کبھی کچھ بیاں کیا　　نکلا نہ ایک اپنی زباں سے سخن درست
رکھتے ہیں آپ پاؤں کہیں پڑتے ہیں کہیں　　رفتار کا تمھاری نہیں ہے چلن درست
جو پہنے اسکو جامۂ عریانی ٹھیک ہو　　اندام پر ہر اک کے ہے یہ پیرہن درست
آرائشِ جمال کو مشاطہ چاہیے　　بے باغباں کے رہ نہیں سکتا چمن درست
آئینہ سے بنے گا رخِ یار کا بناؤ　　شانے سے ہوگی زلفِ شکن در شکن درست
کم شاعری بھی نسخۂ اکسیر سے نہیں　　مستغنی ہو گیا جسے آیا یہ فن درست
آتش وہی بہار کا عالم ہے باغ میں　　تا حال ہے دماغ ہوائے چمن درست

دہنِ یار میں نہ آئی بات　　شاعروں نے بہت بنائی بات

دولتِ حسن کی بھی ہے کیا لوٹ　　آنکھوں کو پڑ گئی ہے لوٹا لوٹ
صفِ مژگاں سے کہہ رہی ہے وہ چشم　　دل میں جتنے ہیں بے تحاشا لوٹ
کام مردوں کا ہے یہ اے آتش　　رکھتی ہے جان کا بھی کھٹکا لوٹ

بادشاہِ وقت ہے اپنا دلِ دیوانہ آج　　داغِ سودا ہم کو دیتا ہے جنوں نذرانہ آج

بلا اس زلفِ پیچاں کا ہے ہر پیچ　　خم اندر خم ہے ہر مو پیچ در پیچ
الٰہی خیر کیجو کھا رہی ہے　　ادھر وہ زلف، ادھر نازک کمر پیچ
جوابِ خط خبرداری سے لانا　　نہ پڑنے پائے کچھ اے نامہ بر پیچ

رہا کرتی ہے فکرِ شعر گوئی　　کیا کرتے ہیں ہم خونِ جگر خرچ

چمن کی سیر کو مے پی کے چلیے　　بہار آئی، لدی پھولوں سے ہر شاخ

قدم سے تیرے اے ابرِ کرامت　　پھلے پھولے برابر خشک و تر شاخ
جوانی کو غنیمت جان، غافل!　　ہری ہوتی نہین پھر سوکھ کر شاخ

پری پسندِ طبیعت نہ ہی، نہ حور پسند،　　تمھارے بندے ہین ہم، ہمکو ہین حضور پسند
نہ طفل ہن، نہ دلا محوِ حُسنِ صورت ہو،　　کھلونے مٹی کے کرتے ہین بے شعور پسند
دل اک نگاہ کے اوپر ہی بیچتا آتش　　کرین جو آپ اسے بے صرف و بیقصور پسند

ساری رونق ہی یہ دیوانون کے دم کی آتش　　طوق و زنجیر سے ہوتا نہین زندان آباد

کون سی شام نہین صبح ہوئی اے مغرور　　ایک دن ہوتی ہی یہ زلفِ سیہ فام سفید

تمام رات ہوئی گر گیا کنارا چاند　　لو اُترو بام سے، تم جیتے اور ہارا چاند

گوشِ عارف سے سُنے تو تو ہر اک قبر سے ہی　　نعرہ "فاعتبروا یا اولی الابصار" بلند

جذبۂ دل سے پریرویون کو تسخیر کیا　　نہ تو گاڑا، نہ جلایا، نہ بہایا تعویذ

اے جنون رکھیو بیابان کو سواری تیار　　آج گل چلنے کو ہی بادِ بہاری تیار
دل کو کہتا تھا نکل چلنے کو پر چلتے وقت　　پیشتر دل سے ہوئی جان ہماری تیار
سرمہ اندھیر، حنا قہر، قیامت مستی　　فتنہ انگیزی کی ترکیبین ہین ساری تیار
تختِ تابوت کہان بنکے غبار اُڑ جاؤن　　باد کے گھوڑے کی آتش ہی سواری تیار

باغ مین آکر کہان جاتا ہی، اے رشکِ بہار　　گل کو خندان چھوڑ کر، بلبل کو نالان چھوڑ کر

شاخِ گلبن پر یہ طفلِ غنچہ سے ظاہر ہوا　　نے سواران چمن ہین مردِ میدانِ بہار
کیا سمجھ کر روندتے ہین مجکو سیّارِ چمن　　۱۹　سبزۂ بیگانہ ہون لیکن ہون مہمانِ بہار

وہ رنگ و بو بدنِ یار مین جو ہی سو کہان؟　　شگوفے ایسے کھلایا کرے ہزار بہار

پابوس کو ہر روز گیا یار کے گھر مین　　ٹپکا کیے سر کو پسِ دیوار در اندار

تجکو دربانی کی خدمت ہو تو اے خانۂ یار　　سایہ کو آنے نہ دون مین تری دیوار کے پاس
فکرِ مرغانِ چمن کی ہی بہار آئی ہی　　چھوڑ ڈالا ہی صیاد نے گلزار کے پاس

نہین قرار زمانے کو ایک حالت پر   جو دو پہر ہون مین نالان تو دو پہر خاموش
چمن مین کون سا غنچہ نہین شگفتہ ہوا   ہمارا غنچہ دہن کیون ہو اسقدر خاموش

سخت گوئی سے تجھے چاہیے ای یار لحاظ   بات بڑھ جاتی ہو کھو دیتی ہو تکرار لحاظ

محبت کوڑیون کے ہو اگر مول ۲۰ بنی آدم نہ لے یہ دردِ سر مول
عجب دولت ہو یہ احسان اس سے   بشر کو بھی ہو لے لیتا بشر مول
بھروسا زندگانی کا نہین کچھ   کفن لے رکھے اے آتش بشر مول

باہر نہ پائینچے سے ہون اس گلبدن کے پاؤن   پھیرین چھری نہ پنجۂ قصاب بن کے پاؤن
یک سالہ راہ سے چلی آئی ہو باغ مین   شبنم دھلا رہی ہو بہارِ چمن کے پاؤن
کوشش سے راہِ عشق کی باز آئینگے نہ ہم   ہر چند سوچ سوچ کے ہون لاکھ من کے پاؤن
صحرا مین خاک چھانتا پھرتا ہون ہر طرف   چھلنی ہوئے ہین خارِ مغیلان سے چھن کے پاؤن
آتش! زمین شعر ہو ہر چند سنگلاخ   لغزش سے آشنا نہین اہلِ سخن کے پاؤن

موسمِ گل ہو جنون ہو شور و شر پر اندنون   جن چڑھا رہتا ہو دیوانون کے سر پر اندنون
موم آہن کرتی تھی یا دل پگھل سکتا نہین   آہ کیا پتھر پڑے تیرے اثر پر اندنون
کون فصلِ گل مین ای آتش نہین پیتا شراب   بھیڑ سی ہو بھیڑ میخانہ کے در پر اندنون؟

بہارِ لالہ و گل سے لگی ہو آگ گلشن مین   گریبان پھاڑ کر چل بیٹھیے صحرا کے دامن مین
خزان مین بلبلون سے رکھیے بحثِ نالۂ گلشن   شراکت کیجیے ماتم زدون کی چل کے شیون مین
نہین روزن جو قصرِ یار مین پروا نہین ہمکو   نگاہِ شوخ رخنہ کرتی ہو دیوارِ آہن مین
شریفِ کعبہ کو کعبہ مبارک ہم کو ای آتش   بتون کے گھورنے کو جاتے ہین دیرِ برہمن مین

رہا کرتا ہو درد اک رات و دن بے یار پہلو مین   دلِ نالان ہوا ہو خانۂ بیمار پہلو مین
کھڑا رہ کر جو مین حسرت سے دروازے کو تکتا ہون   اٹھا لیتی ہو قصرِ یار کی دیوار پہلو مین

بدن سا شہر نہین دل سا بادشاہ نہین ۲۱ حواسِ خمسہ سے بہتر کوئی سپاہ نہین

موت کے آتے ہی ہمکو خود بخود نیند آگئی ۲۲ کیا اسی کی یاد مین کرتے تھے شب بیداریان

مری ضد سے ہوا ہی مہربان دوست　　مرے احسان ہین دشمن پر ہزارون

خارِ مطلوب جو ہووے، تو گلستان مانگون　　بجلی گرنے کو جی چاہے تو باران مانگون

روے گل پر دیکھ کر شبنم کو کہتا ہی وہ گل　　کیا ہی پھبتی ہی یہ کیڑا الگ گیا بانات مین

رہا کرتا ہی نظمِ شعر کا سودا مرے سر مین　　عروسِ فکر ان روز و دن لدی رہتی ہی زیور مین

کیا بادۂ گلگون سے مسرور کیا دل کو　　آباد رکھے داتا ساقی، تری محفل کو

بے طرح پھنسا ہی تو اس زلف کے پھندے مین　　اللہ کرے آسان اے دل، تری مشکل کو

جو چاہے سو مانگ آتش! درگاہِ الٰہی سے　　محروم کبھی پھرتے دیکھا نہین سائل کو

دلایا یاد شب لُ منے جو تیری ساقِ سیمین کو　　رُلایا صبح تک ہنس ہنس کے مین نے شمعِ بالین کو

ہزار افسوس ہی اے بیمروت تو نہین آتا　　غش آجاتا ہی اکثر تیرے بیتابونکی تسکین کو

پری سے چہرہ پر لہرا کے سو سو بار آتی ہی　　ہوا ہی آجکل سودا تمھاری زلفِ مشکین کو

بشر کو بعد نعمت کے ہی ہوتی قدرِ نعمت کی ۲۳ غنیمت جانتا ہی لنگ اپنے پاے چوبین کو

ہماری یار کی رہتی ہی جنگِ زرگری آتش　　نہین کچھ دخل اس قصہ مین عقلِ مصلحت بین کو

صورت کوئی صفائی کی اب اے صنم! نہین　　جب تک ہمارے تیرے خدا درمیان نہو

صاف دل خاک ہو اس کا ذکرِ کینہ جو سے　　نکلے جب صلح کی باتون مین بھی شر کا پہلو

اونچا ہوا کہ تاڑ سے بھی سرو چار ہاتھ　　رتبہ بلند ہے ترے قد کا ہزار ہاتھ

کوچۂ دلبر مین مین، بلبل چمن مین مست ہی ۲۴ ہر کوئی یان اپنے اپنے پیرہن مین مست ہی

دورِ گردون ہی خداوندا کہ یہ دورِ شراب ۲۵ دیکھتا ہون جسکو مین اس انجمن مین مست ہی

وحشتِ مجنون اور آتش مین ہی بس اتنا فرق　　کوئی بن مین مست ہی کوئی وطن مین مست ہی

کون سے دل مین محبت نہین جانی تیری　　جسکو سنتا ہون وہ کہتا ہی کہانی تیری

شیشۂ عمر سے کوئی میری زبانی کہدے　　خوش نہین آتی ہی یہ پنبہ دہانی تیری

کیا تری شان ہی قربان ہون ای عفوِ کریم ۲۶ آس رکھتا ہی ہر اک فاسق وزانی تیری
شکلِ گل ہنس کے کسی روز تو دل کو خوش کر خون رلاتی ہی ہمین غنچہ دہانی تیری
مصرعِ تیغ ہی ہر مصرعِ موزون آتش دیکھ لی یار مرے ہم نے زبانی تیری

صدمہ ہی دوش پر سروِ گردن کے بوجھ سے ہر اک گناہ بھاری ہی نشوہن کے بوجھ سے
ہوش و خرد ہی باعثِ تکلیف آدمی ۲۷ دیوانہ آشنا نہین دامن کے بوجھ سے
آتش یہ سارے رنج ہین اس زندگی کے ساتھ مردے کو کیا خبر گلِ مدفن کے بوجھ سے

غم نہین، کوے بتان مین جو نہین جا خالی باغِ فردوس مین ہی پہلوے حورا خالی
شکر کس منھ سے کرون گوشۂ تنہائی کا مجکو دل کھول کے رونے کو ملی جا خالی
سمجھے آتش نہ کوئی آدمِ خاکی کو حقیر ۲۸ نہین اسرار سے یہ خاک کا پتلا خالی

موت مانگون تو رہے آرزوِ خواب مجھے ڈوبنے جاؤن تو دریا ملے پایاب مجھے
دہنِ گرگ سے جیتا جو بچون صحرا مین ذبح کرنے کے لیے مول لے قصاب مجھے
اے فلک رہنے دے عریان ہی پس از مرگ بھی تو سونپتا کیا ہی کفن وزد کا اسباب مجھے؟
دل غنی چاہیے، گو مین ہون فقیر اے آتش شیر کی کھال ہی ہی قاقم و سنجاب مجھے

دلِ پر داغ کو مدفونِ بیابان کرتے کسی ویرانے مین اس گنج کو پنہان کرتے
اور کوئی طلب ابناے زمانہ سے نہین مجھپر احسان نکرتے، تو یہ احسان کرتے
بے وفائی کا اگر عیب نہ ہوتا تم مین، اے بتو سجدہ خدا کو نہ مسلمان کرتے
دم فنا کرتے چمک اپنی دکھاکر، آتش، کار الماس، وہ الماس سے دندان کرتے

وہی چتون کی خونخواری جو آگے تھی سو اب بھی ہی تری آنکھون کی بیماری جو آگے تھی سو اب بھی ہی
وہی سر کا پٹکنا ہی وہی رونا ہی دن بھر کا وہی راتون کی بیداری جو آگے تھی سو اب بھی ہی
مزاج عشق کے آئین وہی ہین کشورِ دل مین رہ و رسمِ وفاداری جو آگے تھی سو اب بھی ہی
وہی بازار گرمی ہی محبت کی ہنوز، آتش وہ یوسف کی خریداری جو آگے تھی سو اب بھی ہی

اے صنم حسن نے تجھے چاند سی صورت دی ہے ۲۹ اسی اللہ نے مجکو بھی محبت دی ہے
فرقتِ یار مین رو رو کے بسر کرتا ہون ۳۰ زندگانی مجھے کیا دی ہے، مصیبت دی ہے
کمرِ یار کے مضمون کو باندھو، آتش! زلفِ خوبان سی رسا تمکو طبیعت دی ہے

کوئی اچھا نہین ہوتا ہے، بری چالون سے لبِ بام آ کے کھڑے ہو، نہ کھلے بالون سے
کچھ تو ہلکا کرین خارِ رہِ صحرائے جنون بوجھ لنگر کا ہوئے ہین کفِ پا چھالون سے
اُنکے بوسون کی تمنا ہے لبون کو آتش آئینہ کسبِ صفا کرتی ہین جن گالون سے

یہ کس رشکِ مسیحا کا مکان ہے؟ زمین یان کی، چہارم آسمان ہے
تکلف سے بری ہے حسنِ ذاتی ۳۱ قبائے گل مین گل بوٹا کہان ہے
شگفتہ رہتی ہے خاطر ہمیشہ ۳۲ قناعت بھی بہارِ بےخزان ہے
الہی! ایک دل کس کس کو دون مین ہزارون بت ہین یان، ہندوستان ہے
سعادتمند قسمت پر ہین شاکر ہما کو مغزِ بادام استخوان ہے
قدِ محبوب کو شاعر کہین سرو قیامت کا، یہ اے آتش نشان ہے

موت کو سمجھے رہین گبر و مسلمان آئی ۳۳ روح قالب مین ہے دو روز کو مہمان آئی
آئینہ نے رخِ انور پہ اجارہ باندھا شانہ کے حصّے مین وہ زلفِ پریشان آئی
گلشنِ دہر بھی ہے کوئی سرائے ماتم شبنم اس باغ مین جب آئی تو گریان آئی
عشقِ بلبل مین اثر ہے، تو قفس مین آتش بوئے گل پھاند کے دیوارِ گلستان آئی

شیشئہ شراب کے رہین آٹھون پہر کھلے ایسا گھرے کہ پھر نہ کبھی ابرِ تر کھلے
کوتہ ہے اس قدر مرے قد پر ردائے عیش ڈھانکون جو پاؤن کو تو یقین ہے کہ سر کھلے
قاتل! اجزائے خیر ملے تیری تیغ کو زخمون کے منھ کھلے نہین جنت کے در کھلے
مطلب نہ سرنوشت کا سمجھا، تو شکر کر دیوانہ ہو، جو حالِ قضا و قدر کھلے
چلنا پڑے گا یار کی خدمت مین سر کے بل سمجھے ہو کیا جو بیٹھے ہو، آتش کمر کھلے

دل بہت تنگ رہا کرتا ہی رنگ سے بے رنگ رہا کرتا ہی
عار سے عار ہی مجھ مجنون کو ننگ سے ننگ رہا کرتا ہی
عالم وجد ترے مستون کو بے دف و چنگ رہا کرتا ہی
بندش چست سے تیری آتش قافیہ تنگ رہا کرتا ہی

چمنستان کی، گئی نشو و نما، پھرتی ہے رت بدلتی ہی، کوئی دن مین ہوا پھرتی ہے
خاک چھنوا رہی ہی کوچۂ قاتل کی تلاش ساتھ ساتھ اپنے خراب اپنی قضا پھرتی ہے
صبح محشر کے سوا صبح شب ہجر نہین یہ بلا وہ نہین آتش جو بلا پھرتی ہے

جبین سائی کو سنگ آستان یار بہتر ہی کمر تکیے کو قصر دوست کی دیوار بہتر ہی
اطبا دیکھ کر بیمار کو تیرے یہ کہتے ہین بہم پہنچے تو اسکو شربت دیدار بہتر ہی
سوال بوسہ پر ہنس کر وہ بت کہتا ہی اے آتش خیال بد اگر گزرے تو استغفار بہتر ہی

عناب لب کا اپنے مزہ کچھ نہ پوچھیے کس درد کی ہین آپ دوا کچھ نہ پوچھیے
ناز و نیاز عاشق و معشوق کیا کہون عجز و غرور شاہ و گدا کچھ نہ پوچھیے
آتش گناہ عشق کی تعزیر کیا کہون مشفق جو کچھ ہی اس کی سزا کچھ نہ پوچھیے

کہتے ہین! ذکر لیلی و مجنون جو چھیڑیے چپ رہیے بس! نہ گور کے مردے اکھیڑیے
تدبیر سے تو کام نہ تقدیر کا ہوا تکیہ خدا پہ کیجیے دروازہ بھیڑیے
آتش تمام عشق مین تیرے حضور یار چالون کو اپنی بھول گئے ہین بکھیڑیے

مگر اسکو فریب نرگس مستانہ آتا ہے الٹتی ہین صفین، گردش مین جب پیمانہ آتا ہی
خوشی سے اپنی رسوائی گوارا ہو نہین سکتی گریبان پھاڑتا ہی، تنگ جب دیوانہ آتا ہی
فراق یار مین دل پر نہین معلوم کیا گزری جو اشک آنکھون مین آتا ہی سو بیتابانہ آتا ہی
سمجھتے ہین مرے دل کی وہ کیا تا فہم نادان ہین حضور شمع بے مطلب نہین پروانہ آتا ہی
ہمیشہ فکر سے یان عاشقانہ شعر ڈھلتے ہین زبان کو اپنی بس اک حسن کا افسانہ آتا ہی

خدا کا گھر ہی محبت خانۂ ہمارا گھر نہین آتش | مقامِ آشنا ہی، یان نہین بیگانہ آتا ہے

دہن پر ہین اُنکے گمان کیسے کیسے | کلام آتے ہین درمیان کیسے کیسے
زمینِ چمن گُل کھلاتی ہے کیا کیا | بدلتا ہی رنگ آسمان کیسے کیسے
بہار آئی ہی، نشہ مین جھومتے ہین | مُریدانِ پیرِ مغان کیسے کیسے
نہ مُڑ کر بھی بیدرد قاتل نے دیکھا | تڑپتے رہے نیمجان کیسے کیسے
نہ گورِ سکندر نہ ہی قبرِ دارا | مٹے نامیون کے نشان کیسے کیسے
غم و غصہ و رنج و اندوہ و حرمان | ہمارے بھی ہین مہربان کیسے کیسے
تری کلکِ قدرت کے قربان آنکھین | دکھائے ہین خوش رو جوان کیسے کیسے

چلا وہ راہ جو سالک کے پیشِ پا آئی | ٹھہر گیا، جو کہین بوے آشنا آئی
بہارِ گل مین ہین دیوانے جامہ سے باہر | پری کا بھیس ہی بدلے ہوئے بلا آئی
لیا جو بوسہ تو ہنس کر یہ اس صنم نے کہا | خدا سے شرم نہ اے بندۂ خدا آئی

گدا نواز کوئی شہسوار راہ مین ہے | بلند آج نہایت غبار راہ مین ہے
شباب تک نہین پہنچا ہی عالمِ طفلی، | ہنوز حسنِ جوانیِ یار راہ مین ہے
عدم کے کوچ کی لازم ہی فکر ہستی مین | نہ کوئی شہر، نہ کوئی دیار، راہ مین ہے
نہ بدرقہ ہی، نہ کوئی رفیق ساتھ اپنے | فقط عنایتِ پروردگار راہ مین ہے
نہ جائین آپ ابھی دوپہر ہے گرمی ہی، | بہت سی گرد بہت سا غبار راہ مین ہی
جنون مین خاک اُڑاتا ہی ساتھ ساتھ اپنے | شریکِ حال ہمارا غبار راہ مین ہے
کوئی تو دوش سے بارِ سفر اُتارے گا | ہزار راہزن امیدوار راہ مین ہے
پیادہ پا ہون روان سوے کوچۂ قاتل | اجل مری مرے سر پر سوار راہ مین ہے
تھکے جو پانو، تو چل سر کے بل نہ ٹھہر آتش | گلِ مراد ہی منزل مین، خار راہ مین ہے

گیسوے مشکین جو رخِ محبوب تک آنے لگے | چشمۂ خورشید مین بھی سانپ لہرانے لگے

رنگ جو جو کچھ کہ چاہیں لائیں تنہا میں آبلے پاے بوسی کو ترستے تھے وطن میں آبلے

باغ عالم میں نہیں کوئی کسی کی سنتا ۳۴ نہ دماغ اپنا کر ای مرغِ خوش الحان خالی

وہ دہقانِ غریب سرزمینِ عشقبازی ہوں عوض باران کے میری کشت پر آتش برستی ہے

آدمی کے واسطے کچھ اور ہووے یا نہو ۳۵ ساقی دمِ سبزہ و آب روان درکار ہے

شہر و صحرا میں پھرا کرتا ہوں اس امید پر وہ جہان دیکھوں جہان مٹی مری درکار ہے

یہ آرزو تھی تجھے گل کے روبرو کرتے ۳۶ ہم اور بلبلِ بیتاب گفتگو کرتے

آرزو ہے یہی آتش کی خدا سے زاہد تجکو غم نوش کرے مجکو قدح نوش کرے

الہی طولِ عمرِ خضر دے بادِ بہاری کو چمن یکسان پہ پھولوں کی چادر چڑھائی ہے

کوچۂ تنگ میں ملتا ہے تو کہتا ہے وہ شوخ مرد ہے وہ کہ جو ہم کو سرِ میدان روکے

راحتِ مرگ کو نہ پوچھ آتش ۳۷ نہ رہی قدر زندگانی کی

پڑھ سکتا سرنوشت کا مطلب کوئی نہیں معلوم کچھ نہیں کہ یہ خط کس زبان میں ہے

فصلِ گل ہے شیشہ و پیمانہ کا ہے دور دور خانقاہیں بند ہیں مے خانہ کا دربار ہے

آبلے پاؤن کے کیا تونے ہمارے توڑے خارِ صحراے جنون عرش کے تارے توڑے

بہلائیے شراب سے دل کو کوئی گھڑی لہرا رہا ہے سبزہ، روان جوے آب ہے

ہم کیا کہیں کسی سے، کیا ہے طریق اپنا؟ مذہب نہیں ہے کوئی، ملت نہیں ہے کوئی

تماشہ گوشہ گیری، دہشتِ غربت کا دکھاتی ہے وطن میں ہوں، مگر مجکو ہیں یارانِ وطن بھولے

آسمان امر کے کو راحت ہو کہیں تھوڑی سی پاؤن پھیلانے کو ہاتھ آئے زمین تھوڑی سی

مری تعظیم نے مجلس سے نکالا مجکو اٹھتے اٹھتے نہ رہی بیٹھنے کی جا باقی

حاجت نہیں بناؤ کی اے نازنین تجھے زیور ہے سادگی ترے رخسار کے لیے

نکہتِ گل سے مجھے یار کی بو آتی ہے خاک سے یاد اسکے پڑنے کی خو آتی ہے

بولی یہ روح پھینک کے پشتارہ جسم کا ۳۸ بھاری ہے بوجھ کون یہ بیگار لے چلے

صبح بہار ہے، مجھے ساقی! پلا شراب		سب جانتے ہین عید کا روزہ حرام ہے

دیکھیے کرتا ہے کیونکر یار سے گستاخیان		شوق کے بھی حوصلے کو آزمایا چاہیے

زاہدِ سالوس کے ماتھے کے گھٹے سے کھلا		لکھ ہی رہتا ہے جو تقدیرِ بشر مین داغ ہے

وہ صیدِ سخت جان ہون جسپر ہزار بار		خالی ہوئے ہین تیرون کے ترکش بھرے ہوئے

دینے مین جام کے ہے تامل کا کیا سبب		ساقی! شراب سے ہین قرابے بھرے ہوئے

لڑانے آئے تھے آنکھین غزالِ چین و ختن		شکست اُنکو تری چشمِ سرمہ سانے دی

گھورتی ہے تمکو نرگس، آنکھ پھوڑا چاہیے		گل بہت ہنستے ہین کان اُنکے مروڑا چاہیے

فصلِ بہار آئی پیو صوفیو، شراب		بس ہو چکی نماز مصلّا اُٹھائیے

تجھ سا حسین ہو یار، تو کیونکر نہ اُسکے بعد		نازِ بجا و غمزۂ بیجا اُٹھائیے

چُپ ہو کیون کچھ مُنھ سے فرماؤ خدا کیواسطے		آدمی سے بُت نہ بنجاؤ خدا کے واسطے

ٹھیک آئی تن پر اپنے قبائے برہنگی ۲۹		باقی لباس چھوٹے ہوئے یا بڑے ہوئے

عدم سے جانبِ ہستی تلاشِ یار مین آئے		ہوائے گل مین، ہم کس وادیِ پُرخار مین آئے

انتخاب

ہر دو

دیوانِ امیر

(صنمخانۂ عشق)

و

(مراۃ الغیب)

۳۰۹ نشتر

امیر

امیر احمد نام۔ امیر تخلص۔ شاہ مینا لکھنوی کی نسل مین ہونے سے امیر مینائی مشہور ہوئے۔ متاخرین مین یہ بڑے نامور گزرے ہین۔ شاگردون کی کثرت پر لحاظ کرکے جگت اُستاد کا لفظ انکے لیے موزون معلوم ہوتا ہی۔ لکھنؤ انکا مسکن تھا لیکن زائد تر یہ رام پور مین رہے۔ نواب کلب علی خان والی رام پور انکو اپنے شعر دکھاتے تھے۔ اخیر عمر مین خاک گور نے انکو حیدر آباد دکن کھینچا۔ نظام نے بڑے اصرار سے بلایا تھا مگر موت نے جلدی کی۔ وفات ۱۳۱۹ھ۔

انکا پایہ شاعری مین کیا ہی؟۔ یہ سوال مجھ سے کیا جائے تو مین جواب دونگا کہ جس طرح شعرائے فارس مین حافظ اور سعدی کے درمیان محاکمہ کرنا مشکل ہی اُسی طرح شعرائے ہند مین اسد اللہ خان غالب کو امیر مینائی پر فوق دینا یا امیر مینائی کو اسد اللہ خان غالب سے بڑھا ہوا سمجھنا مشکل ہی۔ غالب کی جدت سخن ایک طرف پکار رہی ہی کہ اسپر اُردو شاعری ختم ہوگئی۔ دوسری طرف امیر کا کلام کہتا ہی کہ یہ تراش خراش اور شیرینی سخن غالب کو کہان نصیب تھی۔ ہان اسقدر مین کہہ سکتا ہون کہ غالب کا کلام عام پسند ہی اور امیر کے کلام سمجھنے کے لیے خاص مذاق کی ضرورت ہی۔ ناظرین امیر کے نشترون کا غالب کے نشترون سے مقابلہ کرکے خود فیصلہ کرلین۔ مین صرف اتنا ہی جانتا ہون کہ ایشیا مین صرف چار شاعر ہوئے ہین۔ سعدی، حافظ، غالب اور امیر۔ امیر کی خصوصیات سے یہ ہی کہ گو وہ بڑے ثقہ اور باشرع آدمی تھے لیکن اُنکے کلام مین رندانہ اور عاشقانہ مضامین بھی ہوتے تھے۔ انکا کلام سننے کے بعد جو لطف ملتا تھا وہ اُنکی صورت دیکھکر اور اُنکے اوقات سے واقف ہوکر اُمتیت ہوتا تھا۔

غزلیات وابیات

یہ آفتاب ہی گرم، اُسکی کبریائی کا ۔۔۔ کہ ذرّہ ذرّہ ہی آئینہ خودنمائی کا

پکارتا ہی یہ اندازِ نازِ توبہ شکن ۔۔۔ کہ آئے وہ، جسے دعوی ہو پارسائی کا

دِکھا کے تیغ وہ ناآشنا یہ کہتا ہے ۔۔۔ یہ گھاٹ ہی مرے دریاے آشنائی کا

سمجھ رہا ہی جسے حشر و نشر، تو زاہد ۔۔۔ کرشمہ وہ بھی ہی ایک اُسکی خوشنوائی کا

جو بندہ ہی، تو مزہ بندگی مین پیدا کر ۔۔۔ نہین وہ بندہ جسے ذوق ہو رہائی کا

بشر سے حمدِ الٰہی، امیرؔ کیا ممکن، ۔۔۔ پہاڑ اُٹھائے کہان حوصلہ یہ رائی کا

دل کا حاکم جان کا مالک غمِ جانانہ تھا ۔۔۔ ۱ ۔۔۔ میہمان جسکو مین سمجھا تھا، وہ صاحب خانہ تھا

بے تعلق کیا ہمین اُسکے تصوّر نے کیا ۔۔۔ جب جُھکایا سر گریبان اپنا خلوت خانہ تھا

باغِ عالم کا تماشا، باعثِ غفلت ہوا ۔۔۔ دیکھنا آنکھون کا، کانون کے لیے افسانہ تھا

ہم غلط فہمی سے سمجھے قتل کرنے کو عتاب ۔۔۔ اور وہان اک چھیڑ تھی اک نازِ معشوقانہ تھا

وعظ کی مجلس مین بھی آئے تو یون بستِ عشق ۔۔۔ مے کی بوتل تھی بغل مین، ہاتھ مین پیمانہ تھا

جھگڑے لیلیٰ دشمنون کے دیکھنے تھے شہر مین ۔۔۔ جا کے جنگل مین بسا مجنون، بڑا دیوانہ تھا

یار اُدھر بدمست، مین بیخود، تکلف برطرف ۔۔۔ ایسی صحبت مین جو آتا ہوش کیا دیوانہ تھا؟

نیند کے جھونکے چلے آتے تھے کیون ہنگامِ ذبح ۔۔۔ تیغِ قاتل کی زبان پر کونسا افسانہ تھا

آج جس دل کا کوئی گاہک نہین، کل تک یہی ۔۔۔ حور کا آئینہ تھا، زلفِ پری کا شانہ تھا

حال میرا سُنکے وہ بولے، کہ جی دُکھنے لگا ۔۔۔ ہاے کس کمبخت کس بیدرد کا افسانہ تھا

آزما دیکھا اُسے سو بار ہم نے، اے امیرؔ ۔۔۔ آشنا سے آشنا، بیگانے سے بیگانہ تھا

ترے بندون سے کرتے ہین یہ بت کچھ خدائی کا ۔۔۔ ۲ ۔۔۔ تماشا دیکھتا ہون تیری شانِ کبریائی کا

یہ شکوہ بیوفائی کا یہ رونا کج ادائی کا ۔۔۔ سزا ہی دل لگانے کی مزہ ہی آشنائی کا

نیا افسانہ کہہ واعظ، تو شاید گرم مجلس ہو — قیامت تو پُرانا حال ہی روزِ جدائی کا
الٰہی کون سے مجرم کی آمد ہی قیامت مین — ہوا ہی حکم رحمت کو، یہ کسکی پیشوائی کا
قفس مین ہون، مگر سارا چمن آنکھون مین پھرتا ہی — رہائی کے برابر اب تصور ہی رہائی کا
امیر اک بات بھی واعظ نہین کہتا خدا لگتی — خدا جانے بکا کرتا ہی کیا جھوٹا خدائی کا

اِن شوخ حسینون پہ جو مائل نہین ہوتا — ۳ کچھ اور بلا ہوتی ہے وہ، دل نہین ہوتا
آتا ہی جو کچھ منھ مین وہ کہہ جاتا ہی واعظ — اور اسپہ یہ طرہ ہے کہ قائل نہین ہوتا
جب دردِ محبت مین یہ لذت ہی تو یارب — ۴ ہر عضو مین، ہر جوڑ مین، کیون دل نہین ہوتا
دیوانہ ہی دنیا مین جو دیوانہ نہین ہے — عاقل وہی ہوتا ہی جو عاقل نہین ہوتا
تمکو تو مین کہتا نہین کچھ، حضرتِ ناصح — پر جسکو ہو تپ ایسی وہ عاقل نہین ہوتا
یہ شعر وہ فن ہی کہ امیر اسکو جو برتو — حاصل یہی ہوتا ہی کہ حاصل نہین ہوتا

دامنون کا نہ پتا ہی، نہ گریبانون کا — حشر کہتے ہین جسے شہر ہی عریانون کا
خاطرِ رنج و غم و درد سے فرصت ہی نہین — میزبان ہو کے، ہوا مین انھین مہمانون کا
قحط روزی یہ جہان مین ہی کہ کہتے ہین ہنود — رمضان خوب مہینہ ہے مسلمانون کا

روبرو آئینے کے، تو جو مری جان ہوگا — آئینہ ایک طرف، عکس بھی حیران ہوگا
اے جوانی، یہ ترے دم کے ہین سارے جھگڑے — ۵ تو نہ ہوگی، تو نہ یہ دل، نہ یہ ارمان ہوگا
دستِ وحشت تو سلامت ہی، رفو ہونے دو — ایک جھٹکے مین نہ دامن نہ گریبان ہوگا
آگ دل مین جو لگی تھی، وہ بجھائی نہ گئی — اور کیا تجھ سے، بھلا اے دیدۂ گریان ہوگا
اپنے مرنے کا تو کچھ غم نہین، یہ غم ہی امیر — چارہ گر مفت مین بیچارہ پشیمان ہوگا

میرے بس مین، یا تو یارب وہ ستم شعار ہوتا — یہ نہ تھا، تو کاش دل پر مجھے اختیار ہوتا
وہ مزہ دیا تڑپ نے، کہ یہ آرزو ہی یارب — مرے دونون پہلوؤن مین، دلِ بیقرار ہوتا
جو نگاہ کی تھی ظالم، تو پھر آنکھ کیون چرائی — وہی تیر کیون نہ مارا، جو جگر کے پار ہوتا

مین زبان سے، تمکو مسیحا، کہو، لاکھ بار کہدون — اسے کیا کرون، کہ دل کو نہین اعتبار ہوتا
مری خاک بھی لحد مین، نہ رہی امیر باقی — اُنھین مرنے ہی کا اب تک، نہین اعتبار ہوتا

جھونکا اِدھر نہ آئے نسیمِ بہار کا — نازک بہت ہی پھول چراغِ مزار کا
آئین وہ، یا نہ آئین، ترس کھائین یا نہ کھائین — کیا اختیار گریۂ بے اختیار کا
شاخون سے برگِ گل نہین جھڑتے ہین باغ مین — زیور اُتر رہا ہی عروسِ بہار کا
مری لگی بجھانے کو آتا ہے بار بار — ممنون ہون مین گریۂ بے اختیار کا
ہلتی نہین ہوا سے چمن مین یہ ڈالیان — منھ چومتے ہین پھول عروسِ بہار کا
پھولون سے، فرشِ خاک پہ تارے چھٹک گئے — دھاگا کبھی جو ٹوٹ گیا اُنکے ہار کا
اُٹھتا ہی نزع مین وہ سرہانے سے ای امیر — مٹتا ہی، آسرا، دلِ امیدوار کا

جمالِ یار کو کہتے ہو تم، کہ ہان دیکھا — کلیم ہوش مین آؤ، ابھی کہان دیکھا
وہی چراغ، وہی گل، وہی قمر، وہی برق — نئے لباس مین دیکھا اُسے جہان دیکھا
نہین ہی دخترِ رز سا بھی کوئی حسن پرست — ٹپک پڑی یہ جہان کوئی نوجوان دیکھا
کہین تو دیکھ چکے ہین، یقین ہی دل کو — مگر یہ یاد نہین ہی، تمھین کہان دیکھا
فنا ہی حسن کو، دولت کو، زندگانی کو — جہان مین نہ کوئی باغ، بے خزان دیکھا
پھنسی جو دام مین بلبل، تو کن نگاہون سے — کبھی چمن کو، کبھی سوے آشیان دیکھا
نکیلی چتونین، آنکھون مین کیا جگر مین چبھین — امیر آج عجب نوک کا جوان دیکھا

ایک دلِ ہمدم مرے پہلو سے کیا جاتا رہا — سب تڑپنے تلملانے کا مزا جاتا رہا
سب کرشمے تھے جوانی کے جوانی کیا گئی — وہ اُمنگین مٹ گئین وہ ولولا جاتا رہا
درد باقی، غم سلامت ہی، مگر اب دل کہان — ہاے وہ غم دوست وہ درد آشنا جاتا رہا
مرنے والا، جانے والا، بیکسی مین کون تھا — ہان مگر اک دم، غریب آتا رہا جاتا رہا
آنکھ کیا ہی موہنی ہی، سحر ہی، اعجاز ہے — اک نگاہِ لطف مین سارا گلا جاتا رہا

جب تلک تم تھے کشیدہ، دل تھا شکووں سے بھرا — تم گلے سے مل گئے سارا گلا جاتا رہا
کھو گیا دل کھو گیا، رہتا تو کیا ہوتا امیر — جانے دو اک بیوفا جاتا رہا جاتا رہا

پرسش کو مرے، کون مرے گھر نہیں آتا — تیور نہیں آتے ہیں، کہ چکر نہیں آتا؟
تم لاکھ قسم کھاتے ہو ملنے کی عدو سے — ایمان سے کہدوں؟ مجھے باور نہیں آتا
قاتل ہی کے کھنچنے کی شکایت نہیں ہم — خنجر بھی تو پہلو کے برابر نہیں آتا
کہتے ہیں یہ اچھی ہے تڑپ دل کی تمھاری — سینے سے تڑپ کر کبھی باہر نہیں آتا
دشمن کو بھی ہوتی ہے مرے حال پہ رقت — پر دل یہ ترا ہے کہ کبھی بھر نہیں آتا
غیروں سے اشارے مرے آگے سر محفل — پھر آپ کہیں گے کہ مجھے شر نہیں آتا
کب آنکھ اٹھاتا ہوں کہ آتے نہیں تیور؟ — کب بیٹھ کے اٹھتا ہوں کہ چکر نہیں آتا؟
غم تکدۂ دہر ہیں، صدمے سے ہیں صدمے — اسیر بھی کبھی یاد ہمیں گھر نہیں آتا
ہم جسکی ہوس میں ہیں امیر آپ سے باہر — وہ پردہ نشیں گھر سے بھی باہر نہیں آتا

ناوکِ ناز سے مشکل ہے بچانا دل کا — درد اٹھ اٹھ کے بتاتا ہے ٹھکانا دل کا
آج اس شوق سے پیکان نظر دل میں آیا — آگیا یاد کسی شوخ پہ آنا دل کا
جی لگے آپ کا ایسا کہ کبھی جی نہ بھرے — دل لگا کر جو سنیں آپ فسانا دل کا
دل مرا لیکے دکھادی مجھے مٹھی خالی — پھر کہا، دیکھ لیا ہاتھ سے جانا دل کا؟
ہر نگہ وصل میں، اس شوخ کی کہتی ہے امیر — ہو جسے حکم، اڑادے وہ نشانا دل کا

دردِ الفت نے دہاں سے بھی نکالا ہوتا — قید اگر عرش کی زنجیر میں نالا ہوتا
اور ساماں ہیں جنوں میں ہمیں درکار نہیں — کوئی نشتر، کوئی کانٹا، کوئی چھالا ہوتا
منحصر ساغر جم ہی پہ نہیں بادہ کشی — ٹوٹا پھوٹا کوئی مٹی کا پیالا ہوتا
مجھ پہ آنکھیں جو نکالیں، تو ہوا کیا حاصل — کوئی ارمان مرے دل کا نکالا ہوتا
فکر دوڑیں مجھے کھانے میں عدم کو بھاگا — لاکھ منھ، ایک میں کس کس کا نوالا ہوتا

لطف حسرت کی نگاہون کا تو جب تھا کہ امیر ان نگاہون کا کوئی دیکھنے والا ہوتا

جی ہی لے گا غمِ جانان میرا مجکو کھا جائے گا ارمان میرا

تجھ سے دامن ہے ترا چین پہ چین تنگ ہے مجھ سے گریبان میرا

رحم کر رحم کر اے دستِ جنون پاؤن پڑتا ہے گریبان میرا

کیا دو رنگی ہے زمانے کی، امیر مین حزین، زخم ہے خندان میرا

میری تربت پہ اگر آیئے گا ۹ عمرِ رفتہ کو بھی بلوائیے گا

سب کی نظرون پہ نہ چڑھیے اتنا دیکھیے دل سے اتر جائیے گا

آئیے نزع مین بالین پہ مری کوئی دم بیٹھ کے اٹھ جائیے گا

وصل مین بوسۂ لب دیکے کہا منھ سے کچھ اور نہ فرمائیے گا

ہاتھ مین نے جو بڑھایا تو کہا بس، بہت پاؤن نہ پھیلائیے گا

زہر کھانے کو کہا، تو، بولے ہم جلا لین گے جو مر جائیے گا

حسرتین نزع مین بولین مجھ سے چھوڑ کر ہم کو کہان جائیے گا

آپ سنیے تو کہانی دل کی، ۱۰ نیند آجائے گی سو جائیے گا

اتنی گھر جانے کی جلدی کیا ہے، بیٹھیے، جائیے گا، جائیے گا

کہتے ہین، کہہ تو دیا، آئین گے اب یہ کیا ضد ہے کہ کب آئیے گا

ڈبڈبائے مرے آنسو، تو، کہا روئیے گا تو ہنسے جائیے گا

رات اپنی ہے ٹھہریئے تو زرا آئیے بیٹھیے گھر جائیے گا

جس طرح عمر گزرتی ہے امیر آپ بھی یونہین گزر جائیے گا

اٹھو گلے سے لگا لو مٹے گلہ دل کا ذرا سی بات مین ہوتا ہے فیصلہ دل کا

دم آگے آنکھون مین اٹکے تو کچھ نہین کھٹکا اٹک نہ جائے الٰہی معاملہ دل کا

تمھارے غمزۂ دزدی نے کھوئے ہین ہوش و صبر و قرار انھین لٹیرون نے لوٹا ہے قافلہ دل کا

خدا ہی ہے جو کرے حیلوں سے جان بچے | ہے آج دلشکنوں سے مقابلہ دل کا
امیر بھول بھلیاں ہے خم گیسو | تباہ کیوں نہ پھرے اس میں قافلہ دل کا

میری طرح نہ اک دن ابر بہار رو دیا | وہ ایک بار رو دیا میں لاکھ بار رو دیا
محبوب سے میں نے پوچھا کل حال بیخودی کا | کچھ کہہ سکا نہ منھ سے پر زار زار رو دیا
پوچھی امیر سے کل میں نے جو دل کی حالت | سینے پہ ہاتھ رکھ کر بے اختیار رو دیا

لائے ساقی کو بھی متوالی گھٹا | کچھ مزا دیتی نہیں خالی گھٹا
دختِ رز کو لاتی ہے مستوں کے پاس | کرتی ہے در پردہ دلالی گھٹا
جان کو مستوں کے تھی توبہ عذاب | یہ بڑی تو نے بلا ٹالی گھٹا
آپ اچھے وقت پر آئے امیر | خوب میخانے پہ جب چھائی گھٹا

مزہ عاشق کے دل سے پوچھیے حسنِ شعلہ رویاں کا | تماشا دیکھ پروانوں کی آنکھوں سے چراغاں کا
اچھلتا ہے کلیجہ ڈوبتا ہے دل خدا حافظ | ۱۱ سمندر تیرنا ہے جھیلنا شبہائے ہجراں کا
جگر کو دوں کہ دل کو دوں بتا دو ناوکِ قاتل | ۱۲ کرو دو پیاسوں میں ہے یہ ایک قطرہ آبِ پیکاں کا
تمہارے بانکپن کی شان جیسے ہے نکلتی ہے | ۱۳ کھنچے تو دوڑ کر منھ چوم لوں شمشیرِ براں کا
کہیں ضبطِ فغاں سے عشق کے آثار چھپتے ہیں | لبِ خاموش سے پیدا ہے صدمہ دردِ پنہاں کا
کہاں سامان تھا وحشت میں جو نامہ یار کو لکھتا | دیا قاصد کو پرزہ پھاڑ کر میں نے گریباں کا
زہے شوقِ شہادت امتحاں گاہِ محبت میں | قدم بڑھتے ہی ہاتھوں بڑھ گیا دل [illegible] کا
وہ زخمی ہیں تڑپ کیسی چھڑک کر نمک قاتل | دہانِ زخم سے ہم چوم لیتے منھ نمکداں کا
زمیں ہے ایک خشتِ خاکِ صحرائے محبت کی | فلک چھوٹا سا اک میداں ہے دل کے بیاباں کا
ذرا سی چھیڑ میں کیوں بگڑتے ہو تم دو گھڑی چھا لو | ۱۴ اسی سے چھیڑتا ہے تمکو سرکا تنا پایاں کا
امیر ایسا شگفتہ ہے ہجومِ داغ سے پہلو | کہ ہر ناسورِ دل رخنہ ہے دیوارِ گلستاں کا

ہم سے بگڑ کے غیر کا تو یار ہو چکا | ہونا جو تھا وہ اے محبتِ عیار ہو چکا

اب عفو وہ کرین نہ کرین اختیار ہی ۱۵ امیدِ عفو مین مین گنہگار ہو چکا
باقی ہی کسکو حوصلہ اخفاے عشق کا رسوا امیر کوچہ و بازار ہو چکا

پوچھا نہ جاے گا جو وطن سے نکل گیا بیکار ہی جو دانت دہن سے نکل گیا
ٹھہرین کبھی کجون مین نہ دم بھر کو راست رو آیا کمان مین تیر، تو سن سے نکل گیا
پہلو مین میرے دل کو نہ اے درد کر تلاش ۱۶ مدت ہوئی، غریب وطن سے نکل گیا
مرغانِ باغ تم کو مبارک ہو سیر گل ۱۷ کانٹا تھا ایک مین سو چمن سے نکل گیا
مین شعر پڑھ کے بزم سے کیا اٹھ گیا امیر بلبل چہک کے صحنِ چمن سے نکل گیا

کی نظر روے کتابی پہ تو کعبہ دل ٹھہرا مکتبِ شوق بھی قرآن کی منزل ٹھہرا
علم اک نقطہ جو مشہور تھا، ہے جوشِ جنون ۱۸ غور سے کی جو نظر نقطۂ باطل ٹھہرا
ہم بڑی دور سے آئے ہین تمھارا ہی خیال ۱۹ گھر سے دروازے تک آنا کئی منزل ٹھہرا
ابتک آتی ہی صدا تربتِ لیلیٰ سے امیر ساربان! اتو خدا کے لیے محمل ٹھہرا

وہ ہون جانباز مقتل پر گمان ہی مجھکو گلشن کا ترانہ بلبلون کا جانتا ہون بولنا رَن کا
نہ گل ہنستے نہ غنچے مسکراتے دونون رو دیتے ۲۰ تمھین کو بلبلو آتا نہین انداز شیون کا
اٹھا لون سختیان لاکھون، کڑی بات اٹھ نہین سکتی ۲۱ مین دل رکھتا ہون شیشے کا جگر رکھتا ہون آہن کا
ہلال و بدر دونون مین امیر اسکی تجلی ہی یہ خاکہ ہی جوانی کا وہ نقشہ ہے لڑکپن کا

کچھ نہ پوچھو دلربا مجھ سے جدا کیون کر ہوا؟ دیکھو دلِ سا آشنا نا آشنا کیونکر ہوا؟
ناز اٹھائے ہین مینے، یا امین نے، حضرت کون ہین دل اگر میرا نہین ہی آپ کا کیون کر ہوا؟
ٹوٹنا دیکھا نہین جاتا، بنے ہو نرم دل؟ ذبح کرتے وقت اتنا جی کڑا کیون کر ہوا؟
داورِ محشر کو بھائی میری اسکی چھیڑ چھاڑ چھیڑ کر پوچھا مکرر کیا ہوا کیون کر ہوا؟
الفت گیسو بلا تھی مر گیا پھنس کر، امیر ۲۲ ہی بڑا جھگڑا نہ پوچھو فیصلہ کیون کر ہوا؟

صاف کہتے ہو مگر کچھ نہین کھلتا کہنا، بات کہنا بھی تمھارا ہی معما کہنا

رو کے اُس شوخ سے قاصد مرا رونا کہنا ۲۳ ہنس پڑے اسپہ تو پھر حرفِ تمنّا کہنا
مثلِ مکتوب کھنسے مین ہے کیا کیا کہنا نہ مرا طرزِ خموشی نہ کسی کا کہنا
دمِ آخر تو بتو، یادِ خدا کرنے دو زندگی بھر تو کیا مین نے تمھارا کہنا
جستیِ طبع سے اُستاد کا ہے قولِ امیر ہو زمین سست مگر چاہیے اچھا کہنا

بختِ واژون سے جلے دل کیون نہ مجھ محرور کا مرہم کافور سے مُنھ آگیا ناسور کا
بارِ دنیا جسکے سر پر ہے اُسے زحمت کہان چور رہتا ہے مشقت سے بدن مزدور کا
دردمندی اسکو کہتے ہین کہ روزِ حشر بھی رو دیا مین دل بھر آیا سن کے نالہ صور کا
سیکش مفلس ہون پہلے مجکو دے ساقی شراب ۲۴ دل بہت ہوتا ہے تھوڑا مردِ بے مقدور کا
قصرِ تن بگڑا کسی کا گورکن کی بن پڑی گھر کسی کا گر پڑا گھر بن گیا مزدور کا
پوچھ لینا سب وطن کا حال اے اہلِ عدم ۲۵ بیٹھ لینے دو ذرا، آتا ہون اُٹھا دور کا
موذیون کو حادثون سے دہر کے کیا خوف ہے ۲۶ بارشِ باران سے گھر گرتا نہین زنبور کا
جلوۂ معشوق ہر جا ہے بصیرت ہو اگر کرمکِ شب تاب مین عالم ہے شمعِ طور کا
مر کے یارانِ عدم کے پاس پہنچونگا امیر چلتے چلتے جان جائے گی سفر ہے دور کا

یہ رفتہ رفتہ ضعف سے احوالِ تن ہوا سائے کی بھی نگاہ سے غائب بدن ہوا
آوارہ مین ہوا جو جگہ دل مین تم نے کی تم آئے اپنے گھر، مین غریب الوطن ہوا
رو مین لپٹ کے خوب مرے دل کی حسرتین غربت مین میہمان جو خیالِ وطن ہوا
کیا دون جوابِ شکوۂ دل کا تمھین کہو؟ تم سے تو جو سلوک ہوا، دل شکن ہوا
اب کا سفر، وہ ہے کہ نہ دیکھونگا پھر وطن یون تو، مین لاکھ بار غریب الوطن ہوا
باغِ جہان مین، طائرِ مضمون تھے امیر جس دام مین پھنسے وہی اپنا وطن ہوا

حسن، اس شوکت پہ مجرائی ہے اُس درگاہ کا رتبہ دیکھو عشق کی سرکارِ عالی جاہ کا
رندِ مشرب کب کے پہنچے یار کے گھر زاہدا تو پتہ ہی پوچھتا ہے اب تک اُسکی راہ کا

کچھ نہ سمجھے ہو، نہ بوجھے ہو، کہ وہ کیا چیز ہے؟ نام تم نے سُن لیا ہے، زاہدو! اللہ کا
آج سے کھینچوں، تو آتے آتے مدت چاہیے ضعف میں مشکل ہے، دل سے لب تک آنا آہ کا
اسقدر دل پر تصرف، کیا سبب، یہ کون ہے بک گیا ہے، کیا بتوں کے ہاتھ گھر اللہ کا
حق رسی چاہے تو ہفتاد و دو ملت سے گزر منزلیں طے ہوں تو حج حاصل ہو بیت اللہ کا
ذکرِ حق میں سب حوادث سے ہوں محفوظ اے امیر ہے حصارِ امن، گنبد مجھ کو بسم اللہ کا

وصل کی شب بھی خفا وہ بتِ مغرور رہا حوصلہ دل کا جو تھا دل میں بدستور رہا
عمرِ رفتہ کے تلف ہونے کا آیا تو خیال لیکن اس دم، کہ تلافی کا نہ مقدور رہا
گردشِ بخت، کہاں سے ہمیں لائی ہے کہاں منزلوں وادیِ غربت سے وطن دور رہا
زلف و رُخ دونوں ہیں جانے سے جوانی کے خراب مُشک وہ مشک، نہ کافور وہ کافور رہا
ہم بھی موجود تھے کل محفلِ جاناں میں امیر رات کو دیر تلک آپ کا مذکور رہا

آسرا زیرِ زمیں اے دلِ ہیجاں کس کا؟ شہر بیگانہ ہے، یاں کون ہے پُرساں کس کا؟
حوصلہ قیس کا فرہاد کا دل پیدا کر پھر تو یہ کوہ ہے کس کا یہ بیاباں کس کا؟
ہو رہی تھی تری رفتار سے پامال جو خلق تو نے سیکھا یہ چلن، کبکِ خراماں کس کا؟
اس زمانہ میں نہیں نام سخاوت کا امیر کون محسن ہے؟ اُٹھائے کوئی احساں کس کا؟

جب تلک ہست تھے، دشوار تھا پانا تیرا مٹ گئے ہم، تو ملا ہم کو ٹھکانا تیرا
نہ جہت تیرے لیے ہے نہ کوئی جسم ہے تو چشمِ ظاہر کو ہے مشکل نظر آنا تیرا
شش جہت چھان چکے ہم تو کھلا ہم پہ یہ حال رگِ گردن سے ہے نزدیک ٹھکانا تیرا
اب تو پیری میں نہیں پوچھنے والا کوئی کبھی اے حسنِ جوانی! تھا زمانا تیرا
اے صدف چاک کریگی یہی سینہ اکدن تو یہ سمجھی ہے کہ گوہر ہے یگانا تیرا
دور اگلے شعرا کا تھا کبھی اور امیر اب تو ہے ملکِ معانی میں زمانا تیرا

قلق ہوا نہ مجھے صیاد کی جدائی کا یہ پوچھیے نہیں افسوس ہے رہائی کا

میں طولِ روزِ قیامت کو سن کے ڈرتا ہوں — کہ دن نہ ہو وہ کہیں یار کی جدائی کا

بغیر پہنچے ہوئے یار تک نہیں رہتا — میں مٹ کے نام مٹادونگا نارسائی کا

خدا نے دل کو بنایا تھا جامِ استغنا — ۲۷ ہوس نے کاسہ اسے کردیا گدائی کا

بہار آئی ہے پھر، خیر ہو خداوندا! — جنوں کے ہاتھ میں دامن ہے پارسائی کا

اُٹھا جو درد تو گھبرا کے میرے دل نے کہا — کہ تو بھی داغ مجھے دے گا کیا جدائی کا

شبِ وصال بہت کم ہے آسماں سے کہو — ۲۸ کہ جوڑ دے کوئی ٹکڑا شبِ جدائی کا

گر نہیں ہے حرم میں تو دیر کو چلیے — ۲۹ امیرؔ کام کہیں بند ہے خدائی کا

کیوں ہوا عاشق؟ جفا پر گر نہ تجھکو صبر تھا — اے دلِ بیتاب، کیا تجھ پر کسی کا جبر تھا

تجھکو بھی اک سنگدل معشوق سے پالا پڑا — یہ مرے دل کے پھپھولے تھے، یہ میرا صبر تھا

باربار اُسکی گلی میں کیوں نہ جاتا اے امیرؔ — کیا کروں بے اختیاری تھی، کہ دل بے صبر تھا

فتنہ تھا، قہر تھا، جلوہ ترا اے یار نہ تھا — جب تلک دل کو سنبھالوں میں دلِ زار نہ تھا

جب کہا اُس سے، شبِ غم کوئی غمخوار نہ تھا — درد نے اُٹھ کے کہا، کیا یہ گنہگار نہ تھا؟

کیا ملا تھی نگہِ ہوش رُبا ساقی کی — اُٹھ گئی آنکھ تو کوسوں کوئی ہشیار نہ تھا

بات رکھ لی مرے قاتل نے گنہگاروں میں — اس گنہ پر مجھے مارا کہ گنہگار نہ تھا

وہ کھچا گر تو کھچا، شان تھی معشوقی کی — مجھ سے کھنچنا تجھے اے خنجرِ خونخوار نہ تھا

وقتِ مدفن نہ ہوا کوئی امیرؔ آکے شریک — یار سمجھا تھا میں جسکو وہ مرا یار نہ تھا

بندہ نوازیوں پہ خدائے کریم تھا — کرتا نہ میں گنہ، تو گناہِ عظیم تھا

کیا کیا نہ آفتوں کے رہے ہمکو سامنے — ۳۰ یارب، شباب تھا کہ بلائے عظیم تھا

دنیا میں کچھ قیام نہ سمجھو کرو خیال — اس گھر میں تم سے پہلے بھی کوئی مقیم تھا

دنیا کا حال؟ اہلِ عدم ہے یہ مختصر — ۳۱ اک دو قدم کا کوچۂ امید و بیم تھا

ہم اپنے دل میں سمجھے کیا جانیں حشر میں — کس سمت کو جناں تھا، کدھر کو جحیم تھا

سامانِ عفو، کیا مین کہون مختصر ہی یہ — بندہ گناہگار تھا، خالق کریم تھا
گلگشت مین نقاب اُلٹتے وہ رُخ سے کیا — شرم آئی تھی صبا سے لحاظِ نسیم تھا
دامانِ گل کو خود نہ چھوا، ورنہ ای امیر — کچھ ڈر صبا کا ہم کو، نہ خوف نسیم تھا

ہر جگہ جوشِ محبت کا نیا عالم ہوا — آنکھ مین آنسو، جگر مین داغ، دل مین غم ہوا
میرے مرتے ہی زمانہ درہم و برہم ہوا — یہ خوشی پھیلی کہ شادی مرگ اک عالم ہوا
آنسوؤن سے بیقراری مین ذرا تسکین تھی — بڑھ گیا اور اضطرابِ دل جو رونا کم ہوا
روز کی فریاد سے تنگ آ گئے تھے اسقدر — خلق کو مژدہ ہمارا نالہ ماتم ہوا
کیا دوا کی بیٹھ کر پہلو مین اُسکے تیر نے — دردِ دل بھی گھٹ گیا دردِ جگر بھی کم ہوا
لذتِ شرم گنہ تھی کب فرشتون کو نصیب — یہ مزہ چکھنے کو پیدا خلق مین آدم ہوا
میرے زخمون کی ہنسی پر تمکو رونا آ گیا — یہ خوشی بھی کچھ خوشی تھی جسکا ایسا غم ہوا
نوکِ خنجر ہو کہ اے سفاک، پیکان تیر کا — جو مرے پہلو مین آ بیٹھا مرا ہمدم ہوا
جان قالب مین ہی مضطر، دم خفا، دل بیقرار — موت ہی آئی، مزاج یار کیا برہم ہوا
ہوش کی بھی اب تو کوئی بات کرتے ہین امیر — کچھ تو وحشت نے کمی کی، کچھ تو سودا کم ہوا

وہ کون تھا، جو خرابات مین خراب نہ تھا — ہم آج پیر ہوئے، کیا کبھی شباب نہ تھا
شکایت اُن سے کوئی گالیون کی کیا کرتا؟ — کسیکا نام، کسی کی طرف خطاب نہ تھا
نہ پوچھ عیشِ جوانی کا ہم سے پیری مین — ۲۲ ملی تھی خواب مین وہ سلطنت شباب نہ تھا
دماغ بحث تھا کسکو وگرنہ اے ناصح — دہن نہ تھا کہ دہن مین مرے جواب نہ تھا
وہ کہتے ہین شبِ وعدہ مین کسکے پاس آتا — تجھے تو ہوش ہی اے خانمان خراب نہ تھا
فلک نے افسرِ خورشید سر پہ کیون رکھا — سبو سے بادہ نہ تھا، ساغرِ شراب نہ تھا
ذرا سے صدمے کی تاب اب نہین، وہی ہم ہین — کہ ٹکڑے ٹکڑے تھا دل اور اضطراب نہ تھا
لپٹ کے چوم لیا منھ مٹا دیا انکار — نہین کا اُنکی سوا اسکے کچھ جواب نہ تھا

غضب کیا کہ اسے تو نے محتسب توڑا | ارے یہ دل تھا مرا، شیشۂ شراب نہ تھا
امیر اب ہین یہ باتین جب اُٹھ گیا وہ شوخ | حضورِ یار کے مُنھ مین ترے جواب نہ تھا

دیکھ اسے درد، جدا ہو نہ دلِ محزون سے ۳۴ | اور اُلجھے گا یہ بیمار جو تنہا ہوگا
ایسا تری رحمت پہ بھروسا ہی کہ مجھ سے | احسان اُٹھایا نہین جاتا ہی دعا کا
بظاہر رہا مجھ سے غافل مگر | کنکھیون سے وہ دیکھے بھالے گا

اے غمِ یار مین نہین مٹتا، | نام مٹتا ہے ناتوانی کا
زیست کا اعتبار کیا ہی امیر ۳۴ | آدمی بُلبلا ہے پانی کا

جب دیکھ لوگے پاس بھری ہیری شکل، تم | پھر تم سے میرے دل کو، دُکھایا نہ جائیگا
چہرہ چھپالین، آنکھ چرالین، حیا سے وہ | جوبن اُبھار پر ہے چھپایا نہ جاے گا
مجھ روسیہ کو قبر مین رہنے دے اے کریم | یہ مُنھ کسی کو مجھ سے دکھایا نہ جاے گا
کیا کہتے ہو، بس دیکھ لیا حال تمھارا | دیکھوگے ابھی تم نے مریجان نہین دیکھا
جان آنکھون سے، دم تن سے نکلتے ہوئے دیکھا | پر دل سے نکلتے ہوئے ارمان نہین دیکھا
اس سرا مین، مین مسافر نہین رہنے آیا | رہ گیا تھک کے اگر آج تو کل جاؤن گا
تڑپ کے مُنھ سے کلیجا نکل پڑے نہ امیر ۳۵ | بہت جو درد اُٹھے، دل پہ ہاتھ دھر لینا
ہم سے دل درد محبت کا دُکھایا نہ گیا | زخم کھایا کیے ٹانکا کبھی کھایا نہ گیا
لاش، بے گور و کفن وادیِ غربت مین رہی | مر کے بھی غیر کا احسان اُٹھایا نہ گیا

وہ ہنس ہنس کے نشتر چبھویا کیا | مین رو رو کے دامن بھگویا کیا
عجب، قدرتِ حق کے ای بُت ہین کھیل | کہ مٹی کے پتلے کو، گویا کیا
بُرا خوابِ غفلت کا ہو، وقتِ کوچ | گئے میرے ساتھی مین سویا کیا
وقفہ نہین اب جرم سے ہوتا ہی یہ فرصت | منھ دیکھ رہا ہون مین چراغِ سحری کا
موقوف جرم ہی پہ کرم کا ظہور تھا ۳۶ | بندے اگر قصور نہ کرتے قصور تھا

شکوہ کسی سے دل شکنی کا کروں میں کیا؟ یہ شیشہ چوٹ کھانے سے پہلے ہی چور تھا

خامشی میں بھی کیا حلاوت ہے ۳۷ کہ کبھی لب سے لب جدا نہ ہوا

فتنے کہتے ہیں اُن نگاہوں سے چشم بد دور تم سے کیا نہ ہوا

کھیت لاکھوں رہے مگر قاتل سبزۂ شمشیر کا ہرا نہ ہوا

دمِ رقص ہاتھوں کو آسانہ ہیہ کہیں، یار، دل پسینے جائے کسی کا

ان ہونٹھوں میں کھیلنا ہنسی کا ۳۸ کھلنا دکھلا گیا کلی کا

اس کڑی کا تحمل تھا کہاں شیشۂ دل ۳۹ وہ کہی بات کہ دل تو نے صنم توڑ دیا

اس غمکدہ میں کٹ گئی یوں اپنی زندگی ۴۰ قیدی کو جیسے روز گزر جائے عید کا

پچتا رہے ہیں خون مرا کرکے کیا حضور ۴۱ اب اسپہ خاک ڈالیے، جو کچھ ہوا ہوا

مٹائے دیدہ و دل دونوں میرے اشک خونیں نے عجب یہ طفل ابتر تھا، نہ گھر رکھا، نہ در رکھا

نہ کی کس نے سفارش میری وقت قتل قاتل سے کمان نے ہاتھ جوڑے، تیغ نے قدموں پہ سر رکھا

تری گردن پہ ہوگا خون حسرت تمہارے بسمل کا نگاہ یاس بس کر دل بھر آتا ہے قاتل کا

نکیرین، اک ذرا دم لینے دو پھر لڑ جھگڑ لینا ابھی تو میں تھکا ماندہ چلا آتا ہوں منزل کا

خدا کی راہ میں دیتا ہے، گھر کا بھر لینا ادھر دیا، کہ اُدھر داخلِ خزانہ ہوا

امیر، لاکھ اِدھر سے اُدھر زمانہ ہوا وہ بُت وفا پہ نہ آیا، میں بے وفا نہ ہوا

عبث ہے ناز تمول پہ ان امیروں کو اُٹھا کے لائے ہیں کوڑا فقیر کے گھر کا

احسان کسی کا اس تن لاغر سے کیا اُٹھے سو من کا بوجھ سایۂ دیوار ہو گیا

اے ترک، تیری تیغ ہمارا گلا کہاں اک یہ بھی اتفاق قضا و قدر ہوا

کیا ہماری گور پر ہے احتیاج روشنی چار جگنو جب چمک نکلے چراغاں ہو گیا

دل، نہ مجروح کیے تڑپانے سے قاتل کا بھرا چٹکیاں رہ رہ گئیں خالی نمکداں ہو گیا

قریب ہے یار، روز محشر چھپے گا کشتوں کا خون کیونکر جو چپ رہے گی زبانِ خنجر لہو پکارے گا آستیں کا

صورتِ غم دلِ عدو گھر آپ کا ہے، آئیے
پر ہیں بے ساماں بہت ہوگئے کیا یاں ہیں آپ؟

جھانک کر روزنِ دیوار سے وہ تو بھاگے
رہ گیا کھول کے آغوش میں در کی صورت

خوشا امیر وہ منعم، کہ ہو کے دولتمند
جھکائے سر شجرِ میوہ دار کی صورت

بات کرتے ہیں تو جاتی ہے ملاقات کی رات
کیا بڑی بات ہے رہ جاؤ یہیں رات کی رات

شام سے صبح تلک چلتے ہیں جامِ مئے عیش
خوب ہوتی ہے بسر اہلِ خرابات کی رات

اسے بر میں جاتا ہوں پر جا سکتا نہیں
دل میں ہے لب تک نہیں آتا فسانِ کوہِ درد

چین اب کسی پہلو، کسی کروٹ نہیں آتا،
سچ ہے کروٹ کی بھی ہوتی ہے بڑی چوٹ

بندہ ہوں تیری محبت کا میں جاؤنگا کہاں؟
بند کرتا ہے قفس میں مجھے صیاد عبث؟

شاید، کسی دلبر کا امیر، آ ہی گیا دل
کیوں ہاتھوں سے تھامے ہوئے پھرتے ہو جگر آج؟

ساتھ پیکاں کے لپٹ کر دل نہ کھنچ آئے کہیں
دیکھو او ظالم ذرا آہستگی سے تیر کھینچ

یہ میکدہ ہے، کہ کوئی طلسم ہے ساقی، ۴۲ جو آئے پیر کی صورت گئے جوان کیطرح

ہجر کی شب ایک تو یوں ہی نہیں آتی ہے نیند
اور بک بک سے تری، ناصح اڑی جاتی ہے نیند

دردِ دل کہتا ہوں میں جب رات کو کہتے ہیں وہ
ختم کیجے یہ کہانی اب ہمیں آتی ہے نیند

تیرے جگنو کا اگر آنکھوں کو بندھتا ہے خیال
کرمکِ شبتاب بنکر صاف اڑ جاتی ہے نیند

غفلت پیری ہے اب، تھی نوجوانی تک ترنگ
رات کے جاگے ہوئے کو جیسے آجاتی ہے نیند

ڈرتی ہے میرے سیہ خانے میں جو آتے ہوئے
موت کو ہمراہ لے لیتی ہے تب آتی ہے نیند

میں تو کیا محفل میں اسکی جا کے سو جاتے ہیں پاؤں
نرم بستر پا کے کیسے پاؤں پھیلاتی ہے نیند

ہجرِ جاناں میں جو سو غم زدوں سے آتی ہے امیر
خفتگانِ خاک کی صورت سلا جاتی ہے نیند

سچ کہہ بلند کسکی ہے، اے خوبرو پسند؟
تجھکو عدو پسند ہے، مجھکو ہے تو پسند،

کھل کر کہو کہ بوسۂ گیسو نہ دیجئے ہم
ہے الجھی الجھی ہمکو نہیں گفتگو پسند

سب آرزوؤں سے چھوٹ گیا کرکے ترکِ حرص ۴۳ کیونکر نہ ہو نہ مجھے دلِ بے آرزو پسند

یہ جھک پڑا جہان وہین دریا بہاد یا   ساقی مجھے ہے ہمتِ دستِ سبو پسند
دن رات ذکرِ شعر و سخن سے ہے کام امیر   باتین یہی پسند یہی گفتگو پسند

کون اُٹھائیگا، تمھاری یہ جفا میرے بعد؟   یاد آئیگی بہت میری وفا میرے بعد
ہے وصیت مری، مرقد پہ یہ لکھدین احباب   کہ کرے کوئی کسی سے نہ وفا میرے بعد

خنجرِ قاتل نہ کر اتنا روانی پر گھمنڈ   سخت کمظرفی ہے اک دو بوند پانی پر گھمنڈ
شمع کے مانند کیا آتش زبانی پر گھمنڈ؟   صورتِ پروانہ کر سوزِ نہانی پر گھمنڈ
گور مین کہتی ہے عبرت قیصر و فغفور سے   کیون نہین کرتے ہو اب صاحبقرانی پر گھمنڈ؟
ہے یہی تاثیر آبِ خنجرِ جلاد مین   چشمۂ حیوان نہ کر تو اپنے پانی پر گھمنڈ
حال پر اجداد و آبا کے تفاخر کیا امیر؟   ہین وہ نادان جنکو ہے قصہ کہانی پر گھمنڈ

چوٹی مین اگر ہے بار تعویذ   لا میرے ہی سر سے مار تعویذ
جب باقی نہین ہجر کی تپ حار   ناحق ہے گلے کا ہار تعویذ
اللہ رے امیر سوزِ فرقت   جل جاتا ہے برق دار تعویذ

تیر کھانے کی ہوس ہے تو جگر پیدا کر   سرفروشی کی تمنا ہے تو سر پیدا کر
کوہکن کوہ کنی شیوۂ عشاق نہین   ہے جو عاشق، دلِ معشوق مین گھر پیدا کر
آخرت مین عملِ نیک ہی کام آئینگے   پیش ہے تجکو سفر، زادِ سفر پیدا کر
عشقبازی کا اگر حوصلہ رکھتا ہے امیر   دل جو لوہے کا تو پتھر کا جگر پیدا کر

ساقیا ابر ابھی آیا نہین میخانے پر   کیون قدح نوش گرے پڑتے ہین پیمانے پر
دل خدا دے جسے وہ داغِ محبت لے مول   عشقِ بلبل پہ ہے موقوف نہ پروانے پر
ہے وہی دوست جسے حسن سے محبت ہوجائے   نہ یہ اپنے پہ ہے موقوف نہ بیگانے پر
مجھ سے رخصت جو ہوا یار شبِ وصل امیر   چھا گئی کیسی اُداسی مرے کاشانے پر

یہی سوزِ دل ہے تو محشر مین جل کر   جہنم اُگل دے گا مجھکو نگل کر

جو شامِ شبِ ہجر دیکھی تو سمجھے
قضا سر پہ آئی ہے صورت بدل کر

یہ میری طرف پاؤن محفل مین کیسے؟
زرا آدمیت سے بیٹھو سنبھل کر

بشر کیون نہ ہو بے وطن ہو کے مضطر
تڑپتی ہے دریا سے مچھلی نکل کر

مرا دل بھی آئینہِ انجمن ہے
دکھاتا ہے سو رنگ صورت بدل کر

قدم جب خوشی سے درِ دل پہ رکھا
صدا غم نے دی دیکھ ظالم سنبھل کر

نکالا جو پیرِ مغان نے تو کیا غم
بلائے گی پھر دخترِ رز مچل کر

یہی سوزِ غم ہے تو اشکون کی صورت
کسی روز بہہ جائے گا دل پگھل کر

اُٹھا اے دل آنکھون سے اتنا نہ طوفان
کنوئین بیٹھ جاتے ہین اکثر اُبل کر

امیر اہلِ مسجد سے اظہارِ تقوے؟
ابھی آئے ہو میکدے سے نکل کر

جورِ ہفت افلاک ہین انسان کے جسمِ زار پر
بوجھ اِن ساتون چھتون کا ہے اسی دیوار پر

یہ مرے بیت الحزن پر چھائی ہے بوسیدگی
ڈرتے ڈرتے سایہ رکھتا ہے قدم دیوار پر

وار کرنے کی نہ قاتل کو ملی گلشن مین بار
دوڑ کر خود رکھ دیا مین نے گلا تلوار پر

باغ سے پہنچے ہین وحشی بے تکلف سوے دشت
پاؤن بھی رکھا نہ مثلِ بوے گل دیوار پر

شمع سان گریان ہے قاتل میرے بالین پر امیر
موت کو روتے ہوئے دیکھا اسی بیمار پر

اور بھی تیر لگا دل پہ مری جان دو چار
ساتھ پیکان کے نکل جاتے ہین ارمان دو چار

جب نکلتے ہین مکان سے وہ بدل کر کپڑے
چاک ہو جاتے ہین رستے مین گریبان دو چار

مجلسِ گورِ غریبان نہین رہتی خالی
روز آرہتے ہین اسمین نئے مہمان دو چار

ہون وہ بسمل مرے زخمون کو مزہ درد کا ہے
نہ بھرے جی جو نہ خالی ہون نمکدان دو چار

امتحان مردمِ دُنیا کا کیا ہم نے امیر
دیو خصلت جو ہزارون ہین تو انسان دو چار

نہ کور باطن ہو اے برہمن، ذرا تو چشمِ تمیز وا کر
خدا کا بندہ، بتون کو سجدہ، خدا خدا کر، خدا خدا کر

جو اُٹھ کے پہلو سے انجمن مین، وہ دور بیٹھے ہین مجھ سے جا کر
رقیب نے دردِ جگر کی دل کو ٹیکدیا ہے اٹھا اٹھا کر

قدم کو لغزش، زبان کو لکنت، ہے رعشہ ہاتھوں کو سر کو چکر — یہ ہم کدھر کو گئی ہے نوجوانی، ان آفتون مین ہمین پھنسا کر
جو آنکھ کھولی، تو کچھ نہ دیکھا، سحر کو سنسان سب سرا تھی — ہوا نہ ہمراہیون سے اتنا کہ ساتھ لیتے مجھے جگا کر
نہ بھول اس زندگی پہ غافل، نہیں ہے کچھ اعتبار اسکا — کہ راہ لے گی یہ اپنی اکدن عدم کا رستہ تجھے بتا کر
بپا ہے طوفانِ بے ثباتی، رواروی مین ہین گرمِ پویا — ہوا مین ناحق بھرا ہوا ہے، حباب دریا مین گھر بنا کر
نہین ہے کوئی جہان مین باقی چلیگی اب تیغِ ناز کس پر — مگر تری قتل گہ مین لائین مسیح مُردے جلا جلا کر
یہ ظلم سارے ہین چند روزہ، ہے ایکدن انتقام کا بھی — امیر حمام گرم کر لین، فقیر کا جھونپڑا جلا کر
خدا ہی باندھے ہوا کچھ ایسی کہ دل ہو اُس گرم خو کا پانی — کیا ہے لوگون نے آگ اُسکو، لگا لگا کر بجھا بجھا کر
امیر میری رگِ گلو کو یہ تیغِ قاتل کی آرزو تھی — ملی وہ آ کر جو بعد مدت تو خوب روئی گلے لگا کر
امیر قسمت مین جو لکھا ہے اُسی کا ہر روز سامنا ہے — خدا ہے مالک، خدا ہے رازق، کسی سے ہرگز نہ التجا کر

منھ پھیر کر وطن کی طرف یون وطن کو چھوڑ — چھوٹے جو بوے گل کی طرح سے چمن کو چھوڑ
اے روح کیا بدن مین پڑی ہے بدن کو چھوڑ — میلا بہت ہوا ہے، اب اس پیرہن کو چھوڑ
ہے روح کو ہوس کہ نہ چھوڑے بدن کا ساتھ — غربت پکارتی ہے کہ غافل، وطن کو چھوڑ
کہتی ہے بوے گل سے صبا آ کے صبحدم — اب کچھ اِدھر اُدھر کی ہوا کھا، چمن کو چھوڑ
تلوار چل رہی ہے کہ یہ تیری چال ہے — اے بت خدا کے واسطے اس بانکپن کو چھوڑ
شاعر کو فکرِ شعر مین راحت کہان **امیر** — آرام چاہتا ہے تو مشقِ سخن کو چھوڑ

مرے پھولون مین یون آؤ چمن صدقے ہو جوبن پر — ملو ہاتھون مین مہندی خون سب کا میری گردن پر
ہجوم ایسا نگاہون کا ہوا ہے آنکی چلمن پر — کہ دُہرے پردے جالی کے پڑے ہین روے روشن پر
الہی وہ بھی دن آئے کہ میرا ہاتھ محشر مین — کبھی جیبِ کفن پر ہو کبھی قاتل کے دامن پر
دورنگی سے نہین خالی ہے کوئی بات اُس [illegible] کی — پیامِ صلح لب پر جنگ کے آثار چتون پر
کدورت کب جگہ پاتی ہے دلمین صاف طینت کے؟ — نہ دیکھا گرد کو جمتے کبھی دریا کے دامن پر
امیر ایسا کیا ویران اجل نے قصرِ شاہی کو — کہ آنکھین رکھ کے روئی بیکسی ایک ایک روزن پر

خدا کو دل ہی مین ڈھونڈھو اِدھر اُدھر نہ پھرو — نہین کتاب کا مطلب کتاب سے باہر

بادۂ سُرخ پیون ساغر و مینا بھر کر — ہو سہم گل مین کرون کیا مین خزینا بھر کر

دل یہ ہی بحرِ محبت مین ہجوم غم و یاس — خوف ہی بیٹھ نہ جائے یہ سفینا بھر کر

حال کیا پوچھتے ہو میرے دلِ پرخون کا — دیکھ لو بادۂ گلرنگ سے مینا بھر کر

نشۂ دولتِ دنیا ہی خمارِ عقبےٰ — مست منعم ہین عبث زر سے خزینا بھر کر

خرابِ عشق لاکھون تاک مین ہین چشمِ ساقی کی — زمانے کے شرابی آ گرے ہین ایک ساغر پر

گڑے مُردے اُکھڑ جائین گے پھر ردبکاری کو — زمانے بھر کے جھگڑے اُٹھ رہے ہین روزِ محشر پر

سیہ کاری سے جی بھرتا نہین پر شرم آتی ہی — کہانتک بوجھ رکھیے کاتبِ اعمال کے سر پر

اجل نے سارے جھگڑے سے چھڑایا — فراغت ملگئی تربت مین گڑ کر

حیا آتی ہی کیا منزل پہ جاؤن، — کہ کانٹے روکتے ہین پاؤن پڑ کر

یہ جنگِ زرگری دَرپردہ ہی صلح — ملا دیتے ہین دل کو آنکھ لڑ کر

جدا سر ہو تو اپنا دردِ سر جائے — کرین کیا دردِ سر صندل رگڑ کر

سنبھل سکتا نہین ہی سر وفورِ ناتوانی سے — اگر تکیے سے اُٹھتا ہی، تو آ رہتا ہی زانو پر

آستین سے جو ہوا دستِ ستمگر باہر — مین یہ سمجھا کہ ہوا میان سے خنجر باہر

داغِ اُلفت مرے دل مین کوئی چھپ سکتا ہی — شمع فانوس کا نور ایک ہی اندر باہر

ہون وہ دیوانہ جو رکھتا ہون مین زندان مین قدم — غل یہ زنجیر مچاتی ہی کہ باہر باہر

سرکشی اہلِ تواضع سے کوئی چلتی ہی. — پست دروازہ سے خود آتا ہی انسان جھک کر

مرتبہ پیشِ خدا ہوتا ہے اتنا ہی بلند — جس قدر چلتا ہی انسان سے انسان جھک کر

جل گیا اُگتے ہی دانا جو مری قسمت کا — آسیا رہگئی انگشت بدندان ہوکر

جلتا ہی دل فراق مین کیونکر خوش آئے ابر — پرکالے آگ کے ہین مجھے لکہ ہائے ابر

ہم بیکسون کا کون عزادار ہی؟ امیر — ہان نیلگون ہی دشتِ ہوا پر ردائے ابر

تھا وہ دیوانہ کہ زندان کی محبت نہ گئی　　رہ گیا چار قدم سوے بیابان چل کر

ملا نامِ خدا وہ مرتبہ تجھکو حسین ہوکر　　فلک کرتا ہی مجرا تیری چوکھٹ کو زمین ہوکر
نہ بچے گی آبرو دنیا مین تو عزلت نشین ہوکر　　صدف مین بیٹھ رہنا چاہیے دُرِ ثمین ہوکر

نوجوانی ہی نہ پوچھو رُخِ جانان کی بہار　　کچھ عجب موسمِ گل مین ہی گلستان کی بہار
باغبان سے کہو پھولے نہ بہت پھولون پر　　چار دن ہی یہ گل و لالہ و ریحان کی بہار

عجب لذت بھری تلوار سے قاتل نے مارا ہی　　مرا خون اسکے سر پر اسکا احسان میری گردن پر
گلا کٹوا مزے لے لے کے پھر ای دل کہان یہ دن　　کبھی گردن ہو خنجر پر کبھی خنجر ہو گردن پر

مین اس ادا کا ہون تیری کشتہ مین اس نے الٹ کا تیری کاکل　　لگائی تلوار جب جھپک کر تو کھا گئی بل کمر لچک کر
جو تیرے احسان ہین جفا سے ہیری ہین شکر اسکا ادا کرون کیا　　دعائین دیتی ہی ہڈی ہڈی کمر بدن کی چٹک چٹک کر
مین وہ ہون نازک مزاج بلبل نہین مجھے تابِ نکہتِ گل　　دماغ کرتی ہین کیون پریشان چمن مین کلیان چٹک چٹک کر

بوسے کوئی مانگے تو نہین کہتے ہین ہنسکر　　انکار مین بھی صاف ہین اقرار کے انداز

یون دل مرا ہی اُس صنمِ دلربا کے پاس　　جس طرح آشنا کسی ناآشنا کے پاس
بولا وہ بت سرہانے مرے آکے وقتِ نزع　　فریاد کو ہماری چلے ہو خدا کے پاس
توفیق اتنی دے مجھے افلاس مین خدا　　حاجت نہ لے کے جاؤن کبھی اغنیا کے پاس
رہتے ہین ہاتھ باندھے ہوئے گلرخانِ دہر　　یارب ہی کس بلا کا فسون اس حنا کے پاس
پیچھے پڑا ہی افعیِ گیسو کے دل امیر　　جاتا ہی دوڑ دوڑ کے یہ خود قضا کے پاس

ذبح ہوکر پیاس کم ہو تشنۂ دیدار کی　　اسقدر پانی کہان قاتل ترے خنجر کے پاس
یون عیان ہین ضعف سے پہلو مین پیکر استخوان　　جیسے صفحے پہ خطِ مسطر خطِ مسطر کے پاس

کرتے ہو کیا لباس سے آرایشِ بدن　　اک روز فرشِ خاک ہی مسند، کفن لباس

ہون وہ گدا، ہی مجتمع گھر مین مرے خلقِ خدا　　گویا کہ نقشِ بوریا ہی نقش جب عامل کے پاس
جب تک کہ ہی سر دوش پر جائیگا کیونکر دردِ سر　　صحت کہان عیسیٰ کے گھر چلیے کسی قاتل کے پاس

آنکھین تری سفاک ہین، خونریز ہین، چالاک ہین　　دو ساحرِ بیباک ہین بیٹھے ہین دونون مل کے پاس

کٹ بھی چکے کہین کہ ہو یہان سر وبالِ دوش　　قاتل کو بھی ہو تیغ دو پیکر وبالِ دوش
اے تیغ یار جلد سبکدوش کر کہین　　ناطاقتی سے ہو مجھے اب سر وبالِ دوش
پی جاؤن ایک سانس مین دو مجکو سبو فروش　　کب تک سبوے بادۂ احمر وبالِ دوش

فلک نے جب کوئی جگہ بڑا دیا ہمکو　　نظر مین پھر گئی تیری نگاہ کی گردش
تمھاری سیدھی نظر نے تو یہ دیئے چرکے　　خدا دکھائے نہ ترچھی نگاہ کی گردش

یہ ایک حسن لاکھ شرافت سے بڑھ کے ہے　　نادان ہو دے کے دل جو کرے ذات کی تلاش
پیری مین چاہیے نہ جوانی کی آرزو　　بےعقل ہو جو دن کو کرے رات کی تلاش

سیدھی نگاہ مین ہین تری تیر کے خواص　　ترچھی ذرا ہوئی تو ہین شمشیر کے خواص

ہوتا ہو مجکو روز جو عارض نیا مرض　　اللہ کیا ہو میرے مرض کی دوا مرض
اسکو غمِ وصال ہو اُسکو تپِ فراق　　دل کو جدا مرض ہو جگر کو جدا مرض
جھنجھلا کے بولے اُنسے جو لپٹا مین بار بار　　پیدا ہوا ہو آج یہ تمکو نیا مرض
ہر وقت اوڑھنا ہو بچھونا ہو شاعری　　سچ ہو امیر تمکو ہوا یہ بُرا مرض

مکان سے ہو نہ کچھ ہم کو لامکان سے غرض　　جہان حضور ملین ہم کو ہو وہان سے غرض
حرم سے کام، نہ مطلب ہو دیر سے ہم کو　　سرِ نیاز کو ہو تیرے آستان سے غرض
کسے ہو فکرِ مضامین تازہ کی فرصت؟　　امیر ہے مجھے شیرینیِ زبان سے غرض

کرتا ہون مین تو روز روانہ اِدھر سے خط　　لکھا نصیب کا، نہین آتا اُدھر سے خط
چڑھیے نہ ماہتابی پہ اُلٹے ہوے نقاب　　لکھوائیے غلامی کا پہلے قمر سے خط
مین تھام لون جگر کو بہت ہو یہ بےقرار　　قاصد، ٹھہر، نہ کھول ابھی تو کمر سے خط
پڑھنے دیا نہ دل کی تڑپ نے مجھے امیر　　ایسے ہجومِ شوق مین آیا اُدھر سے خط

بھیجا جو کبھی ہم نے دیکھا بھی نہ سارا خط　　عینک کی طرح اُسنے نظرون سے اُتارا خط

قسمت کا لکھا دیکھو بھیجا بھی اگر قاصد
اک حرف نہ سمجھے وہ گو پڑھ گئے سارا خط

یان ہم بشتق رہی برسون اک دن نہ کہا اُسنے
لکھوائینگے کچھ ہم بھی دیکھین تو تمھارا خط

کیا شوق ہی بنا کے کبوتر کو نامہ بر
ایک ایک پر مین باندھ دیے چار چار خط

بھیجا جو یار تک نہین پہنچا یہ کیا ہوا
ڈوبا کہ جل گیا مرے پروردگار خط

جان، بزم مے ومعشوق، غنیمت، واعظ
خلد مین ہاتھ نہ آئے گی یہ صحبت واعظ

تو جو رندون کی حقیقت نہین سمجھا، نہ سمجھ
رند سمجھے ہین تری خوب حقیقت واعظ

جام مے دیکھ کے جامے سے ہوا تو باہر
پی لے دو گھونٹ تو کیا ہو تری صورت واعظ

ایسے پڑھنے سے تو اچھا تھا کہ جاہل رہتا
نہ حیا تجھ مین ہی باقی نہ مروت واعظ

اپنی کچھ کہہ، مری کچھ سُن تو مزہ بھی اُٹھے
تا کجا تذکرہ دوزخ و جنت واعظ

فصل گل مین بھی ہی محروم تو گلگون سے
دن تو اچھے ہین بُری ہی تری قسمت واعظ

مست ہم دختر رز کے ہین، وہ حور کے امیر
کبھی سمجھے گا نہ رندون کی حقیقت واعظ

چُپ بھی ہو بک رہا ہی کیا واعظ
مغز رندون کا کھا گیا واعظ

ہجو مے کر رہا تھا منبر پر
ہم جو پہنچے تو پی گیا واعظ

دختِ رز کو بُرا، مرے آگے
پھر نہ کہنا کبھی سُنا واعظ

آج کرتا ہون وصف مے مین امیر
دیکھون کہتا ہی اسمین کیا واعظ

پہلے اُسی سے ہونگے سارے سوال محشر
خود بھی ڈرے نہ تنہا ہمکو ڈرا گئے واعظ

میرے دل مین نہین ہین ارمان جمع
گھر مین اللہ کے ہین مہمان جمع

سیکڑون عیش کے ہین سامان جمع
پر نہین خاطر پریشان جمع

جوش سودا، خیال خط، غم زلف
ہین پریشانیون کے سامان جمع

آرزو، داغ، بیکسی، حسرت
کیسے کیسے ہین دل مین مہمان جمع

آج اٹھین گے زخمیون کو مزے
ہو رہے ہین وہان نمکدان جمع

اب ملے گی سخن کی داد امیر　　آج محفل میں ہیں سخندان جمع

جب گنہگاروں پہ تیرے رحم فرماتی ہے تیغ ۴۵　　ابر رحمت بنکے مقتل میں برس جاتی ہے تیغ

واہ رے شوق شہادت ایک پر گرتا ہے ایک　　عمر گزری ہے کہ دم لینے نہیں پاتی ہے تیغ

چین پیشانی پہ، ابرو پر شکن اچھی نہیں　　دیکھیے بیکار ہو جائے گی بل کھاتی ہے تیغ

روحیں قالب سے نکل آتی ہیں ہائے شوق کے　　میان سے اس کے نکلنے بھی نہیں پاتی ہے تیغ

یہ لگاوٹ یہ کھنچاوٹ یہ چلیں یہ بانکپن،　　قہر کی چالیں تجھے اے ترک سکھلاتی ہے تیغ

سخت جانی نے خجل کس کس کو مقتل میں کیا　　اس سے شرماتا ہوں میں اور مجھ سے شرماتی ہے تیغ

بسملوں کا جذبۂ شوق شہادت دیکھنا　　میان سے بیتاب ہو کر خود نکل آتی ہے تیغ

ہے یہ بازار جزا اے تیغ زن اپنی خبر　　دیکھ وہ تیری قضا کھینچے ہوئے آتی ہے تیغ

سخت عاجز ہے ہماری سخت جانی دیکھ کر　　پیستی ہے دانت، سر پتھر سے ٹکراتی ہے تیغ

ہے پری آنے میں، بجلی سے سوا جانے میں ہے　　ناز سے آتی ہے اور انداز سے جاتی ہے تیغ

خضر رہ بھی ہے، فقط رہزن نہ اسکو جانیے　　جان لیتی ہے تو منزل پر بھی پہنچاتی ہے تیغ

اور میری تشنہ کامی پر کسے آتا ہے رحم؟　　حلق میں دو بوند پانی آ کے ٹپکاتی ہے تیغ

رعب ایسا آگیا ہے سخت جانی کا امیر　　موت میری دور ہی سے مجکو دکھلاتی ہے تیغ

نہ آئے شب کو میسر اگر، نہ آئے چراغ　　کہ داغ سینے کے روشن ہیں یاں بجائے چراغ

نقاب ڈال کے آئے ہیں وہ تو کیا پروا　　چھپے نہ پردۂ فانوس میں ضیائے چراغ

لنڈھے شراب کے ساغر، جو محتسب آیا　　ہوا غضب کی چلی یک قلم بجھائے چراغ

عبث ہے سامنے جاہل کے شعر کا پڑھنا　　وہ بے تمیز ہے اندھے کو جو دکھائے چراغ

خدا ہے دل جو بچے حادثوں کے جھونکوں سے　　کہاں تلک تہ دامن کوئی چھپائے چراغ

رہے نہ داغ جوانی امیر پیری میں　　جلائے شب کو، سحر ہوگئی بجھائے چراغ

نور عرفان کے لیے آنکھوں میں آنسو ہیں ضرور　　نور دیتا ہے جب روغن سے مملو ہو چراغ

شمع کافوری مبارک منعموں کی بزم کو
ہیں ہمارے خانۂ تاریک میں جگنو چراغ

سینہ ہی پُر داغ، اشکوں میں ہیں لختِ دل امیر
باغ میں گویا کہ روشن ہیں کنارِ جو چراغ

زلفیں آئی ہیں لٹک کر روے جاناں کی طرف
پاؤں پھیلائے ہیں اس کافر نے قرآں کی طرف

گھر سے اُٹھے تھے کہ جائیں گے گلستاں کی طرف
وحشتِ دل لے چلی ہمکو بیاباں کی طرف

دل کے اک اک گور سے ہم دیر تک رویا کیے
۴۶ لے گئی عبرت جو کل گورِ غریباں کی طرف

کچھ تو تمکو چاہیے اپنے اسیروں کا خیال،
روز آنکلا کرو دم بھر کو زنداں کی طرف

آپ سے جاتا نہیں ہر بار میں مجبور ہوں
دل کھنچا جاتا ہے میرا کوے جاناں کی طرف

چاہتا ہوں وصل اُس سے جو دو عالم میں نہیں
مجکو دیکھو اور میرے دل کے ارماں کی طرف

اب کہیں یارانِ رفتہ کا نشاں ملتا نہیں
شوقِ دل لے چل مجھے گورِ غریباں کی طرف

جا کے اب یاروں کی تنہائی میں دیکھوں گا امیر
لے چلی ہے بیکسی گورِ غریباں کی طرف

شوخیاں کہتی ہیں ہم ہیں اُسکی چتون کی طرف
چتونیں کہتی ہیں ہم ہیں چشمِ پُرفن کی طرف

سیر دیکھو دل بھی ہے اُس شوخِ پُرفن کی طرف
دوست ہو کر بولتا ہے میرے دشمن کی طرف

تیرِ مژگاں، تیغِ ابرو، دونوں حامی ہیں مرے
ایک سینہ کی طرف ہے ایک گردن کی طرف

لاابالی جب نکل چلتے ہیں پھر رُکتے نہیں
۴۷ بوے گُل کب دیکھتی ہے پھر کے گلشن کی طرف

لاکھ اُچھالے وحشتِ دل کوے جاناں سے امیر
میں نہ صحرا کی طرف جاؤں نہ گلشن کی طرف

ہیں نہ زندوں میں نہ مُردوں میں کمر کے عاشق
نہ اِدھر کے ہیں الٰہی، نہ اُدھر کے عاشق

جتنے ناوک ہیں کماندار ترے ترکش میں،
کچھ مرے دل کے ہیں کچھ میرے جگر کے عاشق

برہمن دیر سے، کعبے سے پھر آئے حاجی،
ترے در سے نہ سرکنا تھا نہ سرکے عاشق

آنکھ دکھلاؤ اُنھیں مرتے ہوں جو آنکھوں پر
ہم تو ہیں یار، محبت کی نظر کے عاشق

بیکسی، درد، الم، داغِ تمنا، حسرت،
چھوڑے جاتے ہیں پسِ مرگ یہ گھر کے عاشق

بے سبب سیرِ شبِ ماہ نہیں ہے یہ امیر
ہو گئے تم بھی کسی رشکِ قمر کے عاشق

ہم تھے اور چہرۂ محبوب کا نظارہ امیر | شعلۂ حسن تھا جس روز نہ پروانۂ عشق
بیخودی تا بکجا ؟ آپ میں آؤ بھی امیر | دیر سے بیٹھے ہیں احباب تمھارے مشتاق

آئی جو کھل کے زلف رسا سر سے پاؤں تک | لینے لگی بلائیں ادا سر سے پاؤں تک
لاغر ہوں اسقدر نہ مجھے پہچانتی نہیں ، | رہ رہ کے دیکھتی ہے قضا سر سے پاؤں تک
گنڈا نظر گذر کا پنھائے گی آپ کو | قد ناپتی ہے زلف رسا سر سے پاؤں تک
پہنچائے کربلا میں جو بخت رسا امیر | ملیے بدن میں خاک شفا سر سے پاؤں تک

کتنے بدبخت تھے جو چھوڑ گئے رسم ستم | مر چکے پھر بھی لکھے جاتے ہیں عصیاں اب تک

میں ہوں وہ ناتواں جب آہ کھینچی ، | تو ٹھہری سو جگہ دل سے زباں تک
کڑی ہے اسقدر منزل عدم کی ، | کہ مر مر کر پہنچتے ہیں وہاں تک
ہزاروں حسرتوں کا ہوگیا خون | کہاں تک پاس رسوائی کہاں تک

مرے ہر عضو کو ہے اُس بت خونخوار سے لاگ | دل کو ہے تیر سے گردن کو ہے تلوار سے لاگ
ہم نہ ہیں دوست کسی کے نہ کسی کے دشمن | یار سے ہمکو لگاوٹ ہے نہ اغیار سے لاگ
تارے گن گن کے شب ہجر بسر کرتا ہوں | کیا کروں خواب کو ہے دیدۂ بیدار سے لاگ
بے طرح حال تمھارا جو میں پاتا ہوں امیر | ہوگئی کیا کسی معشوق طرحدار سے لاگ

واہ کیا خوب پر و بال نکالے بلبل ، | اُڑتے ہی پڑ گئی صیاد کے پالے بلبل
تو گرفتار ہے صیاد کا سمجھے تو مزاج | تھوڑی تھوڑی ابھی آواز نکالے بلبل
خوش بیانی ہے تری سارے چمن میں مشہور | کچھ تو صیاد کو باتوں میں لگالے بلبل
دھیان صیاد کا گلچیں کا خطر خوف خزاں | ہو بلا ایک تو سر سے اسے ٹالے بلبل
پھول گلشن میں نہ آئے تھے کہ صیاد آیا | دل کے ارمان کہو خاک نکالے بلبل

اُنھیں درکار ہے اک چلبلا دل | یہ سنتا تھا کہ بجلی بن گیا دل
اُسے دیکھا تصدق کر دیا دل | کسی کو کیا مری آنکھیں مرا دل

جگہ دے غیر کو بھی ساتھ میرے | کب اس پہلو یہ آتا ہے مرا دل
وہ بولے واہ بوسہ دین تو دل لین | سنئے دل دینے والے تم نے یا دل
پٹک کر دل مرا جھنجھلا کے بولے | بڑا اوچھا ہی تو لے جا اٹھا دل
تمھین افسردہ پایا بجھ گیا جی | تمھین دیکھا شگفتہ کھل گیا دل
امیر اس ناز سے ظالم نے دیکھا ۷۸ | نگاہین بول اٹھین وہ لے لیا دل

دل ربا تیری نظر مین ہی اگر بیکار دل | لا مجھی کو پھیر دے پھر دے ہی سو بار دل

جب یار ہوا جفا کے قابل | تب ہم نہ رہے وفا کے قابل
ہے خوف سے سارے تن مین رعشہ | اب ہاتھ کہان دعا کے قابل
کلفت سے امیر صاف کر دل | یہ آئینہ ہی جلا کے قابل

سوا کہ زندہ رہا نامہ بر نہین معلوم | کچھ آج تک ہمین اسکی خبر نہین معلوم
مکان دل مین ہی کس کا گزر نہین معلوم | یہ بیخودی ہی کہ گھر کی خبر نہین معلوم
مین جسکو دیتا ہون اس فتنہ گر کے نام کا خط | وہ ٹالتا ہی کہ مجکو تو گھر نہین معلوم
تری گلی ہی کہ میدان حشر ہی؟ قاتل | یہان کسی کو کسی کی خبر نہین معلوم
بھٹکتے پھرتے ہین ہم مثل گرد راہ امیر | ہوا یہ قافلہ راہی کدھر نہین معلوم

ترے جور و ستم اٹھائین ہم | یہ کلیجہ کہان سے لائین ہم
اے لب یار کیا ترے ہوتے | لب ساغر کو منھ لگائین ہم
زندگی مین ہی موت کا کھٹکا | قصر کیا، مقبرہ بنائین ہم

خط دے کے تجھے کوچہ جلاد مین بھیجا | کچھ خیر ہے قاصد ترے دشمن تو نہین ہم

ہوئے ہیں چور نگ وصل یار مین ہم | اچھے پھولے پھلے بہار مین ہم

ہجوم آرزو نے مار ڈالا | کہان پائین دل بے آرزو ہم

کیا دیر ہے امیر کے عفو گناہ مین؟ ۷۹ | اللہ کیا کمی ہے تری بارگاہ مین

آئے ہو تیغ کھینچ کے تم قتل گاہ مین ، ۵۰ تولو تو پہلے موے کمر کو نگاہ مین
پیری مین قدِ نگون جو ہوا دانت بھی چلے بھاگڑ پڑی شکستِ علم سے سپاہ مین
کشتی ضرور تھا مری تیرے اے فقیر ڈوبے نہ قلزمِ کرمِ بادشاہ مین
بے قصد لب سے بھی کبھی ہوتا ہے کارِ نیک شب کو چراغِ غول جلاتے ہین راہ مین
دعوی بہت تھا سنگدلی کا حضور کو کیون دل پکڑ کے بیٹھ گئے ایک آہ مین
ہے نقشِ دل پہ صورتِ توحید اے امیر ہون محوِ ذکرِ "اَشْہَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ" مین

گلے مین ہاتھ تھے شب اُس پری سے راہین تھین سحر ہوئی تو وہ آنکھین نہ وہ نگاہین تھین
کیا یہ شوق نے اندھا مجھے نہ سوجھا کچھ وگرنہ ربط کی اُس سے ہزار راہین تھین
حسین زر کے ہین طالب کا اب ہین گردِ امیر غریب ہم تھے تو یہ پیار تھا نہ راہین تھین

واکردہ چشم دل صفتِ نقشِ پا ہون مین ہر رہ گزر مین راہ تری دیکھتا ہون مین
مطلب جو اپنے اپنے کہے عاشقون نے سب وہ بُت بگڑ کے بول اُٹھا کیا خدا ہون مین
اے انقلابِ دہر مٹاتا ہے کیون مجھے ۵۱ نقشے ہزارون مٹ گئے ہین تب بنا ہون مین
محنت یہ کی کہ فکر کا ناخن بھی گھس گیا عقدہ یہ آجتک نہ کھلا مجھ پہ کیا ہون مین
رسوا ہوئے جو آپ تو میرا قصور کیا؟ جو کچھ کیا وہ دل نے کیا جھیلتا ہون مین
مقتل ہے میری جان کو وہ جلوہ گاہِ ناز دل سے ادا یہ کہتی ہے تیری قضا ہون مین
مانندِ سبزہ اُس چمنِ دہر مین امیر بیگانہ وار ایک کنارے پڑا ہون مین

جب خود وہ چھپاتے ہین عارض نقاب مین کہتا ہے حُسن مین نہ رہون گا حجاب مین
بے قصد لکھ دیا ہے گلہ اضطراب مین دیکھون کہ کیا وہ لکھتے ہین خط کے جواب مین
دو کی جگہ دیے مجھے بوسے بہک کے چار تھے نیند مین، پڑا انھین دھوکا حساب مین
سمجھا ہے تو جو غیبتِ پیرِ مغان حلال واعظ، بتا یہ مسئلہ ہے کس کی کتاب مین
دامن مین آ گئے خون کی چھینٹین پڑین امیر بسمل سے پاس ہو نہ سکا اضطراب مین

خنجر بکف جو اپنے قاتل کو دیکھتے ہین، دل ہم کو دیکھتا ہی، ہم دل کو دیکھتے ہین
واماندہ دور سے یون منزل کو دیکھتے ہین کشتی شکستہ جیسے ساحل کو دیکھتے ہین
آنکھون کو بند کرلین، خالق سے لو لگائین کیون غرق ہونے والے ساحل کو دیکھتے ہین
کیون مُنھ بنا رہے ہو؟ بوسے کے مانگنے پر خوش ہوتے ہین سخی جب سائل کو دیکھتے ہین
دنیا، امیرؔ ساری ہی محفل مشائخ دیتا ہی جان اسیرِ جس دل کو دیکھتے ہین

عروسِ مرگ پہ جو دل نثار کرتے ہین لپٹ کے خنجرِ قاتل کو پیار کرتے ہین
ہزار شکر گئین بدگمانیان اُنکی، وہ میری بات کا اب اعتبار کرتے ہین
دل و جگر کو نکالو بھی میرے سینے سے تڑپ تڑپ کے مجھے بیقرار کرتے ہین
خدا نے آن حسینون کو دی ہی اور ہی کیا بس اتنی بات پہ یہ افتخار کرتے ہین
چلو امیرؔ چلو تا کجا اقامتِ دہر مسافرانِ عدم انتظار کرتے ہین

پھکتے ہین اعضا یہ گرمی ہی تنِ محرور مین جا ئیے ہیزم، استخوان جلتے ہین اس تنور مین
سچ ہی اہلِ درد سے ہوتا نہین رونے کا ضبط اشک رہتے ہین لبالب دیدۂ ناسور مین
سب کو لنگر خانۂ خالق سے حصّہ مل چکا کیا مری قسمت کی روٹی جل گئی تنور مین
سینۂ پُر درد مین کسیا روح کو آرام ہو کون سویا چین سے ہمسایۂ رنجور مین
کیسے موسیٰ، لنترانی کی صدا کیسی امیرؔ حسن کے نیرنگ تھے خلوت سرائے طور مین

سہواً کسی سے اپنی کہانی اگر کہون طاقت جواب دے سکے بارِ دگر کہون
طولِ شبِ فراق کا قصّہ نہ پوچھیے، محشر تلک کہون مین اگر مختصر کہون
قاصد یہ کوے یار سے کہتا ہوا پھرا، اپنی خبر نہین مجھے کسکی خبر کہون
سُنتے ہین آپ سارے زمانے کا دردِ دل کہیئے تو مین بھی قصّۂ سوزِ جگر کہون
حاصل صفائے قلب ہی آئینے کی طرح کیون مُنھ پہ صاف صاف نہ اُس کے ہنر کہون
وقفہ بہت قلیل ہی حسنِ شباب کا بڑھ کر کہون تو جلوۂ برقِ شرر کہون

ہرگز نہ فرق آئے مری بات مین امیر   اک بار جو کہا ہے وہی عمر بھر کہون

وطن کی یاد ہے بلبل ہزار غربت مین   یہی ہے ایک بڑی غمگسار غربت مین

شگفتگی کے ہوئے سامان ہزار غربت مین   پر ایک سی ہے خزان و بہار غربت مین

گلِ وطن کی جو بو لے چلی اڑا کے مجھے   لپٹ گئے مرے دامن سے خارِ غربت مین

امید و بیم و غمِ بیکسی و دردِ فراق   یہی رفیق ہین دو تین چار غربت مین

بچھا کے مین نے مصلا پڑھا دوگانۂ شکر   اگر ملا شجرِ سایہ دار غربت مین

قرار گھر مین، بیابان مین اضطراب ہے کیون؟   وہی وطن ہے وہی کردگار غربت مین

امیر جاتی جوانی یہ مجھ سے کہتی ہے   خزان نہ سمجھو مجھے آخری بہار ہون مین

کیا مست نگاہین مجھے دکھلا گئین آنکھین   دو جام تھے لبریز کہ چھلکا گئین آنکھین

اورون سے تو بیباک سرِ بزم لڑا کین   عاشق سے ہوئین چار تو شرما گئین آنکھین

اس ناز سے دیکھا کہ سہم کٹ گئے عاشق   ایک ایک کو ایک ایک سے لڑوا گئین آنکھین

تا چند، امیر اس چمنستان کا نظارہ   دل سیر سے اکتا گیا، پتھرا گئین آنکھین

یہ جلسے یہ صحبت یہ عالم کہان؟   خدا جانے، کل تم کہان، ہم کہان؟

الٰہی ہو دل جائے آرامِ غم   نہ ہوگا جو یہ جائے گا غم کہان؟

کہون اُسکے گیسو کو سنبل مین کیا   کہ سنبل مین یہ پیچ یہ خم کہان؟

زمانہ ہوا غرقِ طوفان امیر   ابھی روئی یہ چشمِ پرنم کہان؟

ظاہر مین ہم فریفتہ حسنِ بتان کے ہین   پر کیا کہین نگاہ مین جلوے کہان کے ہین؟

یارانِ رفتہ سے کبھی جا ہی ملین گے ہم   آخر تو پیچھے پیچھے اسی کاروان کے ہین

ٹھکرا کے میرے سر کو وہ کہتے ہین ناز سے   لو ایسے مفت سجدے مرے آستان کے ہین

شکوہ شبِ وصال مین تا چند؟ چُپ بھی ہو   اے دل! نکالے تو نے یہ جھگڑے کہان کے ہین

دنیا مین بھی سفر، ہے عقبیٰ مین بھی سفر   ہم لوگ رہنے والے الٰہی، کہان کے ہین؟

خنجر کو جو ہوس کے کہتے ہیں میرے زخم ۵۲ ظالم مزے بھرے ہوئے تجھ میں کہاں کے ہیں؟
وہ اور وعدہ وصل کا، قاصد، نہیں نہیں ۵۳ سچ سچ بتا یہ لفظ انھیں کی زبان کے ہیں؟
بلبل کو شوقِ گل تھا، نہ قمری کو عشقِ سرو ۵۴ سارے یہ گل کھلائے ہوئے باغبان کے ہیں
اُن ابروؤں سے، حضرتِ دل، روز سامنا — کہیے تو ایسے آپ بہادر کمان کے ہیں؟
اُس طفلِ تند خو سے جو ملتا ہوں میں امیر — کہتے ہیں لوگ ڈھنگ یہ ایسے لڑکپن کے ہیں

نہاں رہتا ہے آئینہ سے وہ بیگانہ خو برسوں — حیا دیکھو نہیں آتا ہے اپنے روبرو برسوں
تڑپ کر دل نے میرے مدتوں رسوا کیا مجکو — بہا کر اشک آنکھوں نے ڈبوئی آبرو برسوں
مزہ یہ ذبح میں پایا کہ کرتا ہے دعا بسمل — رہے یوں ہی الٰہی، ربطِ شمشیر و گلو برسوں
کوئی میرے برابر کیا کرے گا ضبطِ الفت کو — نہیں آتا زبان تک دل سے حرفِ آرزو برسوں
کبھی ہم کو بھی تھا اے دردِ دعویٰ ضبطِ الفت کا — پلیٹ جاتے تھے نالے دل سے آ کر تا گلو برسوں
پسیجا دل نہ اُسکا بھی کبھی تیری طرح قاتل — کیا خنجر سے ہم نے شکوۂ دردِ گلو برسوں
کہاں ہونگی امیر ایسی ادائیں حور و غلماں میں — رہے گا خلد میں بھی ہمکو لکھنؤ برسوں

بے حجابانہ مرے گھر جو وہ آجاتے ہیں — ایک تصویر درِ دل پہ لگا جاتے ہیں
دم کے دم کو مرے پہلو میں جو آ جاتے ہیں — دل لگانے کی جگہ تیر لگا جاتے ہیں
پتلیاں تک بھی تو پھر جاتی ہیں دیکھو دمِ نزع — وقت پڑتا ہے تو سب آنکھ چرا جاتے ہیں
حسن کی شان کو ہے بوقلمونی لازم — کیا کہوں کیسے وہ نیرنگ دکھا جاتے ہیں؟
ملک الموت کبھی بن کے سلا دیتے ہیں — فتنۂ حشر کبھی بن کے جگا جاتے ہیں
کیا بلا ہو کے وہ گیسو مجھے لپٹے ہیں امیر — آنکھ جو بند تو دل پر مرے چھا جاتے ہیں

میں الفت کے، وہ حسن کے جوش میں — نہ میں ہوش میں ہوں، نہ وہ ہوش میں
نہ اُٹھو ابھی بزم سے میکشو — ہمیں بھی تو آ لینے دو ہوش میں
قدم پر جو گرنے لگا غش میں میں — کہا ہٹ کے آؤ ذرا ہوش میں

پلا وصل مین مے نہ اُن کو امیر — مزہ کیا؟ رہے جب نہ وہ ہوش مین

شیشے کے دل کے راز کسی پر عیان نہین — شیشے کو دیکھ لو کہ دہن ہر زبان نہین
سوجو خشتِ خم ہے اگر نردبان نہین، — اتنی تو مے فروش کی اونچی دکان نہین؟
مردہ جو مجھ غریب کا بے گور رہ گیا — ۵۵ دو گز بھی کیا زمین تہ آسمان نہین؟
کیا کیا کرین گے قتل سنورنے تو دو انھین — پنہان ہر تیغ زنگ مین جوہر عیان نہین
مرقد مین بھی نصیب کی گردش ہی رہی — سمجھے تھے ہم زمین کے تلے آسمان نہین
زندان جمین ہے وحشی نازک مزاج ہون — پھولون کی ہدھیان ہین مری بیڑیان نہین
پیری مین اور بھی مجھے زینت ہوئی نصیب — اُتو قبا سے تن پہ ہے یہ جھریان نہین
ایذا کا خوف صاحبِ تمکین کو کیا؟ امیر — نشتر سے آشنا رگِ سنگِ گران نہین

مرتبہ تیغ ادا کا وہی بسمل سمجھین، — زیست کو مرگ مسیحا کو جو قاتل سمجھین
قاتلون سے کہو سر کاٹ کے مغرور نہ ہون — اپنے سر کو بھی تہِ خنجرِ قاتل سمجھین
یون تو ہر غنچہ گلِ شکل صنوبر ہے امیر — جس مین کچھ درد کی بو آسے اُسے دل سمجھین

دامنِ رحمت اگر آیا ہمارے ہاتھ مین — پھول ہو جائین گے دوزخ کے شرارے ہاتھ مین
پوچھتے ہو کس سے؟ جو چاہو کرو، مختار ہو — دل تمھارے ہاتھ مین ہے یا ہمارے ہاتھ مین
لطف اُٹھے سیرِ ساحل کا شبِ مہتاب مین — ہاتھ اُسکا ہو جو دریا کے کنارے ہاتھ مین
ہم وہ مجرم ہین کہ دوزخ ہمکو خس خانہ ہوا — حورین دوڑین لیکے جنت سے ہرارے ہاتھ مین
ہم بہت لاغر ہین پہنا و نہ ہمکو ہتھکڑی — ڈال دو چھلا کوئی اپنا ہمارے ہاتھ مین
حلقۂ گیسوے جانان وہ بلا ہے اے امیر — چھپ رہی ہین مچھلیان دہشت کے مارے ہاتھ مین

ہم جو مستِ شراب ہوتے ہین، — ذرّے سے آفتاب ہوتے ہین
کیا کہین کیسے روز و شب ہم سے — عمل ناصواب ہوتے ہین؟
وہی رہ جاتے ہین زبانون پہ — شعر جو انتخاب ہوتے ہین

آنسوؤن سے امیر ہین رسوا ایسے لڑکے عذاب ہوتے ہین

وصل مُحبت ہوتا نہین ہے، یا خدا ملتا نہین؟ ڈھونڈھنے پر آدمی آئے تو کیا ملتا نہین؟
ذبح کرتا ہے تو میرے دست و بازو کھول دے رحم کر قاتل کہ بے تڑپے مزا ملتا نہین
حسرتین گھیرے ہین اس کثرت سے بسمل کو ترے روح نکلے تن سے اتنا راستہ ملتا نہین
اک مجھی سے رہگیا سارے زمانے کا حجاب کون ہے؟ جس سے وہ عالم آشنا ملتا نہین
اتنی تیزی کر نہ قاتل ذبح کرنے مین مرے، دم تو لینے دے تڑپنے کا مزا ملتا نہین
جس لحد مین دیکھیے نشتر ہین ان کے اے امیر خاک کے نیچے بھی کُنجِ ازدوا ملتا نہین

مے میئن کیا کہ کچھ فضا ہی نہین ساقیا، باغ مین گھٹا ہی نہین
خضر کیا جانین مرگ کی لذت؟ اِس مزے سے وہ آشنا ہی نہین
کس طرح جائین؟ انکی محفل مین، جنکے دل مین ہماری جا ہی نہین
مرنے والون سے کہتے ہین وہ امیر کیا تمھاری کبھی قضا ہی نہین؟

مرے مرقد کو ٹھکرانے قیامت بنکے آتے ہین پڑا ہون مین یہان آکر تو یون مجکو ستاتے ہین
ہماری بیخودی تمہید ہے تیری نمائش کی مٹا کر نقش اپنا ہم ترا نقشہ جماتے ہین
محبت کا مزا ہو، دل کو روکون، یا جگر تھامون؟ مرے قابو سے بیدردان کے دونون نکلے جاتے ہین
شعاعِ مہر کس کس شوق سے آکر لپٹتی ہے؛ کبھی کوٹھے پہ چڑھ کر وہ جو بال اپنے سکھاتے ہین
وہ اُٹھی ہے گھٹا وہ برق چمکی وہ بہار آئی اُٹھو رندو چلو، واعظ تو یون ہی سر پھراتے ہین
نہین ہے پیار بھی در پردہ اُنکا چھیڑ سے خالی رُلا دیتے ہین اتنا وصل کی شب گدگداتے ہین
امیر افسردہ ہو کر غنچۂ دل سوکھ جاتا ہے وہ میلے ہم کو قیصر باغ کے جب یاد آتے ہین

گو کہ دیکھے خواب اچھے سب نے تعبیرین کہین وصل کی بنتی ہین ان باتون سے تدبیرین کہین؟
نیچی نظرون سے لگے آخر مجھے وہ دیکھنے اوپر اوپر جاتی ہین آہون کی تاثیرین کہین؟
وہ جت آگئے گا دم بن جائین گے وعدا بھی حاکمون کے سامنے چلتی ہین تقریرین کہین

لاغری سے اپنی زندان مین یہ مجکو خوف ہی — پاؤن سے بیرے اُتر جائین نہ زنجیرین کہین
اُسکے کوچے مین ٹھہرنے کو جگہ چاہی اگر — بولے دربان جاؤ کیا بٹتی ہین جاگیرین کہین؟
لاکھ محنت کی نہ نکلی وصل کی صورت امیر — سامنے تقدیر کے چلتی ہین تدبیرین کہین؟

ہم لوٹتے ہین وہ سو رہے ہین — کیا ناز و نیاز ہو رہے ہین
پہنچی ہی ہماری اب یہ حالت — جو ہنستے تھے وہ بھی رو رہے ہین
پیری مین بھی ہم ہزار افسوس — بچپن کی نیند سو رہے ہین
روئین گے ہمین رلانے والے — ڈوبین گے وہ جو ڈبو رہے ہین
کیون کرتے ہین غمگسار تکلیف — آنسو مرے منھ کو دھو رہے ہین
زانو پہ امیر سر کو رکھے ۵۶ — پھر دن گزرے کہ رو رہے ہین

اُسکی حسرت ہی جسے دل سے مٹا بھی نہ سکون — ڈھونڈھنے اُسکو چلا ہون جسے پا بھی نہ سکون
اُنکے غصے کے مٹانے کی ہین سو تدبیرین — لاگ کی آگ نہین ہی کہ بجھا بھی نہ سکون
چٹکیان لینے سے دل مین وہ کرین تو انکار — داغ کچھ درد نہین ہین کہ دکھا بھی نہ سکون
ناز کرنے سے تجھے منع نہین کرتا مین، — پر نہ اتنے کہ اُٹھاؤن تو اُٹھا بھی نہ سکون
اے امیر اپنی غزل ہی، کوئی آیت یہ نہین — کہ گھٹا بھی نہ سکون اور بڑھا بھی نہ سکون

ہاے وہ دن کہ گزر جاتی تھی شب باتون مین — اب نہ باتون مین مزہ ہی، نہ ملاقاتون مین
چار ہی دن مین وہ بت دیکھیے کیا چل نکلا — کیسی قینچی سی زبان چلنے لگی باتون مین
دل دیا مین نے تو بولے کوئی بم پھوٹی ہی — دل ہی دل روز چلے آتے ہین سوغاتون مین
یہ سمجھ کر کبھی ناصح کی بھی سُن لیتا ہون — اک نہ اک بات نکل آتی ہی سو باتون مین
کچھ اشارے جو کیے مین نے تو جھنجھلا کے کہا — تم رہا کرتے ہو دن رات انہین گھاتون مین
واعظ اب چھیڑ کے رندون سے ہنسا کرتے ہین — کچھ مزہ ملنے لگا ہی انھین صلواتون مین
بت نہ بولین جو نہین بولتے ہین ہم سے امیر — اپنے اللہ سے باتین ہین مناجاتون مین

وصل کیسا تیرے نادیدہ خریداروں میں ہون — واہ رے قسمت کہ اس پر بھی گنہگاروں میں ہون
کس طرح فریاد کرتے ہین بتا دو قاعدہ — اے اسیرانِ قفس مین نو گرفتارون مین ہون
بیگناہون مین چلا زاہد جو اسکو ڈھونڈھنے — مغفرت بولی ادھر آمین گنہگارون مین ہون
اونچے اونچے مجرمون کی ہوگی پرسش حشر مین — کون پوچھے گا مجھے مین کن گنہگارون مین ہون
سوزِ فرقت، دردِ دل، زخمِ جگر، ناسورِ چشم — کچھ نہ پوچھو مبتلا مین کتنے آزارون مین ہون
پھول ہین پھولو نہین ہون کانٹا ہون کانٹو نہین امیر — یار مین یار و نہین ہون، عیار عیارون مین ہون

ضبط کرنا دلِ حزین نہ کہین ۵۵ چوٹ لگ جائے گی کہین نہ کہین

چین مُردون کو قبر مین بھی نہین، — آسمان ہو تہ زمین نہ کہین
آگ ہو جائے گا وہ شوخ امیر — کھینچنا آہِ آتشین نہ کہین

کیا دخل جا سکے کوئی اس جلوہ گاہ مین — غمزہ چھری لیے ہوئے بیٹھا ہے راہ مین
خنجر کچھ اس ادا سے کھنچا قتلگاہ مین — لپٹا لیا گلے سے ترے اشتباہ مین
آفت کی شوخیان ہین تمھاری نگاہ مین — محشر کے فتنے کھیلتے ہین جلوہ گاہ مین
بھاگا خیالِ یار یہ کہکر شبِ فراق — دشمن مرے شریک ہون حالِ تباہ مین
تیرے جلال مین بھی مزہ ہے جمال کا — چشمِ کرم چھپی ہے غضب کی نگاہ مین
تیری نکیلی پلکون سے اللہ کی پناہ — کیا دل مین پیر جاتی ہے چبھ کر نگاہ مین
ہم ہین سیاہ کار تو رحمت ہے پردہ پوش — مے پیتے ہین تو سایۂ ابرِ سیاہ مین
سودا و میر دونون تھے کامل مگر امیر — ہے فرق واہ واہ مین اور آہ آہ مین

وہ بیکس ہون نہین ہے کوئی میرے غمگسارون مین — فقط اک دل ہے سو وہ بھی تمھارے جان نثارون مین
کھو ناہد یہ مے رنگ تو برسات کا دیکھے — تماشا اودی اودی بدلیان ہین سبزہ زارون مین
نگاہِ یار کیا بدلی جہان بدلا ہوا بدلی — وہ دشمن جان کے ہین جو تھے آگے جان نثارون مین
جدا ہو دختِ رز کا نام پھر صحبت مین اے ساقی — پری ہے میکشون مین، حور ہے پرہیزگارون مین

خدا جانے کہاں دل جا کے کس جلسہ میں ہے پہنچی — بظاہر ست بنے بیٹھے ہیں ہم ہر چند یاروں میں
چلے ساقی، ہنسے بولے، اگر آئی ہے یاد کہیں — دلھن بنکر نہ بیٹھے دخترِ رز بادہ خواروں میں
بہار آئی، گھٹا چھائی، کھلے بوتل، چلے ساغر — نہ تم پرہیزگاروں میں، نہ ہم پرہیزگاروں میں
امیر کیسے نہ بچتی دختِ رز آنکھوں نہیں پی جاتے — جوانی کا گزر شاید نہیں پرہیزگاروں میں

دل جو کہتا ہے مجھے ضبط کی طاقت ہی نہیں — ضبط کہتا ہے تڑپنے کی اجازت ہی نہیں
غم سے چھوٹوں تو میں کچھ عیش کا ساماں کروں — آہ اس غمکدۂ دہر میں فرصت ہی نہیں
طلبِ جامِ عبث کرتے ہو منہ پھوڑ کے تم — میکشو آنکھ میں ساقی کے مروت ہی نہیں
دین کی فکر کروں ہائے میں کس وقت امیر — کبھی دنیا کے بکھیڑوں سے فراغت ہی نہیں

کیا عارف مجھے پیرِ مغاں نے اک پیالے میں — کرامت یہ نہیں دیکھی کسی اللہ والے میں
ہزاروں خار پیاسے وادیِ الفت میں ہیں یارب ۵۸ پلاؤں کس کو کس کو، بوند بھر پانی ہے چھالے میں
ادھر بھی اک نگاہِ لطف، خم کی خیر، اے ساقی — ہمیں بھی ایک چلو مے کسی ٹوٹے پیالے میں
تڑپتے عمر گزری یار آئے یا اجل آئے — خداوندا کوئی تاثیر تو پیدا ہو نالے میں
امیر اُس نازنیں پر ہے گراں بیلا چنبیلی تک — پہنتا ہے پرو کر پھول وہ جو ہیں کچے بالے میں

زینتِ گوشِ حسیناں ہوں وہ گوہر میں ہوں — جامہ زیبوں ہی کا زیور ہوں، اگر زر میں ہوں
بوسہ لینے کا نہ مجرم نہ گنہگارِ وصال — پھر سزاوارِ سزا کو اسے مقدر میں ہوں
جلوۂ حسن یہ اُس شوخ کا کہتا ہے امیر — بزم میں شمع ہوں گلشن میں گلِ تر میں ہوں

دل جدا، مال جدا، جان جدا لیتے ہیں ۵۹ اپنے سب کام بگڑ کر وہ بنا لیتے ہیں
مجلسِ وعظ میں جب بیٹھتے ہیں ہم میکش — دخترِ رز کو بھی پہلو میں بٹھا لیتے ہیں
دردآگیں جو کوئی دل نظر آتا ہے کہیں — دوڑ کر ہم اُسے چھاتی سے لگا لیتے ہیں
دھیان میں لا کے ترا سلسلۂ زلف دراز — ہم شبِ ہجر کو کچھ اور بڑھا لیتے ہیں؟
ایک بوسے کے عوض مانگتے ہیں دل کیا خوب ۶۰ جی میں سوچیں تو وہ کیا دیتے ہیں کیا لیتے ہیں؟

اپنی محفل سے اٹھاتے ہین عبث ہمکو حضور ۶۱ چھپکے بیٹھے ہین الگ آپ کا کیا لیتے ہین؟
شاخ مرجان ہین جواہر نظر آتے ہین امیر ۶۲ کبھی انگلی جو وہ دانتو نمین دبا لیتے ہین

فراق یار مین شب ہو کہ دن تمام نہین جو اسکی صبح نہین ہے تو اسکی شام نہین
گرہ سے کچھ نہین جاتا ہے پی بھی لے زاہد ملے جو مفت تو قاضی کو بھی حرام نہین
فقیر گوشہ نشین ہین خدا کے دربار ہی ۶۳ کسی امیر کا مجرا نہین سلام نہین
کریم جان کے تجکو خطائین کین یارب مرے گناہ سزاوار انتقام نہین
جو میکشی سے ہو فرصت تو دیکھ لو چلکر امیر مسجد جامع مین آج امام نہین

لٹ گئی کیا لوٹ یارب گلشن ایجاد مین ۶۴ دست گلچین مین ہے گل، بلبل کف صیاد مین
ہو گئی کچھ اور آکر خانۂ صیاد مین یہ مزہ آگے نہ تھا بلبل تری فریاد مین
اپنے اپنے ہین نصیب، اے ہم صفیران چمن پھنس گئے ہم دام مین، ہم گیسو صیاد مین
فی الحقیقت دل سے دلکو راہ ہوتی ہے امیر ہم ہین انکی یاد مین، وہ ہین ہماری یاد مین

گرفتہ خاک نشینون کی یادگار ہون مین مٹا ہوا سا نشان سر مزار ہون مین
کچھ آج مین نے نئی پی ہے حضرت واعظ؟ ازل کا مست پرانا شراب خوار ہون مین
بُرے مرے سے گزرتی ہے بیخودی مین امیر ۶۵ وہ دن خدا نہ دکھائے کہ ہوشیار ہون مین

لیا مین نے تو بوسہ خنجر قاتل کا مقتل مین اجل شرما گئی سمجھی کہ مجکو پیار کرتے ہین
مرا خط پھینک کر قاتل کے منھ پر طنز سے بولے ۶۶ خلاصہ سارے اس طومار کا یہ ہے کہ مرتے ہین
ابھی اے جان تو نے مرنے والون کو نہین دیکھا جیے ہم تو دکھا دینگے کہ دیکھ اس طرح مرتے ہین
قیامت دور تنہائی کا عالم روح پر صدمہ ۶۷ ہمارے دن لحد مین دیکھیے کیونکر گزرتے ہین
خبر کھدیتی ہے شانہ آئینہ تنگ آکے مشاطہ ادائین بول اٹھتی ہین کہ دیکھو یون سنورتے ہین
چمن کی سیر ہی چھوٹی تو پھر جینے سے کیا حاصل؟ گلا کاٹین مرا صیاد ناحق پر کترتے ہین
قیام اس بحر طوفان خیز دنیا مین کہان ہمدم حباب آسا ٹھہرتے ہین تو کوئی دم ٹھہرتے ہین

ملا کر خاک میں بھی ہائے شرم انکی نہیں جاتی
نگہ نیچی کیے وہ سامنے مدفن کے بیٹھے ہیں

بڑے ہی قدرداں کانٹے ہیں صحرائے محبت کے
کہیں گاہک گریباں کے کہیں دامن کے بیٹھے ہیں

وہ آمادہ سنورنے پر، ہم آمادہ ہیں مرنے پر
اُدھر وہ بن کے بیٹھے ہیں، اِدھر ہم تن کے بیٹھے ہیں

امیر اچھی غزل ہے داغ کی، جسکا یہ مصرع ہے
بھویں تنتی ہیں، خنجر ہاتھ میں ہے، تن کے بیٹھے ہیں

---

۶۸ نیمجاں کر کے مجھے سر پہ کھڑے ہیں چپکے
ہاتھ اُٹھاتے بھی نہیں، ہاتھ لگاتے بھی نہیں

جی دھڑکتا ہے کہ چوری نہ ہو دل کی ثابت
منہ سے انکار بھی ہے آنکھ ملاتے بھی نہیں

ہنس ہی دیں دیکھ کے رونا نہ کریں ہمدردی
مجکو رونا تو یہی ہے کہ رُلاتے بھی نہیں

لطف مرنے کا دکھائیں کسے فرقت میں امیر
نہیں آتے وہ، تو ہم جان سے جاتے بھی نہیں

---

۶۹ ناز، انداز، ادا، غمزہ، کرشمہ، شوخی،
لے کے آیا ہے یہی خانہ بریدہ دل میں

۷۰ ناوکِ ناز و ادا کا ترے اللہ رے ادب
حسرتیں جتنی ہیں بیٹھی ہیں دو زانو دل میں

حکم ہے ضبطِ محبت کا کہ ہو راز نہ فاش
آ کے آنکھوں میں پلٹ جاتے ہیں آنسو دل میں

نکل اے یاس، کہ ہے وصل میں ارماں کا ہجوم
اب جگہ اتنی نہیں ہے کہ رہے تو دل میں

ایک ایک اُن میں شرارہ تھا جہنم کا امیر
آگ لگ جاتی جو رہ جاتے یہ آنسو دل میں

وہ تو سنتا ہی نہیں، میں دادخواہی کیا کروں؟
کس کے آگے جا کے سر پھوڑوں الٰہی کیا کروں؟

مجھ گدا کو دے نہ تکلیفِ حکومت اے ہوس
چار دن کی زندگی میں بادشاہی کیا کروں؟

جب کبھی اُسکو نئی شان سے ہم دیکھتے ہیں
دل ہی واقف ہے جس ارمان سے ہم دیکھتے ہیں

شمشیر ہے، سناں ہے، کسے دوں، کسے نہ دوں؟
اک جان ناتواں ہے، کسے دوں کسے نہ دوں؟

دربان ہزار اُسکے یہاں ایک نقدِ جاں
مال اسقدر کہاں ہے، کسے دوں کسے نہ دوں؟

تڑپتا ہے دلِ صیاد بھی اسکے تڑپنے پر
قیامت کا اثر ہے اضطرابِ مرغِ بسمل میں

یہ بیماری محبت کی کوئی نیرنگ ہے اے دل
جہاں آیا مسیحا درد دونا ہو گیا دل میں

بے خبر دیکھ کے مردوں کو یہ کہتی ہے زمیں
جو یہاں آتے ہیں مستِ مےِ خواب آتے ہیں

عملِ بد جو ہوئے ہم سے سیہ کاری مین　　گور مین بنکے وہی مارِ عذاب آتے ہین
کیون نہ ہو دیدۂ تر، یار کو رحم آ ہی گیا　　خوب چھینٹے تجھے اے خانہ خراب آتے ہین
جوشِ وحشت مجھے ہر سال بناتا ہے جوان　　جب بہار آتی ہے ایامِ شباب آتے ہین

ہٹاؤ آئینہ، امیدوار ہم بھی ہین　　تمھارے دیکھنے والون مین یار ہم بھی ہین
کہان تک آئینہ مین دیکھ بھال، ادھر دیکھو　　کہ اک نگاہ کے امیدوار ہم بھی ہین

عشقِ گیسو مین ملی دنیا کی گردش سے نجات　　نیند بھر کر پاؤن سوئے خانۂ زنجیر مین
نیند تیرے وحشیون کو صبح تک آتی نہین　　رت جگا رہتا ہے شب بھر خانۂ زنجیر مین
دَیر سے سوئے حرم پیری مین جا کر کیا کرون؟　　تھا جو طاعت کا زمانہ کھو چکا تقصیر مین
جمعِ زر ممسک جو کرتا ہے ہوا ثابت ہمین　　اُسکی قسمت مین نہین ہے غیر کی تقدیر مین

گم گشتہ دل کی تا بکجا جستجو کرین　　ہان اور دل ملے تو تری آرزو کرین

بڑھتی ہے عقل جتنی ہوتی ہے عمر افزون　　ہر دم نیا مزہ ہے اس بادۂ کہن مین
ہر باغ باغ بلبل جس طرح تو چمن مین　　پھرتے تھے یون ہی خوش خوش ہم بھی کبھی وطن مین
آزادہ کیے ہم نے ایامِ عمر کاٹے　　دو چار دن سفر مین دو چار دن وطن مین

کوچۂ یار مین اول تو گزر مشکل ہے　　جو گزرتے ہین، زمانے سے گزر جاتے ہین
زاہدو تمکو جنان، ہم کو درِ یار پسند　　خیر جاؤ تم اُدھر کو، ہم ادھر جاتے ہین

تمام تن مین ہین چھالے، اگرچہ زار ہون مین　　کرو جو خوب نظر آنسوؤن کا ہار ہون مین
بجا ہے سر سے قدم تک جو داغدار ہون مین　　کہ ہجر مین ہمہ تن چشمِ انتظار ہون مین

عیش کا نام ہی سنا ہے امیر　　ڈھونڈھ مارا، جہان بھر مین نہین

نظر جو آئے ترے بال بال مین موتی　　گمان ہوا کہ حسین جھولتے ہین جھولون مین

دیکھی مجنون کی شبیہ آج جو تصویرون مین　　بیڑیان سو کھی سی دو چار تھین زنجیرون مین
اللہ رے ناز، دیکھ کے کہتے ہین آئینہ　　وہ ہم نازنین نہین تو کوئی نازنین نہین

اے اہلِ بزم مجکو اٹھاؤ نہ بزم سے ۷۱ شمعِ سحر ہون، عمرِ بپایان رسیدہ ہون
ابتک کسی پہ میری حقیقت نہین کھلی حرفِ نگفتہ ہون، سخنِ ناشنیدہ ہون
پیدا کیے کی شرم الٰہی ضرور ہے ۷۲ تو آفریدگار ہے، مین آفریدہ ہون

داغ اے بہار جیسے ہمارے بدن مین ہین اس رنگ و بو کے پھول بھی تیرے چمن مین ہین
پیاسی ہین آب خنجرِ قاتل کی دیر سے جتنی رگین امیر ہمارے بدن مین ہین

کہان انگورِ شیرازی، کہان یہ پیکشِ ہندی کھنچ رہتے ہین وہ دانے جو قسمت مین اترتے ہین

بخت ایسے کہان ہین جو کرون یار سے باتین کرتا ہون مین شب بھر در و دیوار سے باتین
کیا دھیان امیر آیا کہ وہ ہٹ گئے پیچھے جھک جھک کے جو کرنے لگے ہم پیار سے باتین

قابلِ عفو مین آلودۂ عصیان ہو لون ۷۳ اے اجل، صبر کر اتنا کہ پشیمان ہو لون

دل سنبھلے کس طرح حسینون سے دل کے سب چھین چھان لیتے ہین
میری ہر بات پر ہین سو سو عذر غیر کی خوب مان لیتے ہین
ہائے کیا دلبری کی ہین گھاتین دم دلاسے مین جان لیتے ہین

رنگ میری مین جوانی کے ہدن ہکن ہی نہین پھولنے پھلنے کے اب دن ہی نہین سن ہی نہین

بولے وہ، آئے جو ناصح مرے سمجھانے کو کون ہو تم نہ ستاؤ مرے دیوانے کو
چھیڑ ہر بات مین اچھی یہ نہین اے ناصح چٹکیان لینے کو آیا ہے کہ سمجھانے کو
بجلیان جان پہ توبہ کے گرانے کے لیے بدلیان گھیرے ہوئے ہین مرے میخانے کو
جا بجا گل نہین پھلتے کے بدن پر یہ امیر کیاریان پھولون کی ہین جی مرا بہلانے کو

اے تیغِ یار دل کے گلے سے جدا نہ ہو اب روٹھنے کا وقت نہین ہے خفا نہ ہو
میری نگاہِ یاس کی اک چوٹ کھا تو لے بے درد پھر مین دیکھون کہ درد آشنا نہ ہو
حسرت سے دیکھتا ہون جو انکی طرف امیر کہتے ہین دیکھو دیکھو کوئی دیکھتا نہ ہو

کیسے الفت مین پڑے جان کے لالے دل کو اس مصیبت سے اب اللہ نکالے دل کو

ہون مین بیکس کوئی ہمدم ہی نہ غمخوار مرا
در ہی اُٹھ کے سنبھالے تو سنبھالے دل کو

ناوکِ ناز پڑا ایسا ہی بھرپور سا مجکو
مفت بھی لے تو کرون اُسکے حوالے دل کو

وہ دمِ رقص جو ہر بار لگائین ٹھوکر
پھر کہان تک کوئی سینے مین سنبھالے دل کو

کہتے ہین، شوق سے آئین مری محفل مین امیر
ساتھ لائین نہ مگر لوٹنے والے دل کو

حسن کس کام کا جو آن نہ ہو
کیا وہ معشوق جسمین شان نہو

اے جنون لے چل اب وہان کہ جہان
یہ زمین اور آسمان نہو

ہم رہین، تم رہو، وصال رہے
غم نہین ہی جو یہ جہان نہو

مین جو آیا کہا یہ اُس نے امیر
دیکھنا یہ وہی جوان نہ ہو

صورتِ غنچہ کہان تابِ تکلم مجکو
شنہ کے سو ٹکڑے ہون آئے جو تبسم مجکو

مین تو کیا عکس سے وہ آئینہ رو کہتا ہی
پیار کی آنکھ سے دیکھا نہ کرو تم مجکو

دھوکا کھائے ہوئے آدم کو زمانہ گزرا
دیکھ کر ہنستے ہین اب تک لبِ گندم مجکو

دیکھ لون اُنکو ذرا نزع مین آلینے دے
رحم، اے بیخبری، کر نہ ابھی گم مجکو

اسنے جنت سے جہنم مین مجھے پھینکدیا
زہر کی گانٹھ ہوا دانۂ گندم مجکو

وائے قسمت کہ یہان قتل کی حسرت ہی امیر
اور وہ سمجھے ہین سزاوارِ ترحم مجکو

پہلے تم اپنی چتون، اپنی نظر کو دیکھو ۴،
پھر جسنے دل دیا ہی اُسکے جگر کو دیکھو

ملتا نہین ہی، نالے مدت سے ڈھونڈھتے ہین
بیٹھا ہی مُنھ چھپا کر کیسا اثر کو دیکھو

لپٹا جو قبر مین مین مُنھ سے کفن ہٹا کر ۵،
بولی یہ مجھ سے غربت لو اپنے گھر کو دیکھو

حالت مریضِ غم کی کچھ تم بھی جانتے ہو؟
ایک ایک غش کو دیکھو دو دو پہر کو دیکھو

آخر ہو وصل کی شب افسردہ کیون نہون ہم
رنگت اُڑی ہوئی ہی شمعِ سحر کو دیکھو

رکھتے ہی خط کمر مین پر لگ گئے ہین گویا
جاتا ہی کس خوشی سے دان نامہ بر کو دیکھو

کیا وصل ہو، وہ کافر، تم اے امیر مومن
کتنے جدا جدا ہین شام و سحر کو دیکھو

گلے کٹین گے نہ یون پیترے بدل کے چلو
چلے گی تیغ سرِ رہ، ذرا سنبھل کے چلو

سرِ مزارِ غریبان ہین جا بجا پتھر
لگے نہ پاؤن کو ٹھوکر ذرا سنبھل کے چلو

بدل نہ جائین کہین راہ مین مرے تیور
چلو جو ساتھ، نہ تیوری بدل بدل کے چلو

قضا کا گرم ہی ہنگامہ کوے قاتل مین
امیر، خیر ہی، منھ مین نہ تم اجل کے چلو

آہ مین کھینچون، تو کھینچین آپ بھی شمشیر کو
بانکپن کی نوک رکھنے کاٹیے اس تیر کو

اپنے بسمل کا ذرا شوقِ شہادت دیکھیے
دے رہا ہی کھیا گلے مل مل کے دم شمشیر کو

جانتے ہو، لوٹتا ہی خاک پر نخچیر کیون
ڈھونڈھتا پھرتا ہی مقتل مین تمھارے تیر کو

ڈال دی عشاق کی آنکھون پہ حیرت کی نقاب
واہ کس پردے مین رکھا حسن کی تصویر کو

لب پہ آئی آہ، اُدھر سے جب اُٹھی اُسکی نظر
دیکھنا کیا تیر پر ردّ کا ہی ہم نے تیر کو

پوچھتی ہی شمع پروانون سے تیری داستان
گل سنا کرتے ہین بلبل سے تری تقریر کو

لوٹتا ہی خاک پر اک ترک، مدت سے امیر
ذبح بھی کر ڈال تڑپاتا ہی کیا نخچیر کو

یادِ زلف آئی دمِ نزع ستانے ہمکو
کس برے وقت مین گھیرا ہی بلا نے ہم کو

آج محفل سے تم آئے ہو اُٹھانے ہمکو
ہاے وہ دن کو جو اُٹھتے تھے بٹھانے ہم کو

مسجدون مین کبھی بھیجا کبھی بتخانون مین
ٹھیک ٹھیک اُسنے بتائے نہ ٹھکانے ہم کو

لے چلے داغ ہزارون چمنِ ہستی سے
زندگی لائی تھی کیا سیر دکھانے ہمکو

وہ پرِ کاہ تھے اس گلشنِ ہستی مین امیر
دوش سے پھینک دیا بادِ صبا نے ہمکو

لٹکاؤ نہ گیسوے رسا کو
پیچھے نہ لگاؤ اس بلا کو

ظالم تجھے دل دیا خطا کی
بس بس مین پہنچ گیا سزا کو

اے حضرتِ دل بتون کو سجدہ
اتنا تو نہ بھولیے خدا کو

اتنا بکیے کہ کچھ کہے وہ
یون کھولیے قفلِ مدعا کو

کہتی ہی امیر اس سے شوخی
اب منھ نہ دکھائیے حیا کو

وصال پر ہی جو وصل امتحان کر دیکھو | امیر یون ہی سہی، چند روز مر دیکھو
چھپا چھپا کے نظر بازیان ہین غیرون سے | ہمین سے آنکھ چُراتا ہے ذرا ادھر دیکھو
امیر جلوۂ وحدت سے آشنا ہو جو دل | وہی ظہور وہی شان ہے جدھر دیکھو

دل ہی وابستہ کسی زلف رسا سے کچھ ہو | اب تو سر مین یہی سودا ہے بلا سے کچھ ہو
نہ محبت کی وہ آنکھین نہ وہ الفت کی نگاہ | حال دل کس سے کہون، تم تو خفا سے کچھ ہو
عالم فقر مین تکلیف گوارا ہے امیر | نہ ملین گے نہ ملین گے امرا سے کچھ ہو

پہلے تو مجھے کہا نکالو | پھر بولے غریب ہے بلا لو
بے دل رکھنے سے فائدہ کیا | تم جان سے مجھکو مار ڈالو
آیا ہے وہ مہ، بجھا بھی دو شمع | پروانون کو بزم سے نکالو
اورون پہ امیر تکیہ کب تک | تم بھی تو کچھ آپ کو سنبھالو

الفت مین برابر ہے وفا ہو کہ جفا ہو | ہر بات مین لذت ہے اگر دل مین مزا ہو

دیکھو کیا ڈھیٹ ہوا ہے، یہ دل خانہ خراب | پوچھتا تم سے ہے رستے مین تمھارے گھر کو
جب مین اُٹھتا ہون کوے قاتل سے | روک کر کہتی ہے اجل بیٹھو

ہے وہ لوگ جو رکھتے تھے مدام آنکھون مین | اب لحد مین بھی جو ڈھونڈھین تو نپائین مجکو
میکشو، الجھو نہ واعظ سے عبث جانے بھی دو | منھ کی کھائے گا جو آئے تم یہ منھ آنے بھی دو

مین جہان بیٹھ کے روتا ہون ہنسی ہوتی ہے | ہر جگہ کرتے ہین رسوا مرے آنسو مجکو
تو ہو کچھ درد سے آگاہ، مین ہمدردی سے | دل مرا تجکو ملے، اور ترا دل مجکو
یاد اُس شوخ کی تڑپاتی ہے اسکو جو امیر | چین لینے نہین دیتا ہے مرا دل مجکو

شمع مین جاتے تو ہو بالین سے مجھ بیمار کے | اک نظر، آنکھون کا صدقہ اور پھر کر دیکھ لو
مین اُٹھتا ہون تو کانٹے پاؤن پڑ پڑ کر یہ کہتے ہین | ابھی بیٹھو بھی، کیون ویران کرتے ہو بیابان کو
فکر کس بات کی ہے تمکو امیر؟ | کیا سبب ہے کہ سر بزانو ہو؟

ذکرِ رخصت کا ابھی سے نہ کرو بیٹھو بھی — جانِ من رات گزرنے دو سحر ہونے دو

کیونکر ہو دلِ شگفتہ جو عزلت نشین ہو — پھولے پھلے نہ دانہ جو زیرِ زمین نہ ہو

مانندِ بوے گل چمنِ دہر سے نکل — اس باغِ بے ثبات مین عزلت نشین نہ ہو

ہستی جہان کی ہستیِ حق پر دلیل ہے — کیونکر جہان ہو جو جہان آفرین نہ ہو

کیون نہین بھاتی عدو کو میری نظمِ طبعزاد — دوست رکھتی ہے عقیمہ غیر کی اولاد کو

کچھ عار نہین تیری خوشامد سے پرای یار — مجبور ہون مین اس سے کہ آتی نہین مجکو

کتنی ہے گرم دخترِ رز کی ادا تو دیکھ — واعظ، زرا سی پی کے تو اسکا مزا تو دیکھ

ڈھکا نہ بار بار مرے پاس لاکے ہاتھ — دے ڈال جام کھینچ نہ ساقی بڑھا کے ہاتھ

دبنے کی وجہ جنگ مین کیا ہے تمھین کہو — کیا میرے دو ہین ہاتھ اور رقیبون کے چار ہاتھ

تڑپا مین بحرِ خون مین تو قاتل نے یہ کہا — بیڑا ہے پار، اور لگاتے ہین چار ہاتھ

تیر پر تیر لگا دیکھ کے او صید افگن — لوٹ جائے نہ قضا بھی کہین نخچیر کے ساتھ

ہون وہ دیوانہ رہا ہو کے بھی زندان مین ہاں — کٹ گئے پاؤن بھی شاید مرے زنجیر کے ساتھ

دیکے بوسہ مجھے وہ وصل مین کہتے ہین امیر — سچ بتا دل مین ترے اور بھی ارمان ہے کچھ

لاکھ ہون سامانِ دولت ایک بھی جاتا نہین — دونون خالی پائے بعدِ مرگ اسکندر کے ہاتھ

پھولون مین اگر ہے بو تمھاری — کانٹون مین بھی ہو گی خو تمھاری

دو دن مین گلو، بہار کیا کی؟ — رنگت نہ رہی نہ بو تمھاری

مشتاق سے دور بھاگتی ہے — اتنی ہے اجل مین خو تمھاری

آنکھون سے کہو کمی نہ کرنا — اشکون سے ہے آبرو تمھاری

تنہا نہ پھرو امیر شب کو — ہے گھات مین ہر عدو تمھاری

وہ تیغ آبگون ہے سنان پر لگی ہوئی — دل کی بجھے گی آج مقرر لگی ہوئی

افتادہ کوئی مجھ سا کہان راہِ عشق مین — قدمون سے میرے رہتی ہے ٹھوکر لگی ہوئی

جلتا ہو سینہ بہتے ہین آنکھون سے اپنے اشک — باہر ہو آب، آگ ہے اندر لگی ہوئی
غم سے بقاے دل ہو تو دل سے بقای غم — دونون طرف ہو شرط برابر لگی ہوئی
عالم ہو کیا شراب کا میناے صاف مین — تصویر ہو یہ شیشے کے اندر لگی ہوئی
ساقی کمال پیاس سے جلتا ہو یان جگر — لاحول، برف مین مئے احمر لگی ہوئی
آبِ خضر ملا نہ سکندر کو اے امیر — ہر سعی مین ہو شرطِ مقدر لگی ہوئی

اک بلا سر سے ٹلی دوسری آفت آئی — شبِ فرقت جو گئی دوسری آفت آئی
حال بیمارِ محبت کا یہ آخر کو ہوا — ملک الموت کو بھی دیکھ کے رقت آئی
تھی تو کچھ دل مین کھٹک درد کی پہلے سے مگر — پاس سے آپ کا جانا کہ قیامت آئی
ہون وہ مایوس کہ دنیا سے جو اٹھا مین امیر — گورتک بیٹھی روتی مجھے حسرت آئی

نگہِ ناز کام کرتی ہو — دم مین ترکی تمام کرتی ہو
آ کے محفل مین دخترِ رز شب بھر — نیند سب کی حرام کرتی ہو
شیخ صاحب اٹھا کے دیکھو آنکھ — دخترِ رز سلام کرتی ہو
چلتی ہو جس جگہ کہ تیغ اسکی — خود قضا اہتمام کرتی ہو
الفت اسکی مٹا مٹا کے مجھے — اے امیر، اپنا نام کرتی ہو

کیون وہ صیاد کسی صید پہ توسن ڈالے — خود بخود صید چلے آتے ہین گردن ڈالے
بل جو تیوری پہ نزاکت سے وہ پرفن ڈالے — ذبح سے پہلے لہو ہر رگِ گردن ڈالے
آبرو خاک ہوئے پر بھی نہ کی عاشق کی — چار آنسو بھی نہ تم نے سرِ مدفن ڈالے
خونِ ناحق کہین چھپتا ہو چھپائے سے امیر — کیون وہ بیٹھے ہین مری لاش پہ دامن ڈالے

مجھ مست کو مے کی بو بہت ہے — دیوانے کو ایک ہو بہت ہے
موتی کی طرح جو ہو خدا داد — تھوڑی سی بھی آبرو بہت ہے
کیا وصل کی شب مین مشکلین ہین — فرصت کم، آرزو بہت ہے

کیا غم ہو امیر اگر نہیں مال — اس وقت میں آبرو بہت ہے

ہم اگر قتل ہوئے خیر یہ تقدیر اپنی — آپ بدنام نہ ہوں دھوئیے شمشیر اپنی

حاجتِ تیر و کمان کیا ہے تجھے چل تو سہی — گردنیں کاٹ کے خود لائیں گے نخچیر اپنی

تمکو پھولوں کے چھپر کھٹ ہیں کانٹے ہیں نصیب — خیر قسمت وہ تمھاری ہے یہ تقدیر اپنی

اے امیر اٹھ نہ سکے ضعف سے ہم تا دمِ مرگ — جس جگہ بیٹھ گئے ہو گئی جاگیر اپنی

ترا کیا کام اب دل میں غمِ جانانہ آتا ہے — نکل اے صبر اس گھر سے کہ صاحب خانہ آتا ہے

لگی دل کی بجھائے بیکسی میں کون ایسا ہے — مگر اک گریۂ حسرت کہ بیتابانہ آتا ہے

وہ بت ہے مہربان سب اپنا اپنا حال کہتے ہیں — لبِ خاموش تجکو بھی کوئی افسانہ آتا ہے

ادھر ہیں حسن کی گھاتیں، ادھر ہیں عشق کی باتیں — تجھے افسوں تو مجکو اے پری افسانہ آتا ہے

امیر اور آنے والا کون ہے گورِ غریبان پر — جو روشن شمع ہوتی ہے تو ہاں پروانہ آتا ہے

تیغِ قاتل پہ ادا لوٹ گئی — رقصِ بسمل پہ قضا لوٹ گئی

ہنس پڑے آپ تو بجلی چمکی — بال کھولے، تو گھٹا لوٹ گئی

اس روش سے وہ چلے گلشن میں — بچھ گئے پھول صبا لوٹ گئی

خنجرِ ناز نے کشتوں سے امیر — چال وہ کی کہ قضا لوٹ گئی

عشقِ بتان سے ہاتھ نہ مرکر اٹھائیے — جب تک اٹھے یہ داغ جگر پر اٹھائیے

کہتے ہیں مجھ گدا کو وہ کوچے میں دیکھ کر — للہ جان چھوڑیے بستر اٹھائیے

غیرت کا حکم ہے کہ گلا گھونٹ گھونٹ کر — مر جائیے نہ منتِ خنجر اٹھائیے

آسان نہیں ہے عشقِ بتِ سنگدل امیر — یہ بوجھ اٹھائیے تو سمجھ کر اٹھائیے

بیجا نہیں خزان میں یہ نالے ہزار کے — مظلوم دادخواہ ہیں خونِ بہار کے

رکھنا نہ مجکو ساتھ دلِ بیقرار کے — ہو اور اک مزار برابر مزار کے

گلشن سے بلبلوں کو اڑاتا ہے باغبان — صدقے اتر رہے ہیں عروسِ بہار کے

صوفی، خدا کے گھر مین یہ ہو حق ہے کیا ضرور　　سامع اگر ہو دور تو کہیے پکار کے

دوزخ مین مجھکو جھونک چکے تھے مرے عمل　　قربان شانِ رحمتِ پروردگار کے

اس مہ پارے زمین نے کھینچا بغل مین تنگ　　یاد آ گئے مزے مجھے آغوشِ یار کے

کلیان جنھین گلون کی سمجھتی ہے عندلیب　　وہ منہ مین ہین نقاب عروسِ بہار کے

منکر بگڑتے ہین جو بگھروند سے ہزار ہا　　ہین کھیل اے امیر صنعتِ پروردگار کے

ضعف سے گو ٹھوکرین کھاتے ہین اٹھتے بیٹھتے　　پر ترے در تک پہنچ جاتے ہین اٹھتے بیٹھتے

جن جوانون کے سرِ افلاک پڑتے تھے قدم　　اب زمین پر ٹھوکرین کھاتے ہین اٹھتے بیٹھتے

آگے سو سو شعر اک جلسے مین کہتے تھے، امیر　　چار مصرع اب کہے جاتے ہین اٹھتے بیٹھتے

توڑ کر پہلو جو چل نکلا دلِ نخچیر سے　　خوب رو دئین حسرتین دل کی لپٹ کر تیر سے

اے گلِ تر تیرے جذبِ حسن کی تاثیر سے　　رنگ خون ہو کر ٹپکتا ہے مری تصویر سے

بوسہ لینے پر جو وہ بگڑے تو پھر بوسہ لیا　　معصیت کا ذوق دونا ہو گیا تعزیر سے

وصفِ گیسو مین جو کرتا ہون، تو کہتا ہے وہ شوخ　　دم الجھتا ہے تری الجھی ہوئی تقریر سے

کھو چلے قاصد کو خط اس شوخ کو لکھ کر امیر　　رو چکے لکھے کو اپنی خوبیِ تقدیر سے

وعدۂ وصل اور وہ؟ کچھ بات ہے　　ہو نہ ہو اس مین بھی کوئی گھات ہے

بوسۂ چاہِ زنخدان غیر لین　　ڈوب مرنے کی یہ اے دل بات ہے

بعد مدت بخت جاگے ہین مرے　　بیٹھیے سونے کو ساری رات ہے

گر جگہ دل مین نہین، پھر اس سے کیا؟　　یہ دوشنبے کی یہ بدھ کی رات ہے

صاف کہہ دے، تو یہان آیا نہ کر　　یار، یہ سو بات کی اک بات ہے

لختِ دل ہین میرے کھانے کو امیر　　بس انھین ٹکڑون پہ اب اوقات ہے

ساقیا، دردِ مے صاف نہین بیٹھ گئی　　شرعی ڈاک تھی یہ زیرِ نگین بیٹھ گئی

اندنون دخترِ رز کا نہین لگتا ہے پتہ　　کہین قاضی کے تو گھر جا کے نہین بیٹھ گئی

کشتیِ عمر کا انجام ہمین یاد آیا   کھا کے چکر کوئی کشتی جو کہین بیٹھ گئی
دور سے بھی جو نظر آئی مجھے شکلِ امید   پاس آ کر مرے پہلو کے قرین بیٹھ گئی
شعرِ پُردرد جو لکھنے پہ طبیعت آئی   سامنے آ کے مرے روحِ حزین بیٹھ گئی
ادّعا آنکھ سے اُس شوخ کی ہمچشمی کا   کیون تری آنکھ فدائے آہوئے چین بیٹھ گئی
سخت جانی کے دکھائے کسے جوہر اب امیر   کہ تری باڑھ تو اے خنجرِ کین بیٹھ گئی

جان تن سے جو تڑپ کر شبِ فرقت نکلی   دل نے خوش ہو کے کہا ایک تو حسرت نکلی
بہرِ نظارہ جو قرآن مین بھی دیکھی فال   لن ترانی کے سوا اور نہ آیت نکلی
ہاتھ تک مفتی و قاضی کو لگانے نہ دیا   دخترِ رز تو بڑی صاحبِ عصمت نکلی
بڑھ گئی حسن پرستی کی مجھے حرص امیر   ہائے پیری تو جوانی سے بھی آفت نکلی

شبِ وصل کیا مختصر ہو گئی   کہ آتے ہی آتے سحر ہو گئی
شبِ وصل اِدھر سے اُدھر ہو گئی   بدلتے ہی کروٹ سحر ہو گئی
کسی کروٹ آیا شبِ غم نہ چین   تڑپتے تڑپتے سحر ہو گئی
الٰہی شبِ غم مین اِتنا تو ہو   کوئی جھوٹ کہہ دے سحر ہو گئی
ہمین سر پٹکتے ہی گزری امیر   یون ہی عمر ساری بسر ہو گئی

لذت جو ملی مرے لہو کی   خنجر نے بلائین لین گلو کی
روئے مری قبر پر وہ آ کر   ہم خاک ہوئے تو آبرو کی
مُنھ اپنا نہ آرسی مین دیکھو   سنبھلے گی نہ چوٹ روبرو کی
دل ہی نہ رہا امید کیسی   جڑ کٹ گئی نخلِ آرزو کی
گُلفت نہ مٹی امیر دل سے   اشکون نے ہزار شست و شو کی

بیعتِ پیرِ مغان طرفہ مزا دیتی ہے   سلسلہ ساقیِ کوثر سے ملا دیتی ہے
بڑھ کے جب بولتی ہے موسمِ گُل مین بلبل   چل کے پھولون مین صبا آگ لگا دیتی ہے

جان پر صدمہ شب ہجر ہی سونا کیسا؟ آنکھ لگتی ہی تڑپ دل کی جگا دیتی ہی
ہم پہ ہنس فقط اس دور مین ہین ورنہ بہار ٹوپیان غنچون کو پھولون کو قبا دیتی ہی
کیجیے غور تو دولت بھی ہی بہری اے امیر کہ کریمون کو خدا سے یہ ملا دیتی ہی

سوچ لے بد عہد وقت انکار کے دو لون لب ہین دو گواہ اقرار کے
مر کے جب پہنا کفن سمجھے یہ ہم زیب تن کپڑے کیے دربار کے
چادرون سے بے خطر ہین خاکسار کب دبا سایہ تلے دیوار کے
شمع بالین سے یہ کہدے اے صبا سر پہ روتا ہی کوئی بیمار کے
ذلت و خواری و رسوائی امیر سب ہین دھبے دامن پندار کے

جو بحر عشق مین ہی وہ آفت رسیدہ ہی گرداب مثل موج گریبان دریدہ ہی
پایا کسی نے سر محبت نہ آج تک افسانہ عشق کا خبر نارسیدہ ہی
گلزار تن سے طائر دل اڑ گیا امیر سینہ اب آشیانہ مرغ پریدہ ہی

جو چہرہ ارغوانی تھا وہی اب زعفرانی ہی شکن چہرے پہ نقش پائے طاؤس جوانی ہی
عبث برباد کرتی ہی اڑا کر کوے جانان سے صبا کیا میری مشت خاک پر نا مہربانی ہی
خدا نے نیک صورت دی تو سیکھو نیک باتین بھی برے ہوتے ہو اچھے ہو کے یہ کیا بدزبانی ہی
ہوا ہون زندہ درگور انتہائے ضعف سے یارب مری چھاتی پہ سل اب تک سنگ سخت جانی ہی
امیر اس عاشقی کا لطف ہی فصل جوانی مین اندھیری رات مین کہنے کے قابل یہ جوانی ہی

بتون کے عشق مین ہم جان زار کھو بیٹھے ۶۷ عجب امانت پروردگار کھو بیٹھے،
سوال وصل کا کرنے سے یہ ہوا حاصل کہ آسرا ترے امیدوار کھو بیٹھے،
نہ ہوش ہی نہ خرد ہی نہ صبر ہی ہم کو یہ ہمنشین تھے جو دو تین چار کھو بیٹھے
گلون نے خندۂ بیجا کا یہ ثمر پایا کہ چار دن بھی نہ گزرے بہار کھو بیٹھے
ادا وہ کون تھی جس پر ہوے امیر فقیر؟ ذرا سی بات پہ صبر و قرار کھو بیٹھے

کبھی سمجھا نہ آ گئے کیا ہم اُس خود سر کو سمجھاتے　　سمجھ جاتا اگر اتنا کسی پتھر کو سمجھاتے
نصیحت کرنے والوں کو اگر کچھ بھی سمجھ ہوتی　　جو کچھ سمجھاتے مجکو وہ مرے دلبر کو سمجھاتے
کوئی کہتا نہ آتے باز میرے قتل سے ہرگز　　جو دُنیا اُنکو سمجھاتی وہ دُنیا بھر کو سمجھاتے
خدا ہمت اگر دیتا تو اپنے قتل کی چالیں　　کبھی قاتل کو سمجھاتے کبھی خنجر کو سمجھاتے
تڑپ کر رو کے اُس محفل میں تو نے کیا رسوا　　دلِ ناداں کو سمجھاتے کہ چشمِ تر کو سمجھاتے
امیر اکلی ہی سودا جوش پر ہم کو اگر ملتا　　بنانا بیڑیاں بھاری یہ آہن گر کو سمجھاتے

باندھی جو روزِ حشر ہوا ہم نے آہ کی　　اڑتی پھرے گی فرد ہمارے گناہ کی
شرکت نہ کی ملال میں کس دادخواہ کی　　دل پر کسی کے چوٹ پڑی ہم نے آہ کی
بھاری بہت ہی لاؤ نگا روزِ جزا میں زند　　رکھواکے سر پہ شیخ کے گٹھری گناہ کی
کہدونگا سب گناہ مرے مجکو یاد ہیں　　کیوں فرد کاتبانِ عمل نے سیاہ کی
سر قتلگہ میں دے کے عدم کو گیا امیر　　لی گھر کی راہ پھینک کے گٹھری گناہ کی

مر کے چھوٹا کوہکن آزار سے　　پائی چھٹی روز کی بیگار سے
کر چکے قتل اب کہیں رسوا نہو　　جاؤ دھو ڈالو لہو تلوار سے
چشمِ جاناں کو ہے دُنبالہ گراں　　اُٹھ نہیں سکتا عصا بیمار سے
لاش ہی اُٹھے یہاں سے تو اُٹھے　　اُٹھ چکے ہیں آستانِ یار سے
میں اُسے پیرِ مغاں سمجھا امیر　　مست جو نکلا درِ خمار سے

صلحِ کل میں ہے ابھی شرکتِ کیں تھوڑی سی　　اور اے پیرِ خرابات نشیں، تھوڑی سی
مدد اے شوقِ سجود، المدد اے شوقِ سجود　　سر نہ اُٹھے ابھی باقی ہے جبیں تھوڑی سی
ایک قطرہ بھی نہ ملیگا اگر اے جانِ جہاں　　اُٹھی انداز سے کہدے کہ نہیں تھوڑی سی
کوچۂ یار میں ہوں لاکھ تپش کے ساماں　　پھر جو تسکین ہے دل کو تو وہیں تھوڑی سی
ہدیۂ دوست سمجھ کر میں ہوا شکر گزار　　ردکھی سوکھی جو ملی نانِ جویں تھوڑی سی

تنگ آئے ہین بہت بیٹھے رہین وان جاکر — اس جہان سے جو الگ پائین زمین تھوڑی سی
خم چڑھا جائین تو سمجھے کہ کوئی گھونٹ پیا — کیا پئین ہم سے خرابات نشین تھوڑی سی

جو بعدِ مرگ مرے دل مین کچھ غبار آئے — عجب نہین ہے کہ آندھی تہِ مزار آئے
وہ لیکے تیر و کمان جب پئے شکار آئے — سلام کرنے ہرن باندھ کر قطار آئے
عجیب خوابِ گران مین ہین خفتگانِ زمین — کسی نے بھی نہ سُنا ہم بہت پکار آئے
گڑھے مین گور کے پھینک آئے اقربا مجکو — سلوک خاک کیا سر کا بوجھ اُتار آئے
فلک نے ساتھ مصیبت کے مجلسین بھی دین — جو گھر مین فاقہ ہوا میہمان ہزار آئے
ہم ایک بار رُلانے پہ لاکھ بار گئے، — وہ لاکھ بار مَنانے پہ ایک بار آئے
جلا رہے ہین شبِ غم مین اور بھی جگنو — کہان سے اُڑ کے جہنم کے یہ شرار آئے
لہو نچوڑ کے بھر دون وہ رند مسکین ہون — نظر جو شیشۂ خالی دمِ خمار آئے
جنون کی فکر احبّا نے کی امیرؔ تو کیا؟ — یقین ہے آج ہی کل موسمِ بہار آئے

کون بیماری مین آتا ہے عیادت کرنے؟ — غش بھی آیا تو مری روح کو رخصت کرنے
اُسکو سمجھاتے نہین جاکے کسی دن ناصح — روز آتے ہین مجھی کو یہ نصیحت کرنے
تیر کے ساتھ چلا دل، تو کہا مین نے، کہان؟ — حسرتین بولین کہ مہمان کو رخصت کرنے
آئے میخانے مین تھے پیرِ خرابات امیرؔ — اب چلے مسجدِ جامع کی امامت کرنے

بدقت بحرِ غم سے کشتیِ جانِ حزین نکلی — کبھی بیٹھی، کبھی اُچھلی، کہین ڈوبی، کہین نکلی
عجب انداز سے مقتل مین اُسکی تیغِ کین نکلی — کہ دل سے مرحبا نکلا، جگر سے آفرین نکلی
خدا کا شکر وہ بُت نزع کے دم دیکھنے آیا — نظارے کی جو حسرت تھی وہ وقتِ واپسین نکلی
تصور بس کہ تھا دل مین امیرؔ اُس رُوئے زیبا کا — پری بنکر ہمارے مُنہ سے آہِ آتشین نکلی

غیرون سے ہین باتین بھی، عنایت کی نظر بھی، — پر دیکھتے جاتے ہین کن انکھیون سے اِدھر بھی
ہر شوق جو بالون کے بڑھانے کا تو اے جان — پیدا کرو اِس بوجھ اُٹھانے کو کمر بھی

پہلو میں مرے رہتے ہیں جی دیتے ہیں اُن پر — دل ہو کہ جگر، دونوں اِدھر بھی ہیں اُدھر بھی

ڈرتا ہوں شبِ وصل، کہ تقدیر بُری ہے — آئے نہ کہیں شام کے ہمراہ سحر بھی

فرقت میں امیرؔ ایسی برستی ہے اُداسی — روتے ہیں مرے حال پہ دیوار بھی در بھی

نہ سُنے دردِ دل مرا نہ سُنے — میں کہوں گا سُنے وہ یا نہ سُنے

بہت اے دل، وفا وفا نہ پکار — کہیں وہ دشمنِ وفا نہ سُنے

جو کوئی درد آشنا ہو امیرؔ — اِدھر آئے مرا فسانہ سُنے

اک ذرا دیکھ تو کیا کہتے ہیں مرنے والے — او غریبوں کے مزاروں پہ گزرنے والے

اُٹھے اور کوچۂ محبوب کو پہنچے عاشق — یہ مسافر نہیں رستے میں ٹھہرنے والے

موت کہتی ہے کہ دیتے تو حسینوں پہ ہیں جان — اور مجھے مفت لیے مرتے ہیں مرنے والے

قابلِ رحم، قیامت میں نہ ٹھہریں گے امیرؔ — رحم دُنیا میں غریبوں پہ نہ کرنے والے

جب سے بلبل تو نے دو تنکے لیے — لوٹتی ہیں بجلیاں ان کے لیے

مر نہ دی قرض اُسنے دو دن کے لیے — جس نے توڑے ہم سے گن گن کے لیے

وصل کا دن اور اتنا مختصر ۷۸ — دن گنے جاتے تھے اِس دن کے لیے

صبح کا سونا جو ہاتھ آتا امیرؔ — بھیجتے تحفہ مؤذن کے لیے

عجب عالم ہے اُسکا وضع سادی شکل بھولی ہے ۷۹ — کُھبی جاتی ہے دل میں، کیا رسیلی نرم بولی ہے

اوائیں کھیلتی ہیں رنگ، تلوار اُسنے کھولی ہے — لہو کی چلتی ہیں پچکاریاں مقتل میں ہولی ہے

بہار آئی، چمن ہوتا ہے مالامال دولت سے — نکالا چاہتے ہیں زر گرہ غنچوں نے کھولی ہے

عجب ملبوس ہے ہم وحشیوں کا رختِ عریانی — گریباں ہے، نہ پردہ ہے، نہ دامن ہے، نہ چولی ہے

صراحی دور میں آتی ہے، زاہد ہوں جو محفل میں ۸۰ — جھکالیں اپنی آنکھیں، دخترِ رز کی یہ ڈولی ہے

امیرؔ اس بیوفا دنیا کی صورت پر نہ تم جاؤ — بڑی عیار ہے، مکار ہے، ظاہر میں بھولی ہے

آنکھ اُسکو کھولنی بھی دشوار ہوگئی ہے — چلیے چمن میں نرگس بیمار ہوگئی ہے

کچھ فکر دختِ رز کی، پیرِ مغاں ہے لازم بیہوش اب نہیں ہے ہشیار ہو گئی ہے

انگور میں تھی یہ مے پانی کی چار بوندیں ۸۱ جس دن سے کھنچ گئی ہے تلوار ہو گئی ہے

اک بات سہل سی ہے مرگ اے امیر لیکن ۸۲ دشوار سمجھے ہیں سب، دشوار ہو گئی ہے

وہ کہتے ہیں نکلنا اب تو دروازے پہ مشکل ہے قدم کوئی کہاں رکھے؟ جدھر دیکھو ادھر دل ہے

کہیں ایسا نہ ہو تجھ پر بھی کوئی وار چل جائے قضا ہٹ جا کہ جھنجھلایا ہوا اس وقت قاتل ہے

طنابیں کھینچیے یارب زمینِ کوئے جاناں کی کہ میں ہوں ناتواں، اور دن ہے آخر، دور منزل ہے

مرے سینے پہ رکھ کر ہاتھ کہتا ہے وہ شوخی سے یہی دل ہے جو زخمی ہے، یہی دل ہے جو بسمل ہے

نقاب اٹھی تو کیا حاصل حیا اٹھے تو آنکھ اٹھے پڑا گہرا تو یہ پردہ ہمارے انکے حائل ہے

الٰہی بھیجدے تربت میں کوئی حور جنت سے ۸۳ کہ پہلی رات ہے، پہلا سفر ہے، پہلی منزل ہے

جدھر دیکھو ادھر سوتا ہے کوئی پاؤں پھیلائے زمانے سے الگ گورِ غریباں کی بھی محفل ہے

عجب کیا گر اٹھا کر سختیِ فرقت ہوا ٹکڑے کوئی لوہا نہیں، پتھر نہیں، انسان کا دل ہے

سخی کا دل ہے ٹھنڈا گرمیِ روزِ قیامت میں کہ سر پر چترِ رحمت سایۂ دامانِ سائل ہے

امیرِ خستہ جاں کی مشکلیں آساں ہوں یارب ۸۴ تجھے ہر بات آساں ہے اسے ہر بات مشکل ہے

پوچھو پیکانِ تیرِ قاتل سے مشورے ہو رہے ہیں کیا دل سے؟

لے چلے دل، تو ہنس کے فرمایا پیار اب کیجیے گا کس دل سے؟

اس ادا سے وہ آئے وصل کی رات کہ نکل آئیں حسرتیں دل سے

ہو زمیں لاکھ سہل، لیکن امیر ہوتے ہیں اچھے شعر مشکل سے

مر چلے ہم مر کے اس پر مر چلے کام اپنا نام اسکا کر چلے

حشر میں اجلاس کس کا ہے کہ آج لیکے سب اعمال کا دفتر چلے

خونِ ناحق کرکے اک بے جرم کا ہاتھ ناحق خون میں تم بھر چلے

یہ بھی کس جرم پہ دم کو سزا؟ حکم ہے دن بھر چلے شب بھر چلے

شیخ نے میخانے مین پی یا نہ پی | دختر رز کو تو رسوا کر چلے
گل گیا آخر یہ تربت کفن ۸۵ ایک جوڑا چشتہ تک کیونکر چلے؟
رہنے کیا دنیا مین آئے تھے امیرؔ؟ | سیر کرلی اور اپنے گھر چلے

خبر ہے نعش پہ کس بیوفا کے آنے کی؟ | کہ جان ابھی سے ہی مشتاق جا کے آنے کی
شب وصال مین اُس شوخ کو پلا کے شراب | مین راہین روک رہا ہون حیا کے آنے کی
نہ چوک وقت کو پا کر یہ ہے وہ معشوق | کبھی امید نہین جس سے جا کے آنے کی
گھٹا مین برق جو چمکی تو یاد آئی امیرؔ | ادا کسی کی وہ پردہ اُٹھا کے آنے کی

جو کچھ سوجھتی ہے نئی سوجھتی ہے | مین روتا ہون اُن کو ہنسی سوجھتی ہی
یہ آتا ہے جی مین کہ کوثر پہ چلیے | خرابات مین دور کی سوجھتی ہی
کہا مین نے پاس آؤ تو ہنس کے بولے | اجی آج تو دور کی سوجھتی ہی
امیرؔ ایسے ویسے تو مضمون ہین لاکھون | نئی بات کوئی کبھی سوجھتی ہی

گھبرائی ہوئی تیغ بکف پھرتی ہو ہر سمت | کیا جانے دیا برق کو کیا حکم قضا نے
اُس دست نگارین کو کیا ہے جو بھبھوکا | دل مین مرے اک آگ لگا دی ہو حنا نے
معشوق جفا کار ہین، عشاق وفادار | ہر ایک کو حکمت سے بنایا ہو خدا نے
بے موت مجھے تیغ تغافل ہی نے مارا | پوچھا نہ جفا نے، نہ قضا نے، نہ ادا نے
خاموش چلے جاتے ہین دنیا سے ہزارون ۸۶ کیا جانیے کیا کہدیا چپکے سے قضا نے
دکھلا کے ادا مجکو امیرؔ اُسنے کیا قتل | پیدا اثر درد کیا میری دوا نے

اندھیری رات مین بجلی کو بھی ترس آیا | غریب سے کے چراغ آئی آشیان کے لیے
ہزار شکر کہ پیکان سے دل ہوا آباد | خدا نے بھیجدیا وارث اِس مکان کے لیے
خدا جو پوچھے گا کیون جان دی جوانی مین | دکھا کے تجکو کہونگا کہ اس جوان کے لیے
کھلی زبان مری کسکی داستان کے لیے | اُچھل کے دل نے جو بوسے مری زبان کے لیے

زمین کو ہم سے غبار، آسمان کو ہم سے خلاف — نہ ہم زمین کے لیے ہین، نہ آسمان کے لیے
امیر، نالہ بھی ہو ساتھ ساتھ اشکون کے — جرس بھی شرط سفر مین ہے کاروان کے لیے

شبِ غم کیسی ہی چھوٹی ہو واعظ — مگر تیری قیامت سے بڑی ہے
نہین رُکتی چلی جاتی ہے دن رات — مری عمرِ روان بھی اک گھڑی ہے
نکیلی بھی، سجیلی بھی ہے وہ آنکھ — مگر دیکھا تو شرمیلی بڑی ہے
نہ توڑ و نرگسِ بیمار کی آس — عصا ٹیکے ہوئے کب سے کھڑی ہے
امیر، اپنی نظر مین قصرِ شاہی — فقیرون کی سی ٹوٹی جھونپڑی ہے

سرِ راہِ عدم گورِ غریبان طرفہ بستی ہے — کہین غربت برستی ہے، کہین حسرت برستی ہے
حقیقت دخترِ رز کی کیا ہے کیا رندون کی ہستی ہے — ترے دم سے یہ ساقی گرمیِ بازارِ مستی ہے
ہمین شاہد پرستی سے سمجھ بیٹھو رہے واعظ — جوانی کا ہے نشہ، بیخودی ہے، جوشِ مستی ہے
دمِ مستی مژہ کی اشکباری دیکھ ای ساقی — گھٹا ہلکی سی ہے پر جھوم کر کیا کیا برستی ہے
بلائین لیتے لیتے مست ہو جاتی ہے مشاطہ — وہ چوٹی ار گجے کے عطر مین جھوتت بستی ہے

نئے بانکے بنے ہو تم، نئی شمشیر باندھی ہے — نگاہِ حسرت آلودہ نہین دیکھی ہے بسمل کی
بھلا دیکھون تو وہ کیونکر نہین آتے ہین گھر میرے — اگر ہے عشق کامل، کھینچ لائے گی کشش دل کی
گریبان پھاڑ کر سیرِ چمن کو مثلِ گل چلیے — جنون انگیز پھر آتی ہین آوازین عنادل کی
جہان بدلا مزاج اُس شوخ کا، چڑھنے لگی تیوری — ذرا قاتل کھنچا، کھنچنے لگی شمشیر قاتل کی
نہ سمجھ کھیل، امیر، الفت کی بازی جان لیتی ہے — کہے دیتے ہین ہم، اچھی نہین ہے دل لگی دل کی

مین وہ سیاہکار ہون جب سے ہوا ہون دفن — جلاتی ہے زمین مری مٹی خراب کی
اللہ رے قدر میرے گناہون کی روزِ حشر — تعظیم کو کھڑی ہوئی میزانِ حساب کی
قالب مین روح مندِ فرشتون نے کی عبث — بے فائدہ غریب کی مٹی خراب کی
لفتِ دل برشتہ نکلتے ہین چھید کے ساتھ — ہر تیر آہ سیخ ہے گویا کباب کی

وہ مست بے خبر ہے نہ سمجھے گا واعظو   کہیے امیر سے نہ ثواب و عذاب کی

جو چشمِ غور سے آئینۂ توحید کو دیکھا   تو سب کچھ تو ہی ٹھہرا ہم نہ کچھ اے خودنما ٹھہرے
صفیں آراستہ ہونے لگیں جب اہلِ محشر کی   جما کر ایک ٹکڑی حسرتوں کی ہم جدا ٹھہرے
زہے حسرت نکالے ہم گئے جب کوئے جاناں سے   بہت مڑ مڑ کے دیکھا دیر تک رو بر قفا ٹھہرے
جفا دیکھو جنازے پر مرے آئے تو فرمایا   کہو تم ہو وفا ٹھہرے کہ اب ہم بے وفا ٹھہرے

مقتل میں اُسکے دوڑ کے پہنچے جو تھے قوی   قیدی جو ناتوان تھے وہ زندان میں رہ گئے
دوڑے تلاشِ دولتِ دنیا میں جو حریص ۸۸   آخر کو تھک کے گورِ غریباں میں رہ گئے
لوٹا ستمگروں نے مگر اب بھی اے امیر   مضمون ہزار ہا مرے دیوان میں رہ گئے

تیغِ قاتل کی چمک آنکھوں میں پھر جاتی ہے   اور بھی برق تڑپ کر مجھے تڑپاتی ہے
سرنگوں بحرِ حوادث میں ہوں مانندِ حباب   آنکھ کھل جاتی ہے جس دم کوئی لہر آتی ہے
دل کو تسکین میں اے قافلے والو کیا دوں   اب تو آوازِ جرس کی بھی نہیں آتی ہے

کیا باغ میں دیکھتی ہے شبنم ۸۹   جو گُل کی ہنسی پہ رو رہی ہے
نرگس کو صبا نہ چھیڑ اتنا   سونے دے غریب سو رہی ہے
ہم جاگ رہے ہیں ہجر کی شب   تقدیر ہماری سو رہی ہے

خیال ہی میں مزے وصلِ دلربا کے لیے   لیے جو بوسے تو منھ ڈھونڈے بھی چھپا کے لیے
یہ ہچکیاں نہیں آتی ہیں نزع میں پیہم   بٹھائی جاتی ہے ڈاک آمدِ قضا کے لیے
وہ آئیں نزع میں چلتی نہیں زباں نہ چلے   نگاہِ یاس تو ہے عرضِ مدعا کے لیے

زیور سے بڑھ کے تجکو تری چال ہو گئی   موجِ خرام پاؤں میں خلخال ہو گئی
کیا سلوک مجھ سے کیا اشکِ شرم نے   زائل سیاہیِ خطِ اعمال ہو گئی

ابھی مزار پہ احباب فاتحہ پڑھ لیں ۹۰   پھر اس قدر بھی ہمارا نشان رہے نہ رہے
ہیں غافل ہو کیا اعتبارِ جسم و حواس   کہ ایک شب سے سوا کارواں رہے نہ رہے

درد پہلو کی یہ شدت ہے کہ رنگت فق ہے — زخم وہ دل میں ہے کاری کہ کلیجہ شق ہے
ذکرِ گنجینہ سے ہوتا نہیں کوئی منعم — ذوق جب تک نہ ہو اے شیخ عبث ہو حق ہے

طولِ فرقت سے مزے وصل کے سب بھول گئے — نہ وہ باتیں ہیں نہ وہ راتیں ہیں نہ وہ دن یاد رہے
کانٹے الجھیں نہ کہیں دامنِ آزادی میں — دامن اس ڈر سے سمیٹے ہوئے شمشاد رہے

آبنی جان پہ اپنی تو مروت کیسی؟ — پھینک دوں چیر کے پہلو جو کہیں دل آئے
اب کسی سے نہ رہی ملنے کی حسرت باقی — آج جی بھر کے گلے تیغ سے ہم مل آئے

مدت ہوئی کہ جی مرا جینے سے سیر ہے — اے جان، تیرے منھ سے نکلنے کی دیر ہے
آئے جو نزع میں تو یہ کہکر وہ اٹھ گئے — ہم جاتے ہیں یہاں ابھی رخصت میں دیر ہے

نازکی کہتی ہے تسمہ تو لگا رہنے دے — ناز کہتا ہے لگی میری بلا رہنے دے
عشق کے راز کو پنہاں کوئی کیا رہنے دے — داغ کچھ درد نہیں ہے کہ چھپا رہنے دے

روز تکیوں میں جا کے دل میرا — دوستوں کو پکار آتا ہے
ہم کو آتا ہے پیار پر غصہ — مجھکو غصے پہ پیار آتا ہے

باتیں ناصح کی سنیں یار کے نظارے کیے — آنکھیں جنت میں رہیں کان جہنم میں رہے
ان کے تڑپانے کی طاقت جو نہیں ہم میں نہ ہو — کاش اپنے ہی تڑپنے کی سکت ہم میں رہے

محتسب، پوچھ نہ تو شیشہ میں کیا رکھا ہے — پارسائی کا لہو اس میں بھرا رکھا ہے
ہم چلے دیر سے کعبہ کو تو وہ بت بولا — جا کے لے لیجیے کعبے میں خدا رکھا ہے

شام ہوتے ہی شبِ وصل سجاتا ہے گجر — ہاتھ ٹوٹیں ترے گھڑیال بجانے والے
ہم جو پہنچے تو قیامت میں ہوا غل آئے — دھجیاں دامنِ محشر کی اڑانے والے

چشمِ واعظ پہ ہے عینک، دستِ واعظ میں عصا — ضعفِ پیری میں یہ دو باقی سہارے رہ گئے
موت آئے کہ یا وہ آئے یا قیامت ہو امیر — اب یہی دو تین جینے کے سہارے رہ گئے

اے چرخ حسینوں کی جفا اور ہی کچھ ہے — معشوق کی چھیڑ دن میں مزا اور ہی کچھ ہے

قاصد، یہ زبان اُسکی، بیان اُسکا نہین ہی — دھوکا ہی تجھے، اُسنے کہا اور ہی کچھ ہے

مغفرت کا تو جو طالب ہی تو زاہد، آ اِدھر — پیار کرتی ہی وہ میخوارون کو میخوارون مین آ
ڈھونڈھتا ہی اُسکو اے زاہد، تو اپنے دل مین ڈھونڈھ — چھت مین کعبے کی نہ وہ کعبہ کی دیوارون مین آ

چھپانا کب تلک، افشا ہے دن رات ہی — اب یہ کچھ چوری چھپے کی بات ہے
وہی باتین کیون سُناتے تم مجھے — پیار کرتا ہون مین اتنی بات ہے

تجھ سے مانگون مین تجھی کو کہ سبھی کچھ مل جا — سو سوالون سے یہی ایک سوال اچھا ہی
اسکا انجام فراق، اُسکا ہی انجام وصال — کون کہتا ہی کہ فرقت سے وصال اچھا ہی

ترے نگاہ نے ایمان، دل کو کر دیا چھلنی — ابھی جی کی نکلی، جب ترے منہ سے نہین نکلا
نہ چھوڑا ساتھ اُنکا میری تربت پر بھی آنے مین — بڑی پابندی اپنی وضع کی جبین جبین نکلو

پڑھا جاتے تھے ہم سے کہ کبھی حلقے مین آ کے — وہی ہم ہین کہ پھر جاتا ہی سر اک دورِ ساغر سے

بندون کو چشمِ شوق، بتون کو دیا جمال — واقف ہی کون مصلحتِ ذوالجلال سے

آ گئے جو میکدے مین کرے ست کیون کمی — شیشے کی طرح چاہیے مے تا گلو سے

مقامِ وجد ہی اے دل کہ بزمِ یار مین آ گئے — بڑے دربار مین آ گئے بڑی سرکار مین آ گئے

دُکھے کیونکر نہ دل آوازِ نے سے — صدا ہے یہ کسی دردآشنا کی

واماندگی سے جا نہ سکے کاروان تلک — کھائی تھین ٹھوکرین جو مقدر مین رہ گئے

نہ بیٹھنے مین گزارہ، نہ ہارنے مین رفاہ — پھر اُٹھ سے کھیل کوئی کس گمان پر کھیلا

مرے تو خاک ہوئے ہم مٹے تو خاک مٹے — ابھی تلک تو نشان مزار باقی ہے

مرا احوال کرسکتا نہین آن سے بیان کوئی — دہن مین میرے قاصد کے مری رکھدو زبان کوئی

حسنِ روز افزون بھلا دیتا ہی پہلے قاعدے — روز ہو جاتے ہین اُس محفل مین جا کر ہم نئے

کچھ میری سنو، کہو کچھ اپنی — باتین نہ کرو اِدھر اُدھر کی

پیکان ہی ترے تیر کا پہلو مین در آئے — ٹھنڈا ہو کلیجا یہی اُمید بر آئے

کہہ رہی ہے حشر مین وہ آنکھ شرمائی ہوئی — ہائے کیسی اس بھری محفل مین رسوائی ہوئی

یہ گالی جو اسے دلربا مل رہی ہے — دعا دی تھی اُسکی سزا مل رہی ہے

دوڑ ساقی، کہ ترے مستون کو — ہوش آیا تو قیامت ہوگی

حورین کیونکر تری زبان سیکھین — لب و لہجہ کہین بدلتا ہے؟

آئے وہ کیون؟ اور آنے سے وصل ہی کیا ہوا — چپ چپ تھوڑی دیر بیٹھے اُٹھکے گھر چلے گئے

بتون ہی مین ہے وہ بت کچھ تجھے خبر بھی ہے؟ — چھپا ہوا انھین فتنون مین فتنہ گر بھی ہے

منزلِ گور سے دم لیکے بڑھین گے آگے — ہم مسافر ہین بڑی دور کے رہنے والے

ہم مر گئے آنے کی جو اُنکے خبر آئی — افسوس اجل چار قدم پیشتر آئی

کیا خبر تھی کہ جدائی تری آفت ہوگی — بات کرنی بھی غریبون کو مصیبت ہوگی

ترا دوست، میرا عدو دل یہی ہے — ترا بسمل، اور میرا قاتل یہی ہے

ہم دل جلے گئے تو جہنم پکار اٹھا — یارب، سزا ملی یہ مجھے کس گناہ کی؟

پا کے تنہا انھین بوسے جو لیے کہنے لگے — مل گئی مفت چھچھورے کو یہ نعمت کیسی؟

افسردہ داغِ دل ہوئے پیری مین کیا امیر — گویا چراغ صبح کو خاموش ہوگئے

نہ زر سے کام، نہ اسباب سے، نہ دولت سے — یہ سب رہین نہ رہین عالم شباب رہے

ملا نہ محفلِ جانان سے ہم کو اذنِ نشست — برنگِ شمع خجالت سے آب آب رہے

بڑھے کیا ربط؟ یارِ دلستان سے — نیا اک روز دل لائین کہان سے؟

خزان کے آتے ہی گلچین و صیاد — لپٹ کر خوب روئے باغبان سے

خلعتِ روزِ ازل بے سر و سامانی ہے — خاص ملبوس مرا جامۂ عریانی ہے

گلشن مین مجھ سے ہے یہ تقاضائے اضطراب — کھٹکا ہو جس شجر مین وہین آشیان رہے

یون بیٹھے بیٹھے زیست کے دن ہوگئے تمام — کشتی مین جیسے ساکنِ کشتی روان رہے

لطف تب ہو کہ ادھر ہاتھ مین بوتل آئے — اس طرف جھوم کے گلزار مین بادل آئے

طالب مرگ بھی ہین منتظر یار بھی ہین — دیکھیے کون شب ہجر مین اول آئے
پھینک دو کاٹ کے جڑ نخل تمنا کی اسیر ۹۲ — پھول کمبخت مین آئے نہ کبھی پھل آئے

رباعیات

گھر کھدنے کی پوچھو نہ مصیبت ہم سے — روتی ہے لپٹ لپٹ کے حسرت ہم سے
یا ہم جاتے تھے گھر سے رخصت ہو کر ۹۳ — یا گھر ہوتا ہے آج رخصت ہم سے

اوروں کو تو دنیا مین قضا نے مارا — دی زیست خدا نے، اور خدا نے مارا
یہ صورت مرگ زیست اپنی ہے جدا — اُس لب نے جلایا تھا، ادا نے مارا

کمرے مین تو شب وہ ماہ سیما آیا — اسیر بھی مجھے ہاتھ نہ تنہا آیا
چلمن جو اٹھی ہوئی تھی آتی تھی ہوا — چھڑوا دیے پردے تو پسینا آیا

انتخاب

از

کلیاتِ انشاء اللہ خان

۱۲ نشتر

سید انشاء اللہ خان متخلص بہ "انشا" ہندوستان کے نامی شاعرون مین ہین
انکے باپ میر ماشاء اللہ خان بھی شاعر تھے - میر ماشاء اللہ خان صحیح النسب سادات
مین شمار کیے جاتے تھے - دربار شاہی دہلی مین یہ طبیب تھے اور زمرۂ امرا مین تھے
دلّی تباہ ہونے پر یہ مرشد آباد گئے اور وہان سراج الدولہ کے مصاحبون مین داخل
ہوئے - وہین سید انشاء اللہ خان نے تربیت پائی - مرشد آباد تباہ ہونے پر سید
انشا دلّی آئے اور شاہ عالم بادشاہ کے دربار مین داخل ہوئے - شاہ عالم کے پاس
اتنا سرمایہ کہان تھا کہ انکو خاطر خواہ صلہ ملتا اسلیے یہ دلّی سے لکھنؤ آ گئے -
لکھنؤ مین ایک زمانہ انکا یہ تھا کہ نواب شجاع الدولہ کو ایک دم بغیر اِنکے
چین نہ تھا - اسکے بعد بادشاہ کو کچھ خلش پیدا ہوئی - یہ زمانہ سید انشا کے لیے
زحمت کا تھا - پھر بادشاہ نے اِنکی تنخواہ بند کر دی اور چین سے یہ گھر بیٹھے - خانہ
نشینی کا زمانہ اِنکے لیے آرام کا اور دوسرون کے لیے عبرت کا زمانہ تھا - اِس زمانہ
مین بھی انکی شاعری چلی جاتی تھی بلکہ اِس زمانہ کا کلام بہت ہی پُر درد ہوتا تھا - انکی
وہ مشہور غزل جسکا مطلع ہے ع کمر باندھے ہوئے چلنے کو یان سب یار بیٹھے ہین + بہت آگے گئے
باقی جو ہین تیار بیٹھے ہین - اِسی زمانہ کی ہے - آخر مین وہ تارک الدنیا ہو گئے اور کچھ دنون کے
بعد ایک مجذوب گوشہ نشین کی حیثیت سے بمقام لکھنؤ ۱۲۳۳ھ مین فوت ہوئے -
سید انشا بڑے زبردست عالم تھے اور بڑے ہی ذہین تھے لیکن ذریعہ رزق انھون نے ٹھہرا
رکھا تھا شاعری اور وہ بھی بادشاہون کے ہنسانے کے لیے اِسلیے علماے عصر مین انکا شمار نہ ہوا انکی نسبت
بعض سخن شناسون کا قول تھا کہ سید انشا کے علم پر انکی شاعری نے خاک ڈال دی اور انکی شاعری کو اُمرا کی مصاحبت نے ڈبو دیا

غزلیات وابیات

رہا ہی ہوش کچھ باقی، اِسے بھی اب بکھیڑے جا — یہی آہنگ، ای مطرب بیسُر تو اور چھیڑے جا
مجھے اِس دُھن میں لذت ہی ای جوشِ جنون، اچھا — مرے زخمِ جگر کے ہر گھڑی ٹانکے اُدھیڑے جا
سوالِ بوسہ سُن کہنے لگا، وہ شوخ غصہ ہو — بہت اچھا، سمجھ لونگا، بھلا، تو مجھکو چھیڑے جا
وفورِ مے سے، حالت غش کی ہی انشاؔ کو ای ساقی — شرابِ سُرخ پیالی کے، دیئے مُنھ پر تریڑے جا

خیال کیجیے گا، آج کام مین نے کیا — جب اُس نے دی مجھے گالی، سلام مین نے کیا
کہا یہ صبر نے دل سے کہ "لو خدا حافظ" — حقوقِ بندگی اپنا، تمام مین نے کیا
جنون یہ آپ کی دولت، ہوا حصول مجھے — کہ ننگ و نام کو چھوڑا، یہ نام مین نے کیا
مزا یہ دیکھیے گا، شیخ جی رُکے اُسٹھے — جو اُنکا بزم مین، کل، احترام مین نے کیا
ہوس یہ رہگئی، صاحب نے پر کبھی نہ کہا — کہ "آج سے تجھے انشاؔ غلام مین نے کیا"

فقیرانہ، ہر دل، مقیم اُسکی رہ کا — غرض کیا کہ محتاج ہو بادشہ کا
تری آشنائی مین، کیا ہم نے پایا — دیا نقدِ دل اور اپنی گرہ کا
تبھی لطف ہی ساقیا میکشی کا — کہ تو بھی بہک اور مجکو بھی بہکا
کبھی تجھ سے انشاؔ نے بوسہ نہ مانگا — گنہ گار ہے وہ فقط اک نگہ کا

جھوٹا نکلا قرار تیرا — اب کس کو ہے اعتبار تیرا؟
دل مین سو لاکھ چٹکیان لین — دیکھا بس ہم نے پیار تیرا
انشاؔ سے نہ روٹھ مت خفا ہو — ہے بندۂ جان نثار تیرا

اچھا جو خفا ہم سے ہو تم، اے صنم، اچھا — لو، ہم بھی نہ بولین گے خدا کی قسم اچھا
مشغول کیا چاہیے، اِس دل کو کسی طور — لے لیوین گے ڈھونڈھ، اور کوئی یار ہم اچھا
گرمی نے کچھ آگ اور بھی سینہ مین لگائی — ہر طور غرض، آپ سے، ملنا ہی کم اچھا

جو شخص مقیم رہِ دلدار ہین زاہد فردوس لگے اُنکو نہ باغِ ارم اچھا
اس ہستیِ موہوم سے ہین تنگ ہی انشا واللہ، کہ اس سے ہمراتب، عدم اچھا

ہی ظلم، اُسکو یار کیا ہم نے، کیا کیا؟ کیا جبر اختیار کیا ہم نے، کیا کیا؟
اس رشک گل کی خواہشِ بوس و کنار کو اپنے گلے کا ہار کیا، ہم نے کیا کیا؟
دستِ جنون سے اپنے گریبان صبر کو اے عشق، تار تار کیا، ہم نے کیا کیا؟
رہ رہکے دل مین آوے ہی انشا یہی کہ کیون اُس دل کو بیقرار کیا، ہم نے کیا کیا؟

اگر ہمارے کرے کوئی منہ ہزار جدا تو یہ قبول نہ ہوئے ہی وہ خود پسند جدا
مری اور اُسکی یہ صحبت ہوئی بہ رزم وداع کہ درد مند سے ہو جیسے درد مند جدا
نمک فشان ہین مگر زخم دل پہ اے انشا سبھون کے طعنہ جدا، ناصحون کے پند جدا

اے صبا باغ مین ہلایا کر تو مرے گلعذار کا جھولا
نکہتِ گل کے جھولنے کے لیے ہے نسیم بہار کا جھولا
چاہیے طفل اشک کو انشا مژہ قطرہ بار کا جھولا

جو ہاتھ اپنے سبزی کا گھوڑا لگا تو سلفے کا اور اُسکو کوڑا لگا
اجی، چشم بددور، نام خدا تمھین کیا بھلا سرخ جوڑا لگا
لگی کہنے انشا کو شب وہ پری نے مجھے بھوت ہو کر نگوڑا لگا،

دیکھ تیجے ہاتھ دھر کر اس مرے سینہ پہ آپ گر نہ دیکھا ہو تڑپنا ماہی بے آب کا
کیا ہی پھبتا ہی یہ صاحب رینگ کا کُرتا تمھین اور لے ظالم یہ ڈھیلا پائچہ کمخواب کا
مانگتا ہی یہ دعا آٹھون پہر انشا سدا دیا آلہی بول بالا ہو مرے نواب کا،

رکھتے ہین کہین پاؤن تو پڑتا ہی کہین اور ساقی تو ذرا ہاتھ تو لے تھام ہمارا
اے باد سحر محفلِ احباب مین کہنا دیکھا ہی جو کچھ حال ہے وا دام ہمارا
عجب اُلٹے ملک کے ہین، اجی آپ بھی کہ تم سے کبھی بات کی جو سیدھی، تو ملا جواب اُلٹا

چلے تھے حرم کو، رہ میں ہوئے اک صنم کے عاشق
نہ ہوا ثواب حاصل، یہ ملا عذاب اُلٹا

مجھے چھیڑنے کو، ساقی نے دیا جو جام اُلٹا
تو کیا بہک کے میں نے اُسے اک سلام اُلٹا

فقط اس لفافہ پر ہے کہ خط آشنا کو پہنچے
تو لکھا ہے اُس نے انشا یہ ترا ہی نام اُلٹا

زاہد، مرے سوال کے اسرار، نہیں پاتا
غافل اُسے کیا یاد ہے، ہوشیار نہیں پاتا

گو روپ بدلتا ہے، ہر روز نئے انشا
صحبت میں کبھی اُسکی، پر بار نہیں پاتا

دیوار پھاندنے میں، دیکھو گے کام میرا
جب دھم سے آ کہوں گا، صاحب سلام میرا

اُس سے خلوت کی ٹھہر جاتی، تو میں اللہ سے
واسطے دو دن کے عرشِ کبریائی مانگتا

اب تو اگلی سی طرح کا نہیں کھرا پڑا
رہ گیا آپ میں اور ہم میں اکھرا پڑا

نہیں ہم فن کو باہم دیکھ سکتے لوگ، یہ سچ ہے
لگا القاص سے ہے لا یحب القاص کا جوڑا

انھیں کیا نعمتِ الوان ہے؟ جنکو عرش سے اُترا
یہی اک جو کی روٹی اور اُبالے ساگ کا جوڑا

کوے تلے کھڑا تھا دیکھا جو مجھکو آتے
ہاتھ اُسنے کرکے اونچا جھٹ ایک پھل کو توڑا

کیا کہوں احوال، تیرے عاشقِ بیتاب کا
اشک جو ٹپکا، سو، گویا قطرہ تھا سیماب کا

زلزلہ لایا ہے جسمِ مضمحل کا اضطراب
مر مٹے پر بھی گیا، اپنے نہ دل کا اضطراب

اُسکے ہم صدقے، اٹھایا جسنے باہم کرکے خلط
آتشِ تیز و ہوا و آب و گِل کا اضطراب

یاد ہیں انشا وہ شرمائی ہوئی آنکھیں تجھے؟
اور تنہائی میں اُس پیمان گسل کا اضطراب

کیا غضب تھا پھاندکر دیوار آدھی رات کو
دھم سے میرا کودنا اور وہ تمھارا اضطراب

کچھ اشارا جو کیا ہم نے ملاقات کے وقت
ٹال کر کہنے لگے دن ہے ابھی رات کے وقت

گرچہ مے پینے سے کی توبہ ہے میں نے ساقی
بھول جاتا ہوں ولے تیری مدارات کے وقت

موسمِ عیش ہے یہ عہدِ جوانی، انشا
دور ہیں تیرے ابھی زہد و عبادات کے وقت

جمالِ عظمتِ دادارِ خالقِ ملکوت
خیال کرکے یہ کہتا ہوں او ری جبروت

نمود سطوتِ پروردگار سے دیکھو
جہاں تلک کرے کام یہ نظر کا سوت

تو نے لگائی آ کے، یہ کیا آگ ای بسنت؟ جس سے کہ دل کی آگ بھڑک اٹھی ای بسنت

واقعی ہان شرط بد کر سیکڑون کی ہار جیت
شغل مین جو پڑ کے ہے سچ، ای بُتِ خود کام بد
لیک جی لگنے کی خاطر تجکو میری ہی قسم
ایک لبتہ ایک ڈلی ایک لونگ ایک بادام بد

ہیان چشمِ جادو یہ، اتنا گھمنڈ؟ خط و خال و گیسو یہ، اتنا گھمنڈ؟
اجی سر اٹھا کر ادھر دیکھنا اسی چشم و ابرو یہ، اتنا گھمنڈ؟
وہ کر کچھ انشا سے بولے کہ واہ اسی زورِ بازو یہ، اتنا گھمنڈ؟

لکھدو آخون جی صاحب، کوئی ایسا تعویذ
کہ مرے منہ سے لگے اسکے گلے کا تعویذ
غش ہوئے ہم تو، اجی قہر تھا اس کافر کا
لال ناڑے مین بندھا ہاے وہ نیلا تعویذ
سر کے بالون سے لٹک جھمکے سے الجھا تو کہا
اب لگا مجکو ستانے یہ نگوڑا تعویذ
خیر انشا کی ہو چاہو تو پلا دو دھو کر
اسکے بازو کا وہ ننھا سا روپہلا تعویذ

راتون کو نہ نکلا کرو دروازے سے باہر
شوخی مین دھرو پاون نہ اندازہ سے باہر
جراح نہ رکھ پنبہ و مرہم، کہ یہان آگ
نکلے ہے ہر اک زخمِ تر و تازہ سے باہر
رہتے ہین سدا خواہشِ احباب سے انشا
اجزا مرے دیوان کے شیرازہ سے باہر

آئے نہ آپ رات جو اپنے قرار پر گزری قیامت، اس دلِ امیدوار پر
ساقی، مراجِ مے گلفام لا شتاب ہے تجکو کچھ خیال بھی ابر بہار پر
انشا سے اب تو آنکھ چرائی یہ قہر ہے اسوقت مین تو رحم کر اسکے خمار پر

عجب سرچشمہ مہتاب سے تھی آگ پانی پر
سنایا چاندنی نے آج دیپک راگ پانی پر
نہ اڑئیے آپ جوگی جی، ابھی ہم بھی جو چاہین تو
بچھا کر مرگ چھالا بیٹھ لین بے لاگ پانی پر
تصدق کرتے ہین ہم، نعمتِ الوان کو انشا
اسی اک جو کی روٹی اور اپاہے ساگ پانی پر

تعویذ لعل ہی کے نہ پھرئیے گھمنڈ پر
اک نیلا ڈورا باندھئیے اس گوری ڈنڈ پر
یارب سدا سہاگ کی مہدی رچا کرے
پتے تجین کچین، رہے آفت ازنڈ پر

دو تین دن تو ہو چکے اب پھر چلو وہیں — فیروز شہ کی لاٹ کی اُس چوتھے کھنڈ پر
گلبرگ تر سمجھ کے لگا بیٹھی ایک چونچ — بلبل ہمارے زخمِ جگر کے کھرنڈ پر

کر نظر لعل و زمرد کی طرف سے پہنے ہیں — سرخ اور سبز عجب رنگ کے جوڑے پتھر
آتشِ عشقِ الٰہی سے ہے خالی کیا شے؟ — یہ شرر رکھتے ہیں سب سینہ میں ارے دم پتھر

مجھے رونا آتا ہے شمعِ سحر پر — کہ بیچاری اب مستعد ہے سفر پر
اجی، جی میں ہے اب کہیں بیٹھ رہیے — بس ایک باندھ تکیہ کسی رہگذر پر
گیا یار آفت پڑے اس سحر پر — اُداسی برسنے لگی بام و در پر
دیا نامہ سید انشا تو اُس نے — دو ہنتر جڑے ایک سرنامہ پر پر

یہ جو مہنت بیٹھے ہیں رادھا کے کنڈ پر — اوتار بنکے گرتے ہیں پریوں کے جھنڈ پر

ہاتھ مجھ سے وہ ملاتے ہی یہ فرمانے لگے — سمجھ سے پنجہ وہ کرے جو کہ مروڑے پتھر

لے چلا دامانِ صحرا کو گریبان پھاڑ کر — آخر آ مجکو جنون جھپٹا ہے پنجہ جھاڑ کر

کیا ہنسی آتی ہے مجکو حضرتِ انسان پر — فعلِ بد تو انسے ہو لعنت کریں شیطان پر

دئے انھوں نے، جو یہ پھولوں کی چھڑی ڈالی توڑ — میں نے بھی، آپ کی دونڑی کی لڑی ڈالی توڑ
پینگیں امریوں میں جس وقت چڑھاتا ہوں میں — مجھ سے کہتی ہے یہ ساون کی جھڑی ڈالی توڑ
ساتھ پریوں کے یہ ہم جھولے کہ انشا ہم نے — ڈالی جو آپ کی تھی سب سے بڑی ڈالی توڑ

غنچوں کو روند، گل کو مسل، اور صبا کو چھیڑ — لیکن، نہ اُسکے عقدۂ بندِ قبا کو چھیڑ
کیا گا رہا ہے اپنی او بیچ، ای، حدی سرا — جس سے کہ قیس لوٹ ہوا، اُس صدا کو چھیڑ
ای ہمنشین، یہ موسم ہولی ہے ان دنوں — منظور ہے جو سیر، تو اُس خوش ادا کو چھیڑ
ایک بوالہوس نے آنکھ جو آنا سے کچھ کہا — رستہ میں اپنے توسنِ حرص و ہوا کو چھیڑ
برقع اُلٹ کے منہ سے وہ کہنے لگی کہ چخ — بٹیا، کسی جوان سے صاحب ادا کو چھیڑ
لے جا کے چپکے چپکے دوشالہ کے نیچے ہاتھ — ناخن گڑو کے چٹکی لے انگشتِ پا کو چھیڑ

انشا جو ہونی ہووے سو ہو، دل کہے ہے یون | تا چند ضبط، آج تو اُس دلربا کو چھیڑ

پھنس گئے عندلیب ہو بیکس | ہائے تنہائی اور کنجِ قفس
ہاتھا پائی ہوئی کچھ ایسی کہ پھر | اُنکی انگلی کی چڑھ گئی جھٹ نس
جبکہ دیکھا کہ چھوڑتا ہی نہین | تب تو ٹھہری کہ دینگے بوسہ دس
ایک، دو، تین، چار، پانچ، چھ، سات | آٹھ، نو، دس ہوئے کہین انشا بس

ہوجاے اگر جہان فراموش | کب دل سے ہو دوستان فراموش
جاتے ہو تو یاد رکھیو محب کو | مت کیجیو مہربان فراموش
صد حیف کیا بچھڑکے ہم کو | تم نے اسے قدردان فراموش
ایسا تجھے ہوگیا یکایک | انشا اللہ خان فراموش

انشا خیالِ محض ہی اسیر نہ سمجھ لیو | ہرگز کسی کے ساتھ نہ ڈالے خدا غرض

کھولے جب چاند سے اس مکھڑے کا گھونگھٹ عاشق | کیون نہ پھر لیوے بلائین تری جھٹ پٹ عاشق
نہین معلوم اجی تم نے یہ کیا پڑھ پھونکا | کہ تمھین دیکھتے ہی ہوگئے ہم جھٹ عاشق
سرکشی تم کرو غیرون سے بہم، تو، اپنے | گھونٹ لوہو کے پیے کیون نہ تہِ غصہ عاشق
اے نسیمِ سحری اُس سے یہ کہیو کہ ترا | رات سے اب تو ہے بیتاب مین کروٹ عاشق
اک غزل اور نئے قافیہ مین کہہ انشا | جسکے سنتے ہی ہو شوق سے جھٹ پٹ عاشق

سلطنت سمجھے ہین دردکشان خاک کے سول | ہر بیان سایہ ہما کا خس و خاشاک کے سوا
سرو آزاد کئی، حقہ کش افیونی نے | نیچے ایک اڈھی کی، اور توسے لیے ڈھاک کے سوا
تاک باندھے ہوئے جو اینڈتے ہین مست انشا | کب وہ طوبیٰ کو بھلا لین شجرِ تاک کے سوا

ترک کر اپنے ننگ و نام کو ہم | جاتے ہین وان فقط سلام کو ہم
خم کے خم توڑ جاے یون ساقی | اور لیون ترسین ایک جام کو ہم
روٹھنے مین بھی لطف ہے انشا | صبح گر روٹھے وہ تو شام کو ہم

ہائے کہنا وہ اُسکا چپکے سے | تجھے انشا ہمارے جی کی قسم

عجب رنگینیاں باتوں میں کچھ ہوتی ہیں اے انشا | بہم ہو بیٹھتے ہیں جب سعادت یار خاں اور ہم

کمر باندھے ہوئے چلنے پہ یاں سب یار بیٹھے ہیں | بہت آگے گئے باقی جو ہیں تیار بیٹھے ہیں
نہ چھیڑ اے نکہتِ بادِ بہاری راہ لگ اپنی | تجھے اٹکھیلیاں سوجھی ہیں ہم بیزار بیٹھے ہیں ۴
خیال اُنکا پرے ہے عرشِ اعظم سے کہیں ساقی | غرض کچھ اور دھن میں اس گھڑی مے خوار بیٹھے ہیں
بسانِ نقش پائے رہ رواں، کوئے تمنا میں | نہیں اُٹھنے کی طاقت کیا کریں لاچار بیٹھے ہیں
یہ اپنا حال ہے افتادگی سے اندنوں پہروں | نظر آیا جہاں پر سایۂ دیوار بیٹھے ہیں ۵
کہیں ہیں صبر کسکو آہ، ننگ و نام کیا شئے ہے | غرض رو پیٹ کر ان سب کو ہم یکبار بیٹھے ہیں
کہیں بوسہ کی مت جرأت دلا کر بیٹھیو اُن سے | ابھی اس حد کو، وہ کیفی نہیں، ہوشیار بیٹھے ہیں
نجیبوں کا عجب کچھ حال ہے اس دور میں یارو | جسے پوچھو یہی کہتے ہیں ہم بیکار بیٹھے ہیں
کہاں گردشِ فلک کی چین دیتی ہے سنا انشا | غنیمت ہے کہ ہم صحبت یہاں دو چار بیٹھے ہیں

یہ آپ حسن پہ اپنے گھمنڈ کرتے ہیں | کہ اپنے شیش محل میں ہی ڈنڈ کرتے ہیں
کھلا کے مال پوے، ترتراتے ہوں بھوگ | گرو جی چیلوں کو اپنے بھسنڈ کرتے ہیں
شراب اُنکو کہیں مت پلائیو انشا | کہ مست ہو کے وہ مجلس کو بھنڈ کرتے ہیں

کل وہ بولا مجھ سے ہنسکر جاوے ارے کچھ کھیل نہیں | میں ہوں چلبلا اور تو ہے مقطع تیرا میرا میل نہیں
زلف کو اُسکی میں نے جو سونگھا کہا یہ بو ہے منھ کو لگے | دیکھتے کیا ہیں آپ ادھر کو یاں تو تلوں میں تیل نہیں
حسرت و حرمان یاس و تمنا درد فراق و رنج و تعب | لینے سر پہ اتنی بلائیں ناحق اے دل جھیل نہیں
اُسکی نگہ کا زخم اٹھا کر انشا تو کیوں لوٹے ہے | خنجر ناوک تیر نہیں کچھ برچھی بلم سیل نہیں

حضرتِ دل تو بگاڑ آئے ہیں اُس سے لیکن | اب بھی ہم چاہیں تو پھر بات بنا سکتے ہیں
چارہ ساز اپنے تو مقدور بھر ہیں لیکن | کوئی تقدیر کے لکھے کو مٹا سکتے ہیں؟

وہ جو شخص اپنے ہے تاڑ میں سو چھپا ہے آگ کی آڑ میں | نہ وہ بستی میں نہ اُجاڑ میں نہ وہ جھاڑ میں نہ پہاڑ میں

مجھے کام تجھ سے ہے اے جنون کہون کسی سے کچھ نہ سنون | نہ کسی کے ردّ و قدح میں ہون نہ اکھاڑ میں نہ پچھاڑ میں
بڑی اڑھیون یہ نہ جا دلا یہ سب آہوون کے ہین مبتلا | یہ شکار کھیلتے ہین یہ ملا انھین ٹٹیون کی تو آڑ مین
نہ کر اپنی جان کو مضمحل ارے انشا اُس سے لگا نہ دل | تو و گرنہ ہوویگا منفعل کہین آگیا جو لتاڑ مین

اگر یار مے پلائے تو پھر کیون نہ پیجیے | زاہد نہین مین شیخ نہین کچھ ولی نہین
مجھے کہنے لگی وہ پیار مین آکر اگر بس ہو | تو تجھکو موند رکھون ایک ننھی سی پٹاری مین
چھیڑنے کا تو مزا تب ہے کہو اور سنو | بات مین تم تو خفا ہوگئے لو اور سنو

پرچھائین اپنی چال کی ٹک مُنھ کو موڑ دیکھ | گردن کی یہ لچک یہ کمر کی مروڑ دیکھ
پیکان تیر آہ ہے آلودہ زہر سے | باور نہ ہو تجھے تو مرے دل کو توڑ دیکھ
چوکھٹ پہ اُسکے مین نے جو ٹپکایہ سر کہا | دروازہ کھولتا ہون نہ سر اپنا پھوڑ دیکھ
جوڑی جو اُس نے تجھ سے تو، توڑی رقیب سے | انشا تو اپنے یار کے یہ توڑ جوڑ دیکھ

آنے اٹک اٹک کے لگی سانس رات سے | اب ہے امید صرف خدا ہی کی ذات سے
کل سے تو اختلاط مین تازہ ہے اختراع | رُکنے لگے ہین آپ مری بات بات سے
انشا نے آنکا ہی لیا تمکو بات مین | ظالم وہ چوکتا ہے کوئی اپنی گھات سے

قسم نہ کھائیو ظالم تو مے کے پینے سے | وگرنہ ہو گئے ہم آزردہ اپنے جینے سے
اگر مین پاؤن اکیلا تجھے کہین ہے ہے | تو کس مزے سے لگا رکھون اپنے سینے سے
وہ سن کے عرض کو انشا کی اس طرح بولا | کسے غرض ہے عبث مُنھ لگے کمینے سے

آزردہ ہم سے تو ہی جو بالے میان رہے | جی سے گئے جہان سے گئے ہم کہان رہے
اس دل جلے کو ہجر مین اے آتش فراق | ایسا ہی پھونکیو کہ نہ باقی نشان رہے
خوگردہ گالیون کے جو ہین انکو دے سجیے | انشا سے ایسی بات نہ اے مہربان رہے

خم بغل بیچ نہان ہاتھ مین ہے جام لیے | ساقی آتا ہے چلا زور سرانجام لیے
ہمصفیران چمن دیکھیے کیا ہوتا ہے؟ | آج صیاد پھر آیا قفس و دام لیے

پختگی آج بھی اُس بات کی انشاؔ نہ ہوئی گھر کو پھر آئے چلے ہم طمعِ خام لیے

گالی سہی ادا سہی چین جبین سہی ۹ یہ سب سہی پر ایک نہیں کی نہیں سہی
گر نازنین کے کہنے سے مانا بُرا ہو کچھ میری طرف کو دیکھیے میں نازنین سہی
منظور دوستی جو تمھیں ہے ہر ایک سے اچھا تو کیا مضائقہ انشاؔ کہیں سہی

بندگی ہم نے تو جی سے اپنی ٹھانی آپ کی بندہ پرور خیر آگے مہربانی آپ کی
لیکے میں اوڑھوں بچھاؤں یا لپیٹوں کیا کروں ۱۰ روکھی پھیکی ایسی سوکھی مہربانی آپ کی
دو گلابی لاکے ساقی نے کہا انشاؔ کو رات زعفرانی میرا حصّہ ارغوانی آپ کی

لب پہ آئی ہوئی یہ جان پھرے یار گر اس طرف کو آن پھرے
چین کیا ہو ہمیں؟ جب آٹھ پہر اپنی آنکھوں میں وہ جوان پھرے
روٹھ کر اُٹھ چلے تھے انشاؔ سے بارے پھر ہو کے مہربان پھرے

کیا چھیڑ ہے کہ پہلے دل صاف توڑ بیٹھے پھر آپ ہو مؤدب ہاتھوں کو جوڑ بیٹھے
آواز سُن ہماری گھر سے جو تم نہ نکلے دروازے سے تمھارے ہم سر کو پھوڑ بیٹھے
آزادگی خوش آئی انشاؔ کو جب سے یارو وہ سب کو چھوڑ بیٹھا، سب اُسکو چھوڑ بیٹھے

کسی پری کی ہنسی دل پہ اپنے کچھ ٹھن جائے تو پھر یہ ہنسی کہ دلوار قہقہہ بن جائے
لپٹ نسیم گئی بوئے گل کی چھاتی سے الٰہی اپنا بھی روٹھا ہوا کہیں من جائے
تو سوئے سجدہ یوں جائے خواہشِ انشاؔ کہ جا بے تاب کو جیسے کوئی برہمن جائے

کیا چیز بھلا قصرِ فریدوں مرے آگے کانپے ہے پڑا گنبدِ گردوں مرے آگے
مرغان اولے اجنحہ مانندِ کبوتر کرتے ہیں سدا عجز سے غوں غوں مرے آگے
بولے ہے یہی خامہ کہ کس کس کو میں باندھوں؟ بادل سے چلے آتے ہیں مضموں مرے آگے
میں شاہِ خراسان کے غلاموں میں ہوں انشاؔ مصروف رہے موسیٰ دہاروں مرے آگے

یہ پیاس اپنی بجھے برف سے نہ شورے سے ۱۱ بجھے، تو نرگسِ ساقی کے آبخورے سے

نشہ مین کیون نہ کرون عش دکھا دیے تم نے
وہ دونون دیدے سے مے ناب کے کٹورے سے
بلا سے جام نہوے نہو، کہ یان ہم لوگ
چڑھا گیے ہین گھڑون کے گھڑے سکورے سے
نہین جورات کو جاگے تو کیون ابھر آئے؟
یہ لال لال کچھ آنکھون مین ڈورے ڈورے سے

غیر کے لی جو ران مین چٹکی
تم نے لی میری جان مین چٹکی
لے نہ اسے عشق ہر دم انشا کے
اس دلِ ناتوان مین چٹکی

واقف جو ہم نہین ہین اس بزم مین کسی سے
ہین کیا غریب بیٹھے چپ چاپ اجنبی سے
لو ہاتھ جوڑتا ہون بس کیجیے جرم بخشی
تقصیر بھی تو لیعنی ہوتی ہے آدمی سے
دامن اگر نچوڑے تو جیون ٹپک پڑے
دل پہ جو دھر دیے ہاتھ تو بس خون ٹپاٹپ سے
مین بھر رہا ہون آپ مجھے بس نہ چھیڑیے
ایسا نہ ہو کہ خاطرِ محزون ٹپک پڑے
صاحب کے سرزہ ہین سے ہر ایک کو گلہ ہے
مین جو نباہتا ہون میرا ہی حوصلہ ہے
بارِ گران اٹھائین کس واسطے عزیزو
ہستی سے کچھ عدم تک تھوڑا ہی فاصلہ ہے
لگی ہے مینہ کی جھڑی باغ مین چلو جھولین
کہ جھولنے کا مزا بھی اسی بہار مین ہے
پھوہار مینہ کی خوش آیند ہے بہت اس وقت
شراب پینے کا موقع اسی پھوہار مین ہے

تال کی نہ سم کی نہ سُر کی
فارسی نہ عربی نہ ترکی
تاریخ کہی ہوئی یہ کسی لُر کی
حویلی علی نقی خان بہادر کی

تم نے غرور سے نہ اشارہ کیا کہ بیٹھ
اور اپنے پاؤن دکھنے لگے یان کھڑے کھڑے
دل مین مرے چٹکی لی ایسی ہی کہ درد اٹھا
معقول جو خوش اسے واہ، آپ اسکو دابیے
انشا یہ سن غزل شعر پختہ کے نمط
رکھتے تھے جو طبیعتِ موزون ٹپک پڑے
کیونکر نہ لپٹ جاؤن صراحی کے گلو سے
ہیبت مجھے پھر تازہ ہوئی دستِ سبو سے
کوئی دنیا سے کیا بھلا مانگے؟ ۱۲ وہ بیچاری آپ ننگی ہے

اِنتخاب

از

کلامِ انیس

(ہر چہار جلد)

سلام۔ رباعی۔ مرثیہ اوّل و دوم و سوم

۸۴ اشتر

میر ببر علی نام اور لکھنؤ مسکن - یہین پیدا ہوئے اور یہین وفات پائی - وفات ۱۲۹۲ھ
پانچ پشت سے شاعری انکے خاندان مین تھی - انھون نے صرف اپنے خاندان ہی مین نمود
نہین پائی بلکہ تمام ہندوستان کے شعرا پر فخر لے گئے اور میری ذاتی راے تو یہ ہے کہ فن شاعری
نے انکے دم سے ایک نئی عزت حاصل کی - وقایع نگاری کی صفت جو ان مین تھی وہ
موروثی تھی - انکے دادا میر حسن کی مثنوی مشہور ہے - اِس سے اچھی مثنوی آجتک
دیکھی نہین گئی - گلزار نسیم عام پسندیگی مین شہرۂ آفاق ہے لیکن مذاق صحیح رکھنے والے
متفق اللسان ہین کہ واقعات کی مصوری میر حسن ہی پر ختم ہو گئی -

فارسی شاعری سعدی اور حافظ پر ختم ہوئی - اور ریختہ گوئی کا غالب و امیر پر خاتمہ ہوا -
لیکن میر انیس کی نسبت یہ کہنا پڑتا ہے کہ مرثیہ گوئی کے پیرایے مین ایشیائی شاعری کو انکے نام سے
وہ عزت ہوئی کہ یہ سب سے بالا ٹھہرے - انکی شاعری شاعری نہین ہے - فیضان الٰہی کا خاص نمونہ ہے -
رزم بزم معاملہ بندی - واقعات نگاری کن کن باتون کا بیان کیا جائے - مشہور ہے کہ شاعر اُسی
مضمون پر با اثر کلام کہہ سکتا ہے جس سے اُسے خاص مذاق ہو لیکن یہ کلیہ میر انیس نے باطل کر دیا -
جسکے سر پر حباب بحر کی سی کلاہ ہو اور ہاتھ مین سواے عصاے پیری کے کوئی اور شے نہ آئی ہو اور چڑھنے کے
لیے منبر مجلس کے سوا اور کوئی مرکب نہ ملا ہو وہ خود پوش اور زرہ پوش سوارون کے رزم کا نقشہ کھینچے شان
کبریائی ہے - انکے رزمیہ اشعار پڑھیے تو معلوم ہوتا ہے کہ فن حرب اِن سے اچھا کوئی کیا جانے گا - حزن و غم کے اشعار
صورت غم کو سامنے لا کھڑا کر دیتے ہین - مسرت کے بیانات مسرت مجسم بنجاتے ہین - واقعہ نگاری انکا خاص حصہ ہے
گویا صورت معاملہ سامنے آ کھڑی ہوتی ہے -

سلام

حسینؑ یون ہوئے اے مجرئی وطن سے جُدا
کہ جیسے بلبلِ ناشاد ہو چمن سے جُدا

جنان مین پائین گے گھر اہلبیت کے مدّاح
صلہ خدا سے، جُدا الیِن گے پنجتن سے جُدا

پھنسے ہوئے تھے بلاؤن مین سیّد سجّادؑ
چھلی تھی، طوق سے گردن جُدا رسن سے جُدا

گلے مین دیکھ کے طوقِ حدید کہتے تھے لوگ
یہ آفتاب کہین جلد ہو گہن سے جُدا

لگا لا گردنِ اصغر سے تیر جب شہ نے
گلے سے بہنے لگا خون جُدا دہن سے جُدا

سحر سے ظہر تلک کربلا مین جنگ ہوئی
سرِ حسینؑ ہوا، وقتِ عصر تن سے جُدا

کڑی ہے مرگ کی منزل مسافرو ہشیار
کھلے گا حال یہ جب روح ہو گی تن سے جُدا

فشارِ قبر کا گر خوف ہے تجھے تو انیس
رہے نہ ذرّہ خاکِ شفا کفن سے جُدا

بیکسی کا شہ کی چرچا رہ گیا
مجرئی مہمان پیاسا رہ گیا

دیر آئے پر بھی جلد آئے رسولؐ
دور لاکھون کوس سایا رہ گیا

قبر مین ہوگا حسابِ زندگی
بعد مرنے کے بھی جھگڑا رہ گیا

گو ہوا اُجلا ذلیل شست و شو سے
جامۂ اصلی مین دھبّا رہ گیا

قبر مین رکھ کر نہ ٹھہرا کوئی دوست
مین نئے گھر مین اکیلا رہ گیا

فیض تھا بے پردگی مین آل کی
ہم گنہگارون کا پردا رہ گیا

اسقدر تھا خشک حضرت کا گلا
خنجرِ قاتل بھی پیاسا رہ گیا

سوؤ گے کب تک بس اب اُٹھو انیس
دن بہت غفلت مین تھوڑا رہ گیا

اُسی کا نور ہر اک شے مین جلوہ گر دیکھا
اُسی کی شان نظر آگئی جدھر دیکھا

علی کو حق نے اُتارا جو عین کعبہ مین
کھلی جو آنکھ تو پہلے خدا کا گھر دیکھا

سرورِ عید بھی آیا جو کوئی ملنے کو
غمِ حسین مین عابد کو نوحہ گر دیکھا

قریب قبر ہم آئے کہاں کہاں پھر کر | تمام عمر ہوئی جب تو اپنا گھر دیکھا
دلی ولی کی صدا تھی جہاں جہاں پہنچا | علی علی نظر آئے جدھر جدھر دیکھا
کسی کی ایک طرح سے بسر ہوئی نہ انیس | ۲ عروج مہر بھی دیکھا تو دوپہر دیکھا

صبر کرتے تھے سلامی شہ والا کیا کیا | اہل کین دیتے تھے مظلوم کو ایذا کیا کیا
شاہ دین کے حرم آئے تھے وطن میں جس دم | خاک پر پیٹ کے سر روتی تھی صغرا کیا کیا
اور ایک ایک سے کہتی تھی بتاؤ لوگو | کہ گئے ہیں مجھے مرتے ہوئے بابا کیا کیا؟
سر جھکا لیتی تھی صغرا کوئی کہتا تھا اگر | ۳ کہو کوفے سے پدر نے تمھیں بھیجا کیا کیا؟
قید خانہ میں سکینہ کو جو یاد آئے عدو | رات بھر سینہ میں دل ننھا سا تڑپا کیا کیا
ساتھ جاتا نہیں غیر از عمل نیک انیس | اسیہ انسان کو ہے خواہش دنیا کب کیا؟

روئے آسائش نہ دیکھا عمر بھر | جو گیا دنیا سے وہ بیدل گیا
قہر حق تھا غیظ عباس علی | شیر کے نالوں سے جنگل ہل گیا

زرد چہرہ ہے نحیف و زار ہوں | ماتم سجاد میں بیمار ہوں
مثل بوئے گل سفر ہوگا مرا | وہ نہیں ہوں جو کسی پر بار ہوں
کہتے تھے عابد اٹھیں کیونکر قدم؟ | اے ستمگارو، نحیف و زار ہوں
دم بدم کھینچو نہ میرے ہاتھ کو | پاؤں بڑھ سکتے نہیں لاچار ہوں
میں پیادہ تم ہو گھوڑوں پر سوار | کس طرح دوڑوں، بہت بیمار ہوں
کہتے تھے اعدا سے حضرت وقت جنگ | وارث حیدر کرار ہوں
سوکھ کر کانٹا ہوا ہوں پر انیس | آنکھ میں دشمن کے اب تک خار ہوں

ہست و بود کو عاقل حباب سمجھے ہیں | ۴ وہ جاگتے ہیں جو دنیا کو خواب سمجھے ہیں
نبی کا عز و شرف بوتراب سمجھے ہیں، | علی کی قدر رسالت مآب سمجھے ہیں
ارے نہ آئیو دنیا سے درن کے دھوکے میں | سراب ہے یہ جسے موج آب سمجھے ہیں

عجب نہین ہی جو شیشون مین رکھ کے لیجائین ۔ اِن آنسوؤن کو فرشتے گلاب سمجھے ہین
زمانہ ایک طرح پر کبھی نہین رہتا ۔ اسی کو اہلِ جہان انقلاب سمجھے ہین
یہ اشکِ تاک ہی کہتے ہین جسکو آبِ طرب ۔ یہ خونِ گُل ہے جسے سب گلاب سمجھے ہین
حسینؑ پیاس مین مُنہ کھولتے ہین ذبح کے وقت ۔ چمک کو خنجرِ قاتل کی آب سمجھے ہین
انیس مخمل و دیبا سے کیا فقیرون کو ۔ اسی زمین کو ہم فرشِ خواب سمجھے ہین

رنجِ دُنیا سے کبھی چشم اپنی نم رکھتے نہین ۔ جز غمِ آلِ عبا ہم اور غم رکھتے نہین
کربلا پہنچے زیارت کی ہمین پروا ہی کیا؟ ۔ اب ارم بھی ہاتھ آئے تو قدم رکھتے نہین
در پہ شاہون کے نہین جاتے فقیر اللہ کے ۔ ۵ سر جہان رکھتے ہین سب ہم وان قدم رکھتے نہین
دیکھنا کل ٹھوکرین کھاتے پھرینگے اُنکے سر ۔ آج نخوت سے زمین پر جو قدم رکھتے نہین
کہتے تھے اعدا کہ بچے بھی علی کے شیر ہین ۔ جب بڑھاتے ہین تو پھر پیچھے قدم رکھتے نہین
چادرین جب چھینین رانڈون کی تو عابدؑ نے کہا ۔ کچھ حیا و شرم یہ اہلِ ستم رکھتے نہین
مرثیے اِک دن مین کیا سب کہئیے گا اُٹھو گی انیس ۔ ہاتھ سے کیون آج قرطاس و قلم رکھتے نہین

کارِ ذاتی مین ہین عاجز پاک سازانِ جہان ۔ ۶ گرد اپنے مُنہ کی پانی آپ دھو سکتا نہین

سدا ہی فکرِ ترقی بلند بینون کو ۔ ہم آسمان سے لائے ہین اِن زمینون کو
پڑھین درود نہ کیون دیکھ کر حسینون کو ۔ خیالِ صنعتِ صانع ہی پاک بینون کو
لحد مین سوئے ہین چھوڑا ہی فرشِ نشینون کو ۔ قضا یہان سے کہان لے گئی مکینون کو
یہ جھُریان نہین ہاتھون پہ ضعفِ پیری نے ۔ ۷ چُنا ہی جامۂ اصلی کی آستینون کو
لگا رہا ہون مضامینِ نو کا پھر انبار ۔ خبر کرو مرے خرمن کے خوشہ چینون کو
یہ غُل تھا مہرِ نبوت پہ جب چڑھے حسنینؑ ۔ جڑا ہی ایک انگوٹھی پہ دو نگینون کو
مزا یہ طرفہ ہی مضمون تو دستیاب نہین ۔ مقابلہ پہ چڑھائے ہین آستینون کو
غلط یہ لفظ وہ بندش بُری یہ مضمون سست ۔ ہنر عجیب ملا ہی یہ نکتہ چینون کو

دہانِ کیسۂ زر بند کر، پرا سے منعم ‏— خدا کے واسطے وا کر جبین کی چینون کو
خیالِ خاطرِ احباب چاہیے ہر دم ۸ — انیس ٹھیس نہ لگ جائے آبگینون کو

کوئی انیس کوئی آشنا نہین رکھتے — کسی کی آس بغیر از خدا نہین رکھتے
نہ روئے ہنسیون کے غم مین حسین وا ے صبر — یہ داغ ہوش بشر کے بجا نہین رکھتے
کسی کو کیا ہو دلون کی شکستگی کی خبر؟ ۹ — کہ ٹوٹنے مین یہ شیشے صدا نہین رکھتے
حسین کہتے تھے سوئین گے پاؤن پھیلا کر — سوائے قبر کوئی اور جا نہین رکھتے
فقیر دوست جو ہو ہمکو سرفراز کرے — کچھ اور فرش بجز بوریا نہین رکھتے
مسافرِ شبِ اول بہت ہی تیرہ و تار — چراغِ قبر ابھی سے جلا نہین رکھتے؟
وہ لوگ کون سے ہین اے خدا کے کون مکان — سخن سے کان کو جو آشنا نہین رکھتے
انیس بیچ کے جان اپنی ہند سے نکلو — جو توشۂ سفرِ کربلا نہین رکھتے

سحر کی قید سے جب عابدِ بے پر چھوٹے — شام مین شور ہوا آلِ پیمبر چھوٹے
بیبیان کہتی تھین کیون اونٹ پہ در در پھرین — سر پہ وارث نہ رہے قید ہوئے گھر چھوٹے
لاشِ اصغر پہ کہا بانو نے، اما صدقے — جیتے جی لے مری چھاتی سے نہ دم بھر چھوٹے
آکے جنگل مین کیا باپ کا پہلو آباد — مان سے اس عمر مین بیٹا علی اصغر چھوٹے
عورتین آن کے صغرا کو یہ سمجھاتی تھین — تیرے رونے سے تو ہمسایون کے ہین گھر چھوٹے
وہ یہ کہتی تھی کہ مان باپ سے جو چھوٹتا ہو ۱۰ — اُس سے رونا کہو دن رات کا کیونکر چھوٹے
شاہ کہتے تھے کٹے حلق مگر ہاتھون سے ۱۱ — دامنِ صبر نہ زیرِ دمِ خنجر چھوٹے
گر بٹھاتا کوئی مسند پہ تو کہتے سجاد — ہوئے چالیس برس بالش و بستر چھوٹے
زیرِ سر ہاتھ دھرے خاک پہ سوتا ہون — اٹھ گیا چین ہی جب روز سے سر در چھوٹے
خلد مین رو کے سکینہ نے کہا سرور سے — قیدِ زندان سے تو ہم چھوٹے پہ مر کر چھوٹے
آرزو یہ ہے کہ ہنگامۂ محشر مین انیس — ہاتھ سے میرے نہ دامانِ پیمبر چھوٹے

گنہ کا بوجھ جو گردن پہ ہم اُٹھا کے چلے ۱۲ خدا کے آگے خجالت سے سر جھکا کے چلے
مقام یون ہوا اس کار گاہِ دنیا مین کہ جیسے دن کو مسافر سرا مین آ کے چلے
کسی کا دل نہ کیا ہم نے پائمال کبھی چلے جو راہ تو چیونٹی کو بھی بچا کے چلے
تمام عمر جو کی ہم سے بے رُخی سب نے کفن مین ہم بھی عزیزون سے مُنھ چھپا کے چلے
انیسؔ دم کا بھروسا نہین ٹھہر جاؤ چراغ لے کے کہان سامنے ہوا کے چلے؟

آ کے جو بزمِ عزا مین رو گئے مجرئی وہ فردِ عصیان دھو گئے
یاد آیا دامنِ مادر کا چین پاؤن پھیلا کر لحد مین سو گئے
عالمِ فانی مین کیا تمکو ملا ۱۳ اور کچھ اپنی گرہ سے کھو گئے
راحت آبادِ عدم ہے خوب جا پھر نہ آئے وہ جہان سے جو گئے
خون گردن سے جو نکلا گرم گرم بھر کے آہ سرد ٹھنڈے ہو گئے
آ کے تُربت پر پکارے شاہِ دین ہائے آج اصغر اکیلے ہو گئے
عالمِ پیری مین یہ غفلت انیسؔ رات بھر جاگے سحر کو سو گئے

واجب الرحم تھے زندان کے سزاوار نہ تھے مجرئی، اہلِ حرم قابلِ بازار نہ تھے
بولے عابد کہ فدا ہوئے شہِ دین غیر ہوئے اک فقط ہم ہی شہادت کے سزاوار نہ تھے
تیر اصغر کو جو مارا تو کہا سرور نے ہم گنہگار تھے بچے تو گنہگار نہ تھے
منکر ہی شکر نکلتا تھا لہو کے بدلے دہنِ زخمِ بدن دیدۂ خونبار نہ تھے
دھجیان زخمون کی پہنے ہوئے تھے ابنِ حسین کیا ہوا پھولون کی گردن مین اگر ہار نہ تھے
کہا صغریٰ نے کہ فرقت نے پدر کی مارا آ گئے اے صاحبو، ہم ایسے تو بیمار نہ تھے
گُل سے تلوؤن کا یہ عابد کے ہوا تھا احوال کون سا چھالا تھا وہ جسمین کہ دو خار نہ تھے
گر مسیحِ دو جہان کا ہوا افضال انیسؔ اچھے یون ہو دینگے جیسے کبھی بیمار نہ تھے

مژدۂ زندگی لائی قضا میرے لیے شمعِ کشتہ ہون فنا مین ہے بقا میرے لیے

زندگی میں تو نہ اک دم خوش کیا ہنس بول کر | آج کیوں روتے ہیں میرے آشنا میرے لیے؟
کُنجِ عزلت میں مثالِ آسیا ہوں گوشہ گیر | رزق پہنچاتا ہے گھر بیٹھے خدا میرے لیے
تو سراپا اجر، اے زاہد، میں سرتاپا گناہ | باغِ جنّت تیری خاطر کربلا میرے لیے
کہتے تھے شہ سخت ہے تیغ و گلو کا مرحلہ ۱۴۱ | یہ بھی مشکل سہل کر دے گا خدا میرے لیے
یا حسین ابنِ علی فیاضِ عالم جانِ خلق | آپ نے کی ہر مصیبت میں دعا میرے لیے
اے ہوس، اپنی اپنی قسمت اس کا رشک کیا؟ | کیمیا تیرے لیے، خاکِ شفا میرے لیے
کہتے تھے شہ حضرتِ آدم سے تا ختمِ رسل | روئے سارے انبیاؑ و اوصیا میرے لیے
خاک سے ہے خاک کو الفت تڑپتا ہوں انیس | کربلا کے واسطے میں کربلا میرے لیے

سلامی درِ شہ پہ گر جائیں گے | تو سب کام بگڑے سنور جائیں گے
یہ سنکر کہا شہ نے رخصت کہن | یہ کپڑے بھی تن سے اُتر جائیں گے
حرم سے شبِ قتل کہتے تھے شاہ | دمِ صبح ہم کوچ کر جائیں گے
مصیبت کی راتیں بسر ہو گئیں | نہ روؤ یہ دن بھی گزر جائیں گے
یہ کہتی تھی بانو خبر کس کو تھی ہ | کہ اکبر جوان ہو کے مر جائیں گے
خدا تو ہی شاہد کہ بے حرم ہوں | چھپیں گے کہاں اور کدھر جائیں گے؟
خدا بات رکھے جہاں میں انیس | یہ دن ہر طرح سے گزر جائیں گے

جو دل سے جلے ہیں اُنھیں کا سخن ہے گرما گرم | مزا ہے سیخ پہ جب تک کباب رہتا ہے
زبان سوالِ نکیرین سے نہ بند ہوئی | خموش بھی کہیں حاضر جواب رہتا ہے
ہاتھ خالی آئی لاشوں پر شہیدوں کے نسیم | پھول بھی اس فصل میں ایسے گراں پیدا ہوئے

رباعیات

جس دن کہ فراق روح و تن میں ہوگا مشکل آنا اِس انجمن میں ہوگا
نازاں نہ ہو رخت پہن کر غافل اک روز یہی جسم کفن میں ہوگا
آغوشِ لحد میں جبکہ سونا ہوگا جُز خاک نہ تکیہ نہ بچھونا ہوگا
تنہائی میں آہ کون ہووے گا انیسؔ ۱۵ ہم ہونگے اور قبر کا کونا ہوگا

مضمون انیسؔ کا نہ چربا اُترا اُترا بھی تو کچھ بگڑ کے نقشا اُترا
نقاش نے سو طرح کی محنت کھینچی تصویر نہ کھنچ سکی تو چہرا اُترا
اک روز جہاں سے جان کھونا ہوگا گھر چھوڑ کے زیرِ خاک سونا ہوگا
بالش سے سروکار نہ بستر سے غرض اپنا کسی تکیے میں بچھونا ہوگا

پیری سے بدن زار ہوا زاری کر دنیا سے انیسؔ اب تو بیزاری کر
کہتے ہیں زبانِ حال سے موے سپید ۱۶ ہے صبحِ اجل کوچ کی تیاری کر
غفلت میں نہ عمر کو بسر کر انجام پہ اک ذرا نظر کر
اِس طولِ عمل سے فائدہ کیا؟ ۱۷ کل کوچ ہے قصہ مختصر کر

گلشن میں پھروں کہ سیرِ صحرا دیکھوں یا معدن و کوہ و دشت و دریا دیکھوں؟
ہر جا تری قدرت کے ہیں لاکھوں جلوے ۱۸ حیراں ہوں کہ دو آنکھوں سے کیا کیا دیکھوں؟
انساں ہی کچھ اس دور میں پامال نہیں سچ ہے کوئی آسودہ و خوشحال نہیں
اندیشۂ آشیان و خوفِ صیاد ۱۹ مرغانِ چمن بھی فارغ البال نہیں

نافہم سے کب دادِ سخن لیتا ہوں دشمن ہو کہ دوست سب کی سن لیتا ہوں
چھپتی نہیں بوے دوستانِ یکرنگ کانٹوں کو ہٹا کے پھول چن لیتا ہوں
اشکوں میں نہاؤ تو جگر ٹھنڈے ہوں بھیگے جو مژہ دیدۂ تر ٹھنڈے ہوں

یون سینہ و قلب سرد ہو جائین گے — حسنخانے مین جیسے بام و در ٹھنڈے ہون

کس بات مین کیا کس بات مین تذویر نہین — جز حرفِ غلط زبان پہ تقریر نہین
اس عہد مین راستی کا کیونکر ہو رواج؟ ۲۰ مسطر کج ہے قلم کی تقصیر نہین

کس وقت فرسِ خامہ تگ و دو مین نہین — مجھ سا بھی سیہ بخت کوئی سو مین نہین
ہر چند کہ ہون خسروِ اقلیم سخن ۲۱ بے غیر دوات کچھ قلمرو مین نہین

داغ غمِ شہ سینے مین گل بوٹے ہین — کیا کیا گہر بیش بہا لوٹے ہین؟
مجلس مین ریا سے جو کہ روتے ہین انیس ۲۲ اشک اُنکے بھی موتی ہین مگر جھوٹے ہین

کس منہ سے کہون لائق تحسین مین ہون — کیا لطف جو گل کہے رنگین مین ہون
ہوتی ہے حلاوتِ سخن خود ظاہر — کہتی ہے کہین شکر کہ شیرین مین ہون؟

مانا ہم نے کہ عیب سے پاک ہے تو — مغرور نہ ہو جو اہل ادراک ہے تو
بالفرض اگر آسمان ہے تیرا مقام — انجام کو سوچ کہ پھر خاک ہے تو

مرمر کے مسافر نے بسایا ہے تجھے — رخ سب سے پھر اکے منہ دکھایا ہے تجھے
کیونکر نہ لپٹ کے تجھ سے سوؤن اے قبر ۲۳ مین نے بھی تو جان دے کے پایا ہے تجھے

دنیا دریا ہے اور ہوس طوفان ہے — مانندِ حباب ہستی انسان ہے
لنگر ہے جو دل تو ہے نفس بادِ مراد — سینہ کشتی ہے ناخدا ایمان ہے

خاموشی مین یان لذتِ گویائی ہے — آنکھین ہین بند عین بینائی ہے
نہ دوست کا جھگڑا ہے نہ دشمن کا فساد — مرقد بھی عجب گوشۂ تنہائی ہے

ہشیار کہ وقتِ ساز و برگ آیا ہے — ہنگامِ تیغ و برف و تگرگ آیا ہے
محتاجِ عصا ہوے تو پیری نے کہا ۲۴ چلیے اب جو بدارِ مرگ آیا ہے

غافل تجھے کیون خواہشِ دنیا دنی ہے؟ — پیوندِ زمین ہر کوئی درویش و غنی ہے
جو قاقم و سنجاب پہنتے تھے ہمیشہ — سوتے ہین تہِ خاک گلے مین کفنی ہے

عباس سا صف شکن نہ ہوگا کوئی اکبر سا بھی گلبدن نہ ہوگا کوئی
گردن پہ لگا تیر مگر لب نہ ہلے ۲۵ اصغر سا بھی کم سخن نہ ہوگا کوئی

وہ نظم پڑھوں کہ بزم خوشبو ہو جائے عطر عنبر ہر ایک آنسو ہو جائے
یاد آئے شمیم زلف ہمشکل رسول ۲۶ آہوں کا دھواں حور کا گیسو ہو جائے

چل جلد اگر قصد سفر رکھتا ہے تو کچھ بھی مآل کی خبر رکھتا ہے
راحت دنیا میں کس نے پائی ہے انیس ۲۶ جو سر رکھتا ہے درد سر رکھتا ہے

آنکھ ابر بہاری سے لڑی رہتی ہے اشکوں کی روا منہ پہ پڑی رہتی ہے
دونوں آنکھیں نہیں مری ساون بھادون یاں سارے برس ایک جھڑی رہتی ہے

طفلی دیکھی شباب دیکھا ہم نے ہستی کو حباب آب دیکھا ہم نے
جب آنکھ ہوئی بند تو عقدہ یہ کھلا ۲۷ جو کچھ دیکھا سو خواب دیکھا ہم نے

افسوس یہ عصیاں یہ تباہی دل کی کی خوب انیس خیرخواہی دل کی
کپڑے اجلے ہیں کے نازاں ہوئے تم بڑھتی گئی دن رات سیاہی دل کی

پیری آئی عذار بے نور ہوئے یاران شباب پاس سے دور ہوئے
لازم ہے کفن کی یاد ہر وقت انیس جو مشک سے بال تھے وہ کافور ہوئے

رتبہ جسے دنیا میں خدا دیتا ہے وہ دل میں فروتنی کو جا دیتا ہے
کرتے ہیں تہی مغز ثنا آپ اپنی ۲۸ جو ظرف کہ خالی ہے صدا دیتا ہے

جو شے ہے فنا اسے بقا سمجھا ہے جو چیز ہے کم اسے سوا سمجھا ہے
ہے بحر جہاں میں عمر مانند حباب ۲۹ غافل اس زندگی کو کیا سمجھا ہے؟

کیا قدر زمیں کی آسماں کے آگے؟ جھکتے ہیں قوی ناتواں کے آگے
نرمی سے مطیع سنگدل ہوتے ہیں ۳۰ دنداں صف بستہ ہیں زباں کے آگے

گر لاکھ برس جیے تو پھر مرنا ہے پیمانۂ عمر ایک دن بھرنا ہے

ہان توشۂ آخرت مہیا کرلے غافل تجھے دُنیا سے سفر کرنا ہے

جس شخص کو عقبیٰ کی طلبگاری ہو دُنیا سے ہمیشہ اُسے بیزاری ہو
اک چشم مین کس طرح سمائین دونون ۳۱ غافل یہ خواب ہو وہ بیداری ہو

کیا کیا دُنیا سے صاحب مال گئے دولت نہ گئی ساتھ نہ اطفال گئے
پہنچا کے لحد تلک پھر آئے سب لوگ ۳۲ ہمراہ اگر گئے تو اعمال گئے

یہ عمر یونہین تمام ہو جائیگی مرنے کی خبر بھی عام ہو جائیگی
روتے ہو انیس، کیا جوانی کے لیے؟ پیری کی سحر بھی شام ہو جائیگی

مر جاے جو فرزند تو کیا چارہ ہے بس صبر علاجِ دلِ صد پارہ ہو
اصغر کو لٹا کے قبر مین شہ نے کہا آرام کرو اب یہی گہوارہ ہو

دل سے طاقت بدن سے کس جاتا ہو آتا نہین پھر کر جو نفس جاتا ہو
جب سال گرہ ہوئی تو عقدہ یہ کھلا ۳۳ یان اور گرہ سے اک برس جاتا ہو

دنیا جسے کہتے ہین بلا خانہ ہے پامال ہو جو عاقل و فرزانہ ہے
مابین زمین و آسمان یون ہین ہم جیسے آسیا مین ایک دانہ ہے

بلبل یہان آکے خوش بیانی سیکھے اندازِ فغان مجھ سے فغانی سیکھے
رونا مری آنکھون سے کرے حاصل ابر دریا مرے اشکون کی روانی سیکھے

مرثیۂ اوّل

حمد باری

اِس باغ مین چشمے ہین ترے فیض کے جاری
بلبل کی زبان پر ہے تری شکر گزاری
ہر نخل برومند ہے یا حضرتِ باری
پھل ہم کو بھی مِل جائے ریاضت کا ہماری
وہ گُل ہون عنایت چمنِ طبع نکو کو
بلبل نے بھی سونگھا نہو جن پھولونکی بو کو

سفر از مکہ

فرزندِ پیمبر کا مدینہ سے سفر ہے
سادات کی بستی کے اُجڑنے کی خبر ہے
درپیش ہے وہ غم کہ جہان زیروزبر ہے
گُل چاک گریبان ہین صبا خاک بسر ہے
گُل صفتِ غنچہ کمر بستہ کھڑے ہین
سب ایک جگہ صورتِ گلدستہ کھڑے ہین

مکّے سے اِدھر ہو چکے تھے شاہ روانا
منظور تھا کوفے کو بسرعت اُنھین جانا
مانع رہے احباب یہ حضرت نے نہ مانا
تھا مدِ نظر امر جو کچھ دل مین تھا ٹھانا
یہ شوق شہادت کا تھا اُس عاشق رب کو
یعقوب نما جاتے تھے یوسف کی طلب کو

قاصد کوئی نامہ بھی جو مُسلم کا نہ لایا
تشویش مین تھا حیدرِ کرّار کا جایا
ناگہ اُسے اک مردِ مسافر نظر آیا
بھجوا کے کسی کو اُسے حضرت نے بُلایا
تسلیم کی اُس شخص نے جُھک کر شہِ دین کو
نعلین مبارک پہ لگا ملنے جبین کو

لیتے ہاتھ مین ہاتھ اُسکا اُٹھے سیدِ والا
لیجا کے کنارے اُسے اِس طرح سے پوچھا
اے شخص تو آتا ہے کدھر سے؟ مجھے بتلا
وہ کہنے لگا کوفے سے آتا ہون مین شاہا
شہ نے کہا کوفے کا مسافر تو اگر ہے
مُسلم مرے بھائی کی بھی کچھ تجکو خبر ہے؟

رو رو کے وہ کہنے لگا کس منھ سے کہون آہ
مُسلم کا بھی سر کٹ گیا ہانی کا بھی یا شاہ
اور پاؤن مین لاشون کے رسن باندھ کے بدخواہ
بازار مین کھینچے لیے پھرتے تھے سرِ راہ

دونون سرون کے شام مین جانے کی خبر ہو ۔ لاشون کو سر دار چڑھانے کی خبر ہو
مارا گیا بے جرم و خطا آپ کا بھائی ۔ تربت بھی مسافر کی کسی نے نہ بنائی
مرنے سے بھی پہلے ہوئی بیٹون سے جدائی ۔ بچون کو غریب الوطنی مین اجل آئی
دریا پہ انھین مار کے جب آیا تھا حارث ۔ دربار مین دو چھوٹے سے سر لایا تھا حارث

۸
لایا تھا جو دریا پہ وہ پکڑے ہوئے گیسو ۔ سنتا ہون بہت منتین کرتے تھے وہ گلرو
تھے ایک ہی رسی مین بندھے دونون کے بازو ۔ کہتے تھے ہمین بیچ لے پر قتل نہ کر تو
رخ مین نے بھی دیکھے تھے عجب غنچہ دہان تھے ۔ رخسارون پہ دونون کے طمانچون کے نشان تھے

۹
جب شہ نے سنی یہ خبر مسلم بے پر ۔ رقت کا ہوا جوش لگے کانپنے تھر تھر
سینہ مین تڑپنے لگا دل مثل کبوتر ۔ منہ کرکے سوے کوفہ کہا، ہاے برادر
بلوا کے مدینہ سے ہمین مر گئے مسلم ۔ ہم کوفے تلک آئے تو سفر کر گئے مسلم

آمد بمیدان کربلا

۱۰
جب منزل مقصد پہ امام زمن آئے ۔ تھا شور کہ مرنے کو غریب الوطن آئے
جنگل مین عجب شان سے گل پیرہن آئے ۔ مرجھائے ہوئے دھوپ مین نازک بدن آئے
پھولون سے زمین بس گئی سیدان حرم کی ۔ آنے لگی صحرا سے ہوا باغ ارم کی

۱۱
فرما کے یہ فراشون کو عباس پکارے ۔ ہان خیمون کو برپا کرو دریا کے کنارے
سب لوگ تھکے ماندے ہین لشکر کے ہمارے ۔ فراشون نے بار اونٹون سے یہ سن کے اتارے
ناگاہ نشان ظلم کے برپا نظر آئے ۔ خیمہ ابھی کھلتا تھا کہ اعدا نظر آئے

۱۲
سیدان سے سوارون نے یہ بڑھ بڑھ کے پکارا ۔ تم کون ہو کیا کام ہے دریا پہ تمھارا؟
فوج آتی ہے جلدی کرو ساحل سے کنارا ۔ ہوگا لب جو شام کے لشکر کا اتارا
گھوڑون سے زمین پانی سے گی کوئی دم کو ۔ دو لاکھ سوارون کی جگہ چاہیے ہم کو

۱۳
گرمی کی جو ایذا ہو تو جنگل کی ہوا کھاؤ ۔ اے کوثریو نہر کے پانی پہ نہ ٹھہراؤ

اسباب کنارے کرو جہازوں کو سرکاؤ ۳۵ ڈر ہے کہیں گھوڑوں کی ٹاپوں میں کچل جاؤ
ہتھوالس کے تیغ و سپر اکبر یہ پکارے | کیا بکتے ہو بیہودہ سخن منھ پہ ہمارے؟

کہتا ہوں میں دیکھو قدم آگے نہ بڑھانا | آسان نہیں شیروں کا ترائی سے اٹھانا
حیدر کے پسر ہیں، ہمیں کیا تم نے ہے جانا؟ | قبضے ابھی پکڑیں تو الٹ جائے زمانا
کردیں ابھی یوں زیر و زبر ہفت طبق کو ۳۶ جس طرح الٹ دیتے ہیں انگلی سے ورق کو

گھبرا کے ادھر سے شہِ والا یہ پکارے | ہاں ہاں مرے صفدر مرے عاشق مرے پیارے
تلوار نہ کھینچو ابھی، صدقے میں تمھارے | راضی ہوں میں، اتریں وہی دریا کے کنارے
کچھ غم نہیں، جلتے ہوئے ریتے پہ رہیں گے | راحت انھیں ہووے، ہمیں تکلیف سہیں گے

ہر چند یہ وہی دشتِ بلا ہے یہ وہی نہر | جس نہر کی شمشیر سے بدتر ہے ہر اک لہر
ساحل پہ نہ اتروں گا میں کرتے ہو یہ کیا قہر | یہ چشمۂ شیریں ہے غریبوں کے لیے زہر
پردیس میں تکلیف گوارا کرو لوگو | اس نہر کے پانی سے کنارا کرو لوگو

ڈیوڑھی پہ جو ناقوں کو بٹھایا حرم اترے | نیچے سے لیے ناموسِ امامِ امم اترے
افلاک شرافت کے ستارے بہم اترے | کس اوج سے کس شان سے وہ ذی حشم اترے
ساحل پہ اُتارا ہوا دل فوجِ لعین کا ۳۷ یاں دھوپ میں برپا ہوا خیمہ شہِ دیں کا

تاریخ دوم کا تھا محرم کے یہ مذکور | آفت میں پھنسے پھر تو شہِ بیکس و مجبور
ہشتم تلک ادھر جمع ہوا لشکرِ مقہور | روزِ نہم اعدا کو لڑائی ہوئی منظور
درپے ہوئے سب قتلِ امامِ عربی کے | دسویں کو گلے کٹنے لگے آلِ نبی کے

صبحِ عشرہ

پھاڑا جو گریبانِ صبحِ آفت کی سحر نے | پردے میں چھپایا رخِ روشن کو قمر نے
پیمانۂ خورشید لگا نور سے بھرنے | گردوں سے گزر فوجِ کواکب لگی کرنے
تاباں جو رخِ نیرِ افلاک ہوا تھا ۳۸ ذروں سے زرافشاں ورقِ خاک ہوا تھا

اظہار ہوئی خطِ شعاعی کی جو تحریر روئے شبِ یلدا سے سیاہی ہوئی تغییر
خورشید نے کی سورۂ والشمس کی تفسیر والفجر کی کرتا تھا تلاوت فلکِ پیر
پھیلا ہوا تھا نورِ سحر ارض و سما میں مصروف تھی سب خلق خدا یادِ خدا میں

۳۸
چمکا صفتِ شعلۂ جوّالہ مہرِ جہانتاب شبنم کی طرح سیم کواکب ہوئے بے آب
مائل بہ سفیدی ہوا رنگِ رخِ مہتاب اور دیدۂ مردم سے سفر کرنے لگا خواب
طاقت نہ رہی شمع میں سوزِ جگری کی ۳۹ پروانوں سے رخصت تھی چراغِ سحری کی

آغازِ جنگ

۴۲
بڑھ کر کے علم فوج کو عباس نے کھولا ہتھوالش لیا ڈھالوں کو تلواروں کو تولا
شہزادوں میں جو تھا کوئی عاقل کوئی بھولا ہاتھوں میں پکڑ نیمچے ایک ایک یہ بولا
لڑکے تو ہیں لیکن قدم آگے ہی بڑھیں گے ان چھوٹی سی تیغوں سے ہمیں پہلے لڑیں گے

۴۳
اُس فوج میں نقارہ کہ رزمی پہ لگی چوب تیار صفیں کرنے لگے شام کے سرکوب
گھوڑوں سے لگا گونجنے صحرائے پُرآشوب دینے لگی بالوں سے ادھر فاطمہ جاروب
بالیدہ ہوئے غل جو سنا طبلِ وغا کا نعرہ ہوا سادات میں یا شبرِ خدا کا

۴۴
بجلی کی چمک گرد تھی تیغوں کی چمک سے ۴۰ چنگاریاں اُڑتی تھیں سنانوں کی لچک سے
کڑکا ہوا میدان میں سنانوں کی کڑک سے تیر آتے تھے، جوں تیرِ شہاب آئے فلک سے
اک دل ہوئے سب قتلِ شہِ تشنہ دہن پر حملہ کیا دولاکھ نے ہفتاد و دو تن پر

حضرت عونؑ و محمدؑ

۴۵
مارے گئے مولا کے جو انصار و موالی تب حضرتِ مسلم کے یتیموں نے رضا لی
جس دم وہ چلے رونے لگے سرورِ عالی اک حملے میں دونوں نے پرے کر دیے خالی
تھا غلغلۂ دار و بگیر اہلِ ستم میں برپا تھا تلاطم حرمِ شاہِ امم میں

۴۶
جھک جھک کے جو دونوں نے جولاں کیے گھوڑے سینے میں اُدھر تیر کمانداروں نے جوڑے

غل تھا کہ خبردار کوئی مُنھ کو نہ موڑے — یہ دونون بہادر ہین تو ہم بھی نہین تھوڑے
یا مار کے تلوارین گرا دیتے ہین اِن کو ۴۱ یا نیزون کی نوکون پہ اُٹھا لیتے ہین اُنکو

۲۷
یہ سُن کے صفین بڑھنے لگین دشتِ وغا سے — لہرائے نشانون کے پھریرے بھی ہوا سے
دل ہل گئے نقارۂ رزمی کی صدا سے — لشکر مین در آئے شہِ مردان کے نواسے
نعرون کا دلیرون کے گیا شور فلک پر — تیغون کی چمک پھیلی تھی بجلی کی چمک پر

۲۸
بجلی سی کبھی یان تو کبھی وان نظر آئی — غارت کیا اِس صف کو تو اُس غول پہ آئی
جب نیچے اسوارون کے بالاے سر آئے — سر تک نہ سپر آئی کہ وہ تا کمر آئے
پاس آ نہ سکے اُنکی کمک کرنے کو جو تھے ۴۲ جلدی مین کمر سے جو کھنچا ہاتھ تو دو تھے

۲۹
گھوڑون کو اُڑاتے ہوے پہنچے جو بہادر — فوجِ ستم آرا ہوئی سب غرقِ تحیّر
اک شور ہوا کون سے دریا کے ہین یہ دُر — لڑکے ہین، یہ اللہ رے اقبال و تہور
کیا جانیے کیا نام ہین انکے اب و جد کے ۴۳ تیور سے یہ پیدا ہی کہ بچے ہین اسد کے

۳۰
ناگاہ یہ بڑھ کر پسرِ سعد پکارا — اے شیر دلو نام و نسب کیا ہی تمھارا
تلوارین پکڑ کر یہ پکارے وہ دل آرا — خالق نے ہمارے لیے دنیا کو سنوارا
خورشیدِ زمین، تاجِ سرِ عرشِ برین ہین — پہلا یہ شرف ہی کہ غلامِ شہِ دین ہین

۳۱
ہم دونون نواسے ہین اُسی فیض رسان کے — فرزند ہین ہمشیرِ شہِ کون و مکان کے
دکھلائین گے جوہر تمھین تیغِ دو زبان کے — بڑھ بڑھ کے اُلٹ دینگے پرے فوجِ گران کے
تم یہ نہ سمجھنا کہ یداللہ نہین ہین — ہم شیر تو ہین گر اسد اللہ نہین ہین

۳۲
برچھی لیے انبوہ سوارون کا جب آیا — شہزادون نے رانون مین سمندون کو دبایا
اک شور ہوا غیظ رحیمون کو اب آیا — وہ نیچے بجلی سے جو چمکے، غضب آیا
آخر وہ جری لختِ دلِ ضیغمِ دین تھے — سر تھے صفِ اول کے کہین جسم کہین تھے

۳۳
بس پھر جو دھنسے فوج مین وہ شیر درندہ — تلوارون سے ڈر ڈر کے چھپے مُردون مین زندہ

آہو سے بھی چالاک تھے اسپان دوندہ مڑنے مین جو بجلی تھے تو اڑنے مین پرندہ
مانند براق نبوی عرش سما تھے
گھوڑے نہ تھے اوج سعادت کے ہما تھے

۴۴
یون ذہن مین آتے ہی نکل جاتے تھے سن سے جس طرح نسیم آکے نکل جائے چمن سے
جرأت مین فزون شیر سے، سرعت مین ہرن سے آگاہ ہین وہ جرأت و سرعت کے چلن سے
نعل انکے سروہی سے چلے فوج ستم پر
پڑتے تھے قدم دونون کے دُلدل کے قدم پر

۴۵
وہ مرگیا تلوار اٹھا کر جسے ڈانٹا اس نخل کو تلوار سے کاٹا اسے چھانٹا
کھاے جراحت کو عجب حسن سے بانٹا نکلی نہ کوئی شاخ نہ الجھا کوئی کانٹا
ابتک یہ ہوا باغ جہان مین نہین دیکھی
غل تھا کہ بہار ایسی خزان مین نہین دیکھی

۴۶
تلوار نے چھوٹے کی نیا رنگ دکھایا ضرب اسد اللہ کا سب ڈھنگ دکھایا
حیرت ہوئی، وہ زور دم جنگ دکھایا راکب کو بھی مرکب کو بھی چورنگ دکھایا
ایسا کوئی طفلی مین نمودار نہ ہوگا
ہاتھ ایسا تو جعفر کا بھی طیار نہ ہوگا

۴۷
کس مین تھی ضیا نیمچون کی ضو کے برابر گویا کہ مہ نو تھا مہ نو کے برابر
بجلی نہ چمک سکتی تھی پرتو کے برابر سر خاک پہ گر پڑتے تھے سو سو کے برابر
بچتا تھا نہ وہ، نوک بھی جا لگتی تھی جسکو
رہجاتا تھا وہ جل کے ہوا لگتی تھی جسکو

۴۸
کاٹی جو سپر فرق جفا جو پہ نہ ٹھہری منھ پر نہ رکی ساعد و بازو پہ نہ ٹھہری
چار آئینۂ ظالم بدخو پہ نہ ٹھہری دشمن کی زرہ کاٹ کے پہلو پہ نہ ٹھہری
کیا زور تھا کیا ضربت شمشیر نکو تھی
گھوڑے کی بھی گردن اسی اک وار مین دو تھی

۴۹
چار آئے جو لڑنے کو تو اکدل ہوئے دونون ٹھہرے نہ ہٹے نہ متامل ہوئے دونون
گرما کے فرس، جنگ پہ مائل ہوئے دونون چارون سے یہ فرما کے مقابل ہوئے دونون
۵۰ ششدر نہین ہوتے جو شجاعت کے دھنی ہین
تم چار ہو، ہم دو ہین، مگر پنجتنی ہین

۵۱
یہ سنتے ہی بچون پہ جھپٹ کر وہ چلے آئے غصے سے دلیرون کے بھی ابرو پہ بل آئے

لشکر نے یہ جانا کہ وہ بچ کر نکل آئے | آنا تھا کہ جا رو تہِ تیغِ اجل آئے
حسنت کا برپا ہوا غل چرخِ بریں پر ۴۶ ٹکڑے جو گئے، چار کے تھے آٹھ زمیں پر

۱۴۲
کیا ذکر بھلا آٹھ کا یا چار سروں کا | کشتوں کے جو پشتے تھے تو انبار سروں کا
گننا ہوا اب تو ہمیں دشوار سروں کا | اک مینھ سا برس جاتا تھا ہر بار سروں کا
تھم سکتے نہ تھے پاؤں کسی عربدہ جو کے | کٹتی تھی زمیں رنگی، ڈریدوں پہ لہو کے

۱۴۳
جانبازیاں دکھلاتے تھے میداں میں وہ جانباز | دل تھامے ہوئے دیکھتے تھے شاہِ سرافراز
قاسم کا سخن تھا کہ علی کا ہے سب انداز | فرماتے تھے اکبر، یہ لڑائی ہے کہ اعجاز
بڑھتے تھے کبھی گاہ سرک جاتے تھے عباس ۴۷ جب وار وہ کرتے تھے پھڑک جاتے تھے عباس

۱۴۴
ہر بار صدا دیتے تھے اے گیسوؤں والو | کیا کہنا ہے، پھر بڑھ کے یہی ہاتھ نکالو
رہوار بڑھے جاتے ہیں باگوں کو سنبھالو | حلقہ ہے، کڑی آنکھ زرہ پوشوں پہ ڈالو
اب ٹھیرنے کی مہلت مری جاں انکو نہ دینا | منت بھی کریں گر تو اماں انکو نہ دینا

۱۴۵
سیدانیاں دروازوں پہ تھیں کھولے ہوئے سر | اصغر کو لیے کانپتی تھی بانوئے بے پر
فضہ تھی، پریشاں کیے مو خیمے کے باہر | پردے سے لگی کہتی تھی، یہ شاہ کی خواہر
بتلا مجھے، بچے مرے کیا کرتے ہیں دونوں؟ | وہ کہتی تھی لاکھوں سے وغا کرتے ہیں دونوں

۱۴۶
وہ رخ پہ نظر آتے ہیں اڑتے ہوئے گیسو | وہ تیغے بجلی کی طرح گرتے ہیں ہر سو
ڈھالیں لیے وہ بھاگتے پھرتے ہیں جفاجو ۴۸ وہ ابر ہیں چھپ چھپ کے نکل آتے ہیں مہرو
بہتا ہے لہو چھاتیوں سے، چور ہیں دونوں | کس طرح پکاروں کہ بہت دور ہیں دونوں

۱۴۷
زینب نے کہا، دونوں ہیں یکجا کہ جدا ہیں | کی عرض یہ روکر کہ نہیں ایک ہی جا ہیں
لاکھوں ہیں عدو اور وہ دو ماہ لقا ہیں | منہ گھر سے پھیرے ہوئے سرگرم وغا ہیں
دم خوف سے سینے میں سماتا نہیں اب تو | ہے ہے مجھے چھوٹا نظر آتا نہیں اب تو

۱۴۸
سنتے ہی ڈیوڑھی سے ہٹیں حضرتِ زینب | فرمایا کہ بچوں کا مرے خاتمہ ہے اب

اب کچھ نہیں وسواس برآیا مرا مطلب
لو بیبیو، مل کر صفِ ماتم پہ چلو اب
بچے مرے داخل ہوئے خیلِ شہدا میں
سجدہ تو کر دن شکر کا درگاہ خدا میں

حضرت علی اکبرؑ

۴۸
دولت کوئی دنیا میں پسر سے نہیں بہتر
راحت کوئی، آرامِ جگر سے نہیں بہتر
لذت کوئی پاکیزہ ثمر سے نہیں بہتر
نکہت کوئی، بوئے گلِ تر سے نہیں بہتر
صدموں میں علاجِ دلِ مجروح یہی ہے
ریحان ہے یہی، روح یہی، روح یہی ہے

۴۹
ماں باپ کا دل، غنچۂ خنداں ہے اسی سے
وہ گل ہے، کہ گھر رشکِ گلستاں ہے اسی سے
سب راحت و آرام کا ساماں ہے اسی سے
آبادی کاشانۂ انساں ہے اسی سے
کس طرح کھلے دل کہ جگر بند نہیں ہے
گھر قبر سے بدتر ہے جو فرزند نہیں ہے

۵۰
یہ وہ ہے عصا پیر جواں رہتا ہے جس سے
یہ وہ ہے نگیں، نام و نشاں رہتا ہے جس سے
وہ شمع ہے، پُر نور مکاں رہتا ہے جس سے
وہ دُر ہے، قوی رشتۂ جاں رہتا ہے جس سے
کھوتے نہیں یہ مال کو رومال کے بدلے
سوتی بھی لٹا دیتے ہیں اس لال کے بدلے

۵۱
دولت یہی شوکت یہی اجلال یہی ہے
عزت یہی حشمت یہی اقبال یہی ہے
سرمایہ یہی نقد یہی مال یہی ہے
گوہر یہی یاقوت یہی لال یہی ہے
دلبند ہو پہلو میں تو غم پاس نہیں ہے
کچھ پاس نہیں گر یہ رقم پاس نہیں ہے

۵۲
ماں باپ کی آسائش و راحت ہے پسر سے
تلخی میں بھی جینے کی حلاوت ہے پسر سے
خون جسم میں، آنکھوں میں بصارت ہے پسر سے
ایامِ ضعیفی میں بھی طاقت ہے پسر سے
آرام جگر قوتِ دل راحتِ جاں ہے
پیری میں یہ طاقت ہے کہ فرزند جواں ہے

۵۳
وہ شے ہے خوشی دربہ کھڑی رہتی ہے جس سے
وہ چین ہے، راحت کی گھڑی رہتی ہے جس سے
وہ لعل ہے، امید بڑی رہتی ہے جس سے،
وہ دُر ہے یہ دُر، جان لڑی رہتی ہے جس سے
آرام جگر تاب و تواں ساتھ ہے اُس کے
پھرتا ہے جدھر رشتۂ جاں ساتھ ہے اُس کے

مالک سے بھرے گھر کے اجڑ جانے کو پوچھو
گھر والوں سے اس تفرقہ پڑ جانے کو پوچھو
ماں باپ سے قسمت کے بگڑ جانے کو پوچھو
یعقوب سے یوسف کے بچھڑ جانے کو پوچھو
اللہ دکھائے نہ الم نورِ نظر کا
بہ جاتا ہے آنکھوں سے لہو قلب و جگر کا

اب رخصتِ اکبر ہے شہِ تشنہ دہان سے
فرزند بچھڑتا ہے امامِ دو جہان سے
پیری میں چھڑاتا ہے فلک تازہ جوان سے
کس وصل میں درپیش ہے فرقت تن و جان سے
آتی ہے اجل گود کا پالا نہیں جاتا
صابر سے کلیجے کو سنبھالا نہیں جاتا

فرماتے ہیں فرزند سے آنکھوں کو چرا کر
دیکھ آؤ زرا مادرِ ناشاد کو جا کر
کہتا ہے وہ ناشاد جوان اشک بہا کر
اب جائیں گے خیمے میں سنان سینہ پہ کھا کر
شہ نیزہ و شمشیر سے موڑا نہیں جاتا
سب چھوٹیں مگر آپ کو چھوڑا نہیں جاتا

رخصت ہوئے جب شہ سے علی اکبرِ ذیشان
گھوڑے پہ چڑھے آپ کھلا رحل پہ قرآن
وہ رخش کی چھل بل وہ ضیائے رخِ تابان
اک برق چمکتی ہوئی پہنچی سرِ میدان
زردی رخِ خورشید پہ چھائی نظر آئی
پرتو سے زمین رن کی طلائی نظر آئی

آغازِ رجز تھا کہ ہوئی تیروں کی بوچھار
شہزادۂ عالم نے بھی لی میان سے تلوار
تلوار کا کھنچنا تھا کہ تھا فوج میں رہوار
رہوار کی چل پھر میں صفیں بس گئیں دو چار
اس شان سے لختِ دلِ شیرِ صمد آیا
گویا صفِ آہو پہ یکایک اسد آیا

ہلچل تھی کہ تلوار چلی فوج پہ سن سے
ڈھالیں تو رہیں ہاتھوں میں سر اڑ گئے تن سے
طائر بھی ہوا ہو گئے سب ظلم کے بن سے
آگے تھا ہرن شیر سے اور شیر ہرن سے
غل تھا یہ جری مثلِ یداللہ لڑے گا
تر ہو گی زمین خون سے وہ رن آج پڑے گا

تلوار تھی جرار کی یا قہرِ خدا تھی
سر تھا تو الگ تھا جو کمر تھی تو جدا تھی
بجلی جو ادھر تھی تو ادھر سیلِ فنا تھی
تلوار تھی یوں سر پہ جب آئی تو قضا تھی
بے سر ہوئی وہ صف جو نظر پڑ گئی اسکی
جاتا جو لہو اور بڑھ گئی اسکی

کیا ہاتھ تھا کیا تیغ تھی کیا ہمتِ عالی — دم بھر میں نمودار صفیں ہوتی تھیں خالی
جب جھوم کے ڈھالوں کی گھٹا آتی تھی کالی — بجلی سی چمک جاتی تھی شمشیرِ ہلالی
ملتا تھا نشان رن میں صفوں کا نہ پروں کا — تھا شور کہ مینھ آج برستا ہے سروں کا

۶۲
کیا حرب تھی قربانِ جگر گوشۂ شبیر — نکلا جو کمان سے تو قلم ہو کے گرا تیر
آیا جو کمان لے کے کمیں سے کوئی بے پیر — گوشہ تھا نہ چلّہ تھا نہ حلقہ تھا نہ زِہ گیر
جو وار تھا صفدر کا خدائی سے جدا تھا ۵۲ — قبضے سے کمان، ہاتھ کلائی سے جدا تھا

۶۳
لڑنے جو بڑا بول کوئی بول کے آیا — یہ شیر بھی شمشیرِ دودم تول کے آیا
شہبازِ اجل صید پہ پر کھول کے آیا — اڑتا ہوا سر تیغ میں اس غول کے آیا
حق جسکی طرف ہے وہ زبردست رہا ہے — سچ ہے کہ بڑے بول کا سر پست رہا ہے

۶۴
اک برق سی گرتی تھی ہر اک دشمنِ جان پر — گہ سر پہ کبھی ڈھال پہ تھی گاہ سنان پر
ترکش پہ گئی سن سے کبھی، گاہ کمان پر — کس طرح بھلا ذکرِ برش لاؤں زبان پر؟
دل سے کہیں چلنے کی ہوس قطع نہ ہو جائے — دم بند ہے ڈر سے کہ نفس قطع نہ ہو جائے

۶۵
جب وقت وغا کا نہ رہا ایک کو یارا — خیمے سے نکل کر پسرِ سعد پکارا
دو لاکھ نے بھی مل کے نہ اک طفل کو مارا — اب چادریں اوڑھو کہ مٹا نام تمہارا
جی ہار دیا فوج نے عزت گئی سب کی — بے آب ہوئی آج سے تلوار عرب کی

۶۶
یہ سنتے ہی غیظ اک پلِ غدار کو آیا — میدان میں اڑتا ہوا رہوار کو آیا
کس غیظ سے تولے ہوئے تلوار کو آیا — دلبندِ یداللہ سے پیکار کو آیا
کاندھے پہ سپر لب پہ سخن بے ادبی کے — ظالم کو عداوت تھی گھرانے سے نبی کے

۶۷
کافر نے رجز پڑھ کے تگاور کو نکالا — اکبر بھی بڑھے چلنے لگا بھالے پہ بھالا
اژدر تھے زبانوں کو نکالے تہ و بالا — گردن کو لڑائے ہوئے تھا کالے سے کالا
پڑتی تھی سنا پر جو سنا دشتِ وغا میں ۵۳ — چنگاریاں اڑتی نظر آتی تھیں ہوا میں

۶۸
ششبیز کو اکبر نے بھی کاٹے پہ لگایا ۔ وان سے بھی تڑپ کر فرسِ تیز تگ آیا
منھ کھوئے ہوئے شیر پہ حملے کو سگ آیا ۔ پھر دب کے الگ زد سے گیا اور الگ آیا
لاتی تھی اجل کھینچ کے شمشیر کے منھ پر ۔ آسکتا ہے روباہ کہیں شیر کے منھ پر

۶۹
اکبر نے صدا دی کہ ٹھہر سامنے آ کر ۔ کیوں منھ کو چھپاتا ہے سپر چہرہ پہ لا کر؟
مردانہ دکھا وار حریفانہ دغا کر ۔ دیکھ اپنے رسالے کے جوانوں سے حیا کر
نادان ہے تمیزِ حق و باطل نہیں رکھتا ۔ تو ایسے تن و توش پہ کچھ دل نہیں رکھتا

۷۰
تجھ سا تو جوان لشکرِ بدخو میں نہیں ہے ۔ ہان زورِ شجاعت ترے بازو میں نہیں ہے
گھوڑا تو ہے چالاک پہ قابو میں نہیں ہے ۔ فوجیں ہیں اُدھر یاں کوئی پہلو میں نہیں ہے
ہم ایک ہیں جانباز کہ فوجوں سے لڑے ہیں ۔ کیا تجھکو کہیں گے جو صفیں باندھ کھڑے ہیں؟

۷۱
غصے میں جو سفاک نے کی رخش کو مہمیز ۔ شہزادے کے گھوڑے کے قریب آگیا شبدیز
بس تھام لی اکبر نے عنانِ فرسِ تیز ۔ جھپکا تھا وہ گھوڑا کہ چلی تیغِ شرر ریز
ہوش اُڑ گئے اُس بانیِ بیداد و ستم کے ۔ سر کٹ کے گرا فرق پہ چالیس قدم کے

۷۲
مصروف تھے لڑنے میں اُدھر اکبرِ دلگیر ۔ بیتاب تھے تھامے ہوئے دل حضرتِ شبیر
تھراتے تھے ہاتھ اور زبان پر تھی یہ تقریر ۔ یہ سب تری تائید ہے اے مالکِ تقدیر
بیکس ترے بندے پہ عجب وقت پڑا ہے ۔ یارب یہ پسر تیسرے فاقے میں لڑا ہے

۷۳
یہ کہکے علی اکبرِ مہرو کو پکارے ۔ احسنت مرے شیر مرے پیاس کے مارے
ٹھہرو کہ پدر چوم لے ہاتھوں کو تمہارے ۔ خالی ہے علمدار کی جا اے مرے پیارے
جعفر اسی کس بل سے اسی ڈھب سے لڑے تھے ۔ خیبر میں علی بھی یونہیں مرحب سے لڑے تھے

۷۴
بالیدہ ہوا شہ کی صدا سن کے وہ جرار ۔ مجرا کیا رہوار سے جھک جھک کے کئی بار
کی عرض شہادت کی دعا کا ہوں طلبگار ۔ اب پیاس نے مارا مجھے یا سیدِ ابرار
گرمی سے غش آتا ہے جھکا جاتا ہے سر بھی ۔ ہتھیار بھی سب گرم ہیں جلتا ہے جگر بھی

تسلیم کی اور اسپِ صبا دم کو اُڑا کر ۵۴ پھر ڈوب گیا فوج میں وہ شیرِ دلاور
یاں بیٹھ گئے تھام کے دل سبطِ پیمبر واں شام کے بادل میں گھرا وہ مہِ انور
نیزوں کی جو بوچھار ہوئی چھن گیا سینہ روزن ہوئے اتنے کہ زرہ بن گیا سینہ
رہتے تھے کہ پیشانیِ انور پہ لگا تیر سب خون سے بھری احمدِ مختار کی تصویر
لکھا ہے کمین میں تھا کوئی ظالمِ بے پیر برچھی جو لگی سینے میں حالت ہوئی تغیر
اللہ ری شجاعت کہ نہ ابرو پہ بل آیا ۵۵ پھل اُسنے جو کھینچا تو کلیجہ نکل آیا

حضرت امام حسینؑ

سب فوجِ خدا قتل ہوئی راہِ خدا میں کوئی نہ رہا شہ کے عزیز و رفقا میں
غُل آمدِ سرور کا ہوا اہلِ جفا میں بندھنے لگیں لشکر کی صفیں دشتِ وغا میں
تھا حکم کہ کھولے نہ کوئی تیغ کمر سے لڑنا ہے ابھی، فاتحِ خیبر کے پسر سے

لاشوں کو پکارے کہ خدا حافظ و ناصر اب مرنے کو جاتا ہے یہ مظلوم مسافر
طے جلد ہوئی جاتی ہے یہ منزلِ آخر دو لاکھ عدو جمع ہیں اک جان کی خاطر
جلوہ یہ نہ دیکھا نہ صف آرائی یہ دیکھی افسوس کہ تم نے مری تنہائی نہ دیکھی

فرزند کے لاشے سے یہاں کہتے تھے کچھ شاہ واں چلنے لگے تیرِ ستم فوج سے ناگاہ
تورے ہوئے تیغوں کو بڑھا لشکرِ گمراہ آزردہ ہوئی خاطرِ فرزندِ یداللہ
حربے کے لیے ہاتھ جو دو ایک کے اُٹھے اک شیر سے، شمشیرِ علی ٹیک کے اُٹھے

نعرہ تھا کہ اے لشکرِ شام و عرب و روم تم لاکھوں ہو اور بیکس و تنہا ہے یہ مظلوم
کھانے سے بھی محروم ہوں پانی سے بھی محروم پر ابنِ علی ہوں یہ تمھیں خوب ہے معلوم
تلوار علم کر کے جو لشکر پہ جھکوں گا جبریل بھی روکیں گے تو پھر میں نہ رکوں گا

ہے خیر اسی میں کہ کنارا کرو شر سے اب ہاتھ اُٹھاؤ اسدِ حق کے پسر سے
[illegible] وہ کہ پیاسا ہوں میں چوبیس پہر سے للہ مزاحم نہ ہو اس تشنہ جگر سے

بیکس ہیں نہ سوئے دشت جبل جانے دو مجکو — کعبے میں حرم سے کے نکل جانے دو مجکو

٥٢
تلواروں کو چمکا کے ستمگر یہ پکارے — دشوار ہے جانا کہیں قابو سے ہمارے
ہم کیا کریں مرتے ہو اگر پیاس کے مارے — یہ خشک گلا کاٹیں گے دریا کے کنارے
زہرا کی بہو ظلم اسیری کے سہے گی — زینب کے سر پاک پہ چادر نہ رہے گی

٥٣
کی بے ادبوں نے جو با علان یہ تقریر — سر تا بقدم کانپ گئے حضرت شبیر
کس قہر سے دیکھا طرف لشکر بے پیر — بل آگیا ابرو پہ اُگلنے لگی شمشیر
غیرت سے یہ تھا غیظ شجاع ازلی کو — جس طرح جلال آیا تھا خیبر میں علی کو

٥٤
نعرہ کیا غازی نے کہ اے لشکر ظلم — کامہ یہ نہ تھا خنجر خونریز سے کچھ کم
وہ زخم لگا دل پہ کہ جس کا نہیں مرہم — چھینو گے ردا اُسکی جو ہے ثانی مریم
منھ پر مرے کرتے ہو سخن بے ادبی کے — مجبور سمجھتے ہو نواسے کو نبی کے

٥٥
ہے شرط کہ اس تیز زبانی کی سزا دوں — دوزخ کی زبانہ سے زبانوں کو جلا دوں
انداز قیامت کے تلاطم کا دکھا دوں — گیتی کو اولٹ دوں ابھی گردوں کو گرا دوں
بجلی وہ گرے گی کہ بہت یاد کروگے — جل جاؤ گے زینب پہ جو بیداد کروگے

٥٦
کہہ کر یہ سخن کھینچ لی تیغ شرر افشاں — پرتو سے ہوا اسپ درق خاک زر افشاں
ہر صف پہ گری کوند کے برق شرر افشاں — چھینٹوں سے ہوئی خون کے ہر اک سپر افشاں
قرباں ہوئے خونخوار دم تیغ دو دم پر — ٥٦ ہر جسم نے سر رکھدیا حضرت کے قدم پر

٥٧
عباسؑ سے بھائی کا جو تھا صدمہ جانکاہ — ٹکڑے تھا جگر ٹوٹ گئی تھی کمر شاہ
اُس ضعف میں لغزش سی نہ وہ پاؤں تھے آگاہ — پایا تھا ثبات قدم پاک یداللہ
سب خاک پہ ٹکڑے تو کلیجے کی پڑی تھی — لاکھوں سے لڑائی تھی یہ بشاش کھڑی تھی

٥٨
منھ کرکے سوئے چرخ یہ فرماتے تھے ہر بار — عالم مری نیت سے ہے تو اے مرے مختار
گھر سے نہ علاقہ ہے نہ بچوں سے سروکار — ہر حال میں تجھ سے ہوں اعانت کا طلبگار

گو شاہ زمن ہون پہ ترے در کا گدا ہون — محتاج ہون بیکس ہون غریب الغربا ہون

۸۹
کس کس ترے احسان کا کرون شکر زبان سے — ہر ناطقہ عاجز کہ زیادہ ہے بیان سے
واقف نہین کوئی ترے اسرارِ نہان سے — دشوار ہے عالم کی صفت ہیچمدان سے

پیاس آج کے دن کی مجھے مرغوب ہے مولا — جو تیری مشیت ہے وہی خوب ہے مولا

۹۰
کچھ دن بشر اس خانۂ دنیا مین ہے مہمان — دستِ ملک الموت مین ہے سب کا گریبان
زندون مین ہین گر آج تو کل ہووینگے بیجان — پہلے سے ہے لازم سفرِ مرگ کا سامان

اعمال و عقائد مین نہ ہرگز خلل آئے — ۵۷ کیا جانیے کس وقت پیامِ اجل آئے

۹۱
کچھ وقت معین نہین انسان کی اجل کا — آج اٹھ گئے وہ کرتے تھے سامان جو کل کا
بندہ ہے وہ پابند جو رہے نیک عمل کا — پلہ وہی بھاری ہے جو ہو جرم سے ہلکا

کیا خاک کا بوجھ اسکے لیے قبر مین کم ہے — ۵۸ ہو اور گناہون کی گرانی تو ستم ہے

۹۲
خورشید کو کچھ حاجتِ زیور نہین زنہار — پھولون پہ کوئی عطر لگائے تو ہے بیکار
اعلیٰ ہے اگر جنس تو کیا حاجتِ اظہار — خود مشک ہو خوشبو نہ کہ خوشبو کہے عطار

جو بد ہے سو بد ہے، جو نکو ہے وہ نکو ہے — چھپنے کی نہین آپ اگر عود مین بو ہے

۹۳
نازان نہ ہوا سے بانیِ ظلم و ستم وجود — مٹ جاتا ہے اک گردشِ افلاک مین یہ دود
تو آج جو حاکم ہے تو کل ہوگا کوئی اور — کیا ہوگئی ہے گردِ دولتِ قارون یہ زر اندوز

نمرود نہین حشمتِ ضحاک نہین ہے — ڈھونڈھو جو خزانے کو تو اب خاک نہین ہے

۹۴
بھائی نہ تو کام آئے گا اُسوقت نہ فرزند — عرصہ نہین، کھل جائیگا، جب آنکھ ہوئی بند
وہ کام کرو جس سے خدا ہووے رضامند — ہشیار، کہ ہونا ہے تمھین خاک کا پیوند

پیری کی بھی مدت ہے جوانی کی بھی حد ہے — ۵۹ آرام گہِ شاہ و گدا کُنجِ لحد ہے

۹۵
کیا سخت گھڑی ہوگی اجل آئے گی جس دم — کھنچ کھنچ کے ہر اک رگ سے نکلنے لگے گا دم
کیا دیکھین گے ایک ایک کو حسرت سے بصد غم — اتنی بھی زبان ہل نہ سکے گی کہ چلے ہم

سب کے لیے اک روز یہ تکلیف دھری ہے | اس پر بھی یہ غفلت ہے عجب بیخبری ہے
۹۶ بھائی نہیں اپنے، ہے نہیں ہے پسر اپنا | بیگانے ہیں سب، ہووےگا جس دم سفر اپنا
نہ مال نہ اسباب نہ زیور نہ زر اپنا | دو گز کفن اور قبر کا گوشہ ہی گھر اپنا
کچھ ساتھ بجز بیکسی و یاس نہ ہوگا | رہ جائیں گے سب دور کوئی پاس نہ ہوگا

۹۷ پیری سے ہے روشن کہ چراغِ سحری ہوں | دنیا سے کوئی دم میں عدم کا سفری ہوں
آقا مرا شاہ ہے کہ عصیاں سے بری ہوں | دیندار ہوں غازی ہوں مجاہد ہوں جری ہوں
بے خوف چلا جاتا ہوں میں خنجر کے منھ پر | دعویٰ ہے؟ تو آ ظالم مری شمشیر کے منھ پر

۹۸ خورشید کو محتاجیِ ذرہ نہیں ذرا | دیندار سدا کرتے ہیں کافر پہ تبرا
ظالم ترے حاکم کو ہے کس بات کا غرا | اسلام سے خالی ہے تو ایماں سے معرا
قارون کا خزانہ ہو تو عزت نہیں ملتی | دولت سے کمینے کو شرافت نہیں ملتی

۹۹ کچھ خارِ مغیلاں گلِ تر ہو نہیں جاتا | ہر قطرۂ ناچیز گہر ہو نہیں جاتا
تلخی سے کچھ آئینہ قمر ہو نہیں جاتا ۱۰ | مس پر جو ملمع ہو تو زر ہو نہیں جاتا
جس پاس عصا ہو اُسے موسیٰ نہیں کہتے | ہر ہاتھ کو عاقل یدِ بیضا نہیں کہتے

۱۰۰ دولت نہیں انسان کی کچھ قدر بڑھاتی | دنیا دنی کام کسی کے نہیں آتی
گو فقر ہو، عالی نسبی پر نہیں جاتی | بینا جو ہیں وہ دیکھتے ہیں جوہرِ ذاتی
محتاجی سے کم رتبۂ عالی نہیں ہوتا | عزت وہ خزانہ ہے کہ خالی نہیں ہوتا

۱۰۱ تو کیا ہے جو رستم ہو تو ہم منھ کو نہ موڑیں | سر جائے تو حیدر کے طریقے کو نہ چھوڑیں
مرجائے اگر شیر کے پنجے کو مروڑیں | گر قلعۂ خیبر ہو تو اک ہاتھ میں توڑیں
سو بجلیاں چمکیں تو کبھی ہم نہیں ڈرتے | روباہ ہو کہ اژدہے سے ضیغم نہیں ڈرتے

۱۰۲ بچتا نہیں نیزے سے مرے سینۂ دشمن | چھٹتی نہیں پنجے سے مرے شیر کی گردن
کرتا ہے مرا نیزہ دلِ کوہ میں روزن | چار آئینۂ فولاد کا بجتا ہے جوشن

آگے مرے ہین زیر و زبر سب جہان کے — رستم کو پکڑ لیتا ہون حلقے مین کمان کے

۱۰۳
فرما کے یہ تلوار کو صفدر نے نکالا — ہالہ ہوا رہوار کو کاوے پہ جو ڈالا
بھالون کو ادھر بڑھ کے سوارون نے سنبھالا — بجلی جو گری ہو گیا لشکر تہ و بالا
اس شان سے غازی صف جنگاہ مین آیا — غل تھا کہ اسد لشکر روباہ مین آیا

کیفیت حرب و اسپ وغیرہ

۱۰۴
گھوڑے کو اڑاتے جو سوارون کے پرون پر — نعل اسکے سموں سے چمکتے تھے سرون پر
جب چاہتے تھے وار کو روکین سپرون پر — اک برق غضب گرتی تھی بیداد گرون پر
اڑ جاتے تھے گرتی تھی نکلجاتی تھی سن سے — ۶۱ سر تن سے سپر ہاتھ سے اور روح بدن سے

۱۰۵
کیا حرب تھی قربان جگر گوشۂ شبیر — نکلا جو کمان سے تو قلم ہو کے گرا تیر
آیا جو کمان لیکے کمین سے کوئی بے پیر — گوشہ تھا نہ چلہ تھا نہ حلقہ تھا نہ زہ گیر
جو وار تھا صفدر کا خدائی سے جدا تھا — قبضے سے کمان ہاتھ کلائی سے جدا تھا

۱۰۶
جس وقت چمک کر کسی سفاک پہ آئی — سر سے کمر ظالم ناپاک پہ آئی
وان سے جو پھری توسن چالاک پر آئی — توسن کو بھی دو کرتی ہوئی خاک پہ آئی
قبضہ تو رہا دست جناب شہ دین مین — اور تا سر دنبالہ در آئی وہ زمین مین

۱۰۷
رہوار سبک سیر نسیم سحری تھا — ہم پیکر طاؤس دم جلوہ گری تھا
تن تن کے اٹھانے مین قدم کبک دری تھا — کاوے مین جو پرکار تو اڑنے مین پری تھا
رفتار تو کب اپنی دکھاتا تھا کسی کو — سایہ بھی نہ اسکا نظر آتا تھا کسی کو

۱۰۸
اسکے لیے اک گام تھا سو کوس کا دھاوا — نیزون کو چباتا تھا یہ جوہر تھا علاوا
اڑتا کبھی مڑتا کبھی جست اور کبھی کاوا — ۶۲ کہتے تھے ستمگر یہ پری ہے کہ چھلاوا
کس گھات سے رکین فرس تیز قدم کو — سایہ بھی تو اسکا نظر آتا نہین ہمکو

۱۰۹
غصے مین وہ تن تن کے دہانے کو چباتا — اور جوش شجاعت مین وہ کف منھ سے گراتا

ہر صف میں کبھی جھوم کے آتا کبھی جاتا
تلوار کی زد سے کبھی آقا کو بچاتا
ٹاپوں سے جھلکتی تھی زمیں حشر بپا تھا
اس صف میں جو بجلی تھا تو اُس صف میں ہوا تھا

صفت ذوالفقار

۱۱۰
بجلی سا چمکتا تھا، اِدھر فوج میں رہوار
شعلہ سی لپکتی تھی اُدھر تیغ شرر بار
سرگرم وغا تھا خلفِ حیدرِ کرار
اک آگ لگا دی تھی، جلے جاتے تھے کفار
سوزاں شجرِ قد تھے چناروں کی طرح سے
اڑتا تھا لہو تن کا شراروں کی طرح سے

۱۱۱
نوکوں سے ہر اک چشم کو بے نور کر آئی
شعلوں سے ہر اک جسم کو تنور کر آئی
گرما کے جو کافر لعیں کافور کر آئی
نزدیک گئی جسم کئے سر دور کر آئی
جلتی تھی سموم غضب اُس فوجِ شقی پر
کب آئی گئی کب یہ نہ کھلتا تھا کسی پر

۱۱۲
حلقوں میں جو ناوک کوئی صف توڑ کے نکلی
فقرے یہ قیامت کے اُدھر چھوڑ کے نکلی
سارے قدر اندازوں کے منہ موڑ کے نکلی ۶۳
سر کاٹ کے خوں چاٹ کے دل توڑ کے نکلی
پیہم جو خطائیں ہوئیں ناوک فگنوں سے
روحیں بھی ہوا ہو گئیں چلّے کے تنوں سے

۱۱۳
لشکر میں جدھر جاتی تھی لیلی سی چمک کر
پس جاتے تھے مر جاتے تھے نامرد بلک کر
گرتی تھی لپک کر تو پھر اٹھتی تھی لچک کر ۶۴
کیا آفتِ دوراں تھی کہ تھا چرخ کو چکر
تھا شور کہ سر کے رہو باڑھ اسکی کڑی ہے
کٹتے ہیں جگر ڈھال ہے یا تیز چھری ہے

۱۱۴
چلتی تھی عجب رنگ سے شمشیر قضا رنگ
ہر ہاتھ میں دکھلاتی تھی اعدا کو نیا رنگ
چم چم کا جدا رنگ تھا کس بل کا جدا رنگ ۶۵
لب سرخ دہن صاف بدن گول ہرا رنگ
تھا شور کہ چل پھر میں نئی جلوہ گری ہے
دیوانو سے تیغ نہ سمجھو یہ پری ہے

۱۱۵
ہوتے تھے جدا، ضربتِ شمشیر دو سر سے ۶۶
سر دوش سے تن روح سے چار آئینہ بر سے
دستانے کلائی سے کمر بند کمر سے
ہاتھوں سے نشاں تیغ سے پھل پھول سپر سے
آگ آب میں تھی دم تنِ خاکی سے جدا تھے
تھا کاٹ غضب کا کہ عناصر بھی جدا تھے

۱۱۶
تلوار پڑی شاہ کی جب دشمنِ دین پر ۔ بکتر کو جو کاٹا تو وہ ٹھہری نہ جبین پر
گردن سے گئی سینے پہ اور سینے سے زین پر ۔ اسوار تھے گھوڑوں پہ تو گھوڑے تھے زمین پر
تھا شور کہ اعجاز ہے یہ حرب نہیں ہے ۔ ہے قہرِ خدائے دو جہاں ضرب نہیں ہے

۱۱۷
بجلی سی جو گر کر وہ صفِ جنگ سے نکلی ۔ فریاد کی آواز دلِ سنگ سے نکلی
اسوار کے سر پر جو پڑی تنگ سے نکلی ۔ سینے میں در آئی تو عجب رنگ سے نکلی
چھوڑا جسے مقتل میں لہو چاٹ کے چھوڑا ۔ پایا جسے اُس تیغ نے سر کاٹ کے چھوڑا

۱۱۸
ہلچل تھی کہ تلوار چلی فوج پہ کس سے ۔ ڈھالیں تو رہیں ہاتھوں میں سر اُڑ گئے تن سے
طائر بھی ہوا ہو گئے سب ظلم کے بن سے ۔ آگے تھا ہرن شیر سے اور شیر ہرن سے
غل تھا یہ جری مثلِ یداللہ لڑے گا ۔ تر ہو گی زمین خون سے، وہ رن آج پڑیگا

۱۱۹
تلوار تھی جبّار کی یا قہرِ خدا تھی ۔ سر تھا تو الگ تھا جو کمر تھی تو جدا تھی
بجلی جو اُدھر تھی تو اُدھر سیلِ فنا تھی ۔ تلوار تھی یوں، سر پہ جب آئی تو قضا تھی
بے سر ہوئی وہ صف جو نظر جھک گئی اسکی ۔ چاٹا جو لہو، اور بُرش بڑھ گئی اسکی

۱۲۰
کیا ہاتھ تھا، کیا تیغ تھی، کیا ہمتِ عالی ۔ دم بھر میں نمودار صفیں ہوتی تھیں خالی
جب جھوم کے ڈھالوں کی گھٹا آتی تھی کالی ۔ بجلی سی چمک جاتی تھی شمشیرِ ہلالی
ملتا تھا نشان رن میں صفوں کا نہ پروں کا ۔ تھا شور کہ مینہ آج برستا ہے سروں کا

۱۲۱
اک برق سی گرتی تھی ہر اک دشمنِ جان پر ۔ گہ سر پہ کبھی ڈھال پہ تھی گاہ سنان پر
ترکش پہ گئی تن سے کبھی گاہ کمان پر ۔ کس طرح بھلا ذکرِ بُرش لاؤں زبان پر
دل سے کہیں جینے کی ہوس قطع نہ ہو جائے ۔ دم بند ہے ڈر سے کہ نفس قطع نہ ہو جائے

۱۲۲
تن سے جو وہ تلوار گئی، سن سے یہ آئی ۔ وہ خود سے ملتی ہوئی گردن سے یہ آئی
وہ کھچ کے سپر سے گئی جوشن سے یہ آئی ۔ وہ صدر سے خالی گئی، توسن سے یہ آئی
ہاں بعدِ علی کم ہوئی جنگ و جدل ایسی ۔ غل تھا کبھی دیکھی نہیں ردّ و بدل ایسی

۱۲۳
جس صف پہ چمک کر وہ گئی ڈر گئے اعدا — بس خون میں سر تا بہ قدم بھر گئے اعدا
بھاگڑ میں جدھر ششدر و مضطر گئے اعدا — بچ بچ کے گئے بیس بیس گئے مر گئے اعدا
مقتل میں سوار و نیمہ فرس لوٹ رہے تھے — دو ایک پہ اور بائیس پہ دس لوٹ رہے تھے

۱۲۴
اک برق چمکتی تھی صف فوج ستم پر — بسمل سی پھڑک جاتی تھی اس فوج کے دم پر
یوں کاٹ کے دستانے کو جاتی تھی علم پر — جس طرح چلے تیز چھری نرم قلم پر
ہر شے کے اڑا دینے میں فیاض تھی شمشیر — چار آئینہ قرطاس تھی مقراض تھی شمشیر

۱۲۵
سر گرتے تھے ہر بار زرہ پوشوں کے تن سے — جوشن تن کفار میں بدتر تھے کفن سے
ٹوٹی تھیں صفیں تیغ شہ قلعہ شکن سے — آئی تھی جو زن سے تو نکل جاتی تھی سن سے
کیا روکتے ڈھالوں پہ وہ تیغ دو زباں کو — روکا ہے کبھی باغ کے پتوں نے خزاں کو

۱۲۶
گہ ڈھال میں ڈوبی کبھی نیزے کی گرہ میں — ترکش میں کبھی گاہ کماں میں کبھی زہ میں
مچھلی سی کبھی پیر گئی موج زرہ میں — اک تیغ سے تھا زلزلہ برپا کرہ میں
جب کوند کے اٹھی اسے افلاک نے دیکھا — دیواروں کو چار آئینہ کی خاک پہ دیکھا

۱۲۷
مقتل سے جری تیغ و سپر چھوڑ کے بھاگے — ہلچل تھی کہ بیٹوں کو پدر چھوڑ کے بھاگے
یوں روح کے طائر تن و سر چھوڑ کے بھاگے — جیسے کوئی بھونچال میں گھر چھوڑ کے بھاگے
غل تھا کہ نماز اسکی پڑھو فرض یہی ہے — اے قوم اذا زلزلت الارض یہی ہے

۱۲۸
کس غول میں وہ صاعقہ کردار نہ چمکی — کس فرق پہ بجلی سی وہ خونخوار نہ چمکی
اس تیغ کے آگے کوئی تلوار نہ چمکی — تلوار تو کیا برق شرربار نہ جھمکی
آنچ اسکی جلا دینے میں بجلی تھی قضا کی — کہتا تھا جہنم کہ پناہ اس سے خدا کی

۱۲۹
پھل اڑ گئے پتا ہو گئے سب چھونے والے — شاخوں کی طرح صاف قلم ہو گئے بھالے
دیکھے جو گل زخم پڑے جان کے لالے — تھے ہر شجر قد کی جگہ خون کے تھالے
یہ رنگ لڑائی کا بدلتے نہیں دیکھا — یوں تیغ خزاں کو کبھی چلتے نہیں دیکھا

۱۳۰
روکا جو سپر پر تو سپر کاٹ کے نکلی
سر پر جو پڑی آ کے تو سر کاٹ کے نکلی
سینے میں در آئی تو جگر کاٹ کے نکلی
اتری جو جگر سے تو کمر کاٹ کے نکلی
ٹھہری نہ کمر پر نہ رکی خانۂ زین پر
رہوار کو دو کر کے گری روئے زمین پر

۱۳۱
اعدا کے سروں پر جو وہ تیغِ دوسر آئی
اک تیز چھری تھی کہ کلیجوں میں در آئی
بجلی سی چمک کر ادھر آئی ادھر آئی
دو ہو گئی جب تیغ کے نیچے سپر آئی
دستانے میں یوں کٹ گئی دستِ ستم کو
جس طرح تراشے کوئی جلدی میں قلم کو

۱۳۲ (۶۸)
بے پاؤں جدھر ہاتھ سے چلتی ہوئی آئی
ندی ادھر اک خون کی ابلتی ہوئی آئی
دم بھر میں وہ سو رنگ بدلتی ہوئی آئی
پی پی کے لہو لعل اگلتی ہوئی آئی
ہیرا تھا بدن رنگ زمرد سے ہرا تھا
جوہر نہ کہو پیٹ جواہر سے بھرا تھا

۱۳۳ (۶۹)
سو جود بھی ہر غول سے اور سب سے جدا بھی
دم خم بھی لگاوٹ بھی صفائی بھی ادا بھی
اک گھاٹ پہ تھی آگ بھی پانی بھی ہوا بھی
امرت بھی ہلاہل بھی مسیحا بھی قضا بھی
کیا صاحبِ جوہر تھی عجب ظرف تھا اسکا
موقع تھا جہاں جسکا وہیں صرف تھا اسکا

۱۳۴
نیزوں پہ گئی برچھیوں والوں کی طرف سے
جا پہنچی کمانداروں پہ بھالوں کی طرف سے
پھر آئی سواروں پہ رسالوں کی طرف سے
منہ تیغوں کی جانب کیا ڈھالوں کی طرف سے
بس ہو گیا دفتر نظری نام و نسب کا
لاکھوں تھے تو کیا دیکھ لیا جائزہ سب کا

۱۳۵
پہنچی جو سپر تک تو کلائی کو نہ چھوڑا
ہر ہاتھ میں ثابت کسی گھاٹی کو نہ چھوڑا
شوخی کو شرارت کو لڑائی کو نہ چھوڑا
تیزی کو رکھائی کو صفائی کو نہ چھوڑا
اعضائے بدن قطع ہوئے جاتے تھے سب کے
قینچی سی زبان چلتی تھی تقریر تھی غضب کے

۱۳۶
مغفر سے جو علم کاٹ کے گردن میں در آئی
گردن سے سرکنا تھا کہ جوشن میں در آئی
جوشن سے گزرنا تھا کہ بس تن میں در آئی
تن سے ابھی اتری تھی کہ توسن میں در آئی
بچتا کوئی کیا تیغِ قضا رنگ کے نیچے
اک برقِ غضب کوند گئی تنگ کے نیچے

دکھلا کے گل زخم بدن سے نکل آئی شمشیر خزاں تھی کہ چمن سے نکل آئی
ہمراہ لیے روح کو تن سے نکل آئی شب سے جو پڑی سر پہ تو سن سے نکل آئی
سرکش تھا تکبر سے، جب افلاک پہ سر تھا جھپکی تھی ادھر آنکھ، ادھر خاک پہ سر تھا

۱۳۸
مغفر میں ہوئی غرق تو سر کاٹ کے نکلی روکا جو سپر پہ تو سپر کاٹ کے نکلی
شانے پہ گری تا بہ کمر کاٹ کے نکلی سینے میں در آئی تو جگر کاٹ کے نکلی
ہر ہاتھ میں گردش تھی نئی، ڈھنگ نیا تھا گھوڑے کے بھی ٹکڑے تھے یہ چورنگ نیا تھا

۱۳۹
ترکش کو نہ چھوڑا نہ کماندار کو چھوڑا حلقے کو نہ چلے کو نہ سوفار کو چھوڑا
بے دو کیے راکب کو نہ رہوار کو چھوڑا چھوڑا تو سسکتا ہوا دو چار کو چھوڑا
رخ سب قدر اندازوں کے پھرتے ہوئے دیکھے ہر ضرب میں سر خاک پہ گرتے ہوئے دیکھے

۱۴۰
مغفر کو جو کاٹا تو جبیں سے نکل آئی سر پہ جو پڑی خانۂ زیں سے نکل آئی
بجلی سی صف لشکر کیں سے نکل آئی گہ ڈوب گئی گاہ زمیں سے نکل آئی
غل تھا کہ عجب کیا جو سپر سے نہیں کٹتی یہ ضرب تو جبرئیل کے پر سے نہیں کٹتی

۱۴۱
نہ ڈھال پہ نہ سر پہ نہ گردن پہ رکی وہ سینے پہ نہ مغفر پہ نہ جوشن پہ رکی وہ
نہ سنگ نہ اشجار نہ آہن پہ رکی وہ نہ زیں پہ نہ پاکھر پہ نہ توسن پہ رکی وہ
یہ چاشنی خون عدو بھا گئی اسکو بجلی کی طرح جس پہ گری، کھا گئی اسکو

۱۴۲
سینے میں در آئی تو نئی چال سے نکلی پہنچے کو قلم کرتی ہوئی ڈھال سے نکلی
ڈوبی جو زرہ میں تو عجب چال سے نکلی مچھلی سی تڑپتی ہوئی اک جال سے نکلی
چار آئینہ کو آٹھ کیا کاٹ نے اسکی ٹھلا دی ہر اک کشتیٔ تن گھاٹ نے اسکی

۱۴۳
کاٹے ہوئے پھل برچھیوں کے رن میں پڑے تھے سہمے ہوئے گوشوں میں کماندار کھڑے تھے
چھایا تھا ہراس آئینہ بستہ جو لڑے تھے آنکھیں وہ چراتے تھے بہادر جو بڑے تھے
دہشت سے زرہ پوشوں نے جی چھوڑ دیا تھا اس تیغ نے تیغوں کا بھی منہ موڑ دیا تھا

۱۴۴
پہنچی جو چمک کر کسی ظالم کی سپر تک — بجلی سی سپر سے وہ گئی کاسۂ سر تک
اللہ ری صفائی نہ ہوئی اسکو خبر تک — یہ سر سے گئی سینے پہ سینے سے کمر تک
کاٹی کمر اس طرح سے دو کر کے زرہ کو — جس طرح کوئی کھول دے ناخن سے گرہ کو

۱۴۵
لوہے کی سپر کاٹ کے دستانے میں پہنچی — دو کر کے سپر خود کے پیمانے میں پہنچی
غرض سر و گردن سے چلی شانے میں پہنچی — شانے سے بڑھی روح کے کاشانے میں پہنچی
سرکش کا لہو خاک پہ برسا دیا اُسنے — تب نکلی کہ جب خانۂ تن ڈھا دیا اُسنے

۱۴۶
وہ روب وہ چم خم وہ دل اُسکا وہ بر اُسکا — وہ قد وہ بدن صاف، وہ رخ جلوہ گر اُسکا
ہر ہاتھ میں منھ چوم رہی تھی ظفر اُسکا — محبوب تھی ہر خانۂ تن میں تھا گھر اُسکا
کس کا یہ جگر تھا اُسے روکے جو سپر سے — سینے میں در آمد تھی برآمد تھی جگر سے

۱۴۷
بجلی کا چلن شعلہ کی خو، سرکش و بیباک — مرمر سے سبک دست، گران قیمت و چالاک
خونخوار جفا کار و ستم پیشہ و سفاک — کج بازو سر انداز و ترش رو و غضبناک
خود آب بگیر آگ لگا دینے کو آندھی — ہستی کے چراغوں کے بجھا دینے کو آندھی

۱۴۸
بسمل ہوا جسکو لچک اُسکی نظر آئی — بجلی سی جو چمکی تو کلیجوں میں در آئی
چو رنگ کیا اُسکو اُسے آٹھ کر آئی — اٹکھیلیاں کرتی اِدھر آئی اُدھر آئی
حوروں میں یہ گرمی نہ لگاوٹ یہ پری میں — بیدم کیا لاکھوں کو اسی عشوہ گری میں

۱۴۹
فولاد کی ڈھالوں پہ وہ تلوار نہ ٹھہری — اک دم بھی میانِ صفِ کفّار نہ ٹھہری
سر سیکڑوں کاٹے کہیں زنہار نہ ٹھہری — خون اتنے کیے اور گنہگار نہ ٹھہری
مجرم رہی سرکش رہی بیباک ہی وہ — دھبّا نہ لگا خون سے بھی پاک ہی وہ

(خاتمۂ جنگ)

۱۵۰
جب بیس ہزار اہلِ ستم جان سے مارے — آواز یہ آئی کہ بس اے شیر ہمارے
ہم سب ہیں بزرگوں کے تری ذات میں سارے — تو وہ ہے کہ لاکھوں سے لڑائی میں نہ ہارے

اب حلق ہے اور مرحلۂ تیغِ جفا ہے — ہاں صابر و شاکر دمِ تسلیم و رضا ہے

۱۵۱
ہنسلی سے صدا حضرتِ زہرا کی یہ آئی — دو روز کے فاقے میں یہ جرأت یہ لڑائی
پانی کی کوئی بوند کہ پائی کہ نہ پائی — ہاں صدقے گئی دکھ گئی ہوگی کلائی
پیشانی پہ بوسہ تو ذرا لینے دو بیٹا — ہاتھوں کی بلائیں تو مجھے لینے دو بیٹا

۱۵۲
آئی جو یہ آواز تو شہِ کون و مکاں کو — ٹھہرا کے رکھا میان میں تیغِ دو زباں کو
اعدا سے کہا روک کے گھوڑے کی عناں کو — جاتے ہو کہاں قتل کرو تشنہ دہاں کو
کردو جو خبر اُسکو بھی کہاں شمرِ لعین ہے — اب آؤ کہ لڑنے کا مجھے حکم نہیں ہے

۱۵۳
یہ سُنکے پھرے لاکھ جوان دست بہ شمشیر — یا کوئی نہ آ سکتا تھا، یا گھر گئے شبیر
تلوار برابر سے لگانے لگے بے پیر — بس ٹوٹ گئیں پسلیاں ساری تھے چلے تیر
تیغوں سے جو سب عضوِ تنِ پاک کٹے تھے — زخموں کے بھی ماتم میں گریبان پھٹے تھے

۱۵۴
تلواروں سے پرزے تھا عمامہ تو قبا چاک — تھی گل کی طرح خون میں ڈوبی ہوئی پوشاک
سیپارہ تھے جزوِ تنِ سبطِ شہِ لولاک — سو ٹکڑے تھی تلواروں سے جلدِ بدنِ پاک
کٹ کٹ کے کمربندِ یداللہ کھلا تھا — شیرازۂ قرآنِ تنِ شاہ کھلا تھا

۱۵۵
غش کھا کے جو گھوڑے پہ جھکے سیدِ ابرار — خولی نے لگائی سرِ پُر نور پہ تلوار
سر تھام کے ہاتھوں سے جو سیدھے ہوئے اکبار — برچھی بن اشعث کی کلیجے کے ہوئی پار
مہمان تھے دنیا میں فقط چند نفس کے — غش ہو گئے نیزے سے سنان ابن انس کے

۱۵۶
وہ چاند سی پیشانیِ نورانیِ شبیر — اندھیر ہے اُسیر بنِ اشعث کا لگا تیر
سجدے کریں محرابِ حرم کی ہے یہ توقیر — اُن ابروؤں پر آہ چلے ظلم کی شمشیر
آہو کو ستاتے نہیں دیندارِ حرم میں — آنکھیں وہ لہو روتی تھیں فرزند کے غم میں

۱۵۷
وہ شمعِ سرِ طور سی پُر نور کلائی — اُس پر چلے شمشیر دوہائی ہے دوہائی
منھ دیکھ لو صاف ایسی ہتھیلی میں صفائی — ہے سب یہ کھلی انگلیوں کی عقدہ کشائی

نسبت نہین ناخن سے کبھی بدر کی ضو کو — ہفتہ مین دکھائے تو کوئی دشنۂ ہر نو کو

۱۵۸
وہ سینۂ روشن کہ جو تھا مطلعِ انوار — گنجینۂ علمِ احدی مخزنِ اسرار
قرآن کو رکھ لیتے ہین سر پر جو ہین دیندار — کیا قہر ہے وان پاؤن دھرے شمرِ ستمگار
سینہ یہ نہ تھا اُسکا قدم حشر بپا تھا — ہو جاتی یہ دُنیا تہ و بالا تو بجا تھا

سفرِ اہلِ بیت

۱۵۹
میدان مین ہوا خاتمہ جب آلِ عبا کا — گھر ہو گیا تاراج امامِ دوسرا کا
کنبہ ہوا محبوس شہِ عقدہ کشا کا — عُریان ہوا سر بلوے مین خاصانِ خدا کا
جن بیبیون کا سایہ بھی دیکھا نہ کسی نے — افسوس اُنھین بے پردہ کیا فوجِ شقی نے

۱۶۰
قطعِ نظر ان باتون کے لب تشنہ و بیمار — پاؤن پہ ورم، دردِ سر، اور تپ مین گرفتار
تھا ضعف سے اک گام اُٹھانا جسے دشوار — پیدل لیے جاتے تھے اُسے ظالمِ غدار
غش آتا تھا گر راہ مین تشنہ دہنی سے — ظالم اُسے چونکاتے تھے نیزونکی انی سے

۱۶۱
تھا گردنِ لاغر مین تو اک طوقِ گلوگیر — اور پاؤن مین بیمار کے پہنائے تھے زنجیر
چلنے مین جو گر پڑتا تھا با حالتِ تغیر — اونٹون پہ حرم روتے تھے اور ہنستے تھے بے پیر
اُٹھنے کی تقید کوئی کرتا تھا پکڑ کر — کانٹون پہ کوئی کھینچتا تھا طوق پکڑ کر

۱۶۲
سر پر نہ عمامہ ہے نہ ہے پاؤن مین نعلین — ہین شدتِ آزار سے سوجی ہوئی ساقین
لب خشک حرارت سے جگر سینے مین بے چین — اشک آنکھون مین اور دل مین غمِ قبلۂ کونین
منزل پہ بھی کھاتے تھے نہ کچھ پیتے تھے عابدؑ — اعجازِ امامت سے فقط جیتے تھے عابدؑ

۱۶۳
خامے کو بس اب روک انیسِؔ جگر افگار — خالق سے دعا مانگ کہ اے ایزدِ غفار
زندہ رہین دنیا مین شہِ دین کے عزادار — غیر از غمِ شہ اُنکو نہ غم ہو کوئی زنہار
آنکھون سے مزارِ شہِ دلگیر کو دیکھین — اِس سال مین سب روضۂ شبیر کو دیکھین

مرثیہ دوم

صبحِ شہادت

۱
جب قطع کی مسافتِ شب آفتاب نے | جلوہ کیا سحر کے رخِ بے حجاب نے
دیکھا سوے فلک شہِ گردوں رکاب نے | مڑ کر صدا رفیقوں کو دی اُس جناب نے
آخر ہے رات حمد و ثنائے خدا کرو
اُٹھو فریضۂ سحری کو ادا کرو

۲
یہ حسن کے بستروں سے اُٹھے وہ خدا شناس | اک اک نے زیبِ جسم کیا فاخرہ لباس
شانے محاسنوں میں کیے سب نے بے ہراس | باندھے عمامے آئے امامِ زماں کے پاس
رنگیں عبائیں دوش پہ کمریں کسے ہوئے
مشک و زباد و عطر میں کپڑے بسے ہوئے

۳
خیمے سے نکلے شہ کے عزیزانِ خوش خصال | جن میں کئی تھے حضرتِ خیر النسا کے لال
قاسم سا گلبدن علی اکبر سا خوش جمال | اک جا عقیل و مسلم و جعفر کے نونہال
سب کے رخوں کا نور سپہرِ بریں پہ تھا
اٹھارہ آفتابوں کا غنچہ زمیں پہ تھا

۴
وہ صبح اور چھاؤں ستاروں کی، اور وہ نور | دیکھے تو غش کرے ارنی گوے اوجِ طور
پیدا گلوں سے قدرتِ اللہ کا ظہور | وہ جا بجا درختوں پہ تسبیح خوان طیور
گلشن خجل تھے وادیِ مینو اساس سے
جنگل تھا سب بسا ہوا پھولوں کی باس سے

۵
ٹھنڈی ہوائیں سبزۂ صحرا کی وہ لہک | شرمائے جس سے اطلسِ زنگاریِ فلک
وہ جھومنا درختوں کا پھولوں کی وہ مہک | ہر برگِ گل پہ قطرۂ شبنم کی وہ جھلک
ہیرے خجل تھے گوہرِ یکتا نثار تھے
پتّے بھی ہر شجر کے جواہر نگار تھے

۶
وہ قمریوں کا چار طرف سرو کے ہجوم | کو کو کا شور نالۂ حق سرہ کی دھوم
سبحان ربنا کی صدا تھی علی العموم | جاری تھے وہ جو اُن کی عبادت کے تھے رسوم
کچھ گل فقط نہ کرتے تھے ربِ علا کی مدح
ہر خار کو بھی نوکِ زباں تھی خدا کی مدح

چیونٹی بھی ہاتھ اُٹھا کے یہ کہتی تھی بار بار اے دانہ کش ضعیفوں کے رازق ترے نثار
یا حیّ یا قدیر کی تھی ہر طرف پُکار تسبیح تھی کہیں کہیں تہلیلِ کردگار
طائر ہوا میں مست ہرن سبزہ زار میں ۷۵ جنگل کے شیر گونج رہے تھے کچھار میں

جنگ کی تیاری

ہتھیار اِدھر لگا چکے آقائے خاص و عام تیار اُدھر ہوا علمِ سیّدِ انام
کھولے سروں کو گرد تھیں سیدانیاں تمام روتی تھیں تھامے چوبِ علم خواہرِ امام
تیغیں کمر میں دوش پہ شملے پڑے ہوئے ۷۶ زینب کے لال زیرِ علم آکھڑے ہوئے

گردانے دامنوں کو قبا کے وہ گلعذار مرفق تک آستینوں کو اُلٹے بصد وقار
جعفر کا رعب دبدبۂ شیرِ کردگار بوٹے سے اُنکے قد پہ نمودار نامدار
آنکھیں ملیں علم کے پھریرے کو چوم کے ۷۷ رایت کے گرد پھرنے لگے جھوم جھوم کے

گہ ماں کو دیکھتے تھے گہے جانبِ علم نعرہ کبھی یہ تھا کہ نثارِ شہِ امم
کرتے تھے دونوں بھائی کبھی مشورے بہم آہستہ پوچھنے لگے ماں سے وہ ذی حشم
کیا قصد ہے علیِ ولی کے نشان کا اماں کسے ملے گا علم ناناجان کا

کچھ مشورہ کریں جو شہنشاہِ خوش خصال ہم بھی محق ہیں آپ کو اسکا رہے خیال
پاسِ ادب سے عرض کی ہمکو نہیں مجال اسکا بھی خوف ہے کہ نہ ہو آپ کو ملال
آقا کے ہم غلام ہیں اور جاں نثار ہیں عزت طلب ہیں نام کے امیدوار ہیں

ہمشکل تھے رسول کے لشکر کے سب جوان لیکن ہمارے جد کو نبی نے دیا نشان
خیبر میں دیکھتا رہا منہ لشکرِ گران پایا علم علی نے مگر وقتِ امتحان
طاقت میں کچھ کمی نہیں گو بھوکے پیاسے ہیں پوتے انھیں کے ہم ہیں انھیں کے نواسے ہیں

زینب نے تب کہا کہ تمھیں اس سے کیا ہے کام کیا دخل مجکو مالک و مختار ہیں امام
دیکھو نہ کیجیو بے ادبانہ کوئی کلام بگڑوں گی میں جو لوگے علم کا زباں سے نام

لو جاؤ بس کھڑے ہو الگ ہاتھ جوڑ کے — کیون آئے تم یہان علی اکبر کو چھوڑ کے

۷۸ سر کو ہو بڑھو نہ کھڑے ہو علم کے پاس — ایسا نہ ہو کہ دیکھ لین شاہِ فلک اساس

کھوتے ہو اور آئے ہوئے تم مرے حواس — بس قابلِ قبول نہین ہے یہ التماس

رونے لگو گے تم جو بُرا یا بھلا کہون — اس ضد کو بچپنے کے سوا اور کیا کہون؟

۷۹ عمرین قلیل اور ہوسِ منصبِ جلیل — اچھا نکالو قد کے بھی بڑھنے کی کچھ سبیل

ہان صدقے جائے گرچہ یہ ہمت کی ہے دلیل — ہان اپنے ہمسنون مین تمھارا نہین عدیل

لازم ہے سوچے غور کرے پیش و پس کرے — جو ہو سکے نہ کیون بشر اُسکی ہوس کرے

اِن ننھے ننھے ہاتھون سے اُٹھّے گا یہ علم؟ — چھوٹے قدون مین سب سے سنو تمین سبھون سے کم

نکلین تنون سے سبطِ نبی کے قدم پہ دم — عہدہ یہی ہے بس یہی منصب یہی حشم

رخصت طلب اگر ہو تو یہ میرا کام ہے — ہان صدقے جائے آج تو مرنے مین نام ہے

۸۰ پھر تمکو کیا بزرگ تھے گر مفخرِ روزگار؟ — زیبا نہین ہے وصفِ اضافی پہ افتخار

جوہر وہ ہین جو تیغ کرے آپ آشکار — دکھلا دو آج حیدر و جعفر کی کارزار

تم کیون کہو کہ لال خدا کے ولی کے ہین — فوجین پکارین خود کہ نواسے علی کے ہین

ہاتھون کو جوڑ جوڑ کے بولے وہ لالہ فام — غصّے کو آپ تھام لین اے خواہرِ امام

واللہ کیا مجال جو اب لین علم کا نام — کھل جائے گا لڑین گے جو یہ باوفا غلام

فوجین بھگا کے گنجِ شہیدان مین سووین گے — تب قدر ہو گی آپ کو جب ہم نہ ہووین گے

یہ کہہ کے یہ ہٹے جو سعادت نشان پسر — چھاتی بھر آئی مان نے کہا تھام کے جگر

دیتے ہو اپنے مرنے کی پیارو مجھے خبر — ٹھہرو ذرا بلائین تو لے لے یہ نوحہ گر

کیا صدقے جاؤن مانکی نصیحت بُری لگی؟ ۸۱ سچ یہ کیا کہا کہ جگر پہ چھری لگی

زینب کے پاس آ کے یہ بولے شہِ زمن — کیون تم نے دونون بیٹون کی باتین سنین بہن؟

شیرون کے شیر عاقل و جرار و صف شکن — زینب، وحید عصر ہین، دونون یہ گلبدن

یون دیکھنے کو سب مین بزرگون کے طور ہین — تیور بھی انکے اور ارادے بھی اور ہین

۲۰
بس جسکو تم کہو اُسے دین فوج کا علم — کی عرض جو صلاحِ شہِ آسمان حشم
فرمایا جب سے اُٹھ گئین زہرا با کرم — اُس دن سے تم کو مان کی جگہ جانتے ہین ہم
مالک ہو تم، بزرگ کوئی ہو کہ خرد ہو — جسکو کہو اُسی کو یہ عہدہ سپرد ہو

۲۱
نو دس برس کے سِن مین یہ جرات یہ ولولے — بچے کسی نے دیکھے ہین ایسے بھی سن چلے
اقبال کیونکر انکے نہ قدمون سے منہ ملے — کس گود مین بڑے ہوئے کس دودھ سے پلے
بیشک یہ ورثہ دارِ جنابِ امیر ہین — پر کیا کہون کہ دونون کی عمرین صغیر ہین

۲۲
بولین بہن کہ آپ بھی تو لین کسی کا نام — ہے کس طرف توجہ سردارِ خاص و عام
گر مجھ سے پوچھتے ہین شہِ آسمان مقام — قرآن کے بعد ہے تو علی کا ہے کچھ کلام
شوکت خدم ہین شان مین ہمسر نہین کوئی — عباس نامدار سے بہتر نہین کوئی

۲۳
آنکھون مین اشک بھر کے یہ بولے شہ زمن — ہان تھی یہی علی کی وصیت بھی ای بہن
اچھا بلائین آپ کدھر ہے وہ صف شکن — اکبر چچا کے پاس گئے سُن کے یہ سخن
کی عرض انتظار ہے شاہِ غیور کو — چلیے پھوپھی نے یاد کیا ہے حضور کو

۲۴
زیرِ علم تھے خاک بسر شاہِ خاص و عام — باتون یہ اُسکی ردتی تھین سیدانیان تمام
کی عرض آ کے ابن حسنؑ نے کہ یا امام — انبوہ ہے بڑھی چلی آتی ہے فوج شام
شہ بولے یہ علم لیے باہر نکلتے ہین — ٹھہرو بہن سے ملکے گلے ہم بھی چلتے ہین

۲۵
ناگہ بڑھے علم لیے عباس باوفا — دوڑے سب اہل بیتؑ کھلے سر برہنہ پا
حضرت نے ہاتھ اُٹھا کے یہ ایک ایک سے کہا — لو، الوداع، اے حرمِ پاک مصطفےٰ
صبحِ شبِ فراق ہے پیارون کو دیکھ لو — سب مل کے ڈوبتے ہوئے تارون کو دیکھ لو

۲۶
تھم کر ہوا چلی فرسِ خوش قدم بڑھا — جون جون وہ سوے دشت بڑھا اور دم بڑھا
گھوڑون کی لین سوارون نے باگین علم بڑھا — رایت بڑھا کہ سروِ ریاضِ ارم بڑھا

پھولون کو لے کے بادِ بہاری پہنچ گئی
بستانِ کربلا مین سواری پہنچ گئی

۲۸
ناگاہ تیر اُدھر سے چلے جانبِ امام
گھوڑا بڑھا کے آپ نے حجت بھی کی تمام
نکلے اِدھر سے شہ کے رفیقانِ تشنہ کام
بے سر ہوئے پرون مین ہمسرانِ سپاہِ شام
بالا کبھی تھی تیغ کبھی زیرِ تنگ تھی
اک اک کی جنگ مالکِ اشتر کی جنگ تھی

۲۹
نکلے پئے جہاد عزیزانِ شاہِ دین
نعرے کیے کہ خوف سے ہلنے لگی زمین
روباہ کی صفون پہ چلے شیرِ خشمگین
کھینچی جو تیغ بھول گئے صف کشی لعین
بجلی گری پرون پہ شمال و جنوب کے
کیا کیا لڑے ہین شام کے بادل مین ڈوب کے

جنگ حضرت عونؑ و محمدؑ

۳۰
نامِ خدا ہین عونؑ و محمدؑ بھی کیا شکیل
اک مہرِ بے نظیر ہے اک بدرِ بے عدیل
افروختہ ہین رخ یہ شجاعت کی ہے دلیل
ہمت بڑی ہے گو کہ ہین عمرین ابھی قلیل
مثلِ علی ہین جنگ و جدل پر تلے ہوئے
دونون کے نیمچے ہین ڈورے کھلے ہوئے

۳۱
وہ اشتیاقِ جنگ مین لڑکون کے ولولے
۸۲ بیتاب تھے کہ دیکھیے تلوار کب چلے
چہرے وہ آفتاب سے وہ چاند سے گلے
سب فاطمہؓ کی بیٹیون کے گود کے پلے
اک اک رسولِ حق کی لحد کا چراغ تھا
جس پر علی نے کی تھی ریاضت وہ باغ تھا

۳۲
اکبر سے عرض کرتے تھے سینہ سپر کیے
۸۳ یہ نیمچے نہ لیوین گے دم بے لہو پیے
گر آج مر گئے تو قیامت تلک جیے
صدقے ہون اس قدم پہ یہ سر ہین اسی لیے
آقا کے آگے لطف ہے تیغ آزمائی کا
آج آپ دیکھیے گا تماشہ لڑائی کا

۳۳
سمجھین یہ خادمانِ اولوالعزم کے نہ جائین
۸۴ جب چاہیں معرکے مین ہمین آپ آزمائین
تن تن کے روکین برچھیان ہنس ہنس کے زخم کھائین
بجلی گرے تو منھ پہ جھپک کر سپر نہ لائین
جھپکے پلک کسی سے تو آنکھین نکالیے
بڑھکر ہٹین جو پاؤن تو سر کاٹ ڈالیے

۳۴
کہتے تھے شکر اُن کے یہ زینب کے دونون لال
کھلتے ہین خود دلیرون کے جوہر دمِ جدال

ہر وقت چاہیے مددِ شیرِ ذوالجلال ۔ نخرے ابھی کریں تو ہلے عرصۂ قتال
اُتری ہی تیغ جنکے لیے وہ دلیر ہیں ۔ سب ہمکو جانتے ہیں کہ شیر دکن کے شیر ہیں

۳۵
یہ چپکے جو کرتے تھے باہم وہ گلعذار ٨٥ شبّیر دیکھتے تھے کنکھیوں سے بار بار
پاس آکے عرض کرتے تھے عباسِ نامدار ۔ سنتے ہیں آپ کہتے ہیں جو کچھ یہ جان نثار
جرأت ٹپکتی ہی ہر اک کے کلام سے ۔ یہ سمجھے رکیں گے بھلا فوجِ شام سے؟

۳۶
یہ سن یہ زور شور یہ عمریں یہ آن بان ٨٦ یہ بھولے بھولے منھ یہ جوانمردیاں یہ شان
باتیں رجز سے کم نہیں اللہ رے خوش بیان ۔ چلتی ہی ذوالفقارِ علی کی طرح زبان
کس دبدبہ سے کاندھوں پہ نیزے سنبھالے ہیں ۔ گویا چلیں لڑائی کے سب دیکھے بھالے ہیں

۳۷
یہ ذکر تھا کہ بجنے لگا طبل اُس طرف ٨٧ مشکل کشا کی فوج نے باندھی اِدھر بھی صف
تیروں نے رُخ کیا سوے ابنِ شہِ نجف ۔ سینوں کو غازیوں نے اِدھر کر دیا ہدف
تھا بسکہ شوقِ جنگ ہر اک شاہِ ماہ کو ۔ جوش آگیا وغا کا حسینی سپاہ کو

۳۸
اللہ رے علی کے نواسوں کی کارزار ۔ دونوں کے نیمچے تھے کہ چلتی تھی ذوالفقار
شانہ کٹا کسی نے جو روکا سپر پہ وار ۔ گنتی تھی زخمیوں کی نہ کشتوں کا تھا شمار
اتنے سوار قتل کیے تھوڑی دیر میں ۔ دونوں کے گھوڑے چھپ گئے لاشوں کے ڈھیر میں

۳۹
وہ چھوٹے چھوٹے ہاتھ وہ گوری کلائیاں ۔ آفت کی پھرتیاں تھیں غضب کی صفائیاں
ڈر ڈر کے کاٹتے تھے کمان کش کنائیاں ۔ فوجوں میں تھیں نبی و علی کی دوہائیاں
شوکت ہُو بہُو تھی جنابِ امیر کی ۔ طاقت دکھادی شیروں نے زینب کے شیر کی

جنگ حضرت قاسمؑ

۴۰
جب خیمۂ حسین سے نکلا حسن کا لال ۔ دیکھا کہ در پہ روتے ہیں سرور بصد ملال
بس گر پڑا قدم پہ یہ کہکر وہ خوش خصال ۔ دیجیے رضاے حرب مجھے بہر ذوالجلال
چلائی ماں کہ سبطِ پیمبر نہ روکیو ۔ شبّر نے دی صدا کہ برادر نہ روکیو

لپٹا کے اُسکو چھاتی سے بولے شہِ امم — پیارے تمھارا داغ بھی دل پر سہین گے ہم
یہ عیش و لیس ہی منزلِ ہستی مین کوئی دم — تم آگے چند گام تو ہم پیچھے دو قدم
کچھ غم نہین جو راہ ہی خنجر کی دھار پر — ہر دم خدا کا فضل ہی اِس خاکسار پر

پہنچا جو رزم گاہ مین وہ غیرتِ قمر — نیزہ پکڑ کے گھوڑے کو پھیرا اِدھر اُدھر
بولے عدو یہ کوئی فرشتہ ہی یا بشر — خورشیدِ خاوری کی بھی تو خیرہ ہی نظر
اللہ رے چمک رُخِ پر آب و تاب کی — سہرہ بنا ہوا ہی کرن آفتاب کی

ناگہ رجز یہ پڑھنے لگے قاسمِ جری — عالم مین کون ہے جو کرے ہم سے ہمسری
ہم حیدری ہین ہم مین ہی زورِ غضنفری — ہم سے ہی اوجِ پایۂ اورنگِ صفدری
شہرہ ہی حرب و ضربِ شہ خاص و عام کا — سکہ ہی شش جہت مین ہمارے ہی نام کا

ناگاہ فوجِ شام سے تیرِ ستم چلے — تیر و سنان و نیزہ و خنجر بہم چلے
قاسم بھی یان سے کھینچ کے تیغِ دو دم چلے — اعدا پہ چھیڑ کر فرسِ خوش قدم چلے
پیدل تو اُس قطار کے تھے کس شمار مین — دو دو سوار کٹ گئے ایک ایک وار مین

تھا ابن سعدِ شوم کو اُس دم بہت ہراس — غرقِ سلاح، ارزقِ شامی کھڑا تھا پاس
اُس سے کہا کہ فوج نہایت ہی بے حواس — تو جاکے لڑ تو قتل ہو شاید یہ حق شناس
رُکتا ہی یہ چھپے سے نہ دامِ کمند سے — جلدی سنان پہ اِسکو اُٹھا لے سمند سے

لکھا ہی چار تھے پسرِ ارزقِ پلید، — دشمن تو آلِ پاک کے، شیطان کے مُرید
بولا یہ اُنکو دیکھ کے وہ پیروِ یزید — ہان جا کے اِس یتیم کو جلدی کرو شہید
رُلواؤ قبر مین حسنِ دل ملول کو — بیوہ بنا دو دخترِ سبطِ رسول کو

نکلا یہ بات سُنتے ہی اُنمین سے ایک پل — پیچھے چلی شریر کے ہنستی ہوئی اجل
نعرہ کیا یہ غیظ سے موذی نے کھا کے بل — ہان اے حسن کے لال خبردار ہو سنبھل
کام آئے کچھ تو نامِ شہِ ذوالفقار لے — بستی پہ ہو کوئی تو مدد کو پکار لے

قاسم یہ نعرہ زن ہوئے چمکا کے راہوار — امداد وقتِ جنگ ہے شیرون کو ناگوار
کافی ہے بس ہمین سپرِ حفظ کردگار — او خیرہ سر اجل تری گردن پہ ہے سوار
دشمن کو اپنے ضربِ طمانچہ قضا کا ہے — آ کوئی وار کر جو ارادہ دغا کا ہے

یہ سنتے ہی کمان کو اُٹھا کر بڑھا شریر — چلّے مین تین بھال کا جوڑا شقی نے تیر
تھا بسکہ تیز دست حسن کا مہِ منیر — بجلی سی آئی کوند کے شمشیرِ بے نظیر
یون قطع انگلیان ہوئین اُس تیرہ بخت کی — جیسے کوئی قلم کرے شاخین درخت کی

اک ہاتھ مین جو کٹ کے گرا دستِ نابکار — بولے کمر مین رکھ کے وہ شمشیر آبدار
اب دیکھ میرے تیر کا توڑ او خطا شعار — پکڑا کمان کے قبضے کو یہ کہہ کے استوار
چلّہ جو کھینچنے لگے سرکش کو تاک کے — رستم کی روح چھپ گئی تودے مین خاک کے

چٹکی سے چھوٹ کر جو چلا تیرِ بے امان — قربان تیرے ہاتھ کے چلائی یہ کمان
بچتی ہے کب خدنگِ اجل سے کسی کی جان؟ — نکلا وہ تیر توڑ کے سینہ کے استخوان
اک دم مین دی شکست خطا کو ثواب نے — غُل تھا قفس کی تیلیان توڑین عقاب نے

مرکب سے گر کے مر گیا جب وہ عدوے دین — نکلا اُدھر سے پھر کے لپیٹا سا نیبے لعین
نیزے کو تولتا ہوا مغرور و خشمگین — ابرو پہ بل نگاہ مین قہر اور جبین پہ چین
ہمراہ اسکے تیغ بکف سو سوار تھے — اور اس طرف مددگو شہ ذوالفقار تھے

نیزے کا وار کرنے لگا جب وہ خود پسند — بجلی سا کوندنے لگا دولھا کا بھی سمند
نیزہ اُڑا کے نیزے سے یہ کی صدا بلند — کیون تو نے دیکھے نیزۂ مشکل کشا کے ہ
یہ سُن کے اُسنے ڈھال کو چہرہ پہ گو لیا ۸۹ — تیلی کو بے حیا کی سنان مین پرو لیا

بیکار کو رہو کے ہوا جب وہ خیرہ سر ۹۰ — سینے مین ہاتھ ڈال کے ٹپکا زمین پر
آواز دی زمین نے کہ فی النار و السقر — جا تو بھی ہے برادرِ عینی ترا جدھر
بجز موت کچھ شقی کو نہ اُسدم نظر پڑا — آنکھین کھلین تو قعرِ جہنم نظر پڑا

جھپٹا برادرِ سوم اُس کا مکر و فر — تانے ہوئے وہ گرزِ گران سر کہ الحذر
یان بہرِ حفظ دستِ ید اللہ تھی سپر — تیغِ دو دم کو شیر نے تولا بچا کے سر
یون دو کیا عمودِ سرِ نابکار کو — جس طرح تیغِ تیز اڑا دے خیار کو

مرتے ہی اُسکے فوج سے چوتھا پسر بڑھا — ۹۱ قاسم پکارے اوپلِ خود سر کدھر بڑھا؟
سنتے ہی یہ، وہ تیغِ دو دم کھینچ کر بڑھا، — جھنجھلا کے مجتبیٰ کا بھی لختِ جگر بڑھا
لڑتا وہ کیا کہ تیرِ اجل کا نشانہ تھا — اک ہاتھ مین نہ سر تھا نہ بازو نہ شانہ تھا

بیجان ہوئے نبرد مین بیٹے جو اُسکے چار — ارزق کا دل ہوا صفتِ لالہ داغدار
جوشِ غضب سے سرخ ہوئین چشمِ نابکار — مثلِ تنور منہ سے نکلنے لگا بخار
جیبِ قبا کو مثلِ کفن پھاڑتا ہوا — ۹۲ نکلا پرے سے دیو سا چنگھاڑتا ہوا

فوجین ادھر دعا کی پڑھین سوئے آسمان — بل کھا کے اُس طرف یہ پکارا وہ بدزبان
رستم بھی ہو تو کھینچ نہین سکتی مری کمان — جوشن کو توڑتا ہے مرا تیرِ بے امان
ہے اُسکی فتح ساتھ ہو نمین جس رئیس کے — سُرمہ کیا ہے دیو کو چکی مین پیس کے

قاسم نے دی صدا کہ بس اب کر زبان کو بند — اللہ کو غرور و تکبر ہے ناپسند
حق نے فروتنی سے کیا ہم کو سر بلند — نیزے کا بند باندھ کوئی چھیڑ کو سمند
دیکھین بلند کون ہے اور پست کون ہے — کھل جائیگا ابھی کہ زبردست کون ہے

آگے ہمارے دعوئے جرأت خدا کی شان — ۹۳ گُدی سے کھینچ لون ابھی بڑھ کر تری زبان
مغرور اسپہ ہے کہ مین لڑکا ہون تو جوان — لے میان سے کہ اسکا بھی ہوجائے امتحان
ہین شیرِ شیرخوار جنابِ امیر کے — چھوٹے سے پھینک دیتے ہین اژدر کو چیر کے

قائل کیا جو مصحفِ ناطق کے لال نے — ۹۴ تر کر دیا اُسے عرقِ انفعال نے
برچھا اٹھایا ہاتھ مین اُس بدخصال نے — چھیڑا فرس کو قاسمِ یوسف جمال نے
تکنے لگے صفون سے جوان سب اڑے ہوئے — عباسِ نامدار قریب آ کھڑے ہوئے

۶۲
قاسم نے عرض کی کہ بہت دھوپ ہی حضور رہیے چچا کے پاس یہ تکلیف کیا ضرور
فرمایا صدقے مین تری ہمت کے ای غیور دشمن کو پاس آنے نہ دو ہم کھڑے ہین دور
ہشیار جانِ عم، کہ دم کار زار ہے جاتا ہی اب کہان یہ تمھارا شکار ہی

۶۳
کیون تیغ تول تول کے بڑھتے ہو بار بار بیٹا سپر تو ہاتھ مین لے لو چچا نثار
صدقے ترے حواس کے ای میرے شہسوار ہان دونون پاؤن رکھیو رکابون مین استوار
آنے دو اُسکو تیغ ابھی دم بھر تھمی رہے گھوڑا نہ بد مزاج ہو بیٹری جمی رہے

۶۴
فارس ہی تسا کون تہِ چرخِ چنبری دکھلا رہے ہو صاحبِ دلدل کی بگدھری
صدقے مین ای نہنگِ محیطِ دلاوری دکھلاؤ ضربِ تیغ جہانگیر حیدری
ابرو پہ بل ہو آنکھ سے آنکھین لڑی رہین بھاری زرہ وہ پہنے ہی چوٹین کڑی رہین

۶۵
نیزہ ہلا کے جانبِ قاسم بڑھا وہ پیل ۹۵ دولھا نے مسکرا کے صدا دی سنبھل سنبھل
گھوڑا نہ گر پڑے ترے لنگر سے منہ کے بل تو ہی فرس پہ اور تری گردن پہ ہی اجل
ضیغم ہین بیشۂ اسدِ ذو الجلال کے کیجو سنان کے وار ذرا دیکھ بھال کے

۶۶
یہ کہہ کے اپنے چھوٹے سے نیزے کو دی تکان چمکی انی تو برق پکاری کہ الامان
اک بند باندھ کر جو فرس سے کہا کہ ہان ڈانڈا آکے ڈانڈے پہ تو سنان سے لڑی سنان
بل کیا کرے کہ زور ہی موذی کا گھٹ گیا غل تھا کہ اژدہے سے وہ افعی لپٹ گیا

۶۷
قاسم نے زور سے جو انی پر رکھی انی بھاگا شقی کے جسم سے زورِ تہمتنی
بگڑا جو ڈھنگ جان پہ ظالم کے آبنی تھی اس سنان کی نوک کہ ہیرے کی تھی کنی
اُڑ کر گری زمین پہ سنان اس نکان سے گرتا ہی جیسے تیرِ شہاب آسمان سے

۶۸
جھنجھلا کے چوبِ نیزہ کو لایا وہ فرق پر قاسم نے ڈانڈا ڈانڈ پہ مارا بچا کے سر
دو انگلیون مین نیزۂ دشمن کو تھام کر جھٹکا دیا کہ جھک گئی گھوڑے کی بھی کمر
نیزہ بھی دب کے ٹوٹ گیا نابکار کا دو انگلیون سے کام لیا ذو الفقار کا

سنبھلا وہ بے شعور یہ جھٹکا اُٹھا کے جب　　قبضے مین لی کمانِ کیانی بصد غضب
چلّے مین تیر جوڑ چکا جب وہ بے ادب　　تیوری چڑھائی قاسمِ نوشاہ نے بھی تب
تیرِ نگاہ سے وہ خطاکار ڈر گیا　　۹۶　　کانپے یہ دونون ہاتھ کہ چلّہ اُتر گیا

بولے یہ مسکرا کے جگر گوشۂ حسن　　رُخ پھیر لو نہ او ستم ایجاد پیلتن
چلّائے بڑھ کے حضرتِ عباسِ صف شکن　　کیا خوب تجکو یاد ہین تیر افگنی کے فن
دیکھا ہمارے شیر کی چتون کی شان کو　　دعویٰ ہے کچھ ابھی تو چڑھا لے کمان کو

دو سمت سے چلے جو ملامت کے اُسپہ تیر　　چلایا تیغِ تیز علم کرکے وہ شریر
ہان اے حسنؑ کے لعلِ بدخشان بدہ بگیر　　نکلے چمک کے یان سے بھی تیغِ قضا کے تیر
چمکا کے تیغِ تیز جو قاسم سنبھل گئے　　سمجھا جو کچھ فرس کے بھی تیور بدل گئے

مانندِ شیر غیظ مین آیا وہ پیل تن　　۹۷　　آنکھین اُبل پڑین صفتِ آہوے ختن
مارے زمین پہ ٹاپ کہ لرزا تمام تن　　چلّائے سب کہ گھوڑے پہ بھی لو چڑھا ہے جن
میخین زمین کی اُسکی تگاپو سے ہل گئین　　دونون کنوتیان بھی کھڑی ہوکے مل گئین

چھل بل دکھائی فوج کو، دوڑا تھا، اُڑا،　　۹۸　　صورت بنائی، جست کی، سمٹا، جما، اُڑا
دیکھی زمین کبھی، کبھی سوئے سما اُڑا　　مثلِ سمندِ بادشہِ اِنّما اُڑا
جن تھا، پری تھا، سحر تھا، آہو تھا، کر تھا　　گویا ہوا کے گھوڑے پہ گھوڑا سوار تھا

دونون طرف سے چلنے لگے وار یک بیک　　دو بجلیان دکھانے لگین ایک جا چمک
تکنے لگے فلک کے دریچون سے سب ملک　　اک زلزلہ تھا اوجِ ثریا سے تا سمک
چہرے پہ آفتاب کے مقتل کی گرد تھی　　۹۹　　یہ خوف تھا کہ دھوپ کی رنگت بھی زرد تھی

لایا جو حرفِ سخت زبان پر وہ بدخصال　　جھپٹا مثالِ شیرِ درندہ حسنؑ کا لعل
گھوڑے سے بس ملا دیا گھوڑا بصد جلال　　اتنے بڑھے کہ لڑ گئی اُسکی سپر سے ڈھال
اوجھڑ لگی کہ ہوش اُڑے خود پسند کے　　۱۰۰　　گھوڑے نے پاؤن رکھدیے سر پر سمند کے

عباسِ نامدار نے پہلو سے دی صدا ہاں اب نہ جانے دیجیو احسنت مرحبا
دشمن کے مار ڈالنے کی بس یہی ہے جا سنتے ہی یہ، فرس سے فرس کو کیا جدا
گھوڑا بھی اس طرف کو اُدھر ہو کے پھر پڑا ۱۰۱ مارا کمر پہ ہاتھ کہ دو ہو کے گر پڑا

عباسِ نامدار تو ہنستے چلے اُدھر یعنی خوشی کی جا ہے کہ شہِ دین کو دن خبر
اس غمکدے میں دہر کے شادی کہاں مگر؟ یاں اُس ہنسی پہ ٹوٹ پڑے لاکھ اہلِ شر
لاکھوں سے لڑ کے پیاس میں مجبور ہو گئے حربے ہزار ہا جو چلے چور ہو گئے

کیونکر تمام فوج سے اک تشنہ لب لڑے اک اک لڑا نہ آہ، بہم ہو کے سب لڑے
کھا کھا کے زخم مثلِ امیرِ عرب لڑے جانبازیاں ستم کی دکھائیں غضب لڑے
جلوہ میانِ تشنہ دہانی دکھا دیا بچپن میں لڑ کے زورِ جوانی دکھا دیا

کاٹے رسالے تیغ سے کارِ قلم لیا دستِ یمین نے جنگ میں آرام کم لیا
پھر دستِ چپ میں تیغ و سپر کو بہم لیا تیورا کے سنبھلے منہ سے لہو ڈالا دم لیا
یاں بند ہو کے آنکھ کھلی جتنی دیر میں سو تیر دل کو توڑ گئے اتنی دیر میں

کس حسن سے حسنؑ کا جوانِ حسین لڑا گھر گھر کے صورتِ اسدِ خشمگین لڑا
دو دن کی بھوک پیاس میں وہ مہ جبین لڑا سہرا الٹ کے یوں کوئی دولھا نہیں لڑا
حملے دکھا دیے اسدِ کردگار کے مقتل میں سو گئے ازرقِ شامی کو مار کے

جنگ حضرت عباسؑ

جاتا ہے شیر بیشۂ حیدر فرات پر طاری ہے خوفِ مرگ ہر اک ذی حیات پر
صدمہ عجب ہے بادشہِ کائنات پر آنکھوں سے اشک بہ رہے ہیں بات بات پر
سمجھا ہے وہ جو قبرِ علی کا چراغ ہے جو حال ہو بجا ہے کہ بھائی کا داغ ہے

حضرت اُدھر تڑپتے ہیں تھامے ہوئے کمر عباس بیبیوں سے ہیں رخصت طلب اِدھر
لائی ہے سوکھی مشک سکینہ بچشمِ تر فرماتے ہیں بھتیجی کا منہ چوم چوم کر

پہلے تھا ذکرِ آب تسلی کے واسطے — اب جا کے پانی لاتے ہیں بچی کے واسطے

۹۸
کہتی ہیں خشک ہونٹ دکھا کر وہ لالہ فام — اے عمو جان مجھ مین نہین طاقتِ کلام
اصغر کو سے کے ہاتھوں پہ بانوی نیک نام — فرماتی ہین کہ مرتا ہے یہ تشنہ کام
دکھلاؤ اسکا حال شہِ نامدار کو — ہچکی لگی ہوئی ہے مرے شیر خوار کو

۹۹
لو اب سوار ہوتے ہین عباسِ نامور — لو دامنِ قبا نے لیا بوسۂ کمر
لو ہٹ کے ہاتھ آپ نے رکھا عیال پر — لو آفتاب خانۂ زین پہ ہے جلوہ گر
برچھا لیا سمند کو زانو مین داب کے — لو وہ ہلال بنگئے حلقے رکاب کے

۱۰۰
بڑھنے میں صرف ہان جو دم ہی نکل گیا ۱۰۲ — وحشی غزالِ دشتِ ختن سے نکل گیا
لشکر گلون کی بو کا چمن سے نکل گیا — جھونکا نسیم کا تھا کہ سن سے نکل گیا
طاؤس کیا کہ برق بھی شرما کے رہ گئی — پیچھے سموں کی گرد نظر آ کے رہ گئی

۱۰۱
گھوڑا اڑا کہ ہو گئی سرعت ہوا کی گرد — بوے چمن تھی یا قدمِ بادپا کی گرد
جا پہنچی تا بہ فرقِ ثریا ثریٰ کی گرد — اڑ کر سرِ فلک پہ گئی کربلا کی گرد
خورشید کی ضیا تھی سموں کے نشان پہ ۱۰۳ — نخوت سے تھا زمین کا دماغ آسمان پر

۱۰۲
نیزہ زمین مین گاڑ کے گونجا جو شیر نر — چہرون سے رنگ اڑ گئے تھرا گئے جگر
نکلے رجز مین خشک زبان سے وہ شعرِ تر — جسکے جواب مین فصحا نے جھکائے سر
غل تھا زبانِ ناطقہ الکن ہی لال ہے — لاریب فیہ مصحفِ ناطق کا لال ہے

۱۰۳
نعرہ یہ تھا کہ گوہرِ برجِ شرف ہون مین — فرزند صاحبِ شرفِ من عرف ہون مین
فخرِ سلف جو شاہ ہے اُسکا خلف ہون مین — اللہ و پنجتن ہین جدھر اُس طرف ہون مین
رایت سے پیش پیش دھوم خدا کی سپاہ کا — پیرو ہون بادشاہِ ہدایت پناہ کا

۱۰۴
لیکن تو ہین تین روز سے بے آب و دانہ سب — لیکن قریب مرگ ہین دو طفلِ تشنہ لب
ایذا ین آل کو ستاتے ہو بے جرم و بے سبب — کچھ مصطفٰے کا پاس نہین تمکو ہے غضب

دو دن تو بیکسوں عطش میں گزر گئے
کس پر یہ خون ہوگا جو معصوم مر گئے؟

۹۱
یہ دھوپ یہ حسام کا جلنا یہ گرم بن
مرجھا گیا ہے احمدِ مختار کا چمن
مانندِ غنچہ پیاس سے کھولے ہیں سب دہن
پانی بغیر اب نہ جئیں گے وہ گلبدن
گرمی سے ہاتھ پاؤں ہر اک بچے کے سرد ہیں
نیلے ہیں ہونٹھ پھول سے رخسار زرد ہیں

۹۲
چلّایا شمر تب کہ عبث ہے سوالِ آب
دینگے زبانِ تیغ سے ہم آپ کو جواب
بچّوں کی پیاس سے ہے جو حضرت کو اضطراب
پھر کس لیے ہے بیعتِ حاکم سے اجتناب؟
خیموں سے گھٹنیوں اگر اصغر بھی آئیگا
جز آبِ تیر پانی کا قطرہ نہ پائیگا

۹۳
یہ سُنکے لی نیام سے تیغِ شرر فشان
آواز دی زمین نے کہ یا حافظِ زمان
شعلے نے الحذر کہا بجلی نے الاماں
دہشت سے تھرتھرا گیا مریخِ آسمان
ثابت ہوا کہ چہرۂ خورشید کٹ گیا
غل تھا کہ فوجِ شام کا دفتر اُلٹ گیا

۹۴
بجلی چمک کے ہوتی تھی جب آسمان کے پار
پڑھتا تھا عرش آیۂ کرسی کو بار بار
زیرِ زمین تو گاوِ زمین کو نہ تھا قرار
تھرا رہا تھا شورِ فلک وقتِ گیر و دار
غل تھا علی کی تیغ کا سب رنگ ڈھنگ ہے
جبرئیل کانپتے تھے کہ خیبر کی جنگ ہے

۹۵
ڈھالوں سے شامیوں کے اُدھر چھا گئی گھٹا
دریا پہ جھوم جھوم کے سب آ گئی گھٹا
ایسا بڑھا یہ ابر کہ شرما گئی گھٹا
بارانِ تیر دشت میں برسا گئی گھٹا
کشتوں کو اپنے فوجِ عدو روندنے لگی
جنگل میں برق ہر جا کوندنے لگی

۹۶
چمکی جو تیغ آمدِ قہرِ خدا ہوئی
سر پر جو آ گئی تو قیامت بپا ہوئی
سینے سے روح جسم سے گردن جدا ہوئی
خوں میں ڈبو چکی، تو نہ پھر آشنا ہوئی
باڑھ اس غضب کی وار وہ اس زور شور کا
دشمن کو اُسکا گھاٹ کنارا تھا گور کا

۹۷
ہر دم تھی معرکہ میں اجل اُسکے دم کے ساتھ
گرتا تھا خود کٹ کے برابر علم کے ساتھ
رہتی تھی اس طرح ظفر و فتح خم کے ساتھ
جیسے ہمیشہ رہتا ہے سکّہ درم کے ساتھ

ہر دل پہ اسکی شانِ جلالت کا نقش تھا | تعویذ کیسے آیۂ نصرت کا نقش تھا

۹۸ یون مورچون کو چاٹ گئی تیغِ شعلہ رنگ | لوہے کو خاکِ شور مین کھا جائے جیسے زنگ

کمرون سے کھنچ نہ سکتے تھے خنجر میانِ جنگ | جوشن جو کٹ گئے تھے تو چار آئینے تھے دنگ

تلوارین منھ چھپا گئین ضربِ درشت سے | ڈھالین لپٹ گئی تھین سوارون کی پشت سے

۹۹ گرتی تھی کوند کر جو وہ تیغِ شرارہ ریز | دوزخ کھلا تھا بند تھے سب کوچۂ گریز

چلنے مین تیغ تیز فرس تیز ہاتھ تیز | رہ رہ کے گرم ہوتا تھا ہنگامۂ ستیز

کشتے تھے ایک ضرب مین دو ہون کہ چار ہون | ششدر تھے سب کہ ہوتے کیونکر دوچار ہون

۱۰۰ کاٹی سپر تو کاسۂ سر تک پہنچ گئی | سر پر پڑی تو پہر کے بر تک پہنچ گئی

برسے مثالِ برق جگر تک پہنچ گئی | پی کر لہو جگر کا کمر تک پہنچ گئی

چڑھ کر کمر سے زین پہ آئی تہِ رنگ کے | ۱۰۴ ٹکڑے گرے نہ تھے کہ پہنچی تھی تنگ کے

۱۰۱ تیغِ دو دم سرون سے گزرتی تھی دمبدم | دوزخ مین فوجِ شام کی بھرتی تھی دمبدم

بڑھتی تھی دمبدم تو ٹھہرتی تھی دمبدم | ندی لہو کی چڑھ کے اترتی تھی دمبدم

ڈرتے جگر بھی آب تھے زہرے بھی آب تھے | ۱۰۵ موجین تھین دست و پا کی سرِ تن حباب تھے

۱۰۲ نکلا ادھر سے جو وہ اجل کا شکار تھا | پیدل ہوا سوار، وہ دو تھا، یہ چار تھا

سوسن لہو سے دشتِ ستم لالہ زار تھا | بجلی چمک رہی تھی، فرس بے قرار تھا

کیا ہو زرہ سے ضرب جب ایسی کڑی لگے | سر یون برس رہے تھے کہ جیسے جھڑی لگے

۱۰۳ جس سمت گر کے تیغ کا سایہ گزر گیا | پہونچون سے دونون ہاتھ اڑے سر سے تن اڑا

خالی ہوئی یہ صف وہ پرا خون مین بھر گیا | گھوڑے سمیت گر کے یہ تڑپا وہ مر گیا

گرتا تھا خود جدھر کو جری ماجرا یہ تھا | بسمل کبھی لوٹتے تھے برابر مزا یہ تھا

۱۰۴ دشمن جو گھاٹ پر تھے وہ دھوتے تھے جان سے ہاتھ | سر اڑ گئے تنون سے جدا تھے عنان سے ہاتھ

توڑا کبھی جگر کبھی چھیدا سنان سے ہاتھ | جب کٹ کے گر پڑین تو پھر آئین کہان سے ہاتھ

اب ہاتھ دستیاب نہیں منھ چھپانے کو ۱۰۶ ہان پاؤن رہگئے ہین فقط بھاگ جانے کو
جب شیر سے ترائی کی جانب جھپٹ گئے صف آئی صف پہ گھوڑے پہ گھوڑے اُلٹ گئے
اب کیا بڑھین کہ ڈر سے لہو تن کے گھٹ گئے جنکے قدم جمے رہے سر اُنکے کٹ گئے
حملون کے بعد تھمتے تھے یون نعرہ مارکے ۱۰۷ انگڑائی شیر لیتا ہو جیسے ڈکار کے

ہر تن تھی خوفِ ضربتِ شمشیر سے جدا ناوک کمان سے دور کمان تیر سے جدا
پیر حزین جوان سے، جوان پیر سے جدا چلّے سمٹ کے ہوتے تھے زہ گیر سے جدا
سارے عقابِ تیر غم بے پری مین تھے پیکان مین نہ سر ہی تھی، نہ پیکان سر مین تھے
رکتی تھی خود پر نہ جبلم پر نہ ڈھال پر حیرت تھی فوج شام کو اس چال ڈھال پر
بالا تھا راستی مین قد اُسکا ہلال پر جوہر فرنگی کے بھی تھے اس کمال پر
جسکم یہ دمبدم تھی کہ سرکش ذلیل ہین چلتے ہین جھک کے وہ جو نجیب و اصیل ہین
آئے جو سوے نہر صفین موڑ توڑ کے بھاگے کمان مین تیر، عدو جوڑ جوڑ کے
تلوارین ٹیکین خاک پہ، دم توڑ توڑ کے بھاگے وغا مین گھاٹ کو سب چھوڑ چھوڑ کے
وہ برچھیان نہ پھر نہ وہ شورِ مصاف تھا جس مورچے پہ تیغ اُٹھائی وہ صاف تھا
وہ رہگئے کہ زخمون سے جو چور چور تھے جو تھے قریبِ نہر وہ سب دور دور تھے
غازی تھے، صف شکن تھے اجری تھے غیور تھے دریا پہ اور کوئی نہ تھا بس حضور تھے
غل تھا کہ اب بچین گے نہ ہم اس لڑائی مین بھاگو کہ شیر گونج رہا ہے ترائی مین
ڈالا میان نہر جو اسپ صبا شتاب ۱۰۸ آنکھین قدم سے ملنے لگے دوڑ کر حباب
موجین بڑھین برلے قدمبوسیِ جناب ۱۰۹ اُچھلین علم کے چومنے کو ماہیانِ آب
لہرون کی بجلیان جو برابر چمکتی تھین کھلتی تھین اور حباب کی آنکھین جھپکتی تھین
دریا سے مشک بھرکے جو نکلا وہ تشنہ کام پھر گھاٹ ابر گھٹا کی طرح آئی فوج شام
تنہا یہ بیوطن پہ ہوا پھر ہجوم عام پھر ہر طرف سے چلنے لگے نیزہ و حسام

اک شور تھا کہ بڑھنے نہ دو اس دلیر کو
گستہ کرو لڑائی میں حیدر کے شیر کو

۱۱۲
گھوڑا کہیں گھرا کہیں اڑ کر نکل گیا
جو ڈر کے گر پڑا وہ سموں سے کچل گیا
نعروں سے مر گیا کوئی کوئی دہل گیا
صف بچھ گئی ادھر کہ جدھر وار چل گیا
مشکیزہ لے کے لاکھوں سے کب تک وغا کریں
کیوں اے بہادرو کہو عباس کیا کریں؟

۱۱۳
برسے جو دس ہزار کمانوں سے تیر کین
غربال ہو گیا تنِ عباسِ مہ جبین
وار اپنا کر گیا جو برابر سے اک لعین
بالاسے خاک کٹ کے گرا بازوے یمین
مڑ کر نگاہ کی کہ الٰہی یہ کیا ہوا
اک ہاتھ رہ گیا تھا سو وہ بھی جدا ہوا

۱۱۴
ٹھنڈا جو ہو گیا علم شاہِ دین پناہ
عباس نامور نے بھری دل سے ایک آہ
دانتوں سے پکڑی مشک کہ محنت نہ ہو تباہ
مشکیزے پر بھی تیر لگا وا مصیبتا
گھوڑے سے ڈگمگا کے بصد حسرت گر پڑے
پانی کے ساتھ حضرت عباس گر پڑے

۱۱۵
اٹھ بیٹھے گر کے حضرتِ عباسِ ذی حشم
گھٹنے کے نیچے مشک تھی زانو پہ تھا علم
جھک کر زمیں پہ غش میں جو سنبھلا وہ باکرم
گرزِ گران عقب سے پڑا سر پہ ہر ستم
ٹکڑے ہوا جگر اسدِ ذوالجلال کا
سر پاش پاش ہو گیا حیدر کے لال کا

جنگ حضرت علی اکبر

۱۱۶
لڑنے کو اس طرف سے عدو سب کے سب بڑھے
تنہا ادھر سے اکبرِ عالی نسب بڑھے
چھوڑے قدم نہ جھک کے یہ جب بڑھے
گویا بے جہاد امیرِ عرب بڑھے
دہشت سے فوجِ شام کی بدلی نہ چھٹ گئی
قدرت خدا کی دن جو بڑھا رات گھٹ گئی

۱۱۷
ڈھالوں کو رکھ کے چہروں پہ گر گر پڑے حسود
گو تھے کئی ہزار یہ کیا آنکی ہست و بود؟
تھرا گیا تمام جنودِ ستم ورود
نورِ خدا کے سامنے ظلمت کی کیا نمود
عبرت سیاہ شام پہ وہ چند ہو گئی
باجوں کی فوجِ کین کی صدا بند ہو گئی

۱۱۸
آمد تھی تیغ کی کہ اجل کا پیام تھا
یہ صف اخیر تھی وہ رسالہ تمام تھا

بجلی سا ہر جگہ فرسِ تیز گام تھا ۔۔ ششدر تھی موت چار طرف قتلِ عام تھا

اس غول پر کبھی تھی کبھی اُس قطار پر ۔۔ پڑتا تھا ایک تیغ کا سایہ ہزار پر

۱۱۹
سر خود سروں کے چنبر گردن سے اُڑ گئے ۔۔ ہاتھ آستین سے اُڑ گئے سر تن سے اُڑ گئے

ڈر ڈر کے سب پرندے نشیمن سے اُڑ گئے ۔۔ ۱۱۰ بالیٰ جو ہاؤ طائرِ جان تن سے اُڑ گئے

تھے قتلِ عام پر علی اکبر تُلے ہوئے ۔۔ رستے تھے بند، زخموں کے کوچے کھلے ہوئے

۱۲۰
وہ حرب وہ شکوہ وہ شانِ پیمبری ۔۔ نعرے وہ زور شور کے، وہ ضربِ حیدری

وہ تیغِ خونچکان وہ جلالِ غضنفری ۔۔ راکب جو رشکِ حور تو رہوار بھی پری

چالاک آہوانِ ختن اسقدر نہ تھے ۔۔ اُڑ جاتا تھا ہما کی طرح اور پر نہ تھے

۱۲۱
کوتاہ و گردِ و صاف کنوتی کمر کفل ۔۔ کیا خوشنما کشادگیِ سینہ و بغل

سیماب کی طرح نہیں آرام ایک پل ۔۔ پھرتا تھا اس طرح کہ پھرے جس طرح سے کل

راکب نے سانس لی کہ وہ کوسوں رواں نہ تھا ۔۔ ۱۱۱ تارِ نفس بھی اُسکے لیے تازیانہ تھا

۱۲۲
وہ جست و خیز و سرعت و چالاکیِ سمند ۔۔ سانچے میں تھے ڈھلے ہوئے سب اُسکے جوڑ بند

سُم قرصِ ماہتاب سے روشن ہزار چند ۔۔ نازک مزاج و شوخ و سیہ چشم و سر بلند

گر ہل گئی ہوا سے زرا باگ، اُڑ گیا ۔۔ ۱۱۲ بیتلی سوار کی نہ مُڑی تھی کہ مُڑ گیا

۱۲۳
بجلی کبھی بنا کبھی رہوار بن گیا ۔۔ آیا عرق تو ابرِ گہر بار بن گیا

گہ قطب، گاہ گنبدِ دوار بن گیا ۔۔ نقطہ کبھی بنا کبھی پرکار بن گیا

حیران تھے اُسکی گشت پہ لوگ اس ہجوم کے ۔۔ ۱۱۳ تھوڑی سی جا میں پھرتا تھا کیا جھوم جھوم کے

۱۲۴
چلا رہا تھا یوں پسرِ سعدِ کینہ جو ۔۔ کس سے کہوں بہائیے جو اس شیر کا لہو؟

جاتا ہی ہمیں روز کا پیاسا کنارِ جو ۔۔ جانوں کے ساتھ آج گئی سب کی آبرو

۱۲۵
گھیرو کرن میں نیزوں کی اس آفتاب کو ۔۔ کیوں خاک میں ملاتے ہو مردوں کی آب کو

نکلا یہ سُن کے غیظ میں اک پہلوانِ روم ۔۔ گیتی کی چار دانگ میں تھی جس کی دھوم

سرہنگ و مُیرِ غرور و سیہ قلب و نحس و شوم لشکر سے جسکے ہلگئی مقتل کی مرز و بوم
مرحب تھا کفر و شرک میں طاقت میں دیو تھا گھوڑے پہ تھا شقی کہ پہاڑی پہ دیو تھا

۱۲۶
ڈوبی گرہ میں نیزۂ ظالم کے، جب سنان گھوڑا اڑا کے ہاتھ کو اکبر نے دی تکان
اللہ رے زور اٹھ گیا گھوڑے سے پہلوان وحشتِ شقی سے چھوٹ گئی ڈانڈ ناگہان
نیزے کے ساتھ شور اٹھا اس گروہ سے ۱۱۴ لو اژدہے کو لے گیا سیمرغ کوہ سے

۱۲۷
ظالم نے ڈھال دوش سے لی اور کمر سے تیغ بدلا تھا اُسنے کھا تھا کہ چمکی ادھر سے تیغ
دو چار بار ڈوب کے نکلی سپر سے تیغ چلنے میں گھٹتی بڑھتی تھی کس کس ہنر سے تیغ
مضطر تھا اپنی زیست سے دشمن کو یاس تھی جب ہاتھ اٹھ گیا یہ کلائی کے پاس تھی

۱۲۸
چمکی سپر کے پاس کبھی برق کی مثال شانے پہ آئی سینے پہ لی جب شقی نے ڈھال
سر کو بتا کے کاٹ گئی وہ زرہ کی جال چوٹیں کڑی پڑی تھیں کہ مضطر تھا بدخصال
ردکے کسے جواب بچے کدھر پھرے ۱۱۵ بجلی کے ساتھ ساتھ کہاں تک سپر پھرے

۱۲۹
شمشیر تیز سن سے جو آئی جھجک گیا ضربت بھی کی تو ہاتھ شقی کا بہک گیا
جل کر کبھی بڑھا کبھی پیچھے سرک گیا شعلہ تھا آگ کا کہ بجھا اور بھڑک گیا
ناری ہے، نورِ حق سے کہاں بچکے جائیگا اک دم میں تیغ تیز کا پانی بجھائے گا

۱۳۰
چمکی جو تیغ ڈھال وہ لایا قریبِ سر اک برق سی گری کہ دو پارہ ہوئی سپر
مغفر سے سر میں تھی سر و گردن سے صدر پر سینے میں جب بڑھی یہ ہوا تب وہ باخبر
سب فتنۂ غرورِ جوانی اتر گیا ۱۱۶ تلوار تھی کہ حلق سے پانی اتر گیا

۱۳۱
نکلا پرے سے ایک جفاکار و کینہ خواہ تھا کید میں خلیفۂ شیطان وہ روسیاہ
چلایا دیکھ کر طرفِ بارگاہِ شاہ آفت ہے پالنے کی محبت بھی آہ آہ
اس نوجوان کے ہجر میں آخر نکل پڑی لوگو سے بنتِ فاطمہ زہرا نکل پڑی

۱۳۲
تھا عشق سے پھوپھی کے تو واقف وہ لالہ فام گھبرا گیا حسینؑ کا فرزندِ نیک نام

گردن پھرا کے جلد نظر کی سوئے خیام | منہ پھیرنا تھا آہ، کہ تھا موت کا پیام
برچھی کسی کے سینۂ انور پہ چل گئی | دل اور جگر کو توڑ کے باہر نکل گئی

۱۳۳
گھوڑے پہ ڈگمگانے لگا تھام کر جگر | فرمایا آہ ہم کو دغا کی نہ تھی خبر
سب ہو گئے وہ دستِ بلوریں لہو مین تر | رہوار سے لپٹ گئے ہرنی پہ رکھ کے سر
جز بیکسی نہ تھا کوئی اُس ماہرو کے ساتھ | ٹکڑے کبد کے زخم سے نکلے لہو کے ساتھ

۱۳۴
نکلی ادھر تو جسم سے اکبر کی جانِ زار | یان بیبیان ہوئین درِ خیمہ پہ بے قرار
فضہ پکاری ڈیوڑھی پہ بڑھ کر یہ ایک بار | اکبر پہ کیا گزر گئی اے شاہِ نامدار؟
چھریان غم و الم کی کلیجے پہ چلتی ہین | جلد آیئے کہ حضرتِ زینب نکلتی ہین

جنگِ حضرت امام حسینؑ

(شدتِ گرما)

۱۳۵
لو چل رہی تھی رن مین کہ اللہ کی پناہ | ڈھالون کے رنگ ہو گئے تھے دھوپ مین سیاہ
برچھی کے پھل پہ ہوتا تھا شعلے کا اشتباہ | گلخن بنی ہوئی تھی ہر اک آہنی کلاہ
گویا کہ قوس مین تھا گزر آفتاب کا | عالم تھا ہر خدنگ پہ تیرِ شہاب کا

۱۳۶
گرمی کا روزِ جنگ کی کیونکر کرون بیان | ڈر ہے کہ مثلِ شمع نہ جلنے لگے زبان
وہ لو کہ الحذر، وہ حرارت کہ الامان | رن کی زمین تو سرخ تھی اور زرد آسمان
آبِ خنک کو خلق ترستی تھی خاک پر | گویا ہوا سے آگ برستی تھی خاک پر

۱۳۷
جھیلون سے چارپائے نہ اُٹھتے تھے تا بہ شام | مسکن مین مچھلیون کے سمندر کا تھا مقام
آہو جو کابلی تھے تو چیتے سیاہ فام | پتھر پگھل کے رہ گئے تھے مثلِ موم خام
سرخی اڑی تھی پھولون سے، سبزی گیاہ سے | ۱۱۷ پانی کنوؤن مین اترا تھا سایے کی چاہ سے

۱۳۸
آبِ رواں سے منہ نہ اٹھاتے تھے جانور | جنگل مین چھپتے پھرتے تھے طائر ادھر ادھر
مردم تھے سات پردون کے اندر عرق مین تر | ۱۱۸ خس خانۂ مژہ سے نکلتی نہ تھی نظر

۱۳۹ گر چشم سے نکل کے ٹھہر جائے راہ مین ۱۱۹ پڑ جائین لاکھ آبلے پائے نگاہ مین

شیر اُٹھتے تھے نہ دھوپ کے مارے کچھار سے — آہو نہ مُنھ نکالتے تھے سبزہ زار سے

آئینہ مہر کا تھا مکدر غبار سے — گردون کو تپ چڑھی تھی زمین کے بخار سے

گرمی سے مضطرب تھا زمانہ زمین پر ۱۲۰ بھن جاتا تھا جو گرتا تھا دانہ زمین پر

۱۴۰ گرداب پر تھا شعلۂ جوالہ کا گمان — انگارہ تھے حباب تو پانی شرر فشان

منھ سے نکل پڑی تھی ہر اک موج کی زبان — تہ پر تھے سب نہنگ مگر تھی لبون پہ جان

پانی تھا آگ، گرمی روز حساب تھی ۱۲۱ ماہی جو سیخ موج تک آئی کباب تھی

(آمد)

۱۴۱ جب رن مین آمد آمدِ سلطان دین ہوئی — نور خدا کے نور سے روشن زمین ہوئی

آمادۂ نبرد سپاہِ حسین ہوئی — روحِ جناب فاطمہؑ اندوہگین ہوئی

تیغین کھنچی نیامون سے خنجر نکل پڑے — شیرِ خدا مزار سے باہر نکل پڑے

۱۴۲ آفت مین مبتلا ہون اسیرِ محن بھی ہون — فاقہ بھی تین دن کا ہے تشنہ دہن بھی ہون

بیکس بھی ہون ضعیف بھی ہون خستہ تن بھی ہون — سید بھی ہون غریب بھی ہون بے وطن بھی ہون

ناحق بڑھے ہو تیر کمانون مین جوڑ کے — کیا ہاتھ آئے گا مرے بازو کو توڑ کے

۱۴۳ میرا ہے اب یہ حال کہ زخمون سے چور ہون — جنگل مین موت آئی ہے بستی سے دور ہون

اک خاکسار بندۂ ربِ غفور ہون — عالم ہے اُسکی ذات کہ مین بےقصور ہون

کہنے مین بات آتی ہے یہ کچھ گلا نہین ۱۲۲ دن تیسرا ہے آج کہ پانی ملا نہین

۱۴۴ نعرہ یہ تھا کہ دلبرِ مشکل کشا ہون مین — جوہر کشائے تیغ شہِ لافتا ہون مین

شمس الضحیٰ علیؑ ہین تو بدرالدجا ہون مین — قرآن گواہ ہے کہ زبانِ خدا ہون مین

کس آیۂ کریم مین ذکرِ علی نہین — قرآن مین کیا خفی ہے کہ ہم پہ جلی نہین

۱۴۵ بخشا ہے مجکو حق نے شہِ لافتا کا زور — اِس دستِ مرتعش مین ہے دستِ خدا کا زور

ہے انگلیون کے منہ مین خیبر کشا کا زور پانی ہے تیر سے زور کے آگے ہوا کا زور
اُلٹون فلک کو یون جو ہو قصد انقلاب کا ۱۴۳ جس طرح ٹوٹ جاتا ہے ساغر حباب کا

۱۴۷
آگے بڑھون جو تیر کو چلّے مین جوڑ کے بھاگین خطا شعار کمانون کو چھوڑ کے
بیکار کر دون سشیر کا پنجہ مروڑ کے ٹیکون زمین پر درِ خیبر کو توڑ کے
اُلٹون طبق زمین کے یون جھک کے زین سے ۱۴۴ جس طرح جھاڑ دیتے ہین گرد آستین سے

(اسپ)

۱۴۸
آئے حسین یون کہ عقاب آئے جس طرح کافر پہ کبریا کا عتاب آئے جس طرح
تابندہ برق سوے سحاب آئے جس طرح دوڑا فرس، نشیب مین آب آئے جس طرح
یون تیغِ تیز کوند گئی اُس گروہ پر بجلی تڑپ کے گرتی ہے جس طرح کوہ پر

۱۴۹
صرصر سے تند، بُو سے سُبک تر ہوا سے تیز چالاک فہم و فکر سے، ذہنِ رسا سے تیز
طاؤس و کبک و نسر و عقاب و ہما سے تیز خانے مین اُڑ کے ہد ہد شہرِ صبا سے تیز
ذیجاہ تھا سعید تھا فیروز بخت تھا رہوار کیا ہوا پہ سلیمان کا تخت تھا

۱۵۰
سمٹا، جما، اُڑا، ادھر آیا، اُدھر گیا چمکا پھر اچھال دکھا یا ٹھہر گیا
تیرون سے اُڑ کے برچھیون پر بے خطر گیا برہم کیا صفون کو پرون سے گزر گیا
گھوڑے کا تن بھی ٹاپ سے اُس کے دگار تھا ضربت تھی نعل کی کہ سروہی کا وار تھا

۱۵۱
سینہ کشادہ تنگ کمر چست جوڑ بند گردن مین خم ہلال کا اور اسپ سر بلند
جان دار، بردبار، عدو کش، ظفر پسند بجلی کسی جگہ کہین آہو کہین پرند
سرعت ہے ابر کی تو لطافت ہوا کی ہے ۱۴۵ اتنے ہنر فرس مین، یہ قدرت خدا کی ہے

۱۵۲
پھرتا تھا کیا صفون مین فرس جھوم جھوم کے سرعت بلائین لیتی تھی منھ چوم چوم کے
پامال تھے پرے سپہ شام و روم کے غل تھا یہ غول مین پسر سعد شوم کے
رخش ایسا کوئی رستم مین نہیں شام مین نہین یہ شوخیان تو ابلقِ ایام مین نہین،

۱۵۲
چھل بل وہ اُن صفون کی وہ گھوڑی کی جست خیز تھا ترک و تاز مین کہین صرصر سے تند و تیز
صدقے تھے گندھے ایال پہ گیسوے مشک بیز گرد آوری مین ابر تو بجلی و م ستیز
زری قدم کے فیض سے سارے چمک گئے ۱۲۶ جب نعلیان اُٹھین تو ستارے چمک گئے

۱۵۳
جرأت مین رشکِ شیر تو ہیکل مین پیلتن پوئی کے وقت کبکِ دری جست مین ہرن
بجلی کسی جگہ تو کہین ابرِ قطرہ زن بن بن کے آنے جانے مین طاؤس کا چلن
سیماب تھا زمین پہ فلک پہ سحاب تھا دریا پہ موج تھا تو ہوا پر عقاب تھا

۱۵۴
آنکھین وہ جنکو دیکھ کے حیران رہی غزال گردن وہ جسکے شرم سے ہے سرنگون ہلال
آہو کی جست شیر کی جھپٹ پری کی چال دل اُسکے دست و پاے حنائی سے پائمال
ہر نعلِ پا کا حُسن یہ تھا اُس جلوس مین ۱۲۷ آئینہ جس طرح سے ہو دستِ عروس مین

(ذوالفقار)

۱۵۵
جب رن مین تیغ تول کے سلطانِ دین بڑھے ۱۲۸ گیتی کے تھام لینے کو روح الامین بڑھے
مانندِ شیرِ نر کہین ٹھہرے کہین بڑھے گویا علی اُلٹتے ہوئے آستین بڑھے
جلوہ دیا جری نے عروسِ مصاف کو مشکلکشا کی تیغ نے چھوڑا غلاف کو

۱۵۶
جب سن سے فوجِ شام پہ وہ شعلہ خو چلی بس سر کے بل سقر مین سپاہِ عدو چلی
ٹھہری بڑھی جھمکتی ہوئی چارسو چلی آئی کس آب و تاب سے کیا سرخرو چلی
تیزی یونہین زبانِ سخنور مین چاہیے پاس آبرو کا صاحبِ جوہر کو چاہیے

۱۵۷
اب دم نہ لیجیو یہ اجل اُس سے کہہ گئی ندی لہو کی دشتِ پُر آفت مین بہہ گئی
کاٹی زرہ کڑی بھی پڑی جو وہ سہ گئی بھاگا کوئی شقی تو لہو پی کے رہ گئی
غصے مین مثلِ برق قرار اُسنے کم لیا لاکھون مین ڈھونڈھ کر اُسے مارا تو دم لیا

۱۵۸
پھل اُسکا نہ سپر پہ نہ جوشن پہ رہ گیا جسپر پڑی تڑپ کے وہ توسن پہ رہ گیا
دو ٹکڑے ہو کے سر نہ فقط تن پہ رہ گیا خون بھی اجل گرفتہ کی گردن پہ رہ گیا

دم میں نہ وہ غرور نہ وہ خودسری رہی — مجرم رہی رہا یہ خطا سے بری رہی

۱۵۹

وقتِ وغا عصا تھی کبھی اژدہا کبھی — تلوار بن گئی وہ کبھی اور قضا کبھی
بجلی کبھی تھی ابر کبھی اور ہوا کبھی — بنتی تھی نفیِ کفر کی خاطر بلا کبھی
پھرتے تھے جب حسین پیادوں کو رول کر — کھا لیتی تھی سروں کو دہن کھول کھول کر

۱۶۰

بجلی گری کہ فوج پہ تیغ دوسر گری — کٹ کر کسی کی تیغ کسی کی سپر گری
چمکی کبھی فلک پہ کبھی فرق پر گری — سر کاٹ کے ادھر سے جو اٹھی ادھر گری
زرہیں تنوں میں مثلِ کفن چاک ہوگئیں — اک آن میں صفوں کی صفیں خاک ہوگئیں

۱۶۱

پڑتی تھی جسکے فرق پہ وہ تیغ سر شگاف — ہوتا تھا سر سے مثلِ قلم تا جگر شگاف
تا سینہ کوئی اور کوئی تا کمر شگاف — چار آئینہ کسی کا کسی کی سپر شگاف
سر تھا اگر تو ہاتھ کا تن پر اثر نہ تھا — ثابت کسی کے ہاتھ اگر تھے تو سر نہ تھا

۱۶۲

اک شور تھا کہ تیغ ہے یہ یا خدا کا قہر — بہتی ہے جسکی آگ سے کوسوں لہو کی نہر
ناگن ہے یہ، کہ کاٹے کی جس کے نہیں ہے لہر — اتری گلے سے، چڑھ گیا سارے بدن میں زہر
زخموں سے جسم، ڈر سے کلیجے فگار ہیں — جوہر نہیں ہیں تیغ میں، دندانِ مار ہیں

۱۶۳

جس پر چلی وہ تیغ دو پارا کیا اسے — کھنچتے ہی پھر دو ٹکڑے دوبارا کیا اسے
واں تھی جدھر اجل نے اشارا کیا اسے — سختی بھی کچھ پڑی تو گوارا کیا اسے
نہ زین تھا فرس پہ نہ اسوار زین پر — کڑیاں زرہ کی بکھری تھیں رن کی زمین پر

۱۶۴

بس پس کے کشمکش سے کماندار مر گئے — چلّے تو سب چڑھے رہے بازو اتر گئے ۱۲۹
گوشے کٹے کمانوں کے تیر ان کے پر گئے — مقتل میں ہو سکا نہ گزارہ گزر گئے
دہشت سے ہوش اڑ گئے تھے فکر و دم کے — سوفار کھول دیتے تھے منہ سہم سہم کے

۱۶۵

سیراب چھپتے پھرتے تھے پیاسے کی جنگ سے — چلتی تھی اب تیغ علی لاکھ رنگ سے
چمکی جدھر فرق پہ تو نکل آئی تنگ سے — رکتی نہ تھی سپر سے نہ آہن نہ سنگ سے

خالق نے منھ دیا تھا عجب آب و تاب کا ۱۳۰ خود اُس کے سامنے تھا پھپھولا حباب کا

۱۶۶

سہمے ہوئے تھے یوں کہ کسی کو نہ تھی خبر — پیکان کدھر ہے تیر کا سوفار ہے کدھر
مردم کی کشمکش سے کمانوں کو تھا یہ ڈر — گوشوں کو ڈھونڈھتی تھیں زمیں پر جھکا کے سر
ترکش سے کھینچے تیر کوئی یہ جگر نہ تھا ۱۳۱ جس نے کہ سر پہ ہاتھ رکھا تن پہ سر نہ تھا

۱۶۷

بجلی سی تیغ شعلہ فشاں چار سو پھری — میدان میں بھاگتی ہوئی فوجِ عدو پھری
دم میں سمندِ گردن کا بہا کر لہو پھری — سر کاٹ کر جدھر سے پھری سرخرو پھری
یہ اوجِ تیغِ قدرتِ حق سے عیاں ہوا — گویا ہلالِ عید شفق سے عیاں ہوا

۱۶۸

غلطاں تھے تن زمیں پہ جدا اور سر جدا — زخمی اُدھر پڑے تھے جدا اور اِدھر جدا
گردن جدا تھی سینہ جدا اور کمر جدا — شانے سے ہاتھ، ہاتھ سے تیغ و سپر جدا
پستی پہ جب چمک کی بلندی سے آتی تھی — گاوِ زمیں زمیں کے تلے تھرتھراتی تھی

۱۶۹

جب سن سے فوجِ کفر پہ وہ جنگ جو چلی — گویا سمومِ قہرِ خدا چار سو چلی
بسمل پھڑک کے رہ گئے یوں تند خو چلی — ٹکڑے اُڑا کے ذبح کیا سرخ رو چلی
غل تھا برش ہے قہر کی جوہر بلا کے ہیں — دم بھر میں فیصلہ یہ کرشمے قضا کے ہیں

۱۷۰

کہنی سے دونوں ہاتھ جدا تن سے سر جدا — ہر نخلِ قد کی شاخ جدا اور ثمر جدا
اِس ہاتھ سے جو تیغ تو اُس سے سپر جدا — بھائی سے بھائی اور پسر سے پدر جدا
وہ تہلکے بھی ہول قیامت سے کم نہ تھے ۱۳۲ کیا تفرقہ پڑا تھا کہ اعضا بہم نہ تھے

۱۷۱

اٹھی چلی سپاہ میں آئی جدا ہوئی — پنجہ جو بچ گیا تو کلائی جدا ہوئی
صف کی جدا پرے کی صفائی جدا ہوئی — تیزی جگر میں خون میں نہائی جدا ہوئی
دم توڑتے یا مرے کوئی پروا ذرا نہ تھی — نکلی جو تن میں سر کے پھر آشنا نہ تھی

۱۷۲

اسوار کو گرا کے سنبھلنے نہ دیتی تھی — لاکھوں میں ہاتھ ایک کے چلنے نہ دیتی تھی
برچھیت کو پرے سے نکلنے نہ دیتی تھی — رستم بھی ہو تو ٹھاٹھ بدلنے نہ دیتی تھی

جو اُسکا کام تھا سو وہ پھرنے کے ساتھ تھا — جسکا قدم بڑھا نہ سپر تھی نہ ہاتھ تھا

۱۷۲
ہنستی تھی سر تنوں سے جُدا دیکھ دیکھ کے — کرتی تھی ناز، حشر بپا دیکھ دیکھ کے
بیخود تھی، آپ اپنی ادا دیکھ دیکھ کے — چشمک قضا کی تھی کہ ذرا دیکھ دیکھ کے
کہتی تھی تیغ گو کہ سرِ دیں کا ہاتھ ہوں — ۱۴۳ تو میرے دم کے ساتھ ہیں میں جسکے ساتھ ہوں

۱۷۴
دو کر کے خود کاسۂ سر تک اُتر گئی — سر سے گلے کو کاٹ کے بر تک اُتر گئی
تڑپی مثالِ برق جگر تک اُتر گئی — لیکر جگر کو صاف کمر تک اُتر گئی
زین سے رُکی نہ تنگ سے نہ زیرِ سمند سے — ۱۴۴ بوسہ دیا زمین پہ اُتر کر سمند سے

۱۷۵
پیاسی بھی خونِ فوج کی اور آبدار بھی — غل تھا کہ ایک گھاٹ میں پانی بھی نار بھی
بجلی بھی ابرِ تر بھی خزاں بھی بہار بھی — تلوار بھی چھری بھی سپر بھی کٹار بھی
پانی نے اُسکے آگ لگا دی زمانے میں — آفت تھی ایک جان کی لگانے بجھانے میں

۱۷۶
چلتی تھی ذوالفقار جو سن سن اِدھر اُدھر — دہشت سے چھپتے پھرتے تھے دشمن اِدھر اُدھر
کٹ کٹ کے گر رہے تھے سر و تن اِدھر اُدھر — ٹکڑے پڑے تھے خاک پہ جوشن اِدھر اُدھر
ڈر ڈر کے جو سوار گرے وہ مرے گرے — صف پر گری جو صف تو پرے پر پرے گرے

۱۷۷
رو میں تنوں کے جسم کے ٹکڑے اُڑا دیے — ہاتھوں کو کاٹ کاٹ کے پُرزے اُڑا دیے
گردن بچی کسی کی تو شانے اُڑا دیے — پہنچا جو سر پہ ہاتھ تو پنجے اُڑا دیے
اُچٹا بھی وار گر کسی دشمن کے لگ گیا — تن چار ہاتھ تڑپ کے الگ سر الگ گیا

۱۷۸
بے جان لیے نہ تیغِ شہِ لافتا پھری — وہ جس طرف پھری اُسی جانب قضا پھری
دل پر جُدا عدو کے گلے پر جُدا پھری — دم بھر کے جس طرف پھری مثلِ قضا پھری
اس شان سے چمکتی ہوئی راست و چپ گری — کیا رعد کی بساط ہے بجلی تڑپ گئی

۱۷۹
کشتے تڑپ رہے تھے برابر زمین پر — زندے تھے خوفِ قتل سے مضطر زمین پر
آئی جو سن سے تیغِ دو پیکر زمین پر — ۱۴۵ گردن نے دھڑ سے پھینک دیا سر زمین پر

۱۸۰

سلطانِ دین کے پاؤں پہ سر کٹ کے گر پڑا — تن مار کے ڈر کے چند قدم ہٹ کے گر پڑا

کٹ کٹ کے ذوالفقار سے گرتی تھی خاک پر ۱۳۶ — سو بچون کے ہاتھ شانون سے بازو تنون سے سر

قبضے سے تیغ بر سے زرہ ہاتھ سے سپر — برچھی سے پھل کمان سے زہ زین سے تبر

ترکش کہین پڑے تھے نشانِ ڈری کہین — پیکان کہین پہ تھے شست کہین تھی سری کہین

۱۸۱

سر پر پڑی فرس کے تو سوئے کفل چلی ۱۳۷ — دو منہ کے پھل زمین پہ چلا یہ نکل چلی

بجلی سی جس لعین پہ چلی بر محل چلی — پہنچی اِدھر سے تیغ اُدھر سے اجل چلی

دو آفتون نے دشمنِ دین کو دبا لیا — سر تیغ نے لیا تو اجل نے گلا لیا

۱۸۲

سر پر پڑی تو چنبرِ گردن کو دو کیا — گردن سے بڑھ کے سینہ و جوشن کو دو کیا

جوشن کے ساتھ زین کے دامن کو دو کیا — دامن کی کیا بساط ہے توسن کو دو کیا

غُل تھا حسین بادشہِ شرق و غرب ہے — سکہ ہے اُسکے نام کا جسکی یہ ضرب ہے

(جنگ)

۱۸۳

مصروفِ جنگ تیغ سے تھے سرورِ حجاز — چمکا کے اسپ ان سے بڑھا ایک نیزہ باز

نامرد نے کیا تھا جو دستِ ستم کا وار — نیزہ اُٹھا کے کہنے لگے شاہِ نامدار

ہان اے اجل گرفتہ کمر استوار کر — نیزے کا ہے غرور تو آ کوئی وار کر

۱۸۴

کام اُس خطا شعار کا جب ہو گیا اخیر — نکلا پرے سے ایک قدر انداز بے نظیر

بد کیش و کج نہاد و خطا پیشہ و شریر — تلے سے توڑ جاتا تھا جوشن کو جسکا تیر

کیا کوئی اُسکے آگے بھلا سر اُٹھا سکے — رستم بھی جس کمان کی نہ شہپر اُٹھا سکے

۱۸۵

قبضے میں تیغ رکھ کے پکارے شہِ زمان — ہان ناوک افگنی مجھے دکھلا تو اے جوان

ہان نکلی منہ سے یان کہ کھنچی اُس طرف کمان — کھنچنا کمان کا تھا کہ چلا تیرِ بے امان

حلقہ اُدھر کمان کا خم ہو کے رہ گیا ۱۳۸ — یان تیغِ شہ سے تیر قلم ہو کے رہ گیا

۱۸۶

خالی اسی روش سے ہوا ترکشِ شریر — تو دے لگائے کاٹ کے حضرت نے سارے تیر

چاہا تھا کشمکش میں کہ ہو جائے گوشہ گیر — چلّائے شہ کہ بھاگ نہ اے سر کشوں کے پیر
پیچھے ہٹے نہ پاؤں مزا ہے یہ جنگ کا — تو بھی تو توڑ دیکھ لے تیرے خدنگ کا

۱۸۷
یاں دوش سے کمان کو اُتارا جناب نے — قبضے میں ماہِ نو کو لیا آفتاب نے
بیٹے کا ہاتھ چوم لیا بوتراب نے — تاکا خطا کو تیرِ نگہ سے ثواب نے
ترکش بھی اژدہا سا دہن کھولنے لگا — نکلا عقابِ تیر تو پر تولنے لگا

۱۸۸
چلّے میں رکھ کے تیر بڑھے قبلۂ امم — اک ہاتھ راست کر کے کیا دوسرے کو خم
کچھ کہہ کے گوشِ شہ میں چلا تیر تیز دم — آواز دی کمان نے رہے شاہِ باکرم
چلّہ تو شستِ شاہِ زمن سے نکل گیا — ۱۳۹ واں تیر دل کو توڑ کے سینے سے نکل گیا

۱۸۹
گرز و سنان و تیغ و تبر کانپنے لگے — نیزے مثالِ شاخِ شجر کانپنے لگے
ڈر سے کمان کشوں کے جگر کانپنے لگے — گو ترکشوں میں تیر تھے پر کانپنے لگے
پیچھے ہٹے کھڑے تھے جو ظالم بڑھے ہوئے — ۱۴۰ گوشوں سے خود اتر گئے چلّے چڑھے ہوئے

۱۹۰
آہن میں غرق تھے جو دلیرانِ صف شکن — خود اُن کے تھے سروں پہ جُدا اور سروں سے تن
زرہیں بھی چاک چاک ہوئیں صورتِ کفن — چار آئینے بھی کٹ گئے ٹکڑے ہوئے بدن
گر گر کے مرکبوں سے عدو ہاتھ ملتے تھے — ۱۴۱ آنسو لہو کے چشمِ زرہ سے نکلتے تھے

۱۹۱
بہرِ مدد فرشتے بھی آئے تھے بے شمار — اور قومِ جن بھی حرب کی تھی بس امیدوار
سب کہتے تھے کہ اے خلفِ شیرِ کردگار — گر حکم ہو تو آپ پہ ہو جائیں ہم نثار
شہ کہتے تھے کہ گو مرا تن زخم دار ہے — فرزندِ مرتضےٰ کو مدد ناگوار ہے

۱۹۲
میری مدد کو کافی ہے سر پر مرا خدا — جز ذاتِ حق کسی کا نہیں ہم کو آسرا
حلّالِ مشکلات پدر جس کا ہو بھلا — پھر غیر کی مدد کا وہ محتاج کب ہوا
کٹوا کے اقربا کو نہ خاطر ملول کی — اولاد سے عزیز ہے امّت رسول کی

۱۹۳
اس گھڑی جو فوجِ مخالف سے میں لڑا — فریادِ اہلِ بیت نے تھا مضطرب کیا

لیکن فقط یہ تھا بشریت کا مقتضا — اب دیکھ کیسا صبر سے کٹواتا ہون گلا
طاقت بھی دیکھ لی مری غربت بھی دیکھ لو — دیکھا غضب تو صبر شہادت بھی دیکھ لو

۱۹۴
یہ سن کے سب ملایک کرنے لگے بکا — ناگاہ آئی پردۂ گردون سے یہ صدا
کیسا لڑا ہی آج مرا شیر واہ وا — سر بر ہو کوئی تجھ سے جہان مین مجال کیا
پر اے حسین ٹھیر پیمبر بھی یاد ہی — کچھ تمکو اپنے خون کا محضر بھی یاد ہی

۱۹۵
سب طرح کا دیا ہی تجھے ہم نے اختیار — تو چاہے گر تو ہون ابھی غارت یہ نابکار
مرے گا تو نہ حلق پہ گر تیغ کین کی دھار — تو امت نبی نہین ہونے کی رستگار
موقوف تیرے قتل پہ انکی نجات ہی — حرمت گناہگارون کی اب تیرے ہاتھ ہی

۱۹۶
سنکر صدا یہ کانپ گئے شاہ نامدار — رکھ لی میان مین وہین شمشیر آبدار
کی عرض کبریا سے بصد عجز و انکسار — شبیر تیری راہ مین سو جان سے نثار
ہر امر مین تجھی سے عنایت ہون چاہتا — اور امت نبی کی شفاعت ہون چاہتا

۱۹۷
یہ کہہ کے ظالمون کو پکارے امام دین — کیون بھاگتے ہو آؤ کہ لڑنے کے ہم نہین
تن پر لگاؤ نیزہ و شمشیر و تیرِ کین — حاضر ہی سر کٹانے کو زہرا کا نازنین
اب رحم بھی نہ مجھ پہ کوئی مطلقا کرے — قاتل کہان ہی آکے مرا سر جدا کرے

۱۹۸
سنکر سخن یہ ٹوٹ پڑی فوجِ نابکار — نورانی جسم برچھیون سے ہو گیا فگار
تیرِ ستم گزر گئے سینے سے بیشمار — نیزون کے چار سو سے کیے ظالمون نے وار
تیغون سے پیچ سارے عمامے کے کٹ گئے — ۱۴۲ گیسو لہو مین ڈوب کے رخ سے لپٹ گئے

۱۹۹
تھے دو ہزار جسم شہ بحر و بر پہ زخم — ماتھے پہ زخم تیر کے تیغون کے سر پہ زخم
گردن پہ زخم، سینہ پہ زخم، اور کمر پہ زخم — اور اسکے ماورا، تھے بہتر جگر پہ زخم
گھوڑے پہ گہ سنبھلتے تھے گہ ڈگمگاتے تھے — غش آتا تھا، تو ہرنی پہ سر کو جھکاتے تھے

۲۰۰
آخر ہجوم زخم سے، تن مین رہی نہ تاب — بیٹھا زمین پہ جھومتا تھا ابنِ بوتراب

ہونٹھون پہ پھیرتا تھا زبان کو بغیر آب
جلاتی تھی یہ ڈیوڑھی پہ زینب جگر کباب
ہے ہے، ترس حسین پہ کھاتا نہین کوئی
مرتا ہے میرا بھائی بچاتا نہین کوئی

۲۰۱
ظالم کھڑے تھے گرد، وہ بیٹھا تھا خاک پر
ڈوبا ہوا تھا خون مین ملبوس سر بسر
آنے لگا جو غش تو جھکا یا زمین پہ سر
سجدے مین عرض کی یہ خدا سے بچشم تر
یارب تو میرے نانا کی امت کو بخش دے
اور میرے بھی قصورِ عبادت کو بخش دے

۲۰۲
بس اے انیس ختم کلام اب ضرور ہے
لطفِ سخن اٹھاتا ہے جو ذی شعور ہے
دعوی کلام کا نہ بیان کا غرور ہے
حاسد جلین تو اس مین مرا کیا قصور ہے

ما را دماغ و بحث و سر کارزار نیست
لیکن دلِ دو نیم کم از ذوالفقار نیست

مرثیہ سوم

ہند کی ملاقات

جب سنی ہند کے آنے کی خبر زینبؑ نے ۱۴۳ یاس سے کی سوئے افلاک نظر زینبؑ نے
شرم سے زانو پہ نہوڑا لیا سر زینبؑ نے کہا ایک ایک سے با دیدۂ تر زینبؑ نے
خاک لے کر مرے چہرے پہ لگاؤ لوگو ہند آتی ہے کہین مجکو چھپاؤ لوگو
اُسنے دیکھا تھا مدینے مین مرا جاہ و حشم گھر تھا آباد سلامت تھے شہنشاہِ امم
قید اب خانۂ زندان مین ہون مین کشتۂ غم نیل بازو پہ ہین رسّی کے اور آنکھون پہ ورم
چاک ماتم مین گریبان ہے کھلے سر ہون مین ۱۴۴ شرم آتی ہے کہ شبیر کی خواہر ہون مین
کتنا چاہا تھا کہ مرجاؤن پہ آئی نہ اجل سخت جانی سے ہوا عزت زینب مین خلل
ہاے مرجاتی تو ہوجاتا یہ جھگڑا فیصل نام رہتا یہ کہ مین مرگئی بھائی کے بدل
کچھ بن آتی نہین جسدم ہے یقدر پھرتا مین جو مرجاتی تو پھر کون کھلے سر پھرتا؟
کون پھر دیکھتا کٹتے ہوئے بھائی کا گلا؟ کس کے سر پر سے ردا چھینتے آکر اعدا؟
باندھا جاتا رسن ظلم سے بازو کس کا؟ کھینچ کر اونٹ پہ بٹھلاتے کسے اہلِ جفا؟
اب وہ آدمے گی تو چھپنے کو کدھر جاؤنگی؟ ۱۴۵ ہند اس حال سے دیکھے گی تو مرجاؤنگی
کہہ کے یہ خاک کو چہرے پہ ملا آخر کار پیچھے سب بیبیون کے جاکے چھپی وہ ناچار
رکھ کے سر زانو پہ رونے لگی جون ابر بہار ناگہان آن کے ڈیوڑھی پہ پکارے خونخوار
اُٹھو اے قید یو کیا بیٹھے ہو تعظیم کرو زوجۂ حاکمِ شام آتی ہے تسلیم کرو
یہ جو غل ہند کے آنے کا سکینہ نے سُنا ماں کے پاس آکے لگی کہنے یہ گھبرا گھبرا
اماں بتلاؤ تو ڈیوڑھی پہ یہ غل ہے کیسا کیا ہمین لوٹنے کو آتے ہین پھر اہلِ جفا؟
پھر ستائین نہ کہین آنکے اعدا مجکو مار نہ بیٹھے نہ کہین شمر طمانچا مجکو

اچھی اماں مجھے گودی میں اٹھا لو جلدی　　دل دھڑکتا ہے کلیجے سے لگا لو جلدی
شمر دیکھے نہ کہیں مجھکو چھپا لو جلدی　　بھائی سجاد کو پاس اپنے بلا لو جلدی
پھر اسیروں پہ غضب حاکم بے پیر نہ ہو؟　　قتل کی عابد بیمار کی تدبیر نہ ہو؟

رو کے کہنے لگی بانو کہ نہ ڈرو اے پیاری　　اب بھلا کیا ہے جسے لوٹیں ستمگر ناری
زن حاکم کی یہاں آنے کی ہے تیاری　　سر کو نہوڑا کے مرے پہلو میں بیٹھو واری
قیدخانے میں وہ آتی ہے امیروں کی طرح　　اور ہم خاک پہ بیٹھے ہیں فقیروں کی طرح

ذکر یہ تھا کہ ہوئی ہند کی آمد اک بار　　روشنی آگے تھی اور پیچھے کنیزیں دو چار
مہندی ہاتھوں میں لگے پہنے لباس زرتار　　ہند بھی غرق جواہر تھی بصد عز و وقار
وان یہ سامان تھا اسیروں کے دکھانے کو لیے　　۱۴۲　　یان ردائیں بھی نہ تھیں منہ کے چھپانے کے لیے

۱۴۳
جوں قدم ہند نے دروازۂ زنداں میں رکھا　　تب نگہبانوں نے گھبرا کے خواصوں سے کہا
عرض کر دو کہ ٹھہر جائیں حضور ایک ذرا　　اک جوان بھی اسی زنداں میں ہے محبوس بلا
یا تو بیمار کی آنکھیں اُسے اندھا کر دیں　　یا ہم آ کر کسی حجرے میں جدا بند کریں

۱۴۴
ہند ٹھہری تو یہ رو کر کسی عورت نے کہا　　دیکھ آئی ہوں میں بیمار سا ہے اک لڑکا
نہ پرستار ہے کوئی نہ دوا ہے نہ غذا　　فاقہ کش بیکس و مظلوم غریب الغربا
کھول سکتا ہے نہ آنکھیں نہ اٹھا جاتا ہے　　آہ آتی ہے جو لب تک تو غش آ جاتا ہے

۱۴۵
کس فصاحت سے ادا کرتا ہے خالق کی نماز　　نہیں دیکھا کسی آواز میں یہ سوز و گداز
ہے تو بیکس یہ خدا سے ہے عجب راز و نیاز　　عابدوں میں اُسے خالق نے کیا ہے ممتاز
پاس بستر بھی نہیں خاک میں تن اٹتا ہے　　باپ کو روتا ہے جس دم تو جگر پھٹتا ہے

۱۴۶
سامنے ہند گئی اور کیا جھک کے سلام　　جوڑ کر ہاتھ یہ کی عرض کہ اے عرش مقام
ترک آداب ہے ہر چند یہ بتلائیے نام　　کہا مولا نے کہ مظلوم و غریب و ناکام
قید ہوں ظلم رسیدہ بھی ہوں ناچار بھی ہوں　　اسلیے قافلہ کا قافلہ سالار بھی ہوں

۱۴ بولی وہ کون سی بستی ہے جہاں تھا مسکن؟ — رو کے فرمایا غریب الوطنی اب ہے وطن
باپ کو پوچھا تو بولے شہ بے گور و کفن — کہا مادر بھی ہے کوئی کہا طوق و رسن
دل کے جلنے کا سبب داغِ پدر بتلایا — اُس نے پوچھی جو غذا خونِ جگر بتلایا

۱۵ بولی وہ کوئی عزیزوں میں بھی تھا اے غمگین — رو کے فرمایا کہ سب تھے مگر اب کوئی نہیں
ایک بھائی تھا کہ مشہور تھا یوسف سے حسین — سرو قد مہر لقا غنچہ دہن ماہ جبین
چار گیسو رخِ انور پہ پڑے رہتے تھے — لوگ ہر وقت زیارت کو کھڑے رہتے تھے

۱۶ نہ وہ بھائی ہے نہ عمو ہے نہ سر پر ہے پدر — اک بہن باقی ہیں سب کر گئے دنیا سے سفر
ستّرہ شخص ہوئے سامنے اپنے بے سر — اُنکا دھیان آتا ہے جس وقت تو پھٹتا ہے جگر
اب کئی بیبیاں ہیں ساتھ جو کھوتی ہیں — اپنے بچوں کے لیے آٹھ پہر روتی ہیں

۱۷ ہند کے دل پہ یہ سنکر ہوا اندوہ و قلق — کہا حضرت کی غریبی پہ جگر ہو گیا شق
آپ نے حال مفصل نہ سنایا مطلق — دو رضا رانڈوں میں جانیکی اب اے خاصۂ حق
دے کے پرسا انھیں کچھ حرف و حکایات کرون — آرزو ہے کہ اسیروں کی ملاقات کرون

۱۸ سر کو نہوڑا کے یہ سجّاد نے ارشاد کیا — فائدہ دُکھ زدی رانڈوں کی ملاقات سے کیا؟
نہ کسی پاس قصابہ ہے نہ سر پہ ہے ردا — کھول کر بالوں کو چہروں کا کیا ہے پردا
بخدا صاحب غیرت ہیں وہ شرمائینگی — پوچھوگی نام و نسب کو تو وہ مر جائینگی

۱۹ اُس نے اصرار کیا آپ نے سر نہوڑایا — گئی رانڈوں کے قریں ہند تو رونا آیا
سر جھکائے ہوئے ہر ایک کو روتا پایا — ہاتھ مل مل کے خواصوں سے یہی فرمایا
ایسی شہزادیوں کی ہائے یہ توقیریں ہیں — کس کے ماتم کے مرقع کی یہ تصویریں ہیں

۲۰ اتنے میں جا پڑی اسکی رخِ زینب پہ نگاہ — مُنہ سے بیساختہ نکلا کہ زہے عزت و جاہ
گو کہ یہ خاک پہ بیٹھی ہیں بہ احوالِ تباہ — پر عجب نور، عجب شان ہے، سبحان اللہ
غیر ہے گر کسی بی بی کا یہ رتبہ کب ہے؟ — میں قسم کھاتی ہوں یا فاطمہ یا زینب ہے؟

جوڑ کر ہاتھ کہا سر تو اُٹھاؤ بی بی — کیوں جھکی جاتی ہو شکل اپنی دکھاؤ بی بی
کیا مصیبت ہوئی روداد سناؤ بی بی — میں موئی جاتی ہوں آنسو نہ بہاؤ بی بی
منھ سے کچھ بات کرو دل پہ قلق ہوتا ہے — آپ کے رونے سے سینہ مرا شق ہوتا ہے

٢٢
نہ میسر تھی بجز نانِ جویں اور غذا — کھانا اک دن جو بہم پہنچا تو دو دن نہ ملا
اور ملبوس یہ تھا چھال کی تھی ایک ردا — اُسمیں بھی سیتی تھیں پیوند پہ پیوند سدا
شکرِ حق کرتی تھیں تکلیف اُٹھا لیتی تھیں — دن کو تو اوڑھتی تھیں شب کو بچھا لیتی تھیں

٢٣
اب نہ زہرا نہ پیمبر ہیں نہ حیدر نہ حسن — ایک شبیر کے دم سے ہے مدینہ روشن
ایک زینب ہیں کہ سب جن میں ہیں زہرا کے چلن — صد و سی سال سلامت رہیں وہ بھائی بہن
مری آنکھوں کے تلے پھرتی ہے صورت اُنکی — پھر وہ دن ہو کہ کروں جا کے زیارت اُنکی

٢٤
حسرتِ فاطمہ زہرا کا جو احوال سنا — دم بخود سب رہیں پر ضبط نہ فضہ سے ہوا
کوٹ کر چھاتی کو کہنے لگی چلا چلا — ہائے بی بی تری مظلومی پہ لونڈی ہو فدا
ایسے دکھ پائے کہ بچوں سے بھی منھ موڑ گئیں — قید ہونے کو بڑھاپے میں مجھے چھوڑ گئیں

٢٥
سن کے فضہ کا بیاں رونے لگے اہلِ حرم — تب کہا ہند سے زینب نے بہ بادیدۂ نم
اے بہن وجہ یہ ہے روتے جو قیدی ہیں سدم — زیرِ دیوارِ رسولِ دوسرا رہتے تھے ہم
رتبۂ فاطمہ کو یوں سبھی پہچانتے ہیں — اُنپہ جو گزری مصیبت وہ ہمیں جانتے ہیں

٢٦
ساتھ اُس بی بی کے محسن کا کیا غم ہم نے — دل سے کی خدمتِ مخدومۂ عالم ہم نے
ساتھ بیماری میں چھوڑا نہیں اک دم ہم نے — مر گئیں جب تو بچھائی صفِ ماتم ہم نے
غمِ محسن کے سوا داغ یہ تازہ دیکھا — شب کو اُٹھتے ہوئے بی بی کا جنازہ دیکھا

٢٧
ہند بولی کہ ہے اُس گھر کے قریب آپ کا گھر — شکر الحمد کہ اب پاؤں گی آقا کی خبر
یاد میں اُنکی گزرتی ہے مجھے شام و سحر — کہیئے کس طور سے ہے حضرتِ زہرا کا پسر
یاں تو مدت سے یہ چرچا ہے کہ اب آتے ہیں — چھوڑ کر روضۂ احمد کو وہ کب آتے ہیں؟

کیسے کہ بیٹیاں کہ بیٹے ہیں؟ اب نام خدا
حسنِ ہمشکل پیمبر کا بہت ہے چرچا
سن میں اٹھارہ برس کا ہی وہ خورشید لقا
ہیں مسیں بھیگتی؟ آغاز ہوا ہی سبزا؟

روحِ مادر ہی دل و جانِ شہ والا ہی
کہتے ہیں حضرت زینبؑ نے اُسے پالا ہی
اُسکی شادی بھی کہیں شاہ نے ٹھہرائی ہے؟
ابھی بن بیاہا ہی یا گھر میں دلھن آئی ہے؟
گھر کی زینت ہی وہی اور وہی زیبائی ہی
پسرِ فاطمہؑ نے کیسی بہو پائی ہے؟
شلِ گل بیٹے کو ہنستا جو وہ پاتی ہوگی
ماں تو خوشوقتی سے پھولوں نہ سماتی ہوگی؟

جب سے اُس گھر سے مقدر نے چھڑایا مجکو
کوئی خط حضرت زینبؑ کا نہ آیا مجکو
جا ہے شکوے کی یہانتک ہی بھلایا مجکو
بیاہ میں بیٹوں کے جھوٹوں نہ بلایا مجکو
اب جو ہوں دور جو روٹھوں تو کیا ہووے گا؟
کبھی قسمت نے ملایا تو گلا ہووے گا

شہربانو کے بھی ہے دیکھنے کا شوق کمال
بیٹی سلطان عجم کی ہی وہ فرخندہ خصال
شور سنتی ہوں کہ رکھتی ہی عجب حسن و جمال
اُسپہ شیدا ہی نہایت اسد اللہ کا لال
اُسکے بچے بھی جئیں اور وہ بھی شاد رہے
کوکھ آباد رہے مانگ بھی آباد رہے

سن کے یہ ہوگئی بیتاب علیؑ کی جائی
تھا یہ نزدیک کہ پیٹ کے ہے ہے بھائی
زردی سی رخِ بانوے حزین پر چھائی
اُڑ گیا رنگ مگر آہ بہ لب تک آئی
پر دلِ زار نے سینے میں نہ آرام لیا
یک بیک ہائے پسر کہ کے جگر تھام لیا

جب کئی بار کیا منہ سے زینبؑ نے کلام
منہ کو تکتی تھی مگر تھا اُسے حیرت کا مقام
شانِ زہراؑ کی سراپا سے عیاں تھی جو تمام
ہوگیا صاف یقین ہی یہی ہمشیر امام
بولی صدقے تو ذرا ہونے دو قربان گئی
بس تمھیں حضرت زینبؑ ہو میں پہچان گئی

کہا زینبؑ نے کہ اے مہد یہ بیجا ہی گمان
دخترِ حیدر کرار کہاں اور میں کہاں؟
ہوں میں جس حال میں زینبؑ کی تھی یہ شوکت و شان؟
اُسکے بازو پہ کبھی دیکھے تھے رسی کے نشان؟
کبھی زندان میں کھلے سر بھی اُسے دیکھا تھا؟
کبھی بے مقنعہ و چادر بھی اُسے دیکھا تھا؟

۴۵
کہتے کہتے یہ غش ہوئی وہ دخترِ سلطانِ عرب　　بیبیاں اُٹھ کے لگیں سینہ و سر پیٹنے سب
نفقہ چلّائی کہ ہے ہے مری بیکس زینبؑ　　کون پہچانے تمھیں؟ ہو گئیں بن بھائی کی اب
قتلِ شبیرؑ کا احوال سُنایا نہ گیا　　قید میں نام بھی غیرت سے بتایا نہ گیا

انتخاب

از

دیوانِ حافظ

وہم نشتر

حافظ

محمد نام تھا اور حافظ تخلص تھا- خواجہ حافظ شیرازی لوگ تعظیماً کہتے ہین- شیراز ہی مولد و مدفن تھا سال وفات ۷۹۱ھ ہے- یہ نامی شعراے فارس سے ہین- ہندوستان مین انکا شہرہ انکے جیتے جی پہنچ گیا تھا- یہ شاعر ہی نہ تھے اہل دل بھی تھے- انکے کلام مین جو اثرِ خاص ہے وہ دوسرون کے کلام مین نہین ہے- سلطان محمود شاہ بہمنی دکن مین اور سلطان غیاث الدین بنگالہ مین انکے قدردان تھے- حافظ نے ایک مرتبہ ہندوستان کا بھی ارادہ کیا تھا لیکن ہرمز تک آکر واپس گئے- بعض کتابون مین سال وفات ۷۹۲ھ لکھا ہوا ہے- مشہور ہے کہ تیمور نے سمرقند اور بخارا بڑی مشکل سے فتح کیا تھا- اسکے بعد حافظ نے ایک غزل کا مطلع لکھا "اگر آن ترک شیرازی بدست آرد دلِ مارا + بخالِ ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را"- تیمور نے یہ مطلع سُنکر خواجہ کو طلب کیا اور بطور مذاق کہا "مین نے جو ملک اس زحمت سے حاصل کیا تم اُسے یون دیے ڈالتے ہو"- خواجہ نے کہا "اسی لیے تو مین اس حالت کو پہنچا" یعنی میری سخاوت و استغنا ہی نے تو مجھے باوجود اس کمال کے جو مجھ مین ہے دولتِ دنیا سے محروم رکھا ہے

دیوان حافظ انکی کتاب بہت مشہور ہے- یہ صوفی مشرب تھے لیکن کسی کے مرید نہ تھے حالت جذب مین رہتے تھے- ہر جمعہ کی شب کو مسجد شیراز کے مقبرہ کے گرد گھوم کر قرآن شریف ختم کرتے تھے اور صبح تک بہت ہی خوش الحانی سے پڑھا کرتے تھے- ابو اسحاق و شاہ شجاع بادشاہان شیراز کے عہد مین یہ تھے تقرب شاہی یہ باعث عزت نہین سمجھتے تھے جذب مین رہتے تھے لیکن مجاذیب زمانہ حال کی طرح یاوہ گو نہ تھے- خود انکا شعر انکے مقولات اور معمولات کا پتہ دیتا ہے

صبح خیزی و سلامت طلبی چون حافظ ہر چہ کردم ہمہ از دولتِ قرآن کردم

غزلیات وابیات

الا یا ایها الساقی ادر کاسا و ناولها — که عشق آسان نمود اول ولے افتاد مشکلها

شب تاریک و بیم موج و گرداب چنین هایل ۱ — کجا دانند حال ما سبکساران ساحلها

همه کارم ز خود کامی به بدنامی کشید آخر — نهان کی ماند آن رازے کزو سازند محفلها

حضوری گر همی خواهی ازو غایب مشو حافظ — متی ما تلق من تهوی دع الدنیا و اهملها

اگر آن ترک شیرازی بدست آرد دل ما را — بخال هندوش بخشم سمرقند و بخارا را

فغان کین لولیان شوخ شیرین کار شهر آشوب — چنان بردند صبر از دل که ترکان خوان یغما را

ز عشق ناتمام ما جمال یار مستغنی است — بآب و رنگ و خال و خط چه حاجت روے زیبا را

من از آن حسن روز افزون که یوسف داشت دانستم — که عشق از پردهٔ عصمت برون آرد زلیخا را

حدیث از مطرب و می گو و راز دهر کمتر جو ۲ — که کس نگشود و نگشاید بحکمت این معما را

نصیحت گوش کن جانان که از جان دوستتر دارند — جوانان سعادتمند پند پیر دانا را

بدم گفتی و خرسندم، عفاک الله نکو گفتی — جواب تلخ می زیبد، لب لعل شکرخا را

غزل گفتی و در سفتی، بیا و خوش بخوان حافظ — که بر نظم تو افشاند فلک عقد ثریا را

صبا بلطف بگو آن غزال رعنا را — که سر بکوه و بیابان، تو دادهٔ ما را

غرور حسن اجازت مگر نداد، ای گل — که پرسشے نکنی عندلیب شیدا را

بحسن خلق توان کرد صید اهل نظر — به بند و دام نگیرند مرغ دانا را

چو با حبیب نشینی و باده پیمائی — بیاد آر حریفان باده پیما را

در آسمان چه عجب گر بگفتهٔ حافظ — سماع زهره، برقص آورد مسیحا را

ساقیا برخیز و در ده جام را ۳ — خاک بر سر کن غم ایام را

ساغر مے در کفم نه تا ز سر — برکشم این دلق ازرق فام را

گرچہ بدنامی است نزدِ عاقلان ما نمی خواہیم ننگ و نام را
صبر کن حافظ بہ سختی روز و شب ۴ عاقبت روزے بیابی کام را

آسایشِ دو گیتی تفسیر این دو حرف است ۵ با دوستان تلطف با دشمنان مدارا
آن تلخوش کہ صوفی ام الخبائثش خواند اشھیٰ لنا و احلیٰ من قبلۃ العذارا

چو بجز و گشت حافظ کے شمارد بیک جو دولتِ کاؤس و کے را

حافظا مے خور و رندی کن و خوش باش ولے دامِ تزویر مکن، چون دگران، قرآن را

در دست ندیم، خبر مسید از سوز درون دہنِ خشک و لبِ تشنہ و چشمِ تر ما

حافظا غم مخور کہ شاہدِ بخت عاقبت برکشد ز چہرہ نقاب

بنال بلبل اگر با منت سرِ یاریست کہ ما دو عاشقِ زاریم و کارِ ما زاریست
جمالِ شخص نہ چشم است و زلف و عارض و خال ۶ ہزار نکتہ درین کار و بارِ دلداریست
بآستانِ تو مشکل توان رسید آرے عروج بر فلکِ سروری بدشواریست
روندگانِ طریقت بہ نیم جو نخرند قبائے اطلس آنکس کہ از ہنر عاریست
دلش بنالہ میازار و ختم کن حافظ کہ رستگاریِ جاوید در کم آزاریست

روشن از پرتوِ رویت نظرے نیست کہ نیست منتِ خاکِ درت بر بصرے نیست کہ نیست
شیر در بادیۂ عشقِ تو روباہ شود آہ ازین راہ کہ در وے خطرے نیست کہ نیست
مصلحت نیست کہ از پردہ برون افتد راز ۷ ورنہ در مجلسِ رندان خبرے نیست کہ نیست
بجز این نکتہ کہ حافظ ز تو ناخشنود است در سراپائے وجودت ہنرے نیست کہ نیست

اے نسیمِ سحر آرامگہِ یار کجاست ؟ منزلِ آن مہِ عاشق کشِ عیار کجاست ؟
ہر کہ آمد بجہان نقشِ خرابی دارد ۸ در خرابات مپرسید کہ ہشیار کجاست ؟
حافظ از بادِ خزان، در چمنِ دہر مرنج فکرِ معقول بفرما گلِ بے خار کجاست ؟

چیست این سقفِ بلندِ سادۂ بسیار نقش ۹ زین معما ہیچ دانا در جہان آگاہ نیست

هر چه هست از قامتِ ناسازِ بے اندامِ ماست ۱۰ ورنه تشریفِ تو بر بالاے کس کوتاه نیست

گرچه در بازارِ دهر از خوشدلی جز نام نیست شیوهٔ رندان و خوش باشیِ عیاران خوش ست

از زبانِ سوسنِ آزاده ام آمد بگوش کاندرین دیرِ کهن کارِ سبکباران خوش ست

مجو درستیِ عهد از جهانِ سست نهاد که این عجوزه عروسِ هزار داماد ست

برو بکارِ خود اے واعظ این چه فریاد ست؟ ۱۱ مرا فتاد دل از کف، ترا چه افتاد ست؟

جان فداے دهنت باد که در باغِ نظر چمن آراے جهان خوشتر ازین غنچه نه بست

تو و طوبےٰ و ما و قامتِ یار فکرِ هر کس بقدرِ همتِ اوست

با که این نکته توان گفت که آن سنگین دل کشت ما را و دمِ عیسیِ مریم با اوست

آنکه ناوک بر دلم از زیرِ چشمے مے زند قوتِ جانِ حافظش در خندهٔ زیرِ لب ست

سینه ام ز آتشِ دل در غمِ جانانه بسوخت آتشے بود درین خانه که کاشانه بسوخت

دانا چو دید بازیِ این چرخِ حقه باز هنگامه باز چید و درِ گفتگو ببست

گل در بر و مے در کف و معشوقه بکام ست سلطانِ جهانم بچنین روز غلام ست

اگر بلطف بخوانی، مزیدِ الطاف ست اگر بقهر برانی، درونِ ما صاف ست

بدرد و صاف ترا حکم نیست، در دم کش ۱۲ که هر چه ساقیِ ما ریخت، عینِ الطاف ست

هزار عقل و ادب داشتم من اے خواجه کنون که مستِ خرابم صلاے بے ادبیست

عیبِ رندان مکن، اے زاهدِ پاکیزه سرشت ۱۳ که گناهِ دگرے بر تو نخواهند نوشت

مباش در پے آزار و هر چه خواهی کن ۱۴ که در شریعتِ ما غیر ازین گناهی نیست

خلل پذیر بود هر بنا که مے بینی مگر بناے محبت که خالی از خلل ست

بحریست بحرِ عشق، که هیچش کناره نیست ۱۵ آنجا جز آنکه جان بسپارند چاره نیست

دوش، باد از سرِ کویش بگلستان بگذشت اے گل، این چاکِ گریبانِ تو بے چیزے نیست

عاشقِ مفلس اگر قلبِ دلش کرد نثار مکنش عیب، که بر نقدِ روان قادر نیست

قدم دریغ مدار از جنازهٔ حافظ — که گرچه غرق گناه است می‌رود به بهشت

اگر به مذهب تو خون عاشق است مباح — صلاح ما همه آن است کان تو راست صلاح

شراب و عیش نهان چیست؟ کار بی بنیاد — زدیم بر صف رندان و هر چه بادا باد

ز انقلاب زمانه عجب مدار که چرخ — ازین فسانه و افسون هزار دارد یاد

قدح بشرط ادب گیر زانکه ترکیبش — ۱۶ ز کاسهٔ سر جمشید و بهمن است و قباد

که آگه است؟ که جمشید و کی کجا رفتند — که واقف است که چون رفت تخت جم برباد؟

ز حسرت لب شیرین هنوز می‌بینم — که لاله می‌دمد از خاک تربت فرهاد

مگر که لاله بدانست بی‌وفائی دهر — که تا بزاد و بشد جام می ز کف ننهاد

رسید در غم عشقش به حافظ آنچه رسید — که چشم زخم زمانه بعاشقان مرساد

صبا به تهنیت پیر می‌فروش آمد — که موسم طرب و عیش و ناز و نوش آمد

هوا مسیح نفس گشت و باد نافه گشا — درخت سبز شد و مرغ در خروش آمد

تنور لاله چنان برفروخت باد بهار — که غنچه غرق عرق گشت و گل بجوش آمد

ز خانقاه به میخانه می‌رود حافظ — مگر ز مستی زهد ریا بهوش آمد

غلام نرگس مست تو تاجدارانند — خراب بادهٔ لعل تو هوشیارانند

نصیب ماست بهشت ای خداشناس برو — ۱۷ که مستحق کرامت گناهکارانند

بیا بمیکده و چهره ارغوانی کن — ۱۸ مرو بصومعه کانجا سیاه‌کارانند

خلاص حافظ از آن زلف تابدار مباد — که بستگان کمند تو رستگارانند

حسب حالی ننوشتیم و شد ایامی چند — قاصدی کو؟ که فرستم بتو پیغامی چند

قند آمیخته با گل نه علاج دل ماست — بوسه چند بیامیز بدشنامی چند

پیر میخانه چه خوش گفت بدردی‌کش خویش — که مگو حال دل سوخته با خامی چند

حافظ از تاب رخ مهر فروغ تو بسوخت — کامگارا نظری کن سوی ناکامی چند

دی پیرمے فروش کہ ذکرش بخیر باد — گفتا شراب نوش و غمِ دل ببر ز یاد
بے خار گل نباشد و بے نیش نوش ہم — تدبیر چیست؟ وضعِ جہان این چنین فتاد
بُرکن ز بادہ جام دمادم بگوشِ ہوش — بشنو از و حکایتِ جمشید و کیقباد
حافظ گرت ز پندِ حکیمان ملالت است — کوتہ کنیم قصہ کہ عمرت دراز باد

سحرم دولتِ بیدار ببالین آمد — گفت، برخیز کہ آن خسرو شیرین آمد
در ہوا چند معلق زنی و جلوہ کنی — اے کبوتر نگران باش کہ شاہین آمد
رسمِ بدعہدیِ ایام چو دید ابرِ بہار — گریہ اش بر سمن و سنبل و نسرین آمد
چون صبا گفتۂ حافظ بشنید از بلبل — عنبر افشان بتماشائے ریاحین آمد

سحر چون خسروِ خاور علم بر کوہساران زد — بدستِ مرحمت، یارم درِ امیدواران زد
چو پیشِ صبح روشن شد کہ حالِ مہرِ گردون چیست — برآمد خندۂ خوش بر غرورِ کامگاران زد
نگارم دوش در مجلس بعزمِ رقص چون برخاست — گرہ بکشود از گیسو و بر دلہائے یاران زد
دوامِ ملک و عمرِ او بخواہ از لطفِ حق حافظ — کہ چرخ این سکۂ دولت بنامِ شہسواران زد

سحر بلبل حکایت با صبا کرد — کہ عشقِ گل، بما دیدی؟ چہا کرد؟
من از بیگانگان ہرگز ننالم — کہ با من ہر چہ کرد آن آشنا کرد
بشارت بر بکوئے مے فروشان — کہ حافظ، توبہ از زہد و ریا کرد

شاہد آن نیست کہ موئے و میانے دارد — بندۂ طلعتِ آن باش کہ آنے دارد
با خراباتِ نشینان ز کرامات ملاف — ہر سخن جائے و ہر نکتہ مکانے دارد
مدعی گو برو و نکتہ بہ حافظ مفروش — کلکِ ما نیز زبانے و بیانے دارد

دست از طلب ندارم تا کامِ من برآید — یا جان رسد بجانان، یا جان ز تن برآید
گفتم بخویش کز وے برگیر دل، دلم گفت — کارِ کسیست این کو با خویشتن برآید
گویند ذکرِ خیرش در خیلِ عشقبازان — ہر جا کہ نامِ حافظ در انجمن برآید

۱۹ من وانکارِ شراب، این چه حکایت باشد؟ — غالباً این قدرم عقل کفایت باشد

منکه شبها رهِ تقوی زده ام بادف و چنگ — این زمان سر بره آرم چه حکایت باشد

دوش ازین غصه نخفتم که حکیمے میگفت — حافظ ار باده خورد جاے شکایت باشد

---

۲۰ من ارچه عاشقم و رند و مست و نامه سیاه — هزار شکر که یارانِ شهر بے گنهند

ببین حقیر گدایانِ عشق را کاین قوم — شهانِ بے کمر و خسروانِ بے کلهند

تیرِ مژگانِ دراز و غمزهٔ جادو نه کرد — آنچه آن زلفِ دراز و خالِ مشکین کرده اند

۲۱ شاهدان از آتشِ رخسارِ رنگین دمبدم — زاهدان را رخنه ها اندر دل و دین کرده اند

قرة العینِ من آن میوهٔ دل یادش باد — که خود آسان بشد و کارِ مرا مشکل کرد

بس تجربه کردیم درین دارِ مکافات — با دردکشان هر که در افتاد بر افتاد

حافظ، وظیفهٔ تو، دعا گفتن ست و بس — در بندِ آن مباش، که نشنید یا شنید

عیب مستان مکن ای خواجه، کزین کهنه رباط — کس ندانست، که رحلت بچه سان خواهد بود

تیرِ عاشق کُش ندانم بر دلِ حافظ که زد؟ — این قدر دانم، که از شعرِ ترش، خون میچکید

حدیثِ عشق ز حافظ شنو نه از واعظ — اگرچه صنعتِ بسیار در عبارت کرد

چه مستی ست ندانم، که رو بما آورد؟ — که بود ساقی؟ و این باده از کجا آورد؟

حباب را چو فتد بادِ نخوت اندر سر — کلاهِ داریش اندر سرِ شراب رود

بیانِ شوق چه حاجت؟ که حالِ آتشِ دل — توان شناخت، ز سوزیکه در سخن باشد

آنکه پرنقش زد این دائرهٔ مینائی — کس ندانست که در گردشِ پرگار چه کرد؟

آنچه سعی ست، من اندر طلبت بنمودم — این قدر هست، که تغییرِ قضا نتوان کرد

آسمان، بارِ امانت، نتوانست کشید — قرعهٔ فال، بنامِ منِ بیچاره زدند

دیگران قرعهٔ قسمت همه بر عیش زدند — دلِ غم دیدهٔ ما بود که هم بر غم زد

دی، عزیزے گفت حافظ میخورد پنهان شراب — اے عزیزِ من گناه آن به که پنهانی بود

رسید مژده، کہ ایامِ غم نہ خواہد ماند | چنان نماند و چنین نیز ہم نہ خواہد ماند
مکن ز غصّہ شکایت، کہ در طریقِ ادب | براحتے نرسید، آنکہ زحمتے نکشید
زاہدِ خلوت نشین، دوش بمیخانہ شد | از سرِ پیمان گزشت، بر سرِ پیمانہ شد
امین مشوز عشوۂ دنیا کہ این عجوزہ | مکارہ می نشیند و محتالہ می رود
ز راہِ میکدہ، یاران، عنان بگردانید | چرا کہ حافظ ازین راہ رفت و مفلس شد
قتلِ این خستہ، بشمشیرِ تو تقدیر نبود | ورنہ، ہیچ از دلِ بیرحمِ تو تقصیر نبود
گفتم ز لعلِ نوش لبان، پیر را چہ سود ؟ | گفتا بوسۂ شکرینش جوان کنند
گفتم زمہر ورزان رسمِ وفا بیاموز | گفتا تو بندگی کن کو بندہ پرور آید
گوہرِ پاک بباید کہ شود قابلِ فیض | ورنہ ہر سنگ و گلے لولو و مرجان نشود
کس ندانست کہ منزلگہِ مقصود کجاست ؟ ۲۲ | این قدر ہست، کہ بانگِ جرسے می آید
معاشران، گرہ، از زلفِ یار، باز کنید | شبے خوش ست، باین قصہ اش دراز کنید
ہزار نکتۂ باریکتر ز مو اینجاست ۲۳ | نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند
غمِ دنیائے دنی چند خوری؟ بادہ بخور | حیف باشد، دلِ دانا، کہ مشوش باشد
واعظان کین جلوہ بر محراب و منبر می کنند | چون بہ خلوت می روند، آن کارِ دیگر می کنند
ہمائے اوجِ سعادت بدامِ ما افتد | اگر ترا گزرے بر مقامِ ما افتد
چشمت از ناز بہ حافظ نکند میل، آرے | سرگرانی صفتِ نرگسِ شہلا باشد
دیدی آن قہقہۂ کبکِ خرامان حافظ؟ ۲۴ | کہ ز سر پنجۂ شاہینِ قضا غافل بود
اے بادِ مشکبو بگذر سوئے آن نگار | بکشا گرہ ز زلفش و بوئے بمن بیار
اے دل بساز با غمِ ہجران و صبر کن | اے دیدہ، در فراقش، ازین بیش خون مبار
حافظ، تو تا بکے غمِ مالِ جہان خوری | بسیار غم مخور، کہ جہان نیست پائدار
دلا ز ہجر مکن نالہ، زانکہ در عالم | غم است و شادی و خار و گل و نشیب و فراز

بدان مثل که شب آبستن آمده‌ست بروز　　ستاره می شمرم تا که شب چه زاید باز

خواهی که روشنت شود احوالِ سرِ عشق　　از شمع پرس قصه، ز بادِ صبا مپرس
ما قصهٔ سکندر و دارا نخوانده‌ایم　　از ما بجز حکایتِ مهر و وفا مپرس

خموش حافظ، و از جورِ یار ناله مکن　۲۵　ترا که گفت که بر روے خوب حیران باش؟

ریا حلال شمارند و جامِ باده حرام　۲۶　زہے طریقت و ملت، زہے شریعت و کیش

اگر شراب خوری، جرعهٔ فشان بر خاک　۲۷　ازان گناه که نفعے رسد بغیر چه باک؟

پاے ما لنگ ست و منزل بس دراز　　دست ما کوتاه، و خرما بر نخیل
یا مکن با پیلبانان دوستی　۲۸　یا بنا کن خانهٔ در خوردِ پیل

این چه شوریست که در دورِ قمر مے بینم　　همه آفاق، پُر از فتنه و شرّ مے بینم
هر کسے روز بهی مے طلبد از ایام　　مشکل این ست که هر روز بتر مے بینم
ابلهان را همه شربت ز گلاب و قند ست　　قوتِ دانا همه از خونِ جگر مے بینم
اسپ تازی شده مجروح بزیرِ پالان　　طوقِ زرین همه در گردنِ خر مے بینم
دختران را همه جنگ ست و جدل با مادر　　پسران را همه بد خواهِ پدر مے بینم
هیچ رحمے نه برادر به برادر دارد　　هیچ شفقت نه پدر را به پسر مے بینم
پندِ حافظ بشنو خواجه برو نیکی کن　　زانکه این پند به از دُرّ و گهر مے بینم

سالها پیروی مذهبِ رندان کردم　۲۹　تا بفتواے خرد حرص بزندان کردم
سایهٔ بر دلِ ریشم فگن، اے گنجِ مراد　۳۰　که من این خانه بسوداے تو ویران کردم
توبه کردم که نه بوسم لبِ ساقی و کنون　۳۱　مے گزم لب که چرا گوش بنادان کردم
نقشِ مستوری و مستی نه بدستِ من و تست　　آنچه اُستادِ ازل گفت بکن، آن کردم
دارم از لطفِ ازل منزلِ فردوس طمع　　گرچه دربانیِ مے خانه فراوان کردم
صبح خیزی و سلامت طلبی چون حافظ　　هر چه کردم همه از دولتِ قرآن کردم

بعزمِ توبہ سحر گفتم، استخارہ کنم — بہارِ توبہ شکن می رسد، چہ چارہ کنم؟
سخن درست بگویم، نمی توانم دید — کہ مے خورند حریفان و من نظارہ کنم
گدائے میکدہ ام لیک وقتِ مستی بین — ۳۲ کہ ناز بر فلک و حکم بر ستارہ کنم
نہ قاضیم نہ مدرس نہ محتسب نہ فقیہ — مرا چہ سود کہ منعِ شرابخوارہ کنم
زبادہ خوردنِ پنہان، ملول شد حافظ — بہ بانگِ بربط و نے، رازش آشکارہ کنم

فاش میگویم و از گفتۂ خود دلشادم — بندۂ عشقم و از ہر دو جہان آزادم
طائرِ گلشنِ قدسم، چہ دہم شرحِ فراق؟ — ۳۳ کہ درین دامگہِ حادثہ چون افتادم؟
من ملک بودم و فردوسِ برین جایم بود — ۳۴ آدم آورد درین دیرِ خراب آبادم
کوکبِ بخت مرا ہیچ منجم نشناخت — یارب از مادرِ گیتی بچہ طالع زادم؟
پاک کن چہرۂ حافظ بسرِ زلف ز اشک — ورنہ این سیل دمادم بکند بنیادم

من ترکِ عشقبازی و ساغر نمی کنم — صد بار توبہ کردم و دیگر نمی کنم
باغِ بہشت و سایۂ طوبیٰ و قصرِ حور — با خاکِ کوئے دوست برابر نمی کنم
شیخم بطنز گفت، حرام ست مے مخور — گفتم، بگو کہ، گوش بہر خر نمی کنم
این تقویٰم بس است، کہ چون زاہدانِ شہر — ناز و کرشمہ بر سرِ منبر نمی کنم
حافظ جنابِ پیرِ مغان مامنِ وفاست — من ترکِ خاکبوسی این در نمی کنم

اے دل تو جامِ جم بطلب، ملکِ جم مخواہ — کین بود قولِ بلبلِ بستانسرائے جم
بشنو ز جامِ بادہ کہ این زالِ نوعروس — بسیار کشت شوہرِ چون کیقباد و جم

واعظ مکن نصیحتِ شوریدگان، کہ ما — با خاکِ کوئے دوست بفردوس ننگریم

چو طفلان تا کے اے واعظ فریبی — بہ سیبِ بوستان و جوئے شیرم

اگر غم لشکر انگیزد کہ خونِ عاشقان ریزد — ۳۵ من و ساقی بہم سازیم و بنیادش براندازیم

عیان نشد کہ کجا آمدم کجا بودم؟ — دریغ و درد، کہ غافل ز کارِ خویشتنم

شرم می آیدم از خرقهٔ آلودهٔ خویش — که بدین فضل و هنر نامِ کرامات بریم

من از بازوی خود دارم بسی شکر — که زورِ مردم آزاری ندارم

حافظ از جورِ تو، حاشا، که بنالد روزی — من، از آن روز که در بندِ توام آزادم

لکن درین چمنم، سرزنش بخود روئی — ۳۶ چنانکه پرورشم میدهند میرویم

پدرم روضهٔ رضوان بدو گندم بفروخت — ۳۷ ناخلف باشم اگر من بجوی نفروشم

ما ز یاران چشمِ یاری داشتیم — خود غلط بود آنچه ما پنداشتیم

من نه آن رندم که ترکِ شاهد و ساغر کنم — ۳۸ محتسب داند که من این کارها کمتر کنم

شرابِ لعل کش و روی مه‌جبینان بین — خلافِ مذهبِ آنان جمالِ ایشان بین

بزیرِ دلقِ مرقع کمندها دارند — درازدستیِ این کوته‌آستینان بین

بخرمنِ دو جهان سر فرو نمی آرند — ۳۹ دماغِ کبرِ گدایانِ خوشه‌چینان بین

گره ز ابروی پرچین نمی کشد یار — ۴۰ نیازِ اهلِ دل و نازِ نازنینان بین

غبارِ خاطرِ حافظ ببرد صیقلِ عشق — صفای نیتِ پاکان و پاکدینان بین

صبح است ساقیا، قدحی پر شراب کن — دورِ فلک درنگ ندارد، شتاب کن

زان پیشتر که عالمِ فانی شود خراب — ۴۱ ما را، ز جامِ بادهٔ گلگون خراب کن

ایامِ گل چو عمر برفتن شتاب کرد — ساقی، بدورِ بادهٔ گلگون شتاب کن

ما بختِ خویش خوی ترا آزموده ایم — با دشمنان قدح کش و با ما عتاب کن

حافظ وصال می طلبد از رهِ دعا — یارب دعای خسته‌دلان مستجاب کن

ز در درآ، و شبستانِ من منور کن — دماغِ مجلسِ روحانیان معطر کن

لبِ پیاله ببوس، انگه آن بمستان ده — باین لطیفه دماغِ خرد معطر کن

وگر فقیه نصیحت کند که می مخور، بده — پیالهٔ بدهش، گو، دماغ را تر کن

بس از ملازمتِ عیش و عشقِ مهرویان — ز کارها که کنی شعرِ حافظ از بر کن

سنم کہ شہرۂ شہرم بعشق ورزیدن | سنم کہ دیدہ نیالودہ ام ببد دیدن
وفا کنیم و ملامت کشیم وخوش باشیم ۲۱ | کہ در طریقت ما کافری است رنجیدن
بہ پیرِ میکدہ گفتم کہ چیست راہ نجات؟ ۲۱ | بخواست جام مے وگفت بادہ نوشیدن
سبوس جز لبِ معشوق وجامِ مے حافظ | کہ دستِ زہد فروشان، خطاست بوسیدن

نصیبِ من چو خرابات کردہ است الہ | درین میانہ بگو زاہدا مرا چہ گناہ؟
کسے کہ در ازلش جامِ مے نصیب فتاد | چرا، بہ حشر، کنند این گناہ را ازو خواہ؟
بآبِ زمزم و کوثر سفید نتوان کرد | گلیم بخت کسے را کہ بافتند سیاہ؟
مدہ بخاطرِ نازک ملالت، ازمن راہ | کہ حافظِ تو ہمین لحظہ گفت بسم اللہ

صبا تو نکہتِ آن زلفِ مشکبو داری | بیادگار بمانی کہ بوے او داری
درآن شمائل مطبوع ہیچ نتوان گفت | جز این قدر کہ رقیبانِ تند خو داری
نواے بلبلت اے گل، کجا پسند افتد؟ | کہ گوشِ ہوش بمرغانِ ہرزہ گو داری
ز جرعہ کہ تو سرمست گشت، نوشت باد | خود از کدام خم ست این کہ در سبو داری؟
دعاش گفتم وخندان بزیرِ لب بگفت | کہ کیستی تو؟ وباما چہ گفتگو داری؟
ز کنج مدرسہ حافظ مجوے گوہرِ عشق | قدم برون نہ، اگر میلِ جستجو داری

اے دل آن بہ کہ خراب از مے گلگون باشی | بے زر و گنج بصد حشمتِ قارون باشی
در مقامے کہ صدارت بفقیران بخشند | چشم دارم کہ بجاہ از ہمہ افزون باشی
تاجِ شاہی طلبی گوہرِ ذاتی بنما | ور خود از گوہرِ جمشید و فریدون باشی
ساغرے نوش کن و جرعہ بر افلاک فشان | تا بچند از غمِ ایام جگر خون باشی؟
حافظ از فقر مکن نالہ کہ گر شعر اینست | ہیچ خوشدل نہ پسندد کہ تو محزون باشی

اے بادِ نسیم یار داری | زان نفحۂ مشکبار داری
زنہار مکن درازدستی | با طرۂ او چہ کار داری

اے گل تو کجا و روے زیبا ش؟ — او مشکِ تر و تو خار داری
روزے برسی بوصل، حافظ — گر طاقتِ انتظار داری

ہزار جہد بکردم کہ یارِ من باشی — قرار بخشِ دلِ بیقرارِ من باشی
دمے بکلبۂ احزانِ عاشقان آئی — شبے انیسِ دلِ سوگوارِ من باشی
من این مراد نہ بینم بعمرِ خود کہ شبے — بجاے اشکِ روان در کنارِ من باشی
من ارچہ حافظِ شہرم جوے نمی ارزم — مگر تو از کرمِ خویش یارِ من باشی

این خرقہ کہ من دارم در رہنِ شراب اولی — وین دفترِ بے معنی، غرقِ مےِ ناب اولی
تا بے سر و پا باشد اوضاعِ فلک زینسان — در سر ہوسِ ساقی، در دست شراب اولی
چون پیر شدی، حافظ، از میکدہ بیرون رو — رندی و ہوسناکی در عہدِ شباب اولی

لبش می بوسم و در میکشم مے — بہ آبِ زندگانی بردہ ام پے
بدہ جامِ مے و از جم مکن یاد — کہ میداند کہ جم کے بود و کے کے؟
بزن بر چنگ چنگ، اے ماہِ مطرب — رگش بخراش تا بخروشم از وے
زبانت در کش اے حافظ زمانے — حدیثِ بے زبانان بشنو از نے

ترا کہ ہرچہ مرادست در جہان داری — چہ غم ز حالِ منِ زارِ ناتوان داری؟
چو ذکرِ لعلِ لبت میکنم خرد گوید — حدیث یا شکرست این کہ در دہان داری؟
چو گل بدامن ازین باغ می بری حافظ — چہ غم ز نالہ و فریادِ باغبان داری؟

نوبہارست، دران کوش کہ خوشدل باشی — کہ بسے گل بدمد باز و تو در گل باشی
چنگ در پردہ ہمی میدہدت پند ولے — وعظت آنگاہ دہد سود کہ قابل باشی
حافظا گر مدد از بختِ بلندت باشد — صیدِ آن شاہدِ مطبوعِ شمائل باشی

جمشید جز حکایتِ جام از جہان نبرد — زنہار دل مبند بر اسبابِ دنیوی
خوش عرصۂ بوریا و گدائی و خوابِ امن — کاین عیش نیست در خورِ اورنگِ خسروی

درویشم و گدا، و برابر نمی کنم — پشمین کلاہِ خویش بصد تاجِ خسروی

خوشتر از کوئے خرابات نباشد جائے — گر بہ پیرانہ سرم دست دہد ماوائے

آرزو مسکینم و از تو چہ پنہان دارم — شیشۂ بادہ و کنجے و رخِ زیبائے

بیاموزمت کیمیائے سعادت — ز ہم صحبتِ بد، جدائی جدائی

مکن حافظا، از جورِ گردون شکایت — چہ دانی تو اے بندہ، کارِ خدائی

اے کہ در کوئے خرابات، مقامے داری — جمِ وقتِ خودی، ار دست بجامے داری

صبر بر جورِ رقیبان چہ کنم؟ گر نہ کنم — عاشقان را نبود چارہ بجز مسکینی

ساقیا، سایۂ ابر است و بہار و لبِ جوے — من نگویم چہ کن، از اہلِ دلی، خود تو بگوے

بگذر ز کبر و ناز کہ دیدہ است روزگار — چینِ قبائے قیصر و طرفِ کلاہِ کے

خدا زان خرقہ بیزار است صد بار — کہ صد بت باشدش در آستینے

ساقی نامہ

فریبِ جہان قصۂ روشن ست — ببین تا چہ زاید شب آبستن ست

دلا در جہان دل مبند زینہار — کہ کس بر سرِ پل نگیرد قرار

ہمان مرحلہ ست این بیابانِ دور — کہ گم شد درو لشکرِ سلم و تور

ہمان منزل ست این جہانِ خراب — کہ دیدہ ست ایوانِ افراسیاب

نہ تنہا شد ایوان و کاخش بباد — کہ خاکش ندارد کسے ہم بیاد

چہ خوش گفت جمشید با تاج و گنج — کہ یک جو نیرزد سرائے سپنج

مغنی کجائے بگلبانگ رود — بیاد آور آن خسروانی سرود

ببستان نوید سرودے فرست — بیاران رفتہ درودے فرست

مغنی بزن چنگ پرارغنون — ببر از دلم فکرِ دنیاے دون

مگر خاطرم یابد آسایشے — کہ نبود ز غم با وی آلایشے

مغنی بزن خسروانی سرود / بگو با حریفان بآوازِ رود
که از آسمان مژدۂ فرصت است / مرا بر عدو عاقبت نصرت است
مغنی نوائے طرب ساز کن / بقولِ غزل قصہ آغاز کن
مغنی ازین پردہ نقشے برآر / ببین تا چہ گفت از حرم پردہ دار
چنان برکش آہنگِ این داوری / کہ ناہید چنگے برقص آوری
مغنی دف و چنگ را ساز دہ / بیارانِ خوش نغمہ آواز دہ
رہے زن کہ صوفی بحالت رود / بمستی وصلش حوالت رود
مغنی بیا با منت جنگ نیست / کفے بر دفے زن گرت چنگ نیست
شنیدم کہ چون غم رساند گزند ۴۵ خروشیدنِ دف بود سودمند
مغنی کجائی کہ وقتِ گل ست / ز بلبل چمنہا پُر از غلغل ست
ہمان بہ کہ خونم بجوش آورے / دمِ چنگ را در خروش آورے
مغنی بیا عود را ساز کن / نوآئین نوائے نو آغاز کن
بیک نغمہ دردِ مرا چارہ ساز / دلم نیز چون خرقہ صدپارہ ساز
مغنی کجائی کہ لطفے کنی / ز مے آتشے در دلم افگنی
برون آری از فکرِ خود یکدمم / بہم برزنی کار و بارِ غمم
مغنی کجائی نوائے بزن / بیکتائی و دوتائی بزن
چو خواہد شدن عالم از ما تہی ۴۶ گدائی بسے بہ ز شاہنشہی
مغنی بگو قول و پرداز ساز / کہ بیچارگان را توئی چارہ ساز
تو نائے راہِ عراقم بزود / کہ بگشائیم از دیدہ صد زندہ رود
چو غم لشکر آرد بیاران صفے / ز چنگ و رباب و زنائے و دفے
مغنی تو سیمرا محرمی / زنائے بہ نئے زن دمِ ہمدمی

بمے دور کن دولت کرمیست / دمے بیش دانا بہ از عالمیست
مغنی کجائی؟ بزن بربطے / بیا ساقیا پر کن از مے بطے
کہ باہم نشینیم و عیشے کنیم / دمے خوش برآریم و طیشی کنیم
مغنی ز اشعار من یک غزل / بآہنگ چنگ آر اندر عمل
کہ تا وجد را کارسازی کنم / برقص آیم و خرقہ بازی کنم
بیا ساقی، آن آب آتش خواص / بمن دہ، کہ تا یابم از غم خلاص
فریدون صفت کاویانی علم / برافرازم از نیستی جام جم
بیا ساقی این نکتہ بشنو ز مے / کہ یک جرعہ مے بہ ز دیہیم کے
بیا ساقی آن مے کہ جان پرورست / دل خستہ را ہمچو جان درخورست
بدہ کز جہان خیمہ بیرون زنم / سراپردہ بالائے گردون زنم
بیا ساقی آن مے کہ حال آورد / کرامت فزاید کمال آورد
بمن دہ کہ بس بیدل افتادہ ام / وزین ہر دو بے حاصل افتادہ ام
بیا ساقی آن بکر مستور مست / کہ اندر خرابات دارد نشست
بمن دہ کہ بدنام خواہم شدن / مرید مے و جام خواہم شدن

قطعہ

بہ شمع خواجہ رسان اے رفیق وقت شناس / بخلوتے کہ در آن اجنبی صبا باشد
لطیفۂ بمیان آر و خوش بخندانش / بنکتۂ کہ دلش را دران رضا باشد
پس انگہے ز کرم آن قدر بپرس لطف / کہ گر وظیفہ تقاضا کنم روا باشد؟

رباعیات

ہجرت کہ بجان بمن درویش آمد / گوئی نمکے بہ جگر ریش آمد
می ترسیدم کز تو شوم روزے دور / دیدی کہ ہمان روز بدم پیش آمد

گویند کہ فردوسِ برین خواہد بود — فردا مے ناب و حورِ عین خواہد بود
گر ما مے و معشوقہ گزیدیم چہ باک — چون عاقبتِ کار چنین خواہد بود

گل گفت اگر دستگہے داشتمے — بگرستمے اگر سرے داشتمے
با ہیچکسی مرا چنین می سوزند — اے واے بمن گر کفنے داشتمے

با شاہدِ شوخ و شنگ و با بربط و نے — کنجے و کبابے و یکے شیشۂ مے
چون گرم شود ز بادہ ما را رگ و پے — سنت نبرم بیک جو از حاتمِ طے

قصیدہ

سپیدہ دم کہ صبا بوے بوستان گیرد — چمن ز لطفِ ہوا نکتہ بر جنان گیرد
ہواے چنگ بد انسان زند صلاے صبوح — کہ پیرِ صومعہ راہِ درِ مغان گیرد
ہوا ز نکہتِ گل در چمن تتق بندد — افق ز رنگِ شفق رنگِ گلستان گیرد
بیزم گاہِ چمن رو کہ خوش تماشائیست — چو لالہ کاسۂ زرین ارغوان گیرد
صبا نگر کہ دما دم چو رندِ شاہد باز — ۷۸ گہے لبِ گل و گہ زلفِ ضیمران گیرد
چہ حالت است کہ گل در چمن نماید روے — ۸۰ چہ آتش است کہ در مرغِ صبح خوان گیرد
چو شمع ہر کہ بافشاے راز شد مشغول — ۷۹ لبش زمانہ چو مقراض درمیان گیرد
کجاست ساقیِ سروے من کہ از سرِ مہر — چو چشمِ مست خودش ساغرِ گران گیرد

خیالِ شاہی اگر نیست در سرِ حافظ
چرا بہ تیغِ زبان عرصۂ زمان گیرد؟

انتخاب

از

کلامِ داغ

گلزارِ داغ ۱ آفتابِ داغ ۲ مہتابِ داغ ۳

۵۸ نشتر

نواب مرزا خان نام - تخلص داغ - دہلی مولد - حیدرآباد دکن مدفن - ہمیشہ دہلی مین رہے اور ریاست رامپور سے بھی کچھ کچھ تعلق رہا - اخیر اخیر بخت نے یاوری کی، نظام دکن کے اُستاد ہوئے، نواب فصیح الملک خطاب پایا اور کئی ہزار روپیہ ماہوار مقرر ہوا - پچھلے شعرا مین انکا سا خوش نصیب دوسرا نہین ہوا - انکا کلام بہت ہی عام پسند ہی - ارباب نشاط کو انکی غزلین بہت یاد ہین - انکے کلام مین روزمرہ کا مزہ ہی - امیر مینائی کے یہ ہمعصر تھے - شاگردون مین یہ امر مابہ النزاع رہگیا کہ داغ کا پلہ بھاری ہی یا امیر کا جس طرح سودا اور میر کا فیصلہ نہ ہوا نہ ناسخ اور آتش کا جھگڑا چکا، ذوق و غالب اور دبیر و انیس مین اُن کے جیتے جی اُنکے شاگردون نے یہ طے نہین ہونے دیا کہ کس کا پایہ بلند ہی اسی طرح داغ اور امیر کا بھی قضیہ طے نہ ہوا تھا کہ دونون نے حیدرآباد ہی مین سال دو سال کے آگے پیچھے قضا کی - سال وفات داغ ۱۳۲۲ھ -

اب ناظرین دونون کے کلام کو باہم مقابلہ کرکے دیکھین اور خود فیصلہ کرین داغ کے کلام مین بہ نسبت امیر کے کم نشتر دکھائے گئے ہین اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ مولف نے بطور خود فیصلہ کردیا سچ یہ ہی کہ انکے عاشقانہ اور جوشیلے کلام مین جتنے نشتر ہین اُتنے کسی شاعر کے کلام مین نہین ہین انتخاب کلام کے وقت گو اس تہذیب کا چندان خیال نہین رکھا گیا جاسکتا جیسے لیے گئے مگر نشترون کی تعداد لکھتے وقت سختی سے نظر کی گئی تو بہت سے نشتر نظر انداز کیے گئے

غزلیات وابیات

جو ہو سکتا ہے اس سے، وہ کسی سے ہو نہیں سکتا ۱ مگر دیکھو کہ پھر کچھ آدمی سے ہو نہیں سکتا
نگاہِ گرمِ تیغ، قصہ پاک کیجیے دادخواہوں کا کسی کا فیصلہ گر منصفی سے ہو نہیں سکتا
مزا جو اضطرابِ شوق سے عاشق کو حاصل ہے وہ تسلیم و رضا و بندگی سے ہو نہیں سکتا
خدا جب دوست ہے اے داغ کیا دشمن سے اندیشہ؟ ہمارا کچھ کسی کی دشمنی سے ہو نہیں سکتا

کب سے شبِ فراق، ہوں مشتاق دید کا خورشید ہو گیا ہے مجھے چاند عید کا
کیا قتل حسرتیں ہوئیں دل میں؟ کہ بیکسی لے لے کے نام روتی ہے اک اک شہید کا
زاہد، کمالِ پیرِ مغاں تجھ سے کیا کہوں؟ مرشد وہاں خطاب ہے ادنیٰ مرید کا
حورانِ خلد بولتی ہیں بڑھ کے بولیاں نیلام ہو رہا ہے تمھارے شہید کا
چلنا ہمارے ساتھ ذرا اے شبِ فراق دوزخ میں محظ ہو نہ عذابِ شدید کا
اے داغ کیوں نہ مجھکو شفاعت کی ہو امید میں ہوں محبِ حسین کا دشمن یزید کا

زندہ عیسیٰ کا نام کرنا تھا اِس طرف بھی خرام کرنا تھا
وائے غفلت کہ اب کیا ہم نے ۲ جو ہمیں پہلے کام کرنا تھا
تھی نہ تابِ ستم، تو حضرتِ دل عاشقی کو سلام کرنا تھا
داغ مہمان سرائے دنیا میں اور چندے قیام کرنا تھا

نہ کبھی جیبِ خجالت سے یہاں سر نکلا قیس دیوانہ تھا جامے سے جو باہر نکلا
دادخواہوں کا بھی ارمان بقدر نکلا گر طرفدار ترا داورِ محشر نکلا
آفریں داغ، تجھے خوب نباہی تو نے مرحبا کوچۂ دلدار سے مر کر نکلا

طور کیوں خاک ہوا؟ نور ترا نار نہ تھا ناز تھا حضرتِ موسیٰ سے وہ دیدار نہ تھا
[illegible]تے تجھے حسینوں کو یہ اندازِ جفا ہاں کوئی اگلے زمانے میں خطاوار نہ تھا

شب کو کیوں کر خلشِ دل نہ دکھاتی لذت — تیر ارمان تھا، پیکان نہ تھا، خار نہ تھا
دل کا سودا، اور اس اغماز سے، اور ایسی جگہ — داغ وہ انجمنِ ناز تھی بازار نہ تھا

تیر اُسکا چلتے چلتے جب پریشان ہوگیا — تھک کے بیٹھا میرے دل میں اور پنہان ہوگیا
کسکا طُرّہ، کسکا گیسو، کسکی کاکل، کسکی زلف؟ — سب بلائیں ہوگئیں، جب دل پریشان ہوگیا
دل میں لے دے کر رہا تھا ایک قطرہ خون کا — کچھ نیازِ غم ہوا، کچھ صرفِ مژگان ہوگیا
بوسہ لیکر دل دیا ہے، اور پھر نالاں ہیں داغ — کوئی جانے مفت میں حضرت کا نقصان ہوگیا

کس طرح اُس نگہِ ناز سے جینا ہوگا — زہر دے اُسپہ یہ تاکید کہ پینا ہوگا
خلد میں پھر کسی کافر ہی کا دل بہلے گا — گر نہ معشوق و مے و ساغر و مینا ہوگا
چین دیتے نہیں وہ داغ کسی طرح مجھے — میں جو مرتا ہوں تو کہتے ہیں کہ جینا ہوگا

مجھسے بہتر مرا ملال رہا — کہ ترے دل میں سہ جمال رہا
ذکرِ روزِ جزا یہ کہتے ہیں — اور جو ہم پر انفعال رہا؟
تو نے آرام کچھ دیا ای مرگ — زندگی کیا رہی وبال رہا
داغ نے حالِ دل کہا اُن سے — کچھ بھی کمبخت کو خیال رہا؟

آئینہ تصویر کا تیرے نہ لیکر رکھ دیا؟ — بوسے لینے کے لیے کعبے میں پتھر رکھ دیا
ہم نے اُنکے سامنے اوّل تو خنجر رکھ دیا — پھر کلیجا رکھ دیا، دل رکھ دیا، سر رکھ دیا
سن لیا ہے پاس حوروں کے پہنچتے ہیں شہید — اسلیے لاشے پہ میرے اُسنے پتھر رکھ دیا
کل کہیں گے یہ زاہد آج تو ساقی کے ہاتھ — رہن اک چلو پہ ہم نے حوضِ کوثر رکھ دیا
ذبح کرتے ہی مجھے، قاتل نے دھوئے اپنے ہاتھ — اور خون آلودہ خنجر غیر کے گھر رکھ دیا
زندگی میں پاس سے دم بھر نہ ہوتے تھے جدا ۲ — قبر میں تنہا مجھے یاروں نے کیونکر رکھ دیا
زلف خالی ہاتھ خالی کس جگہ ڈھونڈیں اُسے — تم نے دل لیکر کہاں اے بندہ پرور رکھ دیا
داغ کی شامت جو آئی اضطرابِ شوق میں — حالِ دل کمبخت نے سب اُنکے منہ پر رکھ دیا

کب ہوا؟ اے بتِ بیگانہ ملنسر تو اپنا
دل جو اپنا ہی نہیں اُس پہ بھی قابو اپنا

تمکو آشفتہ مزاجوں کی خبر سے کیا کام؟
تم سنوارا کرو بیٹھے ہوئے گیسو اپنا

وہی ہم تھے کہ جو روتوں کو ہنسا دیتے تھے
اب ہے یہ حال کہ تھمتا نہیں آنسو اپنا

لگ گئی جیب تجھے اے داغِ حزیں کیوں ایسی؟
مجکو کچھ حال تو کمبخت بتا تو اپنا

دیکھنا حشر میں، جب تم پہ مچل جاؤں گا
میں بھی کیا وعدہ تمہارا ہوں کہ ٹل جاؤں گا

آؤ ملجاؤ کہ یہ وقت نہ پاؤ گے کبھی،
میں بھی ہمراہ زمانے کے بدل جاؤں گا

قبر میں حسرت وارمان ہیں غنیمت اے داغ
رفتہ رفتہ انھیں یاروں میں بہل جاؤں گا

عجب اپنا حال ہوتا، جو وصالِ یار ہوتا
کبھی جان صدقے ہوتی کبھی دل نثار ہوتا

جو تمہاری طرح تم سے کوئی جھوٹے وعدے کرتا
تمھیں منصفی سے کہدو تمھیں اعتبار ہوتا؟

ترے وعدے پر ستمگر ابھی اور صبر کرتے
اگر اپنی زندگی کا ہمیں اعتبار ہوتا

تمھیں ناز ہو نہ کیونکر لیا ہے داغ کا دل
یہ رقم نہ ہاتھ لگتی نہ یہ افتخار ہوتا

خاطر سے یا لحاظ سے میں مان تو گیا
جھوٹی قسم سے آپ کا ایمان تو گیا

گو نامہ بر سے خوش نہ ہوا پر ہزار شکر
مجکو وہ میرے نام سے پہچان تو گیا

ہوش و حواس و تاب و تواں داغ جا چکے
اب ہم بھی جانے والے ہیں سامان تو گیا

میرے قابو میں نہ پہروں دلِ ناشاد آیا ۴ وہ مرا بھولنے والا جو مجھے یاد آیا

کیجیے سنیے اب افسانہ فرقت مجھ سے
آپ نے یاد دلایا تو مجھے یاد آیا

آپ کی بزم میں سب کچھ ہے مگر داغ نہیں ۵ ہمکو وہ خانہ خراب آج بہت یاد آیا

کیا کوئی زمانے میں ستمگر نہیں ہوتا؟
ہوتا ہے مگر تیرے برابر نہیں ہوتا

عادت ہے عجب چیز بُری ہو کہ بھلی ہو
مرتا ہوں جو بےچین گھڑی بھر نہیں ہوتا

اے داغ نہ دے جان محبت میں کہ نادان
پھر زندہ جہاں میں کوئی مر کر نہیں ہوتا

ہمیں زمانے میں بدنام تیری خو نے کیا ۶ دلِ فریفتہ، جو کچھ کیا سو تو نے کیا

گیا رقیب کے گھر بارہا شبِ وعدہ — بہت ذلیل مجھے تیری جستجو نے کیا
کھا میں آپ نے تو وہ اور بھی داغ مجھ سے رُکے — خفا تو اُنکو مری شرحِ آرزو نے کیا

انکارِ سرکشی نے مجھے کیا مزا دیا — سینے پہ چڑھ کے اُس نے خم سے پلا دیا
جو کچھ ہوا، اب تو دل سمجھے لے بیوفا دیا — آفت یہ میں نے لگا دیا یا بہا دیا
آخر کو جوشِ گریہ نے اتنا کیا اثر — نقشِ مراد صفحۂ دل سے مٹا دیا
سجھا گیا جو داغ سیہ کار دیکھنا — جنت کے گھر کی آگ لگا دی جلا دیا

موت کا مجھکو نہ کھٹکا شبِ ہجران ہوتا — مرے دروازے پہ گر آپ کا دربان ہوتا
خلد میں بند رہے عیش کے سامان بیکار — بعث جب تھا کہ یہ مجموعہ پریشان ہوتا
داغ کو ہم نے محبت میں بہت سمجھایا — وہ کہا مان نہ لیتا اگر انسان ہوتا؟

اچھی صورت پہ غضب ٹوٹ کے آنا دل کا — یاد آتا ہے ہمیں، ہائے زمانا دل کا
تم بھی منھ چوم لو، بیساختہ پیار آجائے — میں سناؤں جو کبھی دل سے فسانا دل کا
ان حسینوں کا لڑکپن ہی رہے یا اللہ — ہوش آتا ہے، تو آتا ہے ستانا دل کا
بعد مدت کے یہ اسے داغ سمجھ میں آیا — وہی دانا ہے کہا جس نے نہ مانا دل کا

پارسا کوئی اگر تاکنے والا ہوتا — دخترِ رز نے بڑا نام اُچھالا ہوتا
ساتھ عشاق کے یہ پھر بھی نگہ تازی — آسمان گر یہ تن روئی کا گالا ہوتا
کچھ قیامت تو نہ تھی ہجر کی شب اے تقدیر؟ — اس بلا کو کسی تدبیر سے ٹالا ہوتا
ہم سناتے جو کوئی دردِ ہمارا سنتا — دل دکھاتے جو کوئی دیکھنے والا ہوتا
دردِ فرقت کی کسک وصل میں کیا جاتی؟ — آہ تھمتی اگر اے داغ، تو نالا ہوتا

اُنکے گھر داغ جاکے دیکھ لیا — دل کے کہنے میں آکے دیکھ لیا
جاؤ بھی کیا کروگے مہر و وفا؟ — بارہا آزما کے دیکھ لیا
غم دل میں نہیں ہے قطرۂ خون — خوب ہم نے دبا کے دیکھ لیا

لیجیے بزم سے ہمین رخصت — جو سُنا تھا وہ آ کے دیکھ لیا
حسن کمیاب نغمہ ہو نایاب ۹ — شہر در شہر جا کے دیکھ لیا
جنس دل ہو یہ وہ نہین سودا — ہر جگہ سے منگا کے دیکھ لیا
نہ لیا اُس نے خط شرارت سے — نامہ بر کو بُلا کے دیکھ لیا
اب خریدار ہے نہین کوئی — مول اپنا بڑھا کے دیکھ لیا

روے انور نہین دیکھا جاتا — دیکھین کیونکر نہین دیکھا جاتا؟
کیا رہین ہم؟ کہ ترا چال چلین — پاس رہ کر نہین دیکھا جاتا
خط مرا پھینک دیا، یہ کہہ کر — ہم سے دفتر نہین دیکھا جاتا
مختصر یہ ہو کہ اب داغ کا حال — بندہ پرور نہین دیکھا جاتا

کچھ ہمین بھی خیال ہو ہی گیا — آخر اُن سے ملال ہو ہی گیا
نہ کہا تھا، کہ سچ نہ کہلواؤ — آپ کو انفعال ہو ہی گیا
دل لگی کا بھی ہو بُرا انجام — کہ ہنسی مین ملال ہو ہی گیا
فکر یار کے مضامین سے — داغ نازک خیال ہو ہی گیا

اب دل ہو مقام بیکسی کا ۱۰ — یون گھر نہ تباہ ہو کسی کا
رونا ہو اب اُس ہنسی خوشی کا — ماتم ہو، بہار زندگی کا
کس کس کو مزا ہو عاشقی کا؟ — تم نام تو لو بھلا کسی کا
روکین اُنھین کیا؟ کہ ہو غنیمت — آنا جانا کبھی کسی کا
ایسے سے جو داغ نے نباہی — سچ ہے کہ یہ کام تھا اُسی کا

مین یہ ہزار جگہ حشر مین پُکار آیا ۱۱ — کہ اور بھی کوئی مجھ سا گناہگار آیا؟
تمھاری شوخ مزاجی سے چھا گئی حیرت — تمھین قرار نہ آیا، مجھے قرار آیا
شکستہ دل ہوئی کس کس طرح مری توبہ — پیے ہوئے جو کوئی رند بادہ خوار آیا

کبھی جو دھوپ کی گرمی سے رند چیخ اٹھے ۱۲ ہوا کے گھوڑے پہ ابرِ کرم سوار آیا
ڈرے جو حشر میں وہ، مجھکو دیکھتے ہی کہا مرا رفیق، مرا داغ جان نثار آیا

امیدوار ہوں کرمِ بے حساب کا پیتا ہوں ڈگڈگا کے پیالہ شراب کا
میں اک سوال کرکے پشیمان ہو گیا بخچا بندھا ہوا ہے ہزاروں جواب کا
روزہ رکھیں نماز پڑھیں حج ادا کریں اللہ یہ ثواب بھی ہے کس عذاب کا؟
لاؤں، ہوں، پیالہ بھرں، دُرکو قفل دوں؟ کیا حکم ہے جنابِ مشیخت مآب کا؟
اے داغ بخشوائیں گے اُمت کے وہ گناہ ہے آسرا جنابِ رسالت مآب کا

غیر پر لطف و کرم، بس ہو چکا ہو چکا ہم پر ستم، بس ہو چکا
ہمکو، اے واعظ ابھی مرنا نہیں وصفِ گلزارِ ارم، بس ہو چکا
کل جو اک داغِ حزیں مشہور تھا آج وہ بیمارِ غم، بس ہو چکا

کوئی پھرے نہ قول سے، بس فیصلا ہوا لو بسم ہمارا آج سے، دل آپ کا ہوا
جا تم ہمارے مرنے کا آنکی بلا کرے اتنا ہی کہکے چھوٹ گئے وہ برا ہوا
آباد کس قدر ہے، الٰہی، عدم کی راہ ہر دم مسافروں کا ہے تانتا لگا ہوا
اے کاش، میرے تیرے لیے کل یہ حکم ہو لیجاؤ اِن کو خلد میں، جو کچھ ہوا ہوا
کس کس طرح سے اُسکو جلاتے ہیں اپنے دل وہ جانتے ہیں داغ ہے ہم پر پٹا ہوا

دلِ مکدر مدام کا نکلا کب یہ آئینہ کام کا نکلا؟
مٹ گئی رسم و راہ بھی اُن سے یہ نتیجہ پیام کا نکلا
گالیاں سُنتے ہیں دعا دیکر خوب پہلو کلام کا نکلا
سچ تو یہ ہے کہ عاشقی میں داغ ایک ہی اپنے نام کا نکلا

دل سے بھی باتیں نہیں کرتا کبھی میں اسلیے وہ ستمگر بدگمان، یہ رازدان ہو جائیگا
دل کو مدت میں کیا تھا خوگرِ طرزِ ستم کیا خبر تھی وہ بگاڑ یک مہربان ہو جائیگا

داغ کو ہم یہ نہ سمجھے تھے کہ تیرے عشق مین — ہاے ایسا شخص یون بے خانمان ہوجائیگا

تمھارے خط مین نیا اک سلام کسکا تھا؟ — نہ تھا رقیب، تو آخر وہ نام کس کا تھا؟

وفا کرین گے، نباہین گے، بات مانین گے، — تمھین بھی یاد ہی کچھ، یہ کلام کس کا تھا؟

نہ پوچھ پوچھ تھی کسی کی، وہان، نہ آو بھگت — تمھاری بزم مین کل، اہتمام کس کا تھا؟

کیا سمجھتے نہین، ظاہر کی ملاقات کو ہم؟ — دل تمھارا نہ ملا ہم نے گلے مِل دیکھا

مست تھی آنکھ تری، دل تھا ہمارا بیخود — ہم نے دونون کو، دمِ معرکہ غافل دیکھا

اسنے جب حکم دیا تھا، تجھے مرجانا تھا — داغ، تو دے نہ سکا جان، ترا دل دیکھا

غضب کیا ترے وعدے پہ اعتبار کیا ۱۳ تمام رات قیامت کا انتظار کیا

یہ دل کو تاب کہان ہی؟ کہ ہو مآل اندیش — اُنھون نے وعدہ کیا اسنے اعتبار کیا

شبِ فراق جو دستِ دعا بلند ہوا — ندائین آئین کہ بابِ قبول بند ہوا

مری زبان نہ تھکی رات کٹ گئی ساری — کھلا جو شکوؤن کا دفتر تو پھر نہ بند ہوا

بارِ عصیان کسقدر ہی؟ آدمی جزوِ ضعیف — یہ گرا دے گا جو اتنا بوجھ سر پرلے چلا

منزلِ مقصود تک پہنچے بڑی مشکل سے ہم ۱۴ ضعف نے اکثر بٹھایا شوق اکثر لے چلا

فتنہ، فساد، رشک، تغافل، غرور، ناز — اسکے سوا ہی اور تری انجمن مین کیا؟

مین خلد مین ہون اور نکیرین قبر مین ۱۵ خالی کفن پڑا ہی، دھرا ہی کفن مین کیا؟

شوق ایسا کہ تری راہ مین مرکر بھی چلون — ضعف ایسا، کہ نہین جان سے جایا جاتا

وہ خریدار ہی دل کے نہ ہوئے کیا کیجے — ہم بھی کچھ دبتے، کچھ انکو بھی دبایا جاتا

لطف تھا مین بھی شبِ وصل کہین چھپ جاتا — آدمی انکا مری ٹوہ مین گھر گھر پھرتا

تم نہ آتے، تو یہ انداز کہان سے ہوتے؟ — بیٹھتا بزم مین بنکر کوئی تنکر پھرتا

ہے چلا جان مری روٹھ کے جانا تیرا — ایسے آنے سے تو بہتر تھا نہ آنا تیرا

آرزو ہی نہ رہی صبحِ وطن کی مجکو — شامِ غربت ہی عجب وقت سہانا تیرا

یہ سمجھ کر تجھے اے موت لگا رکھا ہے — کام آتا ہے بُرے وقت میں آنا تیرا

تمھیں غم کیوں ہے؟ رنج کیوں ہے؟ ملال کیوں ہے؟ — کسی سے اگر واسطا ہے کسی کا

بچے جان کس طرح تیری ادا سے؟ — قضا پر کہیں بس چلا ہے کسی کا؟

پہلے تو منفعل وہ ہوئے پھر بگڑ گئے — کیوں شکوہ بار بار کیا ہم نے کیا کیا؟

کہدینگے ہم تو داورِ محشر سے صاف صاف — اچھوں کو دل نے پیار کیا ہم نے کیا کیا؟

عرش و کرسی پہ کیا خدا ملتا؟ ۱۲ — آگے بڑھتے تو کچھ پتا ملتا

اس جفا کا کبھی مزا ملتا — کوئی تجھکو اگر ترا ملتا

اُدھر کی سدھ بھی ذرا اے پیامبر لینا — خدا کے واسطے، جلدی مری خبر لینا

جو مے فروش سے سودا بنے تو کر لینا — کمی ہو حضرتِ زاہد، تو ہم سے بھر لینا

عاشقِ مضطر اگر آرام اپنا دیکھتا — عشق کے آغاز میں انجام اپنا دیکھتا

سخت ناکامی تھی اُسکو، ورنہ یوں مرتا ہی کیوں؟ — کوہکن بنتا ہوا گر کام اپنا دیکھتا؟

زبان ہلاؤ تو ہو جائے فیصلہ دل کا — اب آچکا ہے زبان پر معاملہ دل کا

کچھ اور بھی تجھے اے داغ بات آتی ہے — وہی بتوں کی شکایت وہی گلہ دل کا

کسی بندہ پہ ہجر او وقت نہ ڈالے اللہ — کیا خبر تھی کوئی یوں ہجر میں مر جائیگا

کیوں نہ ہم رو دیں مقدر کی پریشانی کو — کیا یہ گیسو ہے تمھارا کہ سنور جائیگا

جسم عاشق میں خاک ہوا کیمیا ہوا — کہتا تھا آج خاک میں کوئی ملا ہوا

اے عشق رخصت اے ہوس و آرزو سلام — اپنا مقام آج سے دار البقا ہوا

ڈوب کر سینے میں اس رنگ سے پیکان نکلا — دل سے بیساختہ نکلا کہ وہ ارمان نکلا

کوسوں تک آ کے لٹے پاؤں چلا آہ میں غریب ۱۷ — جب تک مری نظر سے نہ پنہاں وطن ہوا

کر لیے جمع حسینوں نے ہزاروں فتنے — عرصۂ حشر ہوا گوشہ ابرو نہ ہوا

مجھ سے میکش کو کہاں صبر کہاں کی توبہ؟ — لے لیا دوڑ کے جب سامنے ساغر آیا

قدم لینے کو کانٹے منتظر ہین دشتِ وحشت مین   سُنا ہی آج زندان سے تیرا دیوانہ چھوٹے گا

تپشِ دل کا تماشا نہ رہا   جب کوئی دیکھنے والا نہ رہا

مجھکو وعدے نے ترے جی سے گزرنے نہ دیا   مین نے چاہا تھا کہ مرجاؤن تو مرنے نہ دیا

مضمونِ شوق چھپ نہ سکا اسکو کیا کرون؟   گو مین نے خط رقیب کے خط مین ملا دیا

دلِ پُر اضطراب نے مارا   اسی خانہ خراب نے مارا

جب جوانی کا مزا جاتا رہا   زندگانی کا مزا جاتا رہا

حسینون کی وفا کیسی جفا کیا؟   جو دل آیا تو پھر اچھا بُرا کیا؟

کہان رہ کے توبہ نباہون الٰہی؟   کہ جنت مین بھی مجمعِ حور نکلا

کسی کا نہ ہوگا قیامت مین کوئی   زمین اور ہوگی فلک اور ہوگا

بنتے ہی بنتے، علمِ الٰہی مین رہ گئی   پیدا نہ ہوتی ورنہ تمھاری کمر بھی کیا؟

سب نے تو دیدارِ خدا کا کیا   مجھکو بھی دیکھا؟ تجھے دیکھا کیا

دیکھ کر اُسکو، تعجب ہی، جنابِ ناصح   مجھ سے فرماتے ہین، کیون دل نہ سنبھالا اپنا؟

سُنتا ہون، غیر کا بُتِ خودکام ہوگیا   یہ بات سچ ہوئی تو مرا کام ہوگیا

عالمِ یاس مین گھبرا نہ انسان بہت   دل سلامت ہی تو حسرت بہت ارمان بہت

تم کہ بیداد کرو اور نہ شرماؤ زرا   ہم کہ ناکردہ گنہ اور پریشان بہت

بزمِ احباب مین، ای داغ ابھی تو ہنس بول   دیکھتے ہین تجھے ہر وقت پریشان بہت

بگڑ گئی ہی یہان بے طرح، جہان کی طرح   کہان کی وضع؟ کہان کی ادا؟ کہان کی طرح

حیا نے روک لیا، جذبِ دل نے کھینچ لیا ۱۸   چلے وہ تیر کی صورت، کھنچے کمان کی طرح

مین اپنے ضعف کے صدقے بٹھا دیا ایسا   ہلے نہ در سے ترے سنگِ آستان کی طرح

خدا قبول کرے داغ تم جو سوے عدم   چلے ہو عشقِ بتان سے کے ارمغان کی طرح

دل کو صلاح کار بنا کر ہوے خراب   دشمن وہی ہی جو بُری بات کی صلاح

رنجِ فراقِ یار مین مرجاؤن یا جیون؟ مین تجھ سے پوچھتا ہون اے بیکسی صلاح
مشتاقِ تیغِ ناز ہون ہون کس سے مشورہ دے گا نہ کوئی موت کی نا زندگی صلاح

اُن سے شبِ وصال جو ذکرِ سحر کیا؟ بولے، خدا نخواستہ، ہو اب سے دور صبح
مین نے شبِ فراق یہ کہکر گزار دی وہ آئی، لے وہ آئی، دلِ ناصبور صبح
بے صبر ہو نہ داغ شبِ غم مین فائدہ؟ کمبخت تیرے نالون سے ہوگی ضرور صبح

ملی تجکو جنت قیامت کے بعد ملے کیا خدا جانے جنت کے بعد؟
حیا کے، تبسم کے، اغماض کے مزے لے رہا ہون شکایت کے بعد
ملا لون ذرا آنکھ بھی زیرِ تیغ مری جان نکلے گی حسرت کے بعد
مرے حال پر رحم آہی گیا وہ چل کر پلٹ آئے رخصت کے بعد
تڑپنا نہ دیکھا گیا داغ کا ہوا خاتمہ کس مصیبت کے بعد

اے وعدہ فراموش رہی تجکو جفا یاد یہ بھول بھی کیا بھول ہے یہ یاد ہے کیا یاد
وہ سنتے ہین کب دل سے مری رام کہانی فرماتے ہین، کچھ اور بھی ہے اسکے سوا یاد؟
بندے سے ہے کیون پرسشِ اعمالِ الٰہی؟ انسان کو رہتی ہے کہان اپنی خطا یاد؟
استاد نے اچھا سبقِ عشق پڑھایا جب اسکو بھلاتا ہون، یہ ہوتا ہے سوا یاد
تم بھولتے ہو آج کی بات آج ہی اکثر مشکل ہے اگر وعدۂ فردا نہ رہا یاد
رہتا ہے عبادت مین ہمین موت کا کھٹکا ہم یادِ خدا کرتے ہین، کرے نہ خدا یاد
معشوق سے ای داغ تغافل کا گلہ کیا؟ کیون یاد کرے تجکو؟ کرے اُسکی بلا یاد

لاکھ لکھیے اُنھین، اندوہ و محن کا کاغذ کب وہ پڑھتے ہین، کسی سوختہ تن کا کاغذ
ہم نے مضمون گرانباریِ غم لکھا تھا دستِ قاصد مین ہوا سیکڑون من کا کاغذ
ناتوان ہون نہ گلے مین مرے باندھو تعویذ توڑ ڈالے مرے گردن کا نہ من کا کاغذ
ورقِ دل پہ کھچی، داغ صنم کی تصویر تھا اسی کام کا یہ اور اسی فن کا کاغذ

ڈالتے ہو کیوں ہٹو دوپٹے کا تم آنچل دوش پر | بار ہے پہلے ہی گیسوئے مسلسل دوش پر
میکدے سے ہم چلے بیہوش ہو کر اس طرح | ہاتھ میں رکھا خم سے اور بوتل دوش پر
کشتگانِ ابروے پرخم کی دلوا دو نیاز | تم نے رکھی ہے کمان اول ہی اول دوش پر
یہ تجلی سب ملی ہے اُسکے عارض پر نور کی | جم گیا ہے نور گویا دو دو انگل دوش پر
لے گئے ہیں آج تو ای داغ وہ سینے سے دل | سر سلامت آپ پانے کے نہیں کل دوش پر

غیر بھی میری طرح کرتے ہیں آہیں کیونکر؟ | میں بھی دیکھوں کہ لپٹتی ہیں نگاہیں کیونکر؟
قہر ہے عہدِ جوانی کی اُمنگ اور ترنگ | دل بھی مانے وہ رقیبوں کو نہ چاہیں کیونکر؟
نہ دلاسا نہ تسلی نہ تشفی نہ وفا | دوستی اُس بتِ بدخو سے نباہیں کیونکر؟
زیرِ دیوار کبھی جھانک کے تم دیکھ تو لو ۱۹ | ناتوان کرتے ہیں دل تھام کے آہیں کیونکر؟
چاہ کا نام جب آتا ہے بگڑ جاتے ہو | وہ طریقہ تو بتا دو تمھیں چاہیں کیونکر؟
جب وہ آنکھوں میں سمائے مرے دل میں آئے ۲۰ | بند ہوں ناصحِ نافہم یہ راہیں کیونکر؟
شرم سے آنکھ ملاتے نہیں دیکھا اُن کو | پار ہوتی ہیں کلیجے کے نگاہیں کیونکر؟
دردمندوں سے کہیں ضبطِ فغاں ہوتا ہے؟ | چھپکے چھپکے ترے بیمار کراہیں کیونکر؟
یہ چلن کس نے سکھائے یہ طریقے کس نے؟ | آگئیں جور و جفا کی تمھیں راہیں کیونکر؟
داغ وہ چاہتے ہیں غیر کو چاہے یہ بھی | جو برا چاہے ہمارا اُسے چاہیں کیونکر؟

تم نگاہِ عاشقِ دلگیر پر | ناز ہو جس تیغ پر جس تیر پر
چارہ گر مرتے ہیں کیوں تدبیر پر | چھوڑ دیں مجھکو مری تقدیر پر
اِس نگاہِ امتحان کو دیکھنا | ہے کبھی مجھ پر کبھی شمشیر پر
یوں تو سو پہلو بٹھائیے وصل کے | دل نہیں جمتا کسی تدبیر پر
داغ سچ ہے جو خدا چاہے کرے | آدمی کا بس نہیں تقدیر پر

حسرت آتی ہے دلِ ناکام پر | اسکو دے ڈالوں خدا کے نام پر

ہو گیا صیّاد بھی عاشق مزاج خود بچھا جاتا ہے اپنے دام پر
جب پسند آتا ہی میرا شعر اُنھین گالیان پڑتی ہین میرے نام پر
جلنے لگتی ہو زبان کہتے ہی داغ آگ نکلجاتی ہو میرے نام پر

آئے کوئی، تو بیٹھ بھی جائے ذرا سی دیر مشتاقِ دید، لطف اُٹھائے ذرا سی دیر
مین دیکھ لون اُسے وہ نہ دیکھے مری طرف باتون مین اُسکو کوئی لگائے ذرا سی دیر
سب خاک ہی مین مجکو ملانے کو آئے تھے ٹھہرے رہے نہ اپنے پرائے ذرا سی دیر
تم نے تمام عمر جلایا ہے داغ کو کیا لطف ہو جو وہ بھی جلائے ذرا سی دیر

ناز ہوتا ہی اُنھین مال پرایا لیکر دون کی لیتے ہین میرا دلِ شیدا لیکر
مجھ گرانبارِ محبت کے ہین لاکھ مزار پہنچون جنت مین سہارے پہ سہارا لیکر
ایسے جینے سے تو ہی جان کا دینا اچھا کیا جیے گر جیے احسان کسی کا لیکر
شرطِ انصاف ہی یہ داغ کا دعویٰ ہی بجا آدمی عشق کرے نام ہمارا لیکر

منحصر قدر رہی رحمت کی گنہگارون پر مال کا مول ہے موقوف خریدارون پر
آگ تلوون سے لگی بزم عدو مین یارب ۲۱ فرش گل پر ہین مرے پاؤن کہ انگارون پر
داغ کا عشق بھی دنیا سے نرالا دیکھا دل جب آتا ہی تو آتا ہی دل آزارون پر

میرے دل کو دیکھ کر، میری وفا کو دیکھ کر بندہ پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر
ہم انھین آنکھون سے دیکھین گے تر احسن و جمال گر یہی آنکھین ہین اپنی حذا کو دیکھ کر
اتنا دیکھا تم نے اپنے دادخواہون کا ہجوم اب تو آنکھین کھل گئین روزِ جزا کو دیکھ کر
حضرتِ زاہد ہماری چھیڑ کی عادت نہین ۲۲ گدگدی ہوتی ہو دل مین پارسا کو دیکھ کر
ہم مٹے جسپر تری بیساختہ وہ بات تھی تو بھی عاشق ہو ہی جاتا اُس ادا کو دیکھ کر
غیر نے مہندی لگائی اُسکے ہاتھون مین جو داغ خون آنکھون مین اُتر آیا حنا کو دیکھ کر

نئی نظر مین ہیچ ہو سارے جہان کی سیر دل خوش نہ ہو تو کس کا تماشا کہان کی سیر

باب قبول تک نہین پہنچی ہماری آہ — پھر پھر کے کر رہی ہر ابھی آسمان کی سیر
سیر خزان بھی دیدۂ عبرت نگر کرے — کیا کی ہی جو کی بہار گل و گلستان کی سیر
دلّی مین پھول والون کی ہر ایک سیر داغ — ملبدے مین ہم نے دیکھ لی سارے جہان کی سیر

مٹ گئے عشق مین گھر سیکڑون ویران ہوکر — پھر گئی آنکھ تری گردش دوران ہوکر
نالے رہجاتے ہین رک رک کے مرے سینے مین — تیر بیٹھا ہر ترا حلق کا دربان ہوکر

محشر مین بعد پرسش اعمال دیکھنا — ہم دیکھتے پھرینگے تماشا ادھر ادھر
دیکھا ہی صبا اڑے نہ اسیرون کا آشیان — ہونے نہ پائے ایک بھی تنکا ادھر ادھر

مین داور محشر سے بہت داد طلب تھا — ۲۲ دہ ڈانٹ گئے مجکو برابر سے نکل کر
دلی سے چلو داغ کرو سیر دکن کی — گوہر کی ہوئی قدر سمندر سے نکل کر

سر بھی جائیے تو نہ جائے گا یہ سودا ہوکر — مجکو لپٹا ہے جنون جھاڑ کا کانٹا ہوکر

چھپتا ہی مرے دل مین ترے ناز کا انداز — آزار کا آزار ہی انداز کا انداز
کیا جھوم کے مستانہ چلا جانب مقتل — دیکھو تو ذرا عاشق جانباز کا انداز
یون زیر زمین خاک مین اچھو نکو ملانا — ٹھہرا فلک تفرقہ پرداز کا انداز
مین اس سے بھی خوش ہون کہ تری طرز جفا سے — ملتا ہی مرے طالع ناساز کا انداز
ہی داغ مقلد ہین اسی طرز کے ہم بھی — ہر شعر مین ہو بلبل شیراز کا انداز

عرض کرتے ہم جو ہوتے حضرت آدم کے پاس — آدمی وہ ہی کہ دنیا مین نہ بھٹکے غم کے پاس
نقد دل رکھ کر گرہ مین ہو گیا ہی مالدار — اس سے پہلے کیا دھرا تھا گیسوے پرخم کے پاس
تعزیت کو میری وہ آئے تو گھبرا جائینگے — چاہیے بزم طرب بھی مجلس ماتم کے پاس
دیکھ کر فیاض کو گھٹتی ہی کیا طبع بخیل — موت تھی قارون کی ہوتا اگر حاتم کے پاس
ہاتھ مین طاقت نہین کیا کیجیے اخفاے عشق — رہگیا آ آکے دامن دیدۂ پرنم کے پاس
کوئی خوش ہو ہمین پوچھتا بھی کوئی ہی ؟ — داغ جیسا دل ہی تیرے پاس ہی عالم کے پاس

شرط بھی اور پھر تمھاری شرط | جیت لی تم نے میں نے ہاری شرط
دل رباؤں کو ہے جفا لازم | دلِ فگاروں کو بیقراری شرط
جوشِ رحمت کے واسطے زاہد | ہے زرا سی گنہگاری شرط
ہر گھڑی اُن سے عشق کا دعوی | واہ اے داغ خوب ہاری شرط

ہیں بہت سے عاشقِ دلگیر جمع، | تیرے ترکش میں ہیں کتنے تیر جمع؟
اُنکی صورت سے ہمیں بھی عشق ہے | کرتے ہیں تصویر پر تصویر جمع
کس طرح یکجا ہوں داغ اپنے عزیز | ہونے دیتی ہی نہیں تقدیر جمع

نہ آئی بات جو دل سے زبان تک | وہ پہنچی بدگمان تک رازدان تک
یہ سب جھگڑے ہیں جانِ ناتوان تک | رہیگا دم کہانتک، غم کہان تک؟
مزے کی ہی ہماری بھی کہانی، | کوئی پہنچا دے اُنکے قصہ خوان تک
رہے کیا لطف آبادی میں داغ | وہ سارے لطف تھے خلد آشیان تک

رہا جذبِ دل کا اثر دیر تک | ملائے رہے وہ نظر دیر تک
مزے دے گیا ہو نہ پیغامِ شوق | کہ سنتا رہا نامہ بر دیر تک
کچھ ایسی رہی میری تغییرِ حال | وہ سوچا کیے دیکھ کر دیر تک

جو سخت بات سُنے دل تو ٹوٹ جاتا ہی ۲۲ اس آئینہ کی نزاکت کسی کو کیا معلوم

میں نے چاہا جو تمھیں اسکا گنہگار تو ہوں | مگر اتنا تو سمجھ لو کہ وفادار تو ہوں
عمر بھر آپ نے مجکو کبھی اچھا نہ کہا | خیر اچھا نہ سہی آپ کا بیمار تو ہوں
یا خدا پرسشِ اعمال کا دیتا ہوں جواب | بات کا ہوش کسے ہی ابھی ہوشیار تو ہوں
مے و معشوق سے انکار نہیں اے زاہد | عاشقِ زار تو ہوں رندِ قدح خوار تو ہوں
گو مرے پاس نہیں غیرتِ متاعِ کاسد | میں تماشائی اندازِ خریدار تو ہوں
داغ مرنے نہیں دیتا مجھے رشکِ اغیار | ورنہ مر جاؤں ابھی جان سے بیزار تو ہوں

اڑائی خاک تیری جستجو مین ہر کہین برسون | پھری ہے آسمان بنکر مرے سر پر زمین برسون
صفائی اسکو کہتے ہین اسی پر ناز ہے تمکو؟ | کدورت بیٹھ کر دل سے نکلتی ہے نہین برسون
خدا کی شان اب تم داغ کی صحبت سے جلتے ہو | وہی دلسوز ہے جو رہ چکا ہے دلنشین برسون

حال دل تجھ سے دل آزار کہون یا نہ کہون | خوف ہے مانع اظہار کہون یا نہ کہون؟
آخر انسان ہون مین صبر و تحمل کب تک | سیکڑون سن کے بھی دو چار کہون یا نہ کہون؟
آپ کا حال جو غیرون نے کہا ہے مجھ سے | ہین مرے کان گنہگار، کہون یا نہ کہون
نہین چھپتی نہین چھپتی نہین چھپتی الفت | سب کہے دیتے ہین آثار کہون یا نہ کہون
داغ ہے نام مرا برق طبیعت میری | گرم اس طرح کے اشعار کہون یا نہ کہون

ایک مین دل کے نہ ہونے سے ہزار آفت مین ہون | غم مین ہون یا تم مین ہون حیرت مین ہون حسرت مین ہون
کیون ہوا جاتا ہے دل پر ان بتون کا اختیار | مین تو یا اللہ تیرے قبضۂ قدرت مین ہون
شاہ میرا قدردان، احباب میرے مہربان | مین دکن مین جب سے ہون اے داغ اک جنت مین ہون

دور ہی دور سے اقرار ہوا کرتے ہین | کچھ اشارے سر دیوار ہوا کرتے ہین
مین برا، اور طبیعت مری اچھی، کیا خوب؟ | منتخب کیون مرے اشعار ہوا کرتے ہین
تیغ بھاری ہے، وہ نازک ہین، مری عمر دراز | شور سے قتل کے ہر بار ہوا کرتے ہین
داغ نے خط غلامی جو دیا فرمایا | ایسے ہی لوگ وفادار ہوا کرتے ہین

جل کے ٹھنڈے ہوئے ترے غم مین | ہمکو جنت ملی جہنم مین
کچھ ترا شوق، کچھ تری حسرت | اور رکھا ہی کیا ہے اب ہم مین؟
چل گئی چال آپ کی ہم پر | سیدھے سادے تھے آگئے دم مین
بزم دشمن مین کس طرح مرتا | موت آتی نہین جہنم مین
دل کی قیمت بہت ہے نیم نگاہ | یہ تو آ جائے گا اس سے بھی کم مین
اب عنایت ہے کیون خدا کے لیے؟ | کون سی بات بڑھ گئی ہم مین؟

داغ کو وہ جلا کے کہتے ہین   ہم نے روشن کیا ہر عالم مین

کسی کا مجھکو نہ محتاج رکھ زمانے مین   کمی ہر کون سی یا رب ترے خزانے مین
ملا نہ خرمن ہستی سے کچھ سوا سے اجل   بھرا ہر زہر مگر اسکے دانے دانے مین
ہمارے دل پہ لگائین تو وہ خدنگ نگاہ   یہ تیر ڈوب کے رہجاے گا نشانے مین
مآل کار خدا جانے داغ کب ہوگا؟   خدا سے کام پڑا آخری زمانے مین

وہ دشنام لاکھون مجھے دے رہے ہین   مزے لینے والے مزے لے رہے ہین
تسلّی مرے دل کو کیا دے رہے ہین   کلیجے مین وہ چٹکیان لے رہے ہین
خدا زندہ رکھے مرے دوستون کو   بہت چل بسے اور تھوڑے رہے ہین

دم نہین، دل نہین، دماغ نہین   کوئی دیکھے تو اب وہ داغ نہین
گر قیامت نہین ہر ان کو   کبھی حاصل ہے فراغ نہین
داغ کو کیون مٹائے دیتے ہو   دل سے ہو دور یہ وہ داغ نہین

نیند آئے جو کسی رات، یہ ممکن ہی نہین   مجھ پہ گزرے نہ قیامت، وہ کوئی دن ہی نہین
کس بھروسے پہ دکھاؤن نگہ یار کو دل؟   چور کا سارے جہان مین کوئی ضامن ہی نہین
ہر لڑکپن کا زمانہ، وہ ادا کیا جانین؟   ابھی موسم ہی نہین دن ہی نہین سن ہی نہین
کسکو اب داغ سنائے غزل اپنی کہکر   میر و مرزا ہی نہین غالب و مومن ہی نہین

کیون چراتے ہو دیکھ کر آنکھین   کر چکین میرے دل مین گھر آنکھین
ضعف سے کچھ نظر نہین آتا   کر رہی ہین ڈگر ڈگر آنکھین
نہ گئی تاک جھانک کی عادت   لیے پھرتی ہین دربدر آنکھین
داغ آنکھین نکالتے ہین وہ   انکو دیدو نکال کر آنکھین

سب لوگ جدھر وہ ہین ادھر دیکھ رہے ہین   ہم دیکھنے والون کی نظر دیکھ رہے ہین
پہلے تو سنا کرتے تھے عاشق کی مصیبت   اب آنکھ سے وہ آٹھ پہر دیکھ رہے ہین

مین داغ ہون مرتا ہون ادھر دیکھیے مجکو　　منھ پھیر کے یہ آپ کدھر دیکھ رہے ہین؟

یہ تو نہین کہ تم سا جہان مین حسین نہین　　اس دل کو کیا کرون یہ بہلتا کہین نہین

کیا لطف دے رہی ہین ادائین عتاب کی　　ہی موجِ بحرِ حسن، وہ چین جبین نہین

افسوس ہی کہ درد بھی اب چھوڑتا ہی ساتھ　　یہ ہی اخیر وقت کہین ہی کہین نہین

کہتے ہین لوگ داغ سے وہ بدگمان ہین　　ایسا تمھاری ذات سے اسکو یقین نہین

کل جو تھا آج وہ مزاج نہین　　اس تلون کا کچھ علاج نہین

عشق ہی بادشاہِ عالم گیر　　گرچہ ظاہر مین تخت و تاج نہین

صبر بھی دل کو داغ دے لین گے　　ابھی کچھ اسکی احتیاج نہین

بھوین تنتی ہین خنجر ہاتھ مین ہی تنکے بیٹھے ہین　　کسی سے آج بگڑی ہی کہ وہ یون تنکے بیٹھے ہین

دلون پر سیکڑون سکّے ترے جوبن کے بیٹھے ہین　　کلیجون پر ہزارون تیر اس چتون کے بیٹھے ہین

یہ گستاخی یہ چھیڑ اچھی نہین ہی اے دلِ نادان　　ابھی پھر روٹھ جائین گے ابھی وہ بن کے بیٹھے ہین

کوئی چھینٹا پڑے تو داغ کلکتے چلے جائین　　عظیم آباد مین ہم منتظر ساون کے بیٹھے ہین

تمام رات وہ جاگین وہ سوئین سارے دن　　خبر ہی کیا انھین کیونکر کٹے ہمارے دن؟

خدا بچائے قیامت کے ہین تمھارے دن　　یہ پیاری پیاری جوانی یہ پیارے پیارے دن

مجھے گزرتی ہی اک اک گھڑی قیامت کی　　جو اس طرح سے گزارے تو کیا گزارے دن؟

ہمیشہ تمکو مبارک ہو داغ اور نشاط　　پھرین تمھارے بھی جیسے پھرے ہمارے دن

آپ جنکو ہدفِ تیرِ نظر کرتے ہین　　رات دن ہائے جگر ہائے جگر کرتے ہین

تھک گئے نامۂ اعمال کو لکھتے لکھتے　　کیا فرشتون کا بُرا حال بشر کرتے ہین

حضرتِ داغ کو دلی کی ہوا خوب لگی　　رات دن عیش ہی جلسون مین بسر کرتے ہین

عذر آنے مین بھی ہی اور بلاتے بھی نہین　　باعثِ ترکِ ملاقات بتاتے بھی نہین

سر اٹھاؤ تو سہی آنکھ ملاؤ تو سہی　　نشۂ مے بھی نہین نیند کے ماتے بھی نہین

خوب پردہ ہے کہ چلمن سے لگے بیٹھے ہیں — صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں
ہو چکا قطعِ تعلق تو جفائیں کیوں ہوں؟ — جنکو مطلب نہیں رہتا وہ ستاتے بھی نہیں
زیست سے تنگ ہو اے داغ تو کیوں جیتے ہو — جان پیاری بھی نہیں جان سے جاتے بھی نہیں

چوٹ کھانا دلِ حزیں نہ کہیں ۲۵ — درد رہ جائے گا کہیں نہ کہیں
کیا ملے گا کوئی حسیں نہ کہیں — جی بہل جائے گا کہیں نہ کہیں
جنکو حوریں بیان کرتے ہیں — خلد میں ہوں یہی حسیں نہ کہیں
مجھکو گریاں اٹھا نہ محفل میں — بیٹھ جائے ابھی زمیں نہ کہیں
آپ کی گفتگو کا کیا کہنا — چار باتیں بھی دلنشیں نہ کہیں
داغ پھر تاک جھانک کرتے ہیں — اب گھر سے اب پھنسینگے کہیں نہ کہیں

اے فلک موردِ عتاب ہوں میں — وصل سے خاک کامیاب ہوں میں
دیکھیے خط کون انتظار کرے — اپنے قاصد کے ہمرکاب ہوں میں
داغ کیا خوفِ صرصرِ عصیاں؟ — خاکِ پائے ابوتراب ہوں میں

درد دل کا کوئی پہلو جو نکالوں تو کہوں — اپنے روٹھے ہوئے دلبر کو منا لوں تو کہوں
میں نے جو پائی ہے اس تیغِ ادا میں لذت — سامنے خضر و مسیحا کو بٹھا لوں تو کہوں
یک بیک سن کے مرا حال اٹھ جائیں گے — ہمنشیں میں انھیں باتوں میں لگا لوں تو کہوں
میں ہوں بیتاب وہ بدمست فسانہ ہے دراز — دل کو تھاموں تو کہوں انکو سنبھالوں تو کہوں

ہزار رنج و مصیبت کے دن گزارے ہیں — کبھی جو لڑ گئی قسمت تو وارے نیارے ہیں
خدا کی شان کرے کا بچا کیا ہے؟ — غضب ہے تو تو گنہگار ہم تمھارے ہیں
[illegible] اللہ جان ہیں یوں لو مان اے واعظ — خدا گواہ یہ بندے خدا کے پیارے ہیں

شکر ہے تیرا شکایت میں کروں تو کیا کروں؟ — بات کرنی ہے قیامت میں کروں تو کیا کروں؟
پاے پیرانہ بے طاقت ویراں، دور منزل راہ سخت — تو بتا اے شامِ غربت میں کروں تو کیا کروں؟

زندگی کا نہین سامان سرِ دل مین
غمزۂ یار نے کیا چھیڑ دی جھاڑ دل مین

تیر کی طرح سے چلتی ہین نگاہین دل پر
تیغ کی طرح، اُتر جاتے ہین ابرو دل مین

روح قالب مین ہو، یا غنچہ مین ہو بو پنہان
بند شیشے مین پری ہو کہ پری رو دل مین؟

شیوۂ راستی ایسا ہو دکن مین اے داغ
بل نہین رکھتے مسلمان سے ہندو دل مین

وعدہ کرنے کو وہ تیار تھے سچے دل سے
مین نے کمبخت یہ جانا مجھے دم دیتے ہین

عہد لیتے ہو کہ پھر بوسہ نہ لینا دیکھو
دینے والے بھی کہین لے کے قسم دیتے ہین

اُنکے اک جان نثار ہم بھی ہین
ہین جہان سو ہزار ہم بھی ہین

بزم دشمن مین لے چلا ہے دل
کیسے بے اختیار ہم بھی ہین

پوچھتا ہے جو مزاج اپنا کوئی فرقت مین
منہ سے اتنا ہی نکلتا ہے دعا کرتے ہین

دل گیا، تم نے لیا، ہم کیا کرین؟
جانے والی چیز کا غم کیا کرین؟

تماشائے دیر و حرم دیکھتے ہین
تجھے ہر بہانے سے ہم دیکھتے ہین

اس ادا سے وہ جفا کرتے ہین ۲۶ کوئی جانے کہ وفا کرتے ہین

پوچھے تو کوئی حضرت واعظ سے اتنی بات
ایسے ہی تھے جناب بھی عہد شباب مین؟

اُنکو خط لکھا ہے سو پہلو بچا کر خوف سے
ہے عبارت ہی عبارت مدعا کچھ بھی نہین

سنا دے قصہ خوان اُن کو مرا حال ۲۷ ملا دے یہ بھی ٹکڑا داستان مین

ہمارے شمع رو کے سامنے یون شمع کا جلنا
الٰہی کیسی چربی چھائی پروانے کی آنکھون مین ہے

دو باتون کی فریاد ہے درگاہ خدا مین
رحم، آئے ترے دل مین، اثر میری دعا مین

تھا عقدہ کشا کون کہ موجود ہین دیکھو
ٹوٹے ہوئے ناخون، گرہ بند قبا مین

ہین اس بت مہوش کے بہت چاہنے والے
انگشت نما داغ ہوا سارے جہان مین

عرصۂ حشر مین اللہ کرے گم مجکو
اور پھر ڈھونڈتے گھبرائے ہوئے تم مجکو

مین نے اس حال پہ بھی تمکو بہت سمجھایا
ضعف سے گرچہ نہ تھی تاب تکلم مجکو

مین بھی حیران ہون اے داغ کہ یہ ہے کیا بات؟ وعدہ وہ کرتے ہین آتا ہے تبسم مجکو

چلتے نہین ہین ساتھ مرے ہمسفر کے پانو ہر گام پر دبانے پڑے راہبر کے پانو

آتی ہے کوے یار سے مستانہ کس قدر کیا لڑکھڑا ئے جاتے ہین بادِ سحر کے پانو

وقتِ خرامِ ناز تعجب نہین اگر فتنے بھی اُڑکے چوم لین اُس فتنہ گر کے پانو

اے داغ آدمی کی رسائی تو دیکھنا سر پر دھرے ہین عرش نے خیر البشر کے پانو

واعظ بڑا مزا ہو اگر یون عذاب ہو دوزخ مین پانون ہاتھ مین جام شراب ہو

معشوق کا تو جرم ہو، عاشق خراب ہو کوئی کرے گناہ کسی پر عذاب ہو

وہ مجھ پہ شیفتہ ہو مجھے اجتناب ہو یہ انقلاب ہو تو بڑا انقلاب ہو

دنیا مین کیا دھرا ہے؟ قیامت مین لطف ہو میرا جواب ہو نہ تمھارا جواب ہو

نکلے حد سے وہ، یہی چرچا ہوا کیا اس طرح کا جمال ہو ایسا شباب ہو

دَر پردہ تم جلاؤ، جلاؤن نہین یہ خوش میرا ابھی نام داغ ہے گر تم حجاب ہو

میرے پہلو سے وہ اُٹھے غیر کی تعظیم کو بندگی کو بندگی، تسلیم ہے تسلیم کو

ہے بڑی دولت جو ہاتھ آجائے کوئی خوبرو اے ہوس ڈھونڈھتا ہے کیا طلا و سیم کو

آسمان دیتا ہے مجبور رنج غیر دن کو خوشی واہ کیا کہنا ہے، کیا کہنے ہین اس تقسیم کو

اپنے دل کا حال ہے دم بھر مین کچھ دم بھر مین کچھ آگ لگ جائے الٰہی اس امید و بیم کو

جب یہین اے داغ وحشت ہے تو آسائش کہان؟ جائیے ہندوستان سے کون سی اقلیم کو

ہمارے دل مین بے کھٹکے محبت اپنی رہنے دو امانت دار کا گھر ہے، امانت اپنی رہنے دو

جو ہین مشتاق اُنکے دل مین حسرت اپنی رہنے دو کوئی دن اور بھی پردے مین صورت اپنی رہنے دو

وہان ہے بے نیازی داغ اس سے کیا غرض اُنکو؟ یہ طاعت اپنی رکھ چھوڑو عبادت اپنی رہنے دو

اُنھین یہ جستجو ہے مرنے والا کوئی پیدا ہو مگر بہتر سے بہتر ہو، مگر اچھے سے اچھا ہو

خمار ایسے یون وقتِ سحر بگڑا مزاج اپنا کسی نے رات بھر جیسے پریشان خواب دیکھا ہو

ابھی نفرت ہی تمکو داغ سے وہ دن بھی آتی ہیں — خدا چاہے تو اُس کمبخت کو دل سے تمھیں چاہو

تم آئینہ ہی نہ ہر بار دیکھتے جاؤ — مری طرف بھی تو سرکار دیکھتے جاؤ

یہ شامت آئی کہ اُسکی گلی میں دل نے کہا — کھلا ہے روزن دیوار دیکھتے جاؤ

تمھاری آنکھ مرے دل سے بے سبب بیوجہ — ہوئی ہے لڑنے کو تیار دیکھتے جاؤ

ادھر تو آہی گئے اب تو حضرت زاہد — یہیں ہے خانۂ خمار دیکھتے جاؤ

کوئی نہ کوئی ہر اک شعر میں ہے بات ضرور — جناب داغ کے اشعار دیکھتے جاؤ

زلف وہ دام کہ جس دام سے آزاد نہ ہو — آنکھ وہ چور کہ جس چور کی فریاد نہ ہو

ہائے وہ دل وہ کلیجہ میں کہاں سے لاؤن؟ ۲۸ — وصل میں شاد نہ ہو ہجر میں ناشاد نہ ہو

جور کے بعد ہے اب حرف تسلی کیسا؟ — اُس سے فرمائیے جسکو وہ گھڑی یاد نہ ہو

دیکھ اے شام غریبی وہ مسافر میں ہون — جسکو گھر یاد نہ ہو جسکو وطن یاد نہ ہو

کوستے ہیں وہ الٰہی کہ دعا دیتے ہیں — داغ کو دیکھ کے کہتے ہیں یہ ناشاد نہ ہو

جو دل قابو میں ہو تو کوئی رسوائے جہان کیون ہو؟ — خلش کیون ہو؟ طپش کیون ہو؟ قلق کیون ہو؟ فغان کیون ہو؟

یہ مصرع لکھ دیا ظالم نے میری لوح تربت پر — جو ہو فرقت کی بیتابی تو یون خواب گران کیون ہو؟

ہمیشہ آدمی کا آدمی غمخوار ہوتا ہے — یہی بے اعتباری ہو تو کوئی رازدان کیون ہو؟

ممکن نہیں کہ تیری محبت کی بو نہ ہو — کافر اگر ہزار برس دل میں تو نہ ہو

کیا لطف انتظار جو تو حیلہ جو نہ ہو — کس کام کا وصال اگر آرزو نہ ہو

زاہد مزا تو جب ہے عذاب و ثواب کا — دوزخ میں بادہ کش نہون جنت میں تو نہ ہو

عشق تاثیر کرے، اور وہ تسخیر بھی ہو — یہ تو سب کچھ ہو مگر خواہش تقدیر بھی ہو

جعلسازون نے بنایا ہے شکایت نامہ — کیون خفا آپ ہوئے یہ مری تحریر بھی ہو

خدا شاہد خدا شاہد ہے کیون کہتی ہو عدو ہون؟ — خدا کو کیا غرض ہے میرے تمھارے درمیان کیون ہو؟

تو یہ جان خفا ہے کیا خبر قاتل کے آنے کی — بتاؤ تو سہی تم داغ ایسے شادمان کیون ہو؟

ہو قیس کا تو شوق زمانے پر آشکار — کیا جانے کوئی صاحبِ محمل کی آرزو؟
دنیا سرائے تنگ ہو محشر ہو جائے تنگ — عاشق کہاں نکال سکے دل کی آرزو؟

کیوں وعدۂ وصال سے دل بدگمان نہ ہو؟ — یہ شرط ہو گئی کہ خدا درمیان نہ ہو
مٹی کی صورت اس سے تو اے داغ خوب ہو — معشوق کیا جو شوخ نہ ہو خوش گلو نہ ہو

تمکو جیا ہا تو خطا کیا ہو بتا دو مجکو — دوسرا کوئی تو اپنا سا دکھا دو مجکو

یوں میرے ساتھ دفن دلِ بیقرار ہو — چھوٹا سا اک مزار کے اندر مزار ہو

کیوں کرتے ہو دنیا کی ہر اک بات سے توبہ — منظور تو ہو میری ملاقات سے توبہ؟
بیعت بھی جو کرتا ہو، تو وہ دستِ سبو پر — حکراتی ہو کیا رندِ خرابات سے توبہ؟
خود ہم نہ ملیں گے نہ کہیں جائیں گے مہمان — کی آپ نے واللہ نئی گھات سے توبہ
وہ آئی گھٹا جھوم کے للچانے لگا دل — واعظ کو ملا دو کہ چلی بات سے توبہ
یہ داغ قدح خوار کے کیا جی میں سمائی؟ — سنتے ہیں کیے بیٹھے ہیں، وہ رات سے توبہ

دل کی ہو یہ روش خلش درد وغم کے ساتھ — کتنے لگے پڑے ہیں یہاں ایک دم کے ساتھ
چلتا ہو ساتھ ایک مسافر کے دوسرا — اے کاش آرزو بھی نکل جائے دم کے ساتھ
عادت بھی ہو دروغ کی خوفِ خدا بھی ہو۔ — وہ کانپ جاتے ہیں جھوٹی قسم کے ساتھ
اہلِ دول نہ دیکھیں مجھے چشمِ کم سے داغ — دولت لگی پڑی ہو مرے دم قدم کے ساتھ

لڑ گئی یارِ گلعذار سے آنکھ — اب نہیں جھپتی ہزار سے آنکھ
دید کا بھی ہو کیا بڑا لپکا؟ — ۲۹ نہیں رہتی ذرا قرار سے آنکھ
نشہ تیرا اتر گیا اے داغ — کھل گئی غفلتِ خمار سے آنکھ

یوں شبِ وعدہ رہی، طالبِ دیدار کی آنکھ — جس طرح سوے چمن مرغِ گرفتار کی آنکھ
کیوں نہ پرخون ہو ازل سے؟ کہ ملا ہو مجکو — شیشۂ بادہ کا دل ساغرِ سرشار کی آنکھ
ہوتی جاتی ہو سوا، بوسۂ لب کی قیمت — دیکھتے جاتے ہیں وہ اپنے خریدار کی آنکھ

ٹپکی پڑتی ہی نگہ سے تری الفت ای داغ ۳۰ کوئی چھپتی ہی محبت کی نظر پیار کی آنکھ

یان تو سنا ہے جاتے ہین عشق بتان کے ساتھ — زاہد نبیڑ لین گے وہان کی وہان کے ساتھ

پھونکا نہ دام کو، نہ جلایا قفس مرا — بجلی کی تیزیان تھین فقط آشیان کے ساتھ

واماندگی نے ایک جگہ تو بٹھا دیا — پھرتے تری تلاش مین کیا کاروان کے ساتھ

مٹتی نہین ہی خانہ خرابی کسی طرح — کیا میری بیکسی بھی بنی تھی مکان کے ساتھ؟

سب کو ہی، تیری یاد کی لذت، جُدا جُدا — دل کی ہی دل کے ساتھ زبان کی زبان کے ساتھ

اللہ کرے کہ بند نہ ہو داغ کی زبان — تعریف آپ کی ہی اسی خوش بیان کے ساتھ

دل لے کے نہ کچھ مانگ صنم، اور زیادہ ۳۱ مقدور نہین، تیری قسم، اور زیادہ

تلوار جو ہو جاسے کمان، خوب نہین ہی ۳۲ ابرو مین نہ ہو تان کے خم اور زیادہ

زندان سے بیابان مین تو آفت ہوئی بڑھکر — کانٹون نے لیے میرے قدم اور زیادہ

قاصد مگر اغیار کا لکھا ہی جہان حال — پاتا ہون وہان زورِ قلم اور زیادہ

صد شکر کہ نواب کے الطاف سے ای داغ — ہین چند اہل سخن جمع ہین، کم اور زیادہ

ایک طوفان سے ہے غم عشق مین رونا کیا ہی؟ — نہین معلوم کہ انجام کو ہونا کیا ہی؟

چار باتین بھی کبھی آپ نے گھل مل کے کہین — انھین باتون کا ہی رونا، مجھے رونا کیا ہی؟

کاوش و کینہ و بیرحمی و آزار و ہی — اور اب اسکے سوا آپ سے ہونا کیا ہی؟

ابر رحمت ہی اُدھر، دیدۂ پُرنم ہی اِدھر — مشکل اس نامۂ اعمال کو دھونا کیا ہی؟

اُسکی ٹھوکر سے بھی کمبخت نہ جاگا، افسوس — موت ہی داغ سیہ مست کا سونا کیا ہی؟

گر مرض ہو دوا کرے کوئی — مرنے والے کا کیا کرے کوئی؟

اس گلے کو گلا نہین کہتے — گر مزے کا گلا کرے کوئی؟

تم سراپا ہو صورتِ تصویر — تم سے پھر بات کیا کرے کوئی؟

کہتے ہین ہم نہین خدا ہے کریم — کیون ہماری خطا کرے کوئی؟

جسمیں لاکھوں برس کی حوریں ہوں ایسے جنت کو کیا کرے کوئی؟
مُنھ لگاتے ہی داغ اترانا لطف ہی پھر جفا کرے کوئی؟

جو بے آگ جل جائے وہ دل یہی ہے جو بے زخم تڑپے، وہ بسمل یہی ہے
بُرائی نہ چاہے بُروں سے بنا ہے اگر ہے تو دنیا میں مشکل یہی ہے
طبیعت کا آنا ہے آفت کا آنا کرے صبر انسان مشکل یہی ہے
نہ آئے گا کوئی نہ بیٹھے گا کوئی اگر آپ کا رنگِ محفل یہی ہے
خدا نے بنایا بتوں نے بگاڑا نہ کعبہ، نہ بُت، خانہ وہ دل یہی ہے
دغا وہ کریں، داغ یہ کس نے مانا؟ مگر آپ کا زعمِ باطل یہی ہے

نکالو داغ کو اپنے مکان سے چلا آیا یہ دیوانہ کہاں سے؟
انھیں غصہ نہیں ہے شوق قاصد چلیں گے وہ وہاں ہم یہاں سے
مری آہیں رقیبوں کی دعائیں یہ فوجیں لڑ رہی ہیں آسمان سے
کہاں ہے داغ اب اپنا ٹھکانا؟ اُٹھا بیٹھے ہیں دل دونوں جہاں سے

جو نکلا پیچ سے کاکل کے دل، زلفِ دوتا لپٹی چھُٹا جب اک بلا سے دوسری پیچھے بلا لپٹی
صبا اٹکھیلیاں کرتی ہے کیا کیا راہ میں اُن سے کبھی کاکل سے آلپٹی کبھی دامن سے جا لپٹی
نہ روکے سے رُکا آخر گیا داغ اُسکے کوچے میں نمانا ایک کا کہنا بہت خلقِ خدا لپٹی

گلشن میں ہرے ہو کے شجر لائے ثمر بھی اے بارشِ رحمت کوئی چھینٹا تو ادھر بھی
رکھتا ہی نہیں کوئی، کہاں جا کے رہے دل؟ مثلِ گلِ بازی یہ ادھر بھی ہے اُدھر بھی
میں صبحِ شبِ وصل نہ دیکھوں اُسے جاتے آنکھوں میں بھی آجائے سپیدیِ سحر بھی
اے داغ دمِ نزع ہیں وہ منتظر اسکے کیوں دیر لگا رکھی ہے جلدی کہیں مر بھی

نزاکت مانعِ زور آزمائی ہوتی جاتی ہے کہ شاخِ گل سے جب اُنکی کلائی ہوتی جاتی ہے
مخاطب ہوں کسی سے بزم میں وہ چوٹ ہے مجھ پر مرے ہی سامنے میری بُرائی ہوتی جاتی ہے

وہ چشم فتنہ زا سے دیکھ کر آئینہ کہتے ہین — بہت اے شوخ تجھ مین بیحیائی ہوتی جاتی ہے
کدورت سی کدورت تھی مٹا یا داغ کو جس نے؟ — بحمد اللہ اب اُن سے صفائی ہوتی جاتی ہے

سب سے تم اچھے ہو تم سے مری قسمت اچھی — ۳۴ — یہی کمبخت دکھا دیتی ہے صورت اچھی
ہر طرح دل کا ضرر جان کا نقصان دیکھا — نہ محبت تری اچھی، نہ عداوت اچھی
ہجر مین کس کو بلاؤن؟ نہ بلاؤن کس کو؟ — موت اچھی ہے الہی کہ قیامت اچھی؟
عیب اپنے بھی بیان کرنے لگے آخر کار — ۳۵ — ہو گئی اُن کو برا کہنے کی عادت اچھی
زور و زر سے بھی کہین داغ حسین ملتے ہین؟ — اپنے نزدیک تو ہے سب سے اطاعت اچھی

ہجر کی یہ رات کیسی رات ہے؟ — ایک مین ہون یا خدا کی ذات ہے
ضعف سے اُٹھتے نہین دست دعا — اب ہماری شرم اُسکے ہات ہے
داغ سے جا کر ملے تھے ہم بھی آج — آدمی خوش وضع خوش اوقات ہے

ساتھ شوخی کے کچھ حجاب بھی ہے — ۳۶ — اس ادا کا کہین جواب بھی ہے؟
رحم کر میرے حال پر واعظ — کہ اُمنگین بھی ہین شباب بھی ہے
مار ڈالا ہے اس دورنگی نے — مہربانی بھی ہے عتاب بھی ہے
عشقبازی کو ہے سلیقہ شرط — ۳۷ — یہ گنہ بھی ہے یہ ثواب بھی ہے
داغ کا کچھ پتا نہین ملتا — کہین وہ خانمان خراب بھی ہے؟

اُس نے جب یک نگاہ دیکھا ہے — حال دل کا تباہ دیکھا ہے
سچ بتا تو نے بھی شب فرقت — کبھی روز سیاہ دیکھا ہے
واقعی ہم نے تیرے کوچے مین — داغ کو گاہ گاہ دیکھا ہے

پھرے راہ سے وہ یہان آتے آتے — اجل مر رہی تو کہان آتے آتے؟
ابھی سن ہی کیا ہے؟ جو بیتابیان ہون — اُنھین آئین گی شوخیان آتے آتے
نتیجہ نہ نکلا، تھکے سب پیامی — وہان جاتے جاتے یہان آتے آتے

ہنین کھیل اے داغ، یارون سے کہدو | کہ آتی ہے اُردو زبان آتے آتے

اطاعت مین اغیار خامی کرینگے | ہمین بندہ پرور غلامی کرین گے
وہ کیا چارۂ تلخکامی کرین گے | یہی نا کہ شیرین کلامی کرین گے!
نہ گھبراؤ تم داغ مطلب تمھارا | ادا سب بیانی سلامی کرین گے

قیامت ہین بانکی ادائین تمھاری | اِدھر آؤ لے لون بلائین تمھاری
زمانے مین ہین یادگارِ زمانہ | وفائین ہماری جفائین تمھاری
بھڑک جائے کیونکر نہ انسان سُنکر؟ | رسیلی رسیلی صدائین تمھاری
ہر اک داستان ہے نہایت مزے کی | ہم اپنی کہین یا سنائین تمھاری؟
وہ گھبرا گئے آخرا اے حضرتِ دل | کہانتک سُنین التجائین تمھاری؟
اُٹھائے ہین صدمے بہت داغ تم نے | الٰہی مرادین بر آئین تمھاری

عرضِ احوال کو گلا سمجھے | کیا کہا مین نے آپ کیا سمجھے؟
اُن اشارون کو کوئی کیا سمجھے | نگہ ناز سے خدا سمجھے
پردے پردے مین گالیان دیکر | مجھ سے وہ پوچھتے ہین کیا سمجھے؟
اِن کنایون کو اپنے تم سمجھو | بات وہ ہے جو دوسرا سمجھے
سچ تو یہ ہے کہ وہ بُتِ مغرور | اپنے آگے کسی کو کیا سمجھے؟
آدمیت کی شرط ہے اے داغ | خوب اپنا بُرا بھلا سمجھے

ٹپکتی ہے بہت بار نظر سے | ہمارے ہاتھ لپٹا لو کمر سے
سنا دکا شام فرقت کو کسی نے (۳۱) | دوہائی دے رہا تھا مین سحر سے
انھین فرصت کہ اسکا سر اُتارا | ہمین فرصت کہ چھوٹے دردِ سر سے
خدا کی دین ہے غم ہو کہ شادی | یہ بندے لائے ہین کیا اپنے گھر سے
رقیبِ رو سیہ کیون سر چڑھا ہے؟ | اسے صدقہ کرو تم داغ پر سے

دل کا سرمایہ وہ دزدیدہ نظر کیا لے گی؟
اُتنا دینا بھی پڑے گا اُسے جتنا لے گی

نہ کرین میرے لیے حضرتِ ناصح تکلیف
خود طبیعت دلِ بیتاب کو سمجھا لے گی

چین سے آپ رہین کچھ مری پروا نہ کرین
کیا شبِ ہجر بلا ہے کہ مجھے کھا لے گی؟

شاہدِ دیندار کا وہ فیض ہے جاری اے داغ
حشر تک سب سے مزے دین کے دنیا لے گی

جب سے بسی ہوئی کسی گلگون قبا مین ہے
مین کیا کہون کہ نکہتِ گل کس ہوا مین ہے

خالی نہین ہے اُنکی شرارت سے شرم بھی
جو کچھ بجی ادا سے وہ شوخی حیا مین ہے

گزری کبھی نہ چین سے ہمکو کوئی گھڑی
جو ابتدا مین غم تھا وہی انتہا مین ہے

سر پھوڑنا فضول ہے دم توڑنا عبث
دل پھیرنے بتون کا یہ قدرت خدا مین ہے

اب دیکھیے جو داغ کو وہ داغ ہی نہین
سب رنگ چھوڑ چھاڑ کے یادِ خدا مین ہے

ہم اس جہان سے ارمان لیکے جائینگے
خدا کے گھر یہی سامان لیکے جائین گے

ہمین یہ فکر کہ دل سوچ سمجھ کر دین
اُنھین یہ ضد کہ اسی آن لیکے جائین گے

اس آستان پہ جو دی جان داغ بیکس نے
جنازہ آپ کے دربان لیکے جائین گے

ہر دم اسی کی دُھن ہے اُسی کا خیال ہے
چھوٹے چھٹائے ربط پر اب تک یہ حال ہے

جب ہو نہ اعتبار تو کہنے سے فائدہ؟
اللہ جانتا ہے جو اس دل کا حال ہے

کافر نہ مین ہون اور نہ محشر ہے بزم یار
اپنے کیے سے پھر مجھے کیون انفعال ہے

اے داغ اُنکی رنجش بیجا کا کیا علاج؟
اپنے قصور پر بھی تو مجھ سے ملال ہے

دل لے ہی چلے ناز سے شوخی سے ہنسی سے
اب اُنکی بلا آنکھ ملاتی ہے کسی سے

معشوقون کو عشاق نے بیدرد بنایا
انصاف تو یہ ہے کہ ہوئی چوک سبھی سے

اے داغ کرین وہ ستم ایجاد کہانتک؟
کیا ناک مین دم ہے تری ایذا طلبی سے

دل جگر سب آبلون سے بھر چلے
مر چلے اے سوزِ فرقت، مر چلے

کٹتی ہے رگ رگ ہماری حلق سے
دم مین دم جب تک رہے خنجر چلے

راہ ہے دشوار و منزل دور تر
پا شکستہ کیا کرے؟ کیونکر چلے؟

جس جگہ ٹھہرا دیا ٹھہرے رہے
جس طرف کو لے چلا رہبر چلے

مار ڈالے گی قفس میں بوئے گل
ہم اسیروں سے ہوا بچ کر چلے

داغ کے لب پر یہی مصرع ورد کا
جب تلک بس چل سکے ساغر چلے

گو وصل ہو لیکن مجھے باور تو نہیں ہے؟
ہاں، دل میں نہ ہو آنکی زبان پر تو نہیں ہے

پھر جائے تو پھر جائے، بلا سے، نہیں پروا
کچھ آپ کا دل میرا مقدر تو نہیں ہے؟

چبھتی ہے تری بات مرے دل میں ہمیشہ
آخر یہ زبان ہے کوئی نشتر تو نہیں ہے؟

کیوں قصدِ صنم خانہ کیا، داغ، جو تو نے
کمبخت ترے پاؤں میں چکر تو نہیں ہے؟

مجھے انجامِ الفت کی پڑی ہے
یہ غم آٹھوں پہر چونسٹھ گھڑی ہے

مروت بھی ہو تیری آنکھ میں کاش
کٹیلی ہے، رسیلی ہے، بڑی ہے

جنازہ دیکھ لو عاشق کا در پر
۳۹ سواری اس مسافر کی کھڑی ہے

امانت رکھ تو لوں داغِ محبت
مگر ڈرتا ہوں یہ جوکھوں بڑی ہے

وہی اک بات ہے لیکن تری بات
عدو سے نرم ہے مجھ سے کڑی ہے

ملازم شاہِ آصف جاہ کے ہیں
جنابِ داغ کی قسمت بڑی ہے

ناوک لگا جگر پہ، ہوا دل پہ سناں لگی
کاری لگی نظر تری، کافر، جہاں لگی

آتا ہے ہم کو تلخیِ دشنام میں مزا
اس چاٹ پر لگی تو تمھاری زبان لگی

تقدیر نے نہ جمنے دیا اس جگہ مجھے
اکھڑے قدم وہاں سے طبیعت جہاں لگی

بیتاب مجھکو دیکھ کے وہ پوچھتے ہیں داغ
کمبخت تیرے چوٹ بتا تو کہاں لگی؟

جمع ہیں پاک اک زمانے کے
ہائے جلسے شراب خانے کے

برق پھونکے اُڑائے بادِ خزاں
چار تنکے ہیں آشیانے کے

اہلِ جنت کے بھی دلوں پہ داغ
نقش ہیں اس نگار خانے کے

ناز اعدا اُٹھے گا مشکل سے
دل بدل لیجیے مرے دل سے

میری تصویر بھی وہ دیکھتے ہیں
کس بُری آنکھ، کس بُرے دل سے

مٹ گئے ہم تو جب یہ اُسنے کہا
تو نے شکوے کیے تھے کس دل سے؟

آتشِ عشق میں مزا کیا ہے؟
پوچھیے اسکو داغ کے دل سے

وہ کہتے ہیں گھبرا کے مرے دستِ دعا سے
کیا عرش پہ جا پہنچیں گے یہ ہات ذرا سے

میں بزم سے اُٹھ جاؤں، نکل جاؤں، چلا جاؤں
کیا بات ہوئی خیر تو ہے کیوں ہو خفا سے؟

جب دیکھتے ہیں داغ کو ہوتا ہے یہ ارشاد
معلوم نہیں زندہ ہے یہ کس کی دعا سے؟

کچھ جفا بھی ہے کچھ وفا بھی ہے
دل لگی کا یہی مزا بھی ہے

زندگی اور اُس زمانے کی
ایسے جینے کا کچھ مزا بھی ہے؟

تیری امداد کے لیے اے آہ
پیچھے پیچھے مری دعا بھی ہے

میں سناؤں تو داستان اپنی
آپ کو بات کا مزا بھی ہے؟

تو نے پوچھا نہ ایک دن ہم سے
کچھ ترے دل میں مدعا بھی ہے

اسکو عاشق بھی لوگ کہتے ہیں
داغ کا نام دوسرا بھی ہے

اُسکی نگہ سے ہر دم جی پر بنی رہے گی
برچھی میں دل رہے گا دل میں انی رہے گی

نبھ جائے اُسنے اپنی جس طرح ہو غنیمت
یہ جانتے ہیں اکثر بگڑی بنی رہے گی

اے داغ تیری صورت دیکھیں گے وہ نہ ڈر کر
چھائی ہوئی جو منھ پر یوں مردنی رہے گی

آتے جاتے مرے بالیں پہ قضا ہار گئی
آئی سو بار شبِ وعدہ تو سو بار گئی

جسکو کہتے ہیں اثر وہ نہ ملا ہے نہ ملے
کیا گئی آہ فلک تک بھی اگر بار گئی؟

مرے مرنے کی خبر سُن کے کہا خوب ہوا
روز کا قصہ گیا روز کی تکرار گئی

داغ خورشیدِ قیامت نے قیامت کی ہے
آج کیا جانے کہاں اپنی شبِ تار گئی

وہ دل لے کے چپکے سے چلتے ہوئے
یہاں رہ گئے ہاتھ ملتے ہوئے

نہ اترا سیئے دیر لگتی ہے کیا؟ زمانے کو کروٹ بدلتے ہوئے
ذرا داغ کے دل پہ رکھو تو ہات بہت تم نے دیکھے ہیں جلتے ہوئے

دیے ہیں ہجر میں دکھ درد کس بلا کے مجھے شب فراق میں مارا الٹا الٹا کے مجھے
مکدر اہل فلک میری مشت خاک سے ہیں بگاڑ ڈال دیا آدمی بنا کے مجھے؟
کہا یہ دل نے، چلو آج کوئے قاتل میں اجل کہاں سے کہاں لے گئی لگا کے مجھے؟
غضب ہے آہ مری داغ نام ہے میرا تمام شہر جلاؤ گے کیا جلا کے مجھے؟

مجھکو جنت میں نہ راحت ہوگی گر یہی دل یہی قسمت ہوگی
تیرے ہاتھوں مجھے، اے رنج فراق کبھی مرنے کی بھی، فرصت ہوگی؟
کوچۂ یار، کوئی چھٹتا ہے؟ ہیں نہ ہونگا مری تربت ہوگی
اب کے سمجھانے سے اٹھ کر اے داغ کعبے جائیں گے جو وحشت ہوگی

جب پاؤں تھکے تو جستجو کی جب دل نہ رہا تو آرزو کی
کچھ ضبط، ہماری خاطر، اے چشم کچھ شرم ہماری آبرو کی
اس خانہ خراب دل میں اے داغ مٹی ہے خراب آرزو کی

طبیعت کوئی دن میں بھر جائیگی چڑھی ہے یہ ندی اتر جائیگی
رہیں گی دم مرگ تک خواہشیں یہ نیت کوئی آج بھر جائیگی؟
نہ جائے کوئی میری میت کے ساتھ میری بیکسی نوحہ گر جائیگی
شب وعدہ آجاؤ ورنہ قضا مرے سر یہ احسان دھر جائیگی
دیا دل تو اے داغ اندیشہ کیا؟ گزرنی جو ہوگی گزر جائیگی

ابھی نزاکت رفتار یار باقی ہے ابھی زمانہ ناپائدار باقی ہے
مریض عشق کی کیا پوچھتے ہو؟ یہ پوچھو کہ زندہ کوئی بھی بیمار وار باقی ہے؟
دم اخیر ہے اے داغ توبہ کر توبہ کہ روسیاہ ابھی اختیار باقی ہے

حسرتیں لے گئے اس بزم سے چلنے والے
ہاتھ ملتے ہی اُٹھے عطر کے ملنے والے

دیکھیے کیا ہو الٰہی مرے نامے کا جواب؟
پاس انکے ہیں بہت زہر اُگلنے والے

ان جفاؤں پہ وفا کوئی نہ کرتا، لیکن
دل بدلتا نہیں او آنکھ بدلنے والے

کر دیئے صحبتِ اغیار کے شکوے پہ کہا
آپ اے داغ ہمیشہ کے ہیں جلنے والے

کہنے دیتی نہیں کچھ منھ سے محبت تیری
لب پہ رہ جاتی ہے آ آ کے شکایت تیری

دیکھیے کرتی ہے رسوا یہ زمانہ کیا کیا؟
مجھکو یہ حیا مری، تجھکو یہ صورت تیری

یاد سب کچھ ہیں مجھے ہجر کے صدمے، ظالم
بھول جاتا ہوں مگر دیکھ کے صورت تیری

کوچۂ یار میں بھی جی نہیں لگتا اے داغ
دیکھیے جائے گی کس روز یہ وحشت تیری

دوست خوش ہونے لگے دوست کے مرجانے سے
غم کا یہ کال پڑا ہے مرے غم کھانے سے

پندگو، دیکھ ذرا ہاتھ تو رکھ کر دل پر
لگ گئی آگ زیادہ ترے سمجھانے سے

کیجیے فکرِ سخن خاک، وہ دل ہی نہ رہا
داغ فرصت ہی نہیں، رونے سے، غم کھانے سے

رنج صحت سے ہے، جو واقف دل شیدا ہو جائے
داغ ارمان بنے، درد تمنا ہو جائے

کچھ نہ ہو تیری محبت میں پر اتنا ہو جائے
کہ ترے ہجر کی مرگی مجھکو گوارا ہو جائے

ہوں وہ ناکام تمنا جو اجل چاہوں میں
موت آکر مرے بالیں پہ مسیحا ہو جائے

ترے انداز وہ کافر ہیں بُتِ ہوش رُبا
آدمی کیا جو فرشتہ ہو تو شیدا ہو جائے

آسمان سے بھی شکایت نہ کروں میں کیا خوب؟
میرا چاہا تو نہ ہو آپ کا چاہا ہو جائے

دشمنِ جان نہ سہی، آپ مسیحا ہی سہی
داغ رنجور کسی طرح سے اچھا ہو جائے

یوں مٹا جیسے کہ دہلی سے گمانِ دہلی
تھا جو نام و نشان، نام و نشانِ دہلی

لے گئے لوٹ کے اب شوکت و شانِ دہلی
پوربی پہلے اُڑاتے تھے زبانِ دہلی

اس سے بڑھ کر نہیں محشر میں کوئی طولِ حساب
بس یہی ہوگا کہ ہم اور بیانِ دہلی

میر و غالب و آزردہ سے پھر لوگ کہاں؟
داغ اب یہ ہیں غنیمت ہمہ دانِ دہلی

کیا شبِ ہجر مرے سر پہ بلا لاتی ہے ۔۔۔ اپنے ہمراہ، اجل کو بھی، لگا لاتی ہے
کون، مرنے کو ترے کوچے میں، خود آتا ہے؟ ۔۔۔ یہ بیتابیِ دل ہے، کہ اُڑا لاتی ہے
جب کہیں، جان سے، میں ہو کے خفا جاتا ہوں ۔۔۔ نقشوں سے مجھے تقدیر پھنسا لاتی ہے
مجھکو اے داغؔ، کئی دن سے وہ یہ کہتے ہیں ۔۔۔ تجھکو کمبخت یہاں تیری قضا لاتی ہے

مجھے اے اہلِ کعبہ یاد کیا میخانہ آتا ہے ۔۔۔ اِدھر دیوانہ جاتا ہے، اُدھر مستانہ آتا ہے
تڑپتا لوٹتا اُڑتا جو بیتابانہ آتا ہے ۔۔۔ یہ مرغِ نامہ بر آتا ہے یا پروانہ آتا ہے؟
وہ نازک ہیں، تو کیا اپنے سے خنجر پھر نہیں سکتا؟ ۔۔۔ تجھے کچھ ننگ بھی اے ہمتِ مردانہ آتا ہے؟
رُخِ روشن کے آگے شمع رکھ کر وہ یہ کہتے ہیں ۴۴ اُدھر جاتا ہے دیکھیں یا اِدھر پروانہ آتا ہے؟
دغا، شوخی، شرارت، بیحیائی، فتنہ پردازی ۔۔۔ تجھے کچھ اور بھی اے نرگسِ مستانہ آتا ہے؟
سکندر آئینے سے، جام جم سے، خوش ہوا تھا ۔۔۔ کوئی میکش کو دیکھے ہاتھ جب پیمانہ آتا ہے!
وہی جھگڑا ہے فرقت کا وہی قصہ ہے الفت کا ۔۔۔ تجھے، اے داغؔ، کوئی اور بھی افسانہ آتا ہے؟

کیا تھا جرمِ وفا، لذتِ سزا کے لیے ۔۔۔ ستم کے لطف اُٹھائے مزے جفا کے لیے
خدا کرے نہ کسی کا امیدوارِ وصال ۴۵ دعائیں مانگتے ہیں، ترکِ مدعا کے لیے
بڑا مزا ہو جو محشر میں ہم کریں شکوہ ۴۶ وہ منتوں سے کہیں چپ رہو خدا کے لیے
شریر آنکھ، نگہ بیقرار، چتون شوخ ۔۔۔ تم اپنی شکل تو پیدا کرو حیا کے لیے
ملے، تو حشر میں لے لوں، زبان ناصح کی ۔۔۔ عجیب چیز ہے یہ، طولِ مدعا کے لیے
کسی زمانے میں گستاخ ہم بھی تھے اب تو ۴۷ زبان ہے بہرِ ستائش، دل التجا کے لیے
ترے کہے سے ہم اے داغؔ چھوڑ دینگے عشق؟ ۔۔۔ خدا کے واسطے دیتا ہے کیوں خدا کے لیے

یہ تو پوچھیں مرے مرقد پہ گزرنے والے ۔۔۔ کیا گزرتی ہے تری جان پہ مرنے والے؟
مرحبا اے دل و دیں لے کے مکرنے والے ۔۔۔ ہاتھ کانوں پہ مرے نام سے دھرنے والے
غنچۂ گل میں دھرا کیا ہے بتا اے بلبل؟ ۴۸ جمع ہیں چند ورق وہ بھی بکھرنے والے

داغ کہتے ہین جنھین دیکھیے وہ بیٹھے ہین | آپ کی جان سے دور، آپ پہ مرنے والے

شرکتِ غم بھی نہین چاہتی غیرت میری | غیر کی ہو کے رہے، یا شبِ فرقت میری
حشر مین، تجھ سا جفا کار خدا سا منصف | دل سا الفاظ طلب اور شہادت میری
اُسکے کوچے سے جنازہ نہ اُٹھائین احباب | مین نہ نکلون گا نہ نکلے گی جو حسرت میری
بخشتے جائین گے سیہ کار بہت، روزِ جزا | کہین جنت مین نہ پہنچے شبِ فرقت میری
جس طرح تو مرے آغوش سے نکلا ای شوخ | یون ہی ہاتھون سے نکلتی ہی طبیعت میری
کہین دنیا مین ٹھکانا نہین اسکا ای داغ | چھوڑ کر مجکو کہان جاسے مصیبت میری

جس کے پہلو مین ہو تم اُسکا نصیب اچھا ہی | میری دانست مین تم سے بھی رقیب اچھا ہی
بیٹھے ناوک کی طرح اُٹھے قیامت کی طرح | یہ ادب جس نے سکھایا وہ ادیب اچھا ہی
شیخ کو تاک کے رندون نے کہا آپس مین | مال یہ جبہ و دستار و جریب اچھا ہی
جو مصاحب ہون وہ اس رمز کو سمجھین اے داغ | دور رہتا ہے بُرا اور قریب اچھا ہی

سبق ایسا پڑھا دیا تو نے | دل سے سب کچھ بھلا دیا تو نے
لاکھ دینے کا ایک دینا ہی | دلِ بے مدعا دیا تو نے
مجھ گنہگار کو جو بخشش دیا | تو جہنم کو کیا دیا تو نے؟
داغ کو کون دینے والا تھا؟ | جو دیا، اے خدا، دیا تو نے

شبِ وصل ضد مین بسر ہو گئی | نہین ہوتے ہوتے سحر ہو گئی
برے حال سے یا بھلے حال سے | تمھین کیا؟ ہماری بسر ہو گئی
غمِ ہجر سے داغ مجکو نجات | یقین تھا نہ ہو گی، مگر ہو گئی

نکل جائے یہ حسرت وہ نہین ہی | بدل جائے یہ قسمت وہ نہین ہی
پکارا دیکھ کر مین حور کی شکل | خدا وندا یہ صورت وہ نہین ہی
گئی محفل کی رونق داغ کے ساتھ | وہی دم تھا غنیمت وہ نہین ہے

میری فریاد دوسرا نہ سُنے | تم سُنو، اسے بتو! خدا نہ سُنے
شب رو وہ جیسے زمانہ کہے | گفتگو وہ جیسے زمانہ سُنے
داغ کو چین ہی نہیں آتا | اُس سے جب تک بُرا بھلا نہ سُنے

گو دل آزار ہو تم، اچھوں کا دل اچھا ہے | سو بلاؤں سے ہے ارمانِ وصال اچھا ہے
مول لے لیتے ہیں خود رنجِ شبِ وصل میں ہم | کثرتِ عیش میں تھوڑا سا ملال اچھا ہے
تنگ ہمت ہے اگر دولتِ کونین ملی | جو نہ پورا ہو کسی سے، وہ سوال اچھا ہے
وہ عیادت کو مرے آتے ہیں لو اور سُنو | آج ہی خوبیِ تقدیر سے حال اچھا ہے

اُس سے کیا خاک ہمنشیں بنتی ہے؟ | بات بگڑی ہوئی نہیں بنتی
آدمی سب فرشتے بن جاتے | آسمان پہ اگر زمیں بنتی
وعدہ کرتے ہی کیا وہ آجاتے؟ | رات پھر زلفِ عنبریں بنتی
طبعِ نازک کا لطف جب تھا داغ | نازنینوں میں نازنیں بنتی

میری قسمت کس طرح رہتی ہے کل کھائی ہوئی | زلف پر بھی کیا ہے؟ سختی کی گرہ آئی ہوئی
جب ترے در سے پھر اخلقت تماشائی ہوئی | پیچھے پیچھے داغ آگے آگے رسوائی ہوئی
اے ہجومِ ناامیدی رکھ لے شرمِ آرزو | گوشۂ دل میں الگ بیٹھی ہے شرمائی ہوئی
چاہ یار سے داغ کیا منہ پھیر کر وہ چلیں | پھر گئی تقدیر میرے سامنے آئی ہوئی

آدمی مر کے جیتے ہیں یہ مصیبت کیسی؟ | کہیں انصاف نہ ہو جائے قیامت کیسی؟
سحر و سفاکی و بیباکی و شوخی و عتاب | جس کی آنکھوں میں یہ فتنے ہوں مروت کیسی؟
بے ہی تو لیں گے گنہگاروں کے ہوتے زاہد | یہ تو دوزخ کے بھی قابل نہیں جنت کیسی؟
بخش دے پرسشِ اعمال سے پہلے یارب | پوچھ کر کوئی اگر دے تو سخاوت کیسی؟
دل کو سمجھائیں گے بہلائیں گے پھسلائیں گے | بعد مر جانے کے مل جائے گی فرصت کیسی؟

نگاہِ شوخ جب اُس سے لڑی ہے | تو بجلی تھرتھرا کر گر پڑی ہے

قیامت میں قیامت کر گیا کون؟ | کہ دل تھامے صفِ محشر کھڑی ہی
تجھے دیتا ہون اپنی جان بھی مین | مرے دل سے مری ہمت بڑی ہی
بگڑ کر ہم نے سوالزام پائے | اب اُنکی ہر طرح سے بن پڑی ہی

وقتِ انصاف جو تم پاس ہمارے ہوتے؟ | روبرو داورِ محشر کے اشارے ہوتے
کس نے یون پیار کیا کس نے وفا ایسی کی؟ | کیون کرین قتل کسی کو وہ ہمارے ہوتے
پھول تھے غیر کی قسمت مین اگر ای ظالم | تو نے پتھر ہی مجھے پھینک مارے ہوتے

دل کو بغل مین پال کے مجبور ہو گئے | دشمن کے ساتھ عمر ہماری بسر ہوئی
جا تو سہی، دکھا تو سہی، اُسکو خط مرا | آگے سے آ گئے فکر تجھے نامہ بر ہوئی
ہمسایے مین یہ شور ہی لو داغ کی خبر | کمبخت کو تڑپتے ہوئے رات بھر ہوئی

ترے غمزون کو اپنے کام سے کام | کسی کے دل کو تاب آئے نہ آئے
تمارا اپنی خطاؤن کا بتا دون | تمھین شاید حساب آئے نہ آئے
نہ دیکھو داغ کا دیوان، دیکھو | سمجھ مین یہ کتاب آئے نہ آئے

راحت طلبی نے مجھے رکھا نہ کہین کا | طاعت ہو کسی کی نہ اطاعت ہو کسی کی
یہ داغ ہماری نہین سنتا نہین سنتا | ایسی بھی الہی نہ بُری مت ہو کسی کی

پھول دن بھر مین ترو تازہ کہان رہتا ہی؟ | آدمی تیس برس تک بھی جوان رہتا ہی
ہم تو سمجھے تھے کہ دربان ہی تمھارا نوکر | کیا خبر تھی ملک الموت یہان رہتا ہی؟

کام رکنے کا نہین اسے دلِ نادان کوئی | خود بخود غیب سے ہو جائے گا سامان کوئی
بیچتا ہون جو خریدے مرے ارمان کوئی | مفت دیتا ہون اگر مان لے احسان کوئی

آنکھ مین آنکھ تو ڈالی نہین جاتی ظالم | دل مین دل ڈال دے کس طرح سے انسان کوئی
سٹ چکی ہی خلشِ دل مگر اب بھی ای داغ | پھانس کی طرح کھٹک جاتا ہی ارمان کوئی

ہوگا شبِ فراق کا غم بھی بہت بڑا | دل کو ہزار ہاتھ کا کیونکر بنا مین سکے؟

عادت ہی ہوگئی ہو وہ دیکھیں گے جب مجھے — چتون غضب کی قہر کے تیور بنائیں گے

ساقیا دے بھی مے روح فزا تھوڑی سی — بیوفا عمر کرے اور وفا تھوڑی سی
ہم تو اُس آنکھ کے ہین دیکھنے والے دیکھو — جسمین شوخی ہو بہت اور حیا تھوڑی سی

وہ اپنی ہر ادا کی آپ ہی تعریف کرتے ہین — نگہ نے نیچہ مارا زبان سے آفرین نکلی
کھون کیا، پہلے ہی آنکھین نکالین آپ نے مجھ پر — ابھی کمبخت پوری بات بھی مُنھ سے نہین نکلی

مشکل ہو ان آنکھون سے خدا کو کوئی دیکھے — دیکھے تو بتِ ماہ لقا کو کوئی دیکھے
جو دیکھتے ہین چشم تحیر سے ترا حسن — ان دیکھنے والون کی ادا کو کوئی دیکھے

ہم اگر مانگین تو اے زاہد یہ عیبِ یک ہو گناہ — بے طلب رکھدے جو کوئی بھر کے ساغر سامنے؟
یاالٰہی خیر ہو بیٹھے ہین وہ یون بزم مین — تیغ رکھی ہو برابر، اور خنجر سامنے

داغ ہر چند جہان گرد ہو سودائی ہے ۵۳ آپ کے سر کی قسم، آپ کا سودائی ہو
داغ کو اب کسی گلرو سے ملاقات نہین — ہم نے برسون اسی گلشن کی ہوا کھائی ہو

ایسی باتون سے، تو بہتر ہو خموشی، واعظ — کہ تری ضد نے کیا اور گنہگار مجھے
ہوگئی، کثرتِ عصیان سے مری وہ نوبت — ہو یہ احسان مَلالین جو گنہگار مجھے

بیدرد ہین جو درد کسی کا نہین رکھتے — ایسے بھی ہین یارب کہ تمنا نہین رکھتے؟
اے داغ، یہ کس کام کی مستی و جوانی؟ — تم ایسین جو اندیشۂ فردا نہین رکھتے

دل دے تو اس مزاج کا پروردگار دے — جو رنج کی گھڑی بھی خوشی سے گزار دے
اُترے جو تن سے سر تو نہ ہے سرفراز بان — ایسا نہ ہو کہ وہ مجھے دل سے اُتار دے

مرادین مان رہا ہون قضا کے آنے کی — بُری گھڑی تھی دلِ مبتلا کے آنے کی
حجابِ وصل سے کیونکر نہ ہون مین شادیِ مرگ — خوشی بھی اور خوشی دلربا کے آنے کی

پھر کہین چھپتی ہو جب ظاہر محبت ہو چکی — ہم بھی رسوا ہو چکے اُنکی بھی شہرت ہو چکی
ہم بدل جائین گے کیا؟ قسمت بدلجائیگی کیا؟ — جب نہ دنیا مین ہوئی عقبیٰ مین راحت ہو چکی

ہم سے پوچھے کوئی، دنیا میں ہی کیا شے اچھی؟ — رنج اچھا ہی، غم اچھا ہی، ملال اچھا ہی
آپ پچتائیں نہیں، جور سے توبہ نہ کریں ۵۴ آپ گھبرائیں نہیں، داغ کا حال اچھا ہی

نا امیدی بڑھ گئی ہی اسقدر — آرزو کی آرزو ہونے لگی
داغ اترائے ہوئے پھرتے ہیں آج — شاید انکی آبرو ہونے لگی

کس طرح کہوں؟ قیس، ترے دل کو لگی ہی — نالوں سے کبھی آگ بھی محمل کو لگی ہے؟

اگر مر جائیں تو چھوٹ جائیں غم سے — مگر یہ ہو نہیں سکتا ہی ہم سے

جب کہا میں نے "ہائے لوٹ لیا" — دل پکارا کہ میرے یار سے کیسے؟

بھولے ہی بن کے کام نکلتا ہی گاہ گاہ — بن جاتے ہیں ہم آپ ہی ناداں کبھی کبھی

عیش و اقبال عجب شے ہی کہ ہم دیکھتے ہیں ۵۵ چار ہی دن میں بدل جاتی ہی صورت کیسی؟
اے فلک چین سے دم بھر تو پڑا رہنے دے ۵۶ ہم بھی بستے ہیں جہاں خلق خدا بستی ہی

اب کیوں نہ کروں نالہ مجھے ڈر تو نہیں ہی؟ — یہ عرصۂ محشر ہے، ترا گھر تو نہیں ہی؟

تدبیر سے، قسمت کی برائی نہیں جاتی — بگڑی ہوئی تقدیر بنائی نہیں جاتی

دشمنوں سے دوستی غیروں سے یاری چاہیے ۵۷ خاک کے پتلے بنے تو خاکساری چاہیے

اے فلک، دے ہمکو پورا غم تو کھانے کے لیے — وہ بھی، حصہ کر دیا، سارے زمانے کے لیے

ہجر ہی آفت جان وصل بلائے دل ہے — آدمی کے لیے ہر طرح غرض مشکل ہے

رنج و قلق کو صدمہ و ایذا اٹھائیے — دل کو بچا کے سینے میں کیا کیا اٹھائیے

جوش دل کی وہیں ابھر آئی — جب ہنسی آئی آنکھ بھر آئی

مزا چکھا نہیں دنیا کا زاہد تو نے دنیا میں — کبھی تو بادہ نوشی کی بھی اے مرد خدا ٹھہرے

یار کا پاسِ نزاکت دل ناشاد رہے — نالہ رکتا ہوا، تھمتی ہوئی فریاد رہے

سب اہل حشر جب بیٹھے کیے کو پائیں گے ۵۸ بڑا مزا ہو جو مجکو مرا گناہ ملے

یوں تو برسوں نہ پلاؤں نہ پیوں، اے زاہد — توبہ کرتے ہی بدل جاتی ہی نیت میری

وہ آئے خندۂ پیشانی کہین سے تبسم ہو عیان چین جبین سے
اُسے افسانۂ غم ڈرتے ڈرتے سنایا کچھ کہین سے کچھ کہین سے

حور کے واسطے زاہد نے عبادت کی ہی سیر تو جب ہی کہ جنت مین نہ جانے پائے

مارتے ہو اُسی کو خاک مین جو دل سے ملتا ہی مری جان چاہنے والا بڑی مشکل سے ملتا ہی

ہر سخن پیر روٹھ جانا کوئی تم سے سیکھ جائے روٹھ کر پھر مسکرانا کوئی تم سے سیکھ جائے

دیکھا تو شہرِ حُسن مین چرچا ہی اور ہی اٹکل ہوا ہی اور وہ دنیا ہی اور ہی

بیٹھے اُداس، اُٹھے پریشان، خفا چلے پوچھے تو کوئی آپ سے کیا آئے کیا چلے

تری رنجش کھُلی طرزِ بیان سے نہ تھی دل مین تو کیون نکلی زبان سے

بہت حسرت آتی ہی مجکو یہ سُنکر کسی پر کوئی مہربان ہو رہا ہی

آج گھبرا کر وہ بولے جب سُنے نالے مرے جان کے پیچھے پڑے ہین چاہنے والے مرے

دلِ نادان سے ہین نہایت تنگ اور تم اپنی چشمِ پُرفن سے

انتخاب

از

کلامِ دبیر

مرثیہ ۔ رباعی

جلد اوّل

مستشر

دبیر

میرزا سلامت علی نام تھا اور دبیر تخلص تھا۔ لکھنؤ مین پیدا ہوئے اور وہین دفن ہوئے۔ سال وفات ۱۲۹۲ھ ہے۔ انکے اُستاد کا نام میر ضمیر تھا۔ اسوقت مرثیہ گوئی کا جو رنگ ہے اُسکے موجد میر ضمیر سمجھے جاتے ہین خود انکا شعر "سو مین کہ دن ہزار مین یہ ورد ہے مرا + جب جب کہے اس طرز مین شاگرد ہے مرا" اسکا شاہد ہے۔ میرزا دبیر اور میر انیس کا جوڑ تھا۔ آپس مین چوٹین بھی چلتی تھین اور محبت بھی تھی۔ میر انیس کے مرنے پر میرزا دبیر نے کہا ع طور سینا بے کلیم اللہ و منبر بے انیس۔ جس سے دلی محبت کا پتہ چلتا ہے مگر شاگردون نے میر انیس کے جیتے جی ایک کو دوسرے سے ملنے نہ دیا۔ حتی کہ سامعین کی بھی تقسیم ہوگئی تھی ایک کو دبیریہ اور دوسرے کو انیسیہ کہتے تھے۔ ایک ہی وقت مجالس ہوتی تھین۔ دبیریے دربار دبیر مین اور انیسیے دربار انیس مین حاضر ہوتے تھے۔ ان دونون کے جیتے جی یہ فیصلہ نہ ہوا کہ کون بہتر ہے۔ میر و سودا۔ آتش و ناسخ۔ ذوق و غالب اور متاخرین مین امیر و داغ کی طرح انیس و دبیر کا بھی جھگڑا نہ چکا۔

نشتر غزلون مین ہوتے ہین انیس کا کلام مین نے چاہا کہ تبرکاً اس کتاب مین رہے اور اُنکے منتخب اشعار کو بھی مین نے نشتر ہی سے تعبیر کیا مین نے ارادہ کیا تھا کہ سوائے انیس کے دوسرے مرثیہ گویون کو اس کتاب مین جگہ نہ دون لیکن آخر میری یہ رائے ہوئی کہ میر انیس کے ہمعصر میرزا دبیر کو فراموش کرنا ہند کی شاعری پر ایک اعتبار سے ظلم کرنا ہے اسلیے کتاب کے چھپنے کے وقت مرزا صاحب کے کلام بھی کچھ منتخب کیے گئے قلت انتخاب کی وجہ یہ نہین ہے کہ مرزا صاحب کے پایہ سے کسی طور پر انکار ہے بلکہ عجلت اور کم فرصتی اسکا باعث ہے دیگر اساتذہ کے انتخاب وقتاً فوقتاً اُسوقت ہوئے تھے جبکہ میری عمر کا مقتضا تھا اب اسوقت یہ کام میرے لیے مشکل ہے لیکن پھر بھی تیمناً کچھ کلام مین نے ہفتہ عشرہ مین منتخب کر ہی لیے۔

مرثیہ

وفات حضرت فاطمہؓ

بلقیس پاسبان ہے، یہ کسکی جناب ہے؟ مریم درود خوان ہے، یہ کسکی جناب ہے؟
شانِ خدا عیان ہے، یہ کسکی جناب ہے؟ دہلیز آسمان ہے، یہ کسکی جناب ہے؟
کرسی، زمین سے نیچی ہے گوشے پناہ کے بیٹھا ہے عرش سایہ میں اس بارگاہ کے

عفت پکارتی ہے، مقام حجاب ہے شیعو، جناب فاطمہؓ کی یہ جناب ہے
حوّا و آسیہ کا یہ باہم خطاب ہے زہرا کے رعب و دبدبے سے زہرہ آب ہے
جاری ہے منہ سے جاریۂ فاطمہ ہیں ہم مخدومہ کائنات کی وہ خادمہ ہیں ہم

الفت، خدا کے بعد، حبیبِ خدا کی ہے منصف کے آگے یہ بھی وِلا کبریا کی ہے
پروا نہ فاقہ کی، نہ شکایت جفا کی ہے ایذا فقط جدائی خیر الورا کی ہے
اب دردِ غم کی فکر نہ سوزش کا دھیان ہے آنکھوں میں شکل باپ کی رونے کا دھیان ہے

کچھ نوش کر لیا، جو کسی نے کھلا دیا لیکن عزا میں، کچھ نہ غذا نے مزا دیا
غش میں، کسی نے منہ میں جو پانی چوا دیا قطرہ پیا، اور آنکھوں سے دریا بہا دیا
نسبت ہے کس سے فاطمہؓ کے شور و شین کو زہراؓ کے بعد روئی ہے زینب حسینؓ کو

تن کم، قلق زیادہ، تعلق سے جان سوا سینے سے دل، تو دل سے جگر ناتوان سوا
رونے سے ہر گھڑی کے ہوئیں ہیجان سوا تپ وہ، کہ مغزوں سے تپش استخوان سوا
جب فاطمہؓ نے ہائے پدر کہہ کے آہ کی واں ہل گئی ضریح رسالت پناہ کی

بیٹے پکارتے ہیں کہ للہ باہر آؤ اماں نہ اتنا روؤ غلاموں پہ رحم کھاؤ
نانا کہاں گئے ہیں؟ بلا لائیں ہم بتاؤ ہم کو نہ پیارتے ہیں نہیں تو گلے لگاؤ
نانا کے بعد ہائے یہ بے قدر ہم ہوئے سب ایک طرف حضور کے بھی پیار کم ہوئے

ہمسائیاں یہ کہتی ہیں اے عاشقِ پدر
دیدارِ مصطفےٰ تو ہے موقوف حشر پر

اُنکے عوض تو اپنی زیارت سے شاد کر
حجرے میں بیٹھتی ہے یہ کہکر وہ نوحہ گر

اب میں ہوں اور ہر ایک تقاضا ہے صبح صبا
بابا موئی کی خاک زیارت ہے صاحبو

القصہ بعد ہفتہ کے دن آٹھواں ہوا
اور نیل پوش ظلمتِ شب سے جہاں ہوا

یاں مہر برجِ حجرۂ ماتم عیاں ہوا
یوں اس طرح، کہ مُردہ کا سب کو گماں ہوا

یہ شکل ہوگئی تھی عزا میں رسولؐ کی
پہچانی بیٹیوں نے نہ صورت بتولؑ کی

قدسی تھے فرشِ عرشِ معلیٰ کے آس پاس
تسبیح کی خبر تھی نہ تہلیل کے حواس

دوزخ جدا خروش میں مالک جدا اداس
غلمان و حور روتی ہیں در پہ ہجوم یاس

غل تھا کہ سب کے دل کو ہلاتی ہے فاطمہؑ
آ آ کے نبی کی قبر پہ جاتی ہے فاطمہؑ

چلائی، آہ، وا ابتا، وا محمدا
نورِ الٰہ، وا ابتا، وا محمدا

ستا رہوں کے شاہ، وا ابتا، وا محمدا
میں ہوں تباہ وا ابتا وا محمدا

بابا بتولؑ آئی ہے تسلیم کے لیے
اُٹھتے نہیں حضور ہے تعظیم کے لیے

گزرے ہیں آٹھ دن کہ زیارت نہیں ہوئی
اس بد نصیب سے کوئی خدمت نہیں ہوئی

منبر پہ سونا وعظ و نصیحت نہیں ہوئی
مسجد میں بھی نمازِ جماعت نہیں ہوئی

حضرت کے منہ سے وحیِ خدا بھی نہیں سُنی
جبرئیلؑ کے پروں کی صدا بھی نہیں سُنی

تسلیم میری اے پدرِ نامدار لو
یہ بال بکھرے، ہاتھوں سے اپنے سنوار لو

راضی ہوں میں نہ گود میں بھی زینہار لو
مشتاق ہوں کہ فاطمہؑ کہہ کر پکار لو

پوچھو یہ تم مزاج تمہارا بخیر ہے
لونڈی سے کہے کہ حال جدائی سے غیر ہے

القصہ فاطمہؑ ہوئی بیہوش قبر پر
زینبؑ کے پاس دوڑی گئی فضہ ننگے سر

زینبؑ نے پوچھا، خیر تو ہے؟ بولی پیٹ کر
جامہ نبی کا دو کہ سلگاؤں میں نوحہ گر

ہمسائیاں ہیں گرد ہراساں کھڑی ہوئیں
بی بی کی اماں جان ہیں غش میں پڑی ہوئیں

۱۴

نانا کا خاص جامہ نواسی نے لا دیا — فضہ نے جاکے بی بی کو غش مین سونگھا دیا
خوشبو نے اسکی وصل نبیؐ کا مزا دیا — جامہ پہ بوسہ فاطمہؑ نے جا بجا دیا
پڑھکر درود بات سنائی وہ یاس کی — جو بیبیان تڑپنے لگین آس پاس کی

۱۵

وہ یہ سخن ہی آہ پکاری وہ بےپدر — یعقوبؑ نے جو سونگھا تھا پیراہن پسر
یوسفؑ کے دیکھنے کی توقع تھی کسقدر — میری امید قطع ہے بابا سے عمر بھر
پوچھون کہان ہے تلاش کرون کس دیار مین — یوسف تو میرا سوتا ہی لوگو مزار مین

۱۶

کیا کیا کہون مین وہ خبر الالم کا درد — پہلو کا درد ہاتھ کا درد اور شکم کا درد
بچون کی بیکسی کا علی کے الم کا درد — ہر اک غضب کا حادثہ ہر اک ستم کا درد
وہ ماتم اور آہ وہ عسرت بتولؑ کی — محسن کا چہلم اور سہ ماہی رسولؐ کی

۱۷

منہ سے پدر کا نام لیا اور رو دیا — قرآن پڑھکے ہدیہ کیا اور رو دیا
فرش نبیؐ کی دیکھی صفیا اور رو دیا — تکیون کو سونگھا بوسہ دیا اور رو دیا
صرفہ نہ آہ مین نہ بکا مین نہ بین مین — بے غش ہوئے افاقہ نہ تھا شور و شین مین

۱۸

آخر وفور گریہ سے عاجز ہوئے عرب — حیدرؑ کے پاس رونے کی فریاد لائے سب
کی عرض فاطمہؑ سے کہوا دے ولی رب — یا سیدہ تمھاری رعیت ہی جان بلب
کھانے کا کوئی وقت نہ سونے کا وقت ہی — جو وقت ہی وہ آپ کے رونے کا وقت ہی

۱۹

مان باپ نے ہمارے بھی دنیا سے کی قضا — ہم تو نہ ایسا روئے نہ پیٹے نہ کی عزا
فرمایا مرتضیٰ نے کہ بتلاؤ تو بھلا — تم مین سے کس کا باپ سوا ہی رسولؐ سا
الزام کوئی دے نہین سکتا بتولؑ کو — سمجھاتا ہون مین خیر یتیم رسولؐ کو

۲۰

باہر سے مرتضیٰ گئے گھر مین جھکائے سر — منہ ڈھانپے رو رہی تھی اکیلی وہ خوش سیر
دینے لگے پیام عرب شاہ بحر و بر — گھبرا کے بولی ہاے کرون کیا مین نوحہ گر
قابو مین موت ہووے تو مرجاؤن یا علی — بابا کا سوگ لے کے کدھر جاؤن یا علی

میری طرف سے اہل مدینہ کو دو پیام — لوگو خفا نہ ہو، مری رخصت ہے صبح و شام
دو چار دن تمھارے محلہ میں ہے مقام — رونے کی دھوم ہو چکی اب کام ہے تمام
دل جسکا مُردہ ہو اُسے جینے سے کام کیا؟ — بابا سدھارے مجکو مدینے سے کام کیا؟

رونے میں اختیار نہیں بے پدر ہوں میں — لوگو مجھے نہ ٹوکو کہ خستہ جگر ہوں میں
اسید وار موت کی آٹھوں پہر ہوں میں — گر شام کو بچی تو چراغ سحر ہوں میں
ماتم ہے غیر کا کہ تمھارے رسولؐ کا؟ — پر تمکو ناگوار ہے، رونا بتولؑ کا

سب کے نبیؐ کا سوگ ہے کل سے نبیؐ کا غم — یہ بھی نصیب اپنا، کہ الزام پائیں ہم
یہ کیا سمجھ کے منہ سے نکالا ہے کہ روؤ کم — بے روئے رسولؐ کے ماتم کی ہے ستم
بیجا تمھاری یہ خفگی ہے میں روؤں گی — کچھ ہو مرے تو جی کو لگی ہے میں روؤنگی

حیدر کا اس بیان سے ٹکڑے ہوا جگر — بیت الحزن بنایا بقیعہ میں جلد تر
لکھا ہے ہاتھ تھام کے بیٹوں کا ہر سحر — واں جا کے رویا کرتی تھی دن بھر وہ بے پدر
ہنگام شام حیدر کرار جاتے تھے — روح نبی کی دیکے قسم اُن کو لاتے تھے

اک دن نگاہ کرتے ہیں کیا شاہ لافتا — مطبخ ہے گرم آرد ہے گوندھا ہوا
نہلا رہی ہیں بچوں کو مل مل کے دست و پا — پھیلا دیے ہیں کرتے بھی دھو کر جدا جدا
پوچھا کہ اتنے کاموں کا جو شغل آج ہے — اسوقت کچھ سنبھال تمھارا مزاج ہے؟

بولی کہ آج رات کو ہو جاؤں گی بحال — کل میرے کاروبار میں خود ہو گئے تم نڈھال
خدمت کا میرے بچوں کی ہوگا کسے خیال؟ — نہلا دُھلا دیا کہ پریشان تھا اُن کا حال
کرتے بھی دھوئے قوت بھی کل تک کا دھر چلی — سہرا نہ باندھا ایک یہ ارمان لے چلی

پوچھا علی نے تمکو یہ کیوں کر ہوا یقین؟ — صدیقہ نے کہا، شدنی ہے، یہ شک نہیں
پچھلے کو روتے روتے جو سوئی میں دل حزین — دیکھا کہ ایک باغ میں ہیں شاہ مرسلین
محسن کو میرے اپنے گلے سے لگاتے ہیں — بہلاتے تھے ضرور تری ماں کو بلاتے ہیں

یہ سُن کے شہؐ کے لگے پاؤں میں اُس باغ سے بھری / بس دیکھنا تھا آپ کا دیدارِ آخری
سہواً اگر ہوئی ہو کچھ آزردہ خاطری / بخشو مجھے کہ موت ہے نزدیک اب مری
رو کر کہا علیؑ نے ہمیں عذر خواہ ہیں / واللہ بے قصور ہو تم سب گواہ ہیں

معصوم سے بھی ہوتی ہے بی بی خطا کبھی؟ / عُسرت کا تم نہ لائیں زبان پر گلا کبھی
اچھا لباس مانگا نہ اچھی غذا کبھی / بیمار جب پڑیں نہ طلب کی دوا کبھی
کیا خوب تم نے مجھ سے نباہی ہے فاطمہؑ / کیونکر نہ ہو، تو نورِ الٰہی ہے فاطمہؑ

دنیا کے مال و جاہ پہ تم نے نظر نہ کی / فرمائش ایک دن اسداللہ سے نہ کی
یوں صبر سے جہاں میں کسی نے بسر نہ کی / فاقہ کشی پہ اپنے پدر کو خبر نہ کی
پہلو پہ در گرا میں حمایت نہ کر سکا / شرمندہ ہوں کہ حقِ رعایت نہ کر سکا

وہ بولی یہ کنیز نوازی ہے سر بسر / فرمائیے وصیتِ اولیٰ پہ اب نظر
ہر بے پدر کے بعد نبیؐ آپ تھے پدر / سبطین تو حضور کے ہیں پارۂ جگر
گر چاہتے ہو قبر میں زہراؑ کے چین کو / دینا نہ رنج میرے حسنؑ اور حسینؑ کو

کل ایک رات اور ہیں ماں والے میرے لال / بے مادری کی صبح ہے کل اور یہ خرد سال
اب میری طرح آپ کو ان کا رہے خیال / اوجھل نہ ہونے پائیں نظر سے یہ نونہال
حاسد کی چشمِ بد سے بچائے خدا انھیں / سرمہ کی طرح آنکھوں میں رکھیو سدا انھیں

مغرب تلک بس اور ہیں ماں انکے سر پہ اب / کل صبح یہ گھریں گے یتیمی میں، ہے غضب
پروانہ رہیو میرے چراغوں پہ روز و شب / بے ماں کا جان کر کوئی گھڑکے نہ بے سبب
یہ دونوں ہیں سپہر و حباب اثیر کے / جوشن ہیں میرے آپ صغیر و کبیر کے

والی یتیم بچوں کا ہوتا ہے دل حباب / چلّا کے انکی بات کا دینا نہ تم جواب
بہنوں کو انکی ان سے سوا ہوگا اضطراب / دل انکے لیجو ہاتھ میں بے پردہ و حجاب
زینبؑ سے ہوشیار کہ نازوں کی پالی ہے / اور دردِ سرِ حسینؑ کی یہ رونے والی ہے

عرضِ دوم یہ ہے مجھے شب کو اُٹھائیو — اور قبر کا نشان نہ کسی جا بنائیو
تربت میں خود اُتاریو اور خود لٹائیو — پھر کانپ کر کہا کہ الٰہی بچائیو
آنکھوں کے آگے قبر کی تنہائی پھر گئی — سوتی کی اک لڑی تھی کہ آنکھوں سے گر گئی

بولی کہ یا علی یہ قیامت کا وقت ہے — مرنے سے سخت قبر کی دہشت کا وقت ہے
میت پہ بعد دفن یہ آفت کا وقت ہے — اس وقت وارثوں کی محبت کا وقت ہے
ہمدم نہیں رفیق نہیں مہرباں نہیں — ۳ یہ وہ جگہ ہے کوئی کسی کا جہاں نہیں

وہ اجنبی مکان وہ اندھیرا اِدھر اُدھر — پہلے پہل وہ بستی سے ویرانے کا سفر
نہ شمع روشنی کے لیے نہ شگافِ در — تنہا یہ وہ کہ دوسرے سے ایک بے خبر
کسکو کوئی پکارے کہاں جائے کیا کرے؟ — آسان سب پہ قبر کی مشکل خدا کرے

اب ندرت ہے یہ مرثیہ اور عرض کر دبیر — یا سیدہ تمھیں قسمِ خالقِ قدیر
بہر رسولِ پاک و پئے حضرتِ امیر — تم پہ فدا اُمتی والدہ ذاکرِ حقیر
فرمائیے وہ لطف کہ وہ رستگار ہو — حُلہ کفن ہو، روضۂ رضوان مزار ہو

آمدِ قاصدِ صغریٰ

روانہ بہرِ لبن کو جو شیر خوار ہوا — دہاں دکھانے پہ گردن سے تیر پار ہوا
تڑپ کے ہاتھوں پہ حضرت سے ہمکنار ہوا — خزاں ہوا جو وہ گل تو گلے کا ہار ہوا
اِدھر تو شاہ کو یہ صدمۂ جگر پہنچا — اُدھر مدینے سے صغرا کا نامہ بر پہنچا

کھڑے تھے غرق لہو میں کمر جھکائے ہوئے — ۴ بیسر کی ننھی سی میت گلے لگائے ہوئے
لہو بھرا ہوا دامن اُسے اُڑھائے ہوئے — کفن کی فکر میں منہ خیمے کو پھرائے ہوئے
یہ حال دیکھ کے قاصد کی آس ٹوٹ گئی — ہوا یہ رعشہ کہ فوراً مہار چھوٹ گئی

اتر کے ناقے سے آداب وہ بجا لایا — مگر حسین تھے بیہوش کچھ نہ فرمایا
وہ نوحہ کرتا ہوا اور متصل آیا — نگاہِ یاس سے منہ دیکھ کر یہ چلایا

قرار دو مجھے میں بےقرار ہوتا ہوں | حسینؑ جان سے تم پر نثار ہوتا ہوں

۴
شتر سوار پکارا کہ آہ وا ویلا | حسینؑ فاطمہؑ فدوی ہے قاصدِ صغراؑ
نشان اُسنے دیا تھا جُدا جُدا سب کا | امام عصر کو پھر کھول کر عریضہ دیا
لیا حسین نے ہاتھوں پہ لاشہ اصغرؑ کا | عریضہ ہاتھوں پہ رکھا مریضِ دختر کا

۵
نگاہِ یاس سے شہ نے وہ خط پڑھا خاموش | کبھی کراہتے کبھی روئے کبھی ہوئے بیہوش
شتر سوار کا منھ دیکھ کر کیا یہ خروش | ہے اب عریضہ اُٹھا دل پہ ہے قلق کا جوش
جواب کون لکھے گا پدر تو مرتا ہے | اب اک نیابت صغراؑ حسین کرتا ہے

۶
وطن سے قاصدِ صغراؑ تو رن میں آیا ہے | یہاں صغیر نے گردن پہ تیر کھایا ہے
گلے سے لاش کو شبیر نے لگایا ہے | سلام کے لیے قاصد نے سر جھکایا ہے
وہ پوچھتا ہے کہ آس آپ کی یہ توڑ گئے | حسینؑ کہتے ہیں اکبرؑ ہی مجھکو چھوڑ گئے

۷
ہٹائی چہرے سے اصغر کے خون بھری چادر | پسینہ موت کا ہاتھے سے پونچھا سر تا سر
پکارے مُردے کی آنکھوں پہ ہونٹھوں کو رکھ کر | لکھی ہے فاطمہؑ نے دیدہ بوسی اسے اصغرؑ
گواہ رہیو کہ فاقے سے چھوٹتا ہے حسینؑ | اور اُنکے بھائی کی آنکھوں کو چومتا ہے حسینؑ

۸
بنا لوں ننھی سی قبر اسکی اے خجستہ سیر | تو لے چلوں پسرِ نوجوان کے لاشے پر
تو پڑھیو لاشۂ اکبر پہ نامۂ خواہر | یہ کہہ کے گھوڑے سے اُترے امامِ جن و بشر
زمین قبر کی خاطر پسند کرنے لگے | مزار کھود کے نالہ بلند کرنے لگے

۹
شتر سوار نے خنجر نیام سے کھینچا | کہا حسینؑ سے مولا ٹھہر میں تجھ پہ فدا
ہے آرزو کہ مجھے حشر میں کہے زہراؑ | وہ آیا فدیۂ شبیر و قاصدِ صغرا
نہ ہے شرف جو مددگاریٔ حسینؑ کروں | شہید ہوکے ابد تک جناں میں چین کروں

شہادت حضرت عباسؑ

۱
کسکا علم حسینؑ کی منبر کی زیب ہے؟ | کس تشنہ کی مشک سے کوثر کی زیب ہے؟

لشکر ہی اسکی زیب، یہ لشکر کی زیب ہی
چہرے کی فردِ مالکِ دفتر کی زیب ہی
رفعت علم کی کہتی ہی ہر عقلمند سے
سقّے پہ پڑھ درود صدا ئے بلند سے

یہ اسکی بارگاہِ ملائک پناہ ہی
دربارِ حق میں جسکی محبت سے راہ ہی
فوجِ خدا گواہ، خدا بھی گواہ ہی
عبّاسؑ شیر بیشۂ شیرِ الٰہ ہے
تصویر ہی یہ فاتحِ بدر و حنین کی
شمشیر ہے خدا کی، سپر ہی حسینؑ کی

اب رو ئیں مومنین کہ شبیر روتے ہیں
نامی جوان تو گنجِ شہیداں میں سوتے ہیں
بچّے تمام پیاس سے جان اپنی کھوتے ہیں
اور اب جدا حسینؑ سے عباسؑ ہوتے ہیں
خالی رفیق و یار سے ہی پہلوے حسینؑ
اسوقت توڑتی ہی اجل بازوے حسینؑ

مُنہ سے سپر اجازت اُٹھائی ہے
جوڑے ہیں ہاتھ پاؤں پہ گردن جھکائی ہی
کرتے ہیں عرض اب یہ غم حاجت روائی ہی
آقا کے ہاتھ بندے کی مشکلکشائی ہے
کوثر دیا شہیدوں کو سولا ہمیں بھی دو
اک قبر کی جگہ لبِ دریا ہمیں بھی دو

پانی ہی سبب سے بند مجھے انفعال ہے
کہتا ہوں دل سے صبر کر اب انفعال ہی
حضرت کو آبرو کا مری خود خیال ہے
اب بھی مُصر نہیں ہوں فقط عرضِ حال ہی
یوں فوج کو کوئی نہ علمدار دیوے گا
ایسا بھی واقعہ نہ ہوا ہی نہ ہووے گا

رو کر کہا حسینؑ نے دریا پہ جاؤ گے؟
عبّاسؑ پانی لاؤ گے ہمکو پلاؤ گے؟
واللہ بھائی، داغِ جوانی دکھاؤ گے
ہم آئے تھے فرات سے پر تم نہ آؤ گے
سمجھو تو خیمہ کیوں لبِ دریا سے اُٹھ گیا؟
پانی ہمارے نصیب کا دنیا سے اُٹھ گیا

عبّاسؑ جبکہ جانبِ ملکِ جناں چلے
شانے پہ لاکھ شان سے لیکر نشاں چلے
زوجہ نے پوچھا، اے مرے والی کہاں چلے
بولے، جہان سے اب پھرے ہیں گے وہاں چلے
اب آخری وداع کی باری نہ آئے گی
آئی ہی سب کی لاش ہماری نہ آئے گی

انگلی سے لکھ کے گردنِ توسن پہ یا علیؑ
اک حسبت میں سوار ہوا حق کا دلدلی

مرتے ہیں مرد نام پہ نامرد بہرِ نان
سنبھلے ہوئے کہ سامنے ہے ہاشمی جوان
لینا نہ منہ پہ ڈھال، کہ ہستی حباب ہے
دینا نہ آبرو کہ یہ موتی کی آب ہے

یہ ہے بیان رضائے خداوندِ ذوالجلال
بسم اللہ اے جنابِ امیرِ عرب کے لال
عدلِ خدا پکارا کہ خونِ عدو حلال
پنجہ بڑھایا مہر علی نے سوئے ہلال
قبضہ وفورِ شوق سے دو ہاتھ اچھل پڑا
قالب سے ماہ نو کے مہِ نو نکل پڑا

نکلی غلافِ نور سے تفسیرِ جوہری
یا آ کے، دستِ بوسِ سلیمان، ہوئی پری
یا حجلے سے عروس سخن کی جلوہ گستری
یا تھی یہ شاخِ میوۂ طوبیٰ ہری بھری
اس ہاتھ میں مرادیں جھکیں جو وہ مل گئیں
باچھیں خوشی سے تیغ کے قبضے کی کھل گئیں

سیدھی ہوئی جو تیغ، تو لشکر الٹ گیا
میدان سے پانوں جمانے سے دل سب کا ہٹ گیا
سب رو رہے تھے زور کو، سب زور گھٹ گیا
مانندِ ناف، خوف سے، سینہ سمٹ گیا
بولی یہ تیغ دم سرِ اعدا پہ لونگی میں
۵ برش پکاری، تو یہ ٹھہرنے نہ دونگی میں

پیر تو پکارتی، یہ ادھر وہ ادھر گرا
وہ پنجہ، وہ ہاتھ، وہ خود اور وہ سر گرا
بن بن کے برق سایۂ تیغِ ظفر گرا
واں مورچے سے باپ اٹھا یاں پسر گرا
گر گر کے سر یہ رن میں برابر بلیاں ہوئے
جوڑوں میں سرزمین کے معنی عیاں ہوئے

جوہر وہ یہ مردنی کی طرح تیغ چھپا گئی
ہر استخوان میں مثلِ تپِ دق سما گئی
اعجازِ خاکساری حیدر دکھا گئی
مانندِ خاک، ناریوں کے تن کو کھا گئی
سب کے گلوں سے ملتی تھی لیکن رکی ہوئی
۶ جوہر یہ تھے کہ بوجھ سے خود تھی جھکی ہوئی

آتے تھے جوڑ توڑ عجب تیغِ تیز کو
سر سے گرہ جدا کیا پائے گریز کو
اپنے سے گرم دیکھ کے اس شعلہ ریز کو
برق و شرر نے نذر کیا جست و خیز کو
بو گل نے رنگ لالے نے سرعت ہوا نے دی ۷
یہ ہر یہ کیا ہے اپنی نیابت قضا نے دی

ڈوبی سپر میں گر کے نئی چال ڈھال سے
یا کمر کے پیچ میں پڑی سیدھی چال سے

اُٹھ کر زرہ میں آئی شکوہ و جلال سے — اک جال میں تڑپ کے گئی ایک جال سے
گزری جو چار آئینہ سے مُنھ کو موڑ کے — غل تھا پری نکل گئی شیشے کو توڑ کے

۲۳
قربانِ برق و بارقۂ تیغ شعلہ تاب — موتی کی آب و تاب، سمندر کا پیچ و تاب
خود نوح خود سفینہ و خود ماہی و خود آب — سرگوشیاں فرات میں کرنے لگے حباب
ظرفِ تنک میں تھی نہ جگہ اسکے آب کی — بندھتی تھی اور کھلتی تھی مٹھی حباب کی

۲۴
کاٹا ایک میں آنکھ، تو پتلی میں نور کو — پاؤں میں کجروی کو سروں میں غرور کو
سینے میں بغض و کینہ کو، دل میں فتور کو — نیت میں معصیت کو، طبیعت میں زور کو
ذات اک طرف مٹا دیا بالکل صفات کو — کیسی زبان، زبان میں یہ کاٹ آئی ہاتھ کو

۲۵
روکی جو ڈھال اور بھی اندھیر چھا گیا — روزِ سیاہ شامیوں کے منھ پہ آ گیا
آخر بھنبھیر بھاگے نہ ہر گز رہا گیا — اور نہر علقمہ میں یہ بحرِ سخا گیا
دریا سے آبرو سے جو دریا کو بھر دیا — دُرِّ نجف نے بحر کو بحرین کر دیا

۲۶
چلو بھرا فرات سے سرکا کے آستین — عبرت سے دیر تک اُسے دیکھا کیے وہیں
پھر لائے امتحان کے لیے ہونٹھوں کے قریں — سینے میں دل تڑپ کے پکارا "نہیں نہیں"
گو مہرِ فاطمہؑ ہے، یہ مجھ پر حرام ہے — ہفتم سے فاطمہؑ کا پسر تشنہ کام ہے

۲۷
پانی جو بے حسینؑ کے منھ سے لگائے گا — ہے ہے وفا کا نام ابھی ڈوب جائے گا
اس وقت آبرو جو گئی پھر نہ پائے گا — یہ روز اب زمانے میں کاہے کو آئے گا
حضرت کہاں، فرات کہاں، کربلا کہاں؟ — تا عصر خاتمہ ہے، یہ دُکھ یہ بلا کہاں؟

۲۸
غازی نے دل کے شور سے پر مرحبا کہا — دریا سے روکے، پیاسوں کا سب ماجرا کہا
کاندھے پہ مشک بھر کے رکھی، یا خدا کہا — چلتے ہوئے، اجل نے پیامِ قضا کہا
ہے ہے نصیب پیاسوں کا رستے میں پھر گیا — سقہ حرم کا، فوج کے طوفان میں گھر گیا

۲۹
ننھی چھوٹی سکینہ قریب آئی ننگے پا — ننھے سے ہاتھ جوڑ کے حضرت سے یہ کہا

میں جاؤں بابا جان نہ آئیں اگر چچا — ضامن دیا ہے لو مجھے جھوٹا کریں گے کیا؟
لینے تو وہ نہیں ہیں کہ وعدہ بھلائیں گے — تو آ گئے ہیں نہر سے آ گئے جائیں گے

شہ رو کے بولے ٹوٹ پڑا ہم پہ آسمان — سمجھے ہیں بھائی تھک گیا تمہارا ابھی ہے بیان
اچھا نہ آ سکے جائے گا شیدر کا وہ نشان — کیا نہر پہ اجل نہیں آ سکتی میری جان؟
دریا پہ کون روکنے والا قضا کا ہے؟ — زورا کہ سے مقابلہ بہت چچا کا ہے

یہ سن کے ہو گئی وہ سراسیمہ اور کہا — ہے ہے یہ اب کھلا مجھے بہلا گئے چچا
لائے کہیں صحیح و سلامت انہیں خدا — یوں روٹھے ہیں کہ ان کو بھی معلوم ہو ذرا
مجھکو بھی ضد ہے پیاس سہی جان اپنی دونگی پر — پانی بھی انکا لایا ہوا اب نہ لونگی میں

یہ ذکر تھا کہ نہر سے ماتم کا غل ہوا — نوحہ یہ تھا کہ وادلدی وا مصیبتا
اکبر لپٹ کے رونے لگے شہ سے اور کہا — دادا کی روح روتی ہے مارے گئے چچا
انکی عزا کا آپ بھی سامان کیجیے — شہ بولے میرا چاک گریبان کیجیے

زیر علم بچھائی نبی زادیوں نے صف — بیوہ بھی آئی کہتی ہوئی یا شہ نجف
سر ننگے بیٹی اس طرف اور بیٹا اس طرف — ملبوس لائی بچوں کا بانوئے با شرف
یہ پیرہن تو سقے کی اولاد کے لیے — اور سادے کپڑے بیوۂ ناشاد کے لیے

آئی نظر جو اکبر مظلوم کی عقب — تھرائی تڑپی بیوۂ عباس با وفا
اور دونوں ہاتھ جوڑ کے بانو سے یہ کہا — بہر خدا کے واسطے ہے ہے یہ کیا کیا؟
اکبر کے کپڑے خلعت ماتم میں دیتی ہو — زینب کھڑی ہیں ان سے نہیں پوچھ لیتی ہو

اکبر پہ جو کہ آئی ہو میرے سر پہ آئے — اللہ شاہزادے کا سہرا انہیں دکھائے
کرتے سکینہ جان کے میری بیٹی پہنے نہ — بس اب سدھارئیے کہ مرا سایہ پڑ نہ جائے
پُرسے سے سرفراز نہ فرمائیے مجھے — یہ سادے کپڑے آپ نہ پہنائیے مجھے
رو کر کہا یہ بانو نے اس نیک ذات سے — بس بس کلیجہ پھٹتا ہے ہر ایک بات سے

رنڈسالہ بہنو، فاطمہ کبرا کے ہات سے — یہ نامراد بیوہ ہے شادی کی رات سے
بیٹی حسینؑ کی ہے بہو ہے حسنؑ کی ہے — گھونگھٹ میں، فکر دولھا کی خاطر کفن کی ہے
رو رو کے بین فاطمہ کبرا نے یہ کیے — ہے ہے دولھن بنی تھی الغیلن کا موں کے لیے
بس اے دبیر خوب جملے نظم کے دیے — تائیدِ غیب کے ہیں نمونے یہ مرثیے
بحرِ روان ہے یا کہ طبیعت ملی ہے یہ؟ — سقائے اہلِ بیت کی دریا دلی ہے یہ

شہادتِ حضرت عباسؑ

کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے — رن ایک طرف چرخِ کہن کانپ رہا ہے
رستم کا بدن زیرِ کفن کانپ رہا ہے — ہر قصرِ سلاطینِ زمن کانپ رہا ہے
شمشیر بکف دیکھ کے حیدرؑ کے پسر کو — ۹ جبرئیل لرزتے ہیں سمیٹے ہوئے پر کو
ہیبت سے ہیں نہ قلعۂ افلاک کے دربند — جلاد فلک بھی نظر آتا ہے نظر بند
وا ہے کمرِ چرخ سے، جوزا کا کمر بند — سیارے ہیں غلطان صفتِ طائرِ پربند
ہاتھوں سے عطارد کے قلم چھوٹ پڑا ہے — خورشید کے پنجے سے علم چھوٹ پڑا ہے
ہر بند کھلا قبر میں رستم کے کفن کا — اور چرخ پہ ڈھلنے لگا بہرام کا مٹکا
تھا ہوش تہمتن کو نہ اپنے سر و تن کا — نام اُڑ گیا صفحوں سے سلاطینِ زمن کا
جس شیر نے شیروں سے صدا پنجہ کیا ہے — جنگاہ میں آج اُسنے قدم رنجہ کیا ہے
ناگاہ ہوا غل کہ علمدار وہ آیا — لختِ جگرِ حیدرؑ کرار وہ آیا
قہر و غضبِ حضرتِ جبار وہ آیا — فرزندِ پیمبرؐ کا مددگار وہ آیا
اب جانوں کے بچنے کا کوئی طور نہیں ہے — عباس ہے عباس کوئی اور نہیں ہے
تلوار جو آری ہوئی حضرت کی سپر سے — ظالم نے لیا خنجرِ ہندی کو کمر سے
خنجر تو اُدھر سے چلا تلوار اِدھر سے — ۱۰ اُسوقت ہوا آ نہ سکی بیچ میں ڈر سے
اسوار کے سر پر جو پڑی ہانپ کے بیٹھا — ۱۱ تھرا کے یہ اٹھی تو فرس کانپ کے بیٹھا

اُس تیغ نے سرکش کے جو ترکش میں کیا گھر   غل تھا کہ گرا برجِ کبوتر میں وہ اژدر

پر تیروں کے کٹ کٹ کے گرے مثلِ کبوتر   ظالم ہوا مضطر صفتِ طائرِ بے پر

ناری نے نہ پھر نیزہ و تلوار سنبھالی ۱۲   اک ہاتھ سے سر ایک سے دستار سنبھالی

غازی نے کہا بس یہی فن پر تھا تجھے ناز   سیکھا نہ یداللّٰہیوں سے جنگ کا انداز

پھر کھینچی اس انداز سے تیغِ شرر انداز   جو میاں کے بھی منہ سے ذرا نکلی نہ آواز

یاں تیغ کو دہشت سے کیا میاں نے خالی   واں قالبِ اعدا کو کیا جان نے خالی

وہ کرتی ہوئی دامنِ بدکیش سے نکلی   ارواح صفتِ جسمِ بداندیش سے نکلی

بجلی کی طرح بازوئے دلریش سے نکلی   آڑی کبھی ہو ہو کے پس و پیش سے نکلی

دم سینے میں کافر کا رکا اور یہ الگ تھی   دو ہو کے وہ دو سمت گرا اور یہ الگ تھی

اس صف پہ گری تیغ جھپٹ کر اسے مارا   سیدھی گری اسپر تو الٹ کر اسے مارا

ہٹ کر اسے مارا تو پلٹ کر اسے مارا   بڑھ کر اسے مارا کبھی گھٹ کر اسے مارا

اللہ ری صفائی اثر ذرا خون نہ بھرا تھا ۱۴   یہ کاٹ کے نکلی بھی تو سر تن پہ دھرا تھا

توسن نے کہا دیکھو میں بجلی ہوں ہوا ہوں   تلوار پکاری کہ میں آفت ہوں بلا ہوں

وہ بولا میں طاؤس ہوں عنقا ہوں ہما ہوں   ہنس کر یہ کہا تیغ نے میں قہرِ خدا ہوں

گھوڑے نے کہا لاشوں کو میں روند کے نکلوں   شمشیر پکاری میں کدھر کوند کے نکلوں؟

لو ماہیِ دریا میں دلاور نظر آیا   دی خضر نے آواز علی کا پسر آیا

دریا میں ہوا شور کہ عالی گہر آیا   تھی دھوم ترائی میں کہ وہ شیرِ نر آیا

سکتہ یہ ہوا خضر کو الیاس نے دیکھا   پانی کو اتر گھوڑے سے عباس نے دیکھا

سوکھے ہوئے مشکیزے کا پھر کھولا دہانہ   اور بھرنے لگا جھک کے وہ سرتاجِ زمانہ

اعدا نے کیا دور سے تیروں کا نشانہ   اور چوم لیا حیدرِ کرار نے شانہ

فرمایا کہ کیا مجھ سے خوش کرتے ہو عباس   پانی مری بچی کے لیے بھرتے ہو عباس

دریا سے جو نکلا وہ ید اللہ کا جانی — غل پڑ گیا وہ ابرِ کرم سے چلا پانی
سقے سے سکینہ کی نہ کی مرتبہ دانی — بس آن کے سب ٹوٹ پڑے ظلم کے بانی
قبریں نبی و حیدر و زہرا کی ہلا دیں — سب برچھیوں کی نوکیں کلیجے سے ملا دیں

فضہ گئی روتی ہوئی اور پیٹتی آئی — تھا لب پہ کہ مرز کہ دوہائی ہے دوہائی
سیدانیو مارا گیا شبیرؑ کا بھائی — حیدر کے بھرے گھر کی ہوئی آج صفائی
ہر سمت نظر لشکرِ غم آتا ہے لوگو — عباسؑ نہ آئیں گے علم آتا ہے لوگو

ناگاہ علم شہ کا جھکتا ہوا آیا — ماتم تھا کہ پنجہ بھی لچکتا ہوا آیا
مشکیزہ بھی بے آب لٹکتا ہوا آیا — اور خون بھی ریتی سے ٹپکتا ہوا آیا
لشکر کی جو زینت تھی قضا لوٹ گئی تھی — صدمے سے الم کی بھی کمر ٹوٹ گئی تھی

تھامے ہوئے دامانِ علم سبطِ پیمبر — خون منہ پہ ملے چاک گریبان کھلے سر
دامن کو سنبھالے ہوئے چلاتے تھے اکبر — حمزہ کی وفات آج ہوئی اٹھ گئے حیدر
عمو یہ تمامی ہوئی اس جاہ و حشم کی — بس آخری ہے آج زیارت بھی علم کی

ڈیوڑھی سے جھکا کر اسے جو خیمے میں لائے — سب اہلِ حرم زیرِ علم پیٹتے آئے
غل پڑ گیا ہے ہے اسد اللہ کے جائے — مشکیزہ بھی تیروں سے چھدا زخم بھی کھائے
پیاسے رہے پانی نہ پیا نہر پہ جا کے — صدقے تری سقائی کے قربان وفا کے

ناشاد سکینہ کا عجب حال تھا غم سے — ماں تھامتی تھی، اور وہ لپٹتی تھی علم سے
آنکھوں کو چھپائے ہوئے سلطانِ امم سے — چلاتی تھی فریاد چچا چھٹ گئے ہم سے
یہ تشنہ جگر قابلِ تعزیر ہے لوگو — کیوں پانی کو بھیجا مری تقصیر ہے لوگو

روتی تھی بہت حضرتِ عباسؑ کی دختر — فرمایا سکینہ نے بہن صبر اسقدر
آیا ہے یہ غم دونوں کے حصے میں برابر — تو منہ پہ مرے خاک ملا میں ترے منہ پر
آفت میں گرفتار ہیں مجبورِ بلا ہیں — عباسِ علمدار کے ہم اہلِ عزا ہیں

جب خاکِ عزا دونوں نے ماتھے پہ لگائی　　اور ہائے علمدار کہا دھوم مچائی
حضرت کو مگر دیکھ کے وان تاب نہ آئی　　آخر چلے میدان کو شہِ کرب و بلائی
طاقت نہ رہی ضبط کی سلطانِ امم کو　　اللہ نگہبان کہا شہ نے حرم کو

خاموش دبیر اب کہ نہیں طاقتِ گفتار　　ہر مصرعۂ برجستہ ہے سلکِ دُرِ شہوار
ہمشکل ہے یہ مرثیہ بے منت و تکرار　　جز عونِ علمدار یہ تقصیر ہے دشوار
روشن ہے یہ سب بہرِ کرم شاہِ زمن سے　　کیا گوہرِ مضمون نکلتے ہیں دہن سے

شہادت حضرت امام حسینؑ

پیدا شعاعِ مہر کی مقراض جب ہوئی　　پنہاں درازیِ پرِ طاؤسِ شب ہوئی
اور قطع زلفِ لیلیِ زہرہ لقب ہوئی　　مجنون صفت رقابیِ صحرا کے سب ہوئی
فکرِ رفو تھی چرخِ ہنرمند کے لیے　　دن چار ٹکڑے ہو گیا پیوند کے لیے

بڑھکر عمر سے کہنے لگے بانیِ ستم　　اب تو یہ عذر ہے کہ بھوکے رہیں حرم
تو غل پکار اسیر ہیں آب و غذا سے ہم　　کھائی ہے آج قتلِ علمدار کی قسم
چلایا شمر ہم تو اسی وقت کھا چکے　　جب تین دن کے پیاسے کا سر کاٹ لا چکے

بولا عمر کہ بیٹھ رہو یہ روا نہیں　　حیدر کا نواسا، شیروں کا سر کٹا نہیں
دعوے سے بے سند ہے تمہیں کچھ حیا نہیں　　رستم بھی بھوکا پیاسا کسی سے لڑا نہیں
اترے نہ ہوتے تم جو لبِ نہر چین سے　　پھر دیکھتا میں لڑتے ہو کیونکر حسین سے

پھر زہر کے بجھے ہوئے خنجر طلب کیے　　اپنے ملازموں پہ وہ تقسیم سب کیے
سامان بہرِ قتلِ شہِ عرب کیے　　ٹکڑے نبیؐ علیؑ کے جگر بے سبب کیے
مانگا شقی نے توسنِ زریں لجام کو　　کھا پی کے فوج بھی ہوئی حاضر سلام کو

کثرت پہ فوج کی ہوا نازاں وہ خود پرست　　بولا کہ اپنی فتح ہے شبیر کی شکست
پہلے کیا فرات کا ظالم نے بند و بست　　بٹھلائے دس ہزار زرہ پوش تیز دست

دیوار آ ہی لب دریا بلند کی — دریا نے بانگ ہائے حسینا بلند کی

حضرت اصغر

بانو کے شیر خوار کو ہفتم سے پیاس ہے — بچے کی نبض دیکھ کے ماں بے حواس ہے
نہ دودھ ہے نہ پانی کے ملنے کی آس ہے — پھرتی ہے آس پاس یہ جینے سے یاس ہے
کہتی ہے کیا کروں میں دوہائی حسین کی — پتلی پھری ہے آج مرے نور عین کی
اک دم بھی ہائے غم سے نہیں انفراغ ہے — تازہ ابھی جوانی اکبر کا داغ ہے
گو بجھ گئی ہے کان کی گل یہ چراغ ہے — کیا لوٹنے کو موت کے میرا ہی باغ ہے
اصغر کا یا تراب ہے اکبر سدھارے ہیں — کیا خاک میں ملانے کو میرے ہی پیارے ہیں

شہ بیٹھے گرد حجرے کے سب کنبہ ہے بہم — پھیلا رہے ہیں سمٹے ہوئے پاؤں گرد حرم
تکیے پہ سر ڈھلا ہوا رکتے ہیں دم بدم — چھاتی پہ ہاتھ رکھ کے کبھی دیکھتے ہیں دم
قرآن کی ہوا کبھی گھبرا کے سنتے ہیں — بانو کو دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں
آخر کہا یہ سب نے بلاؤ امام کو — لاؤ خدا کے واسطے لاؤ امام کو
اس بے زبان کا حال سناؤ امام کو — نیلی رگیں گلے کی دکھاؤ امام کو
اکبر کی لاش لے کے گئے ہیں قتل گاہ میں — کوئی پکار لو وہ ابھی ہونگے راہ میں

حضرت لٹا رہے تھے وہاں لاشۂ جوان — بے حواس بیبیوں کی یہ سنی فغان
بولے کہ حسین بھائی کو بن بھائی کے کہاں — اکبر تمھاری لاش کا خالق نگاہبان
ہم خیمہ گہ میں جاتے ہیں اصغر بلاتے ہیں — انکو بھی پاس لا کے تمھارے سلاتے ہیں

پہنچے سرہانے حجرے کے شبیر سر جھکائے — اصغر کے کان سے لب اعجاز ملائے
چپکے سے کچھ کہا کہ وہ سنتے ہی مسکرائے — صدقے حسین ہاتھ بھی بیساختہ بڑھائے
بولی سکینہ بابا نے مشکلکشائی کی — اماں مبارک آنکھ کھلی میرے بھائی کی

زینب نے پوچھا شہ سے کہ اے فخر کائنات — کیا آپ نے کہا کہ جو چونکا یہ نیک ذات
شہ بولے اسکے دادا ہیں حلال مشکلات — اس بے زبان کے کان میں تلقین کی یہ بات

چلتے ہو میلوے علی اکبر مین سونے کو — آتے ہو میرے شیرون پہ قربان ہونے کو؟

۱۳ جھولے سے اٹھ کے قتل کے سید انکو دیکھیے — کیا لعل و دُر ہین گنج شہیدان کو دیکھیے
لٹتے ہوئے علیؑ کے گلستان کو دیکھیے — خنجر کے پھول کو غنچۂ پیکان کو دیکھیے
یہ سُن کے پیری گود مین جھولے سے آگئی ہین — مقتل کو شوق تیر مین منھ کو بیم لئے ہین

۱۴ بانو پکاری انپہ تو سب رحم کھائین گے — بچہ سمجھ کے پانی بھی دشمن پلائین گے
شہ بولے جو لقیت مین ہوگا وہ پائین گے — پہلے انھین کے آگے انھین بیچ کے جائین گے
خاطر سے انکی پانی کے سائل بھی ہو گئے — انجام کار یہ ہے کہ ہم انکو روئین گے

۱۵ بانو نے دی قسم کہ یہ فرمائیے نہین — گزری مین ایسے پانی سے لیجائیے نہین
اب دل مرا نہ مانے گا سمجھائیے نہین — اصغر کو دیجیے مجھے رلوائیے نہین
شہ بولے انکو شیر کو پیارا کروگی تم — جھولے مین موت آئے گی تو کیا کروگی تم

۱۶ ابھو ضرور جائین گے یہ رن مین جائین گے — پانی اگر ملے گا تو ان کو پلائین گے
جیتا خدا جو لائے گا ہم لیکے آئین گے — یہ عمر ہی جو کم ہے تو کیونکر بڑھائین گے
بندے کا کچھ نہ زور نہ کچھ اختیار ہے — مختار موت و زیست کا پروردگار ہے

۱۷ سمجھانے پر حسینؑ کے بانو نے رو دیا — دیکھا فلک کو یاس سے اور سر جھکا لیا
لیکر بلائین بیٹے کی پھر یہ بیان کیا — واری سدھارو خیر جو مرضی کبریا
دیکھون پھر آج کب تمھین گود مین لیتی ہون — اللہ و پنجتن کی ضمانت مین دیتی ہون

۱۸ اصغر کو لے چلے جو شہنشاہ بحر و بر ۱۵ — تھرتھرا کے اُسنے کنبے پہ حسرت سے کی نظر
ننھا سا ہاتھ ماتھے پہ رکھا جھکا کے سر ۱۶ — بانو پکاری پھیر کے منھ کو ادھر ادھر
لوگو مرا کلیجہ نکلتا ہے تھام لو ۱۷ — اصغر سدھارتے ہین جہان کی سلام لو

۱۹ گھر سے نہین چلے ہین یہ دنیا سے جاتے ہین — ننھے سے ہاتھ جوڑ کے مان کو دکھاتے ہین
زینب پکاری ہونٹھون کو بھی تو ہلاتے ہین — اتنے دنون کے دودھ کا حق بخشواتے ہین

وہ بولی بس کلیجے پہ نشتر نہ مارو تم
لو دودھ چھوٹی بینے کا بخشا سدھارو تم

۲۰
ہاتھوں پہ لے کے اُسکو چلے شاہِ اولیا
۱۸ اور ساتھ ساتھ گود کو کھولے ہوئے قضا
لکھا ہے دھوپ تیز تھی اور گرم تھی ہوا
اصغر پہ ماں نے ڈالدی اُجلی سی اک ردا
چادر نہ تھی وہ چہرۂ پُر آب و تاب پر
ٹکڑا سفید ابر کا تھا آفتاب پر

۲۱
ہر اک قدم پہ سوچتے تھے سبطِ مصطفا
لے تو چلا ہوں فوج عمر سے کہوں گا کیا؟
ذیابنی مانگ آتا ہے مجھکو نہ التجا
منت بھی گر کرونگا تو وہ دینگے کیا بھلا
پانی کے واسطے نہ سُنینگے عدو مری
بچے کی جان جائیگی اور آبرو مری

۲۲
پہنچے قریبِ فوج تو گھبرا کے رہ گئے
۱۹ چاہا کریں سوال پہ شرما کے رہ گئے
غیرت سے رنگ فق ہوا تھرا کے رہ گئے
۲۰ چادر پسر کے چہرے سے سرکا کے رہ گئے
آنکھیں جھکا کے بولے کہ یہ ہمکو لائے ہیں
۲۱ اصغر تمہارے پاس غرض لیکے آئے ہیں

۲۳
ماں نے بہت گلے سے لگایا نہ چپ ہوئے
گہوارے میں پھوپھی نے جھلایا نہ چپ ہوئے
بہنوں نے گودیوں میں کھلایا نہ چپ ہوئے
رو رو کے سارے گھر کو رلایا نہ چپ ہوئے
واں اشکبار تھے تو یہاں بیقرار ہیں
پانی کے تم سبھوں سے امیدوار ہیں

۲۴
گر میں بقولِ شمر و عمر ہوں گنہگار
یہ تو نہیں کسی کے بھی آگے قصوروار
ششماہہ بے زبان نبی زادہ شیرخوار
ہفتم سے سب کے ساتھ یہ پیاسا ہے بیقرار
سن ہے جو کم تو پیاس کا صدمہ زیادہ ہے
مظلوم خود ہے اور یہ مظلوم زادہ ہے

۲۵
سوئے فلک کو دیکھ رہے تھے کہ ناگہاں
لی حرملہ نے شانے سے دو تانک کی کماں
ترکش سے چن کے کھینچ لیا تیرِ جاں ستاں
چڑھتا کماں میں تاک کے حلقومِ بے زباں
چھٹتے ہی حلق بچے کا چھیدا جو تیر نے
۲۲ گھبرا کے غش سے کھولدیں آنکھیں صغیر نے

۲۶
کیا سن تھا تیر کھاتے ہی بچا بلک گیا
سوکھے گلے میں خون بھرا دم اٹک گیا
تڑپا جو شہ کے ہاتھوں پہ قامت سرک گیا
ٹوپی گری زمین پہ شملا ڈھلک گیا

ننھی کلائیوں میں تشنج سے بل پڑے ۲۳ ہچکی جو آئی منھ سے انگوٹھے نکل پڑے
منھ ماں سے شہ نے پھرایا کہ کیا ہوا؟ دیکھا کہ پار حلق سے تیرِ جفا ہوا
بچہ تڑپ رہا ہے لہو میں بھرا ہوا یوں دیکھتا ہے جیسے کہ کوئی ڈرا ہوا
آنکھیں پھرائے دیتے ہیں تیور بدلتے ہیں آگے تو دودھ اگلتے تھے اب خوں اگلتے ہیں

(حرب و ضرب)

۲۴
اتنے میں پھر جنگ کو بڑھی فوجِ اشقیا اصغر کو شہ نے پہلوئے اکبر میں رکھ دیا
اور دین کے ہلال کو دی بدر کی ضیا پہنچا زبانِ تیغ سے بھی حکمِ کبریا
قربان ذوالجناحِ شہِ دیں پناہ پر غصہ تو دیکھیے آیا یہ پہلے سپاہ پر

۲۵
اتنے میں آگئے شمر و عمر روبروئے شاہ بولے سپاہ کیا ہوئی؟ اے شاہِ کم سپاہ
کیوں، ہم ہوئے تباہ کہ اب تم ہوئے تباہ؟ اس لشکرِ قلیل پہ تھا فخر تم کو، واہ!
ہرگز نہ بندگانِ خلیفہ سے ڈرتے تھے اس فوج کے بھروسے پہ بیعت نہ کرتے تھے

۲۶
یہ سن کے سرخی آگئی روئے امام پر بیٹھے سنبھل کے اشہبِ گردوں خرام پر
اور کی نگاہِ شوق علیؑ کی حسام پر فرمایا کیوں میں حملہ کروں فوجِ شام پر
اکبر کی موت لے گئی طاقت حسینؑ کی کیوں تیغ تو کرے گی رفاقت حسینؑ کی

۲۷
تیغ دو سر یہ سن کے سراپا اچھل پڑی پھولا نہ جسم سمایا تو باہر نکل پڑی
آگے بڑھی تو جان کے پیچھے اجل پڑی اک نہر قہرِ حق کی یکایک ابل پڑی
بولی اجل سے چل تو پسِ پشتِ تیغ تر ۲۸ دیکھوں تو کون سست ہے اور کون تیز تر

۲۹
شہ اک قدم بڑھے تھے کہ وہ دونوں ہٹ گئے الٹی جو آستین تو دو عالم الٹ گئے
رکھا جو ہاتھ قبضے پہ دل سب کے پھٹ گئے ہر سمت پیک دوڑے کہ طالع پلٹ گئے
بے پیرو! بھاگو، تم کو قسم اپنے پیر کی کھینچی ہے ذوالفقار جنابِ امیرؑ کی

(ذوالفقار)

باہر نیام سے سرِ تیغِ رواں ہوا یا آستین سے یدِ بیضا عیاں ہوا
اژدر نکل کے غار سے شعلہ فشاں ہوا بے پردہ قہرِ خسروِ کون و مکاں ہوا
جوہر نہ تھے وہ تیغِ شہِ خوش خصال میں ۲۵ دن کو چمک رہے تھے ستارے ہلال میں

کھنچتے ہی تیغ نے شہِ دیں کو یہ دی ندا اے بے پسر کشندۂ اصغر کو تو بتا
کہہ دے کدھر ہے قاتلِ ہمشکلِ مصطفےٰ؟ زینب پکاری خیمے کے در سے کہ مرحبا
کوئی حسینیوں کا کشندہ نہ چھوڑیو ہاں ذوالفقار شمر کو زندہ نہ چھوڑیو

یہ سُن کے دو زبانیں نکالے ہوئے چلی سایے میں اپنے فتح کو ڈھالے ہوئے چلی
جوہر کا جال دوش پہ ڈالے ہوئے چلی ۲۶ قبضے میں قہرِ حق کو سنبھالے ہوئے چلی
سایہ کو مڑ کے حکم دیا رہ نہ جائیو ۲۷ انگلی اجل کی پکڑے ہوئے لیتا آئیو

بو کی طرح دماغوں میں آئی چلی گئی شل ہوا سروں میں ہما کی چلی گئی
شعلے کی طرح آگ لگائی چلی گئی صرصر کی طرح خاک اڑائی چلی گئی
سینے میں جیسے فنا آتی تھی اور قضا جاتی تھی اندازِ دم کی آمد و شد کا دکھاتی تھی

صرصر جدا و شعلۂ قہرِ خدا جدا رہوار کے قدم بھی نہ تھے ایک جا جدا
خود و سر و دل و جگر و دست و پا جدا سب لوٹتے تھے تیغ کے آگے جدا جدا
نے گردنیں تھیں دوش پہ نے سر تھے خود میں تیغِ علی تھی خود میں اور سر تھے گود میں

کس آب و تاب سے یہ سرِ فوج پر گئی ۲۸ پانی کا گھونٹ بن کے گلے سے اتر گئی
سینے کو کاٹتی ہوئی زیں سے گزر گئی بُرش کی سب کے دل پہ صفائی ٹھہر گئی
خالی عدو کے تن میں ٹھہرنا نہ آتا تھا آتا تھا سب کچھ ایک ٹھہرنا نہ آتا تھا

آنکھوں میں کوندتی تھی یہ پیشِ نظر نہ تھی صف کونسی تھی رن میں کہ زیر و زبر نہ تھی
کچھ انتہا سے یہ بُرشِ تیغِ دو سر نہ تھی یہ کون سی بلا تھی کہ جس کی خبر نہ تھی
یاں تھی وہاں نہ تھی جو ادھر تھی ادھر نہ تھی ۲۹ پر یہ نہ کچھ کھلا کہ کدھر تھی کدھر نہ تھی

ظلمت میں آنے جانے میں آسانیاں تھی | اور روشنی میں نیر اعظم کی ذات تھی
اندھیر کرنے کو یہ قیامت کی رات تھی | منھ سے نکلنا اسکے لیے ایک بات تھی

رن میں تو کافروں کے فقط حلق پر پھری | پر گھروں میں زبان تو یہ اشکل خبر پھری
تسلیم کی کہ تیغ یداللہ رواں ہوئی | تیغ نگہ نیام پلک میں نہاں ہوئی
صوفی کی طرح چلہ نشیں ہر کماں ہوئی | ہستی فنا تھی اور اماں بے اماں ہوئی

زیر فلک تڑپنے میں اس راہوار کے | بجلی کے سر پہ رعد گرا چیخ مار کے
آنکھیں زرہ کی تیغ سے گردیدہ ہو گئیں | مانند کاہ برچھیاں کاہیدہ ہو گئیں
تن پر کمانیں سہم کے خمیدہ ہو گئیں ۳۰ | تیغیں سمٹ کے قبضوں میں پوشیدہ ہو گئیں
جب بے تو ہاتھ سے گرے ہاتھ آستیں سے | سر تن سے پاؤں رن سے رن اٹھا زمیں سے

ترچھی رواں پیادوں کے سر پر اگر ہوئی | سیدھی وہ صف رواں کہ عدم سفر ہوئی
اکثر رہی صفائی لہو میں نہ تر ہوئی | گردن تو اک طرف نہ خبر کو خبر ہوئی
تیغ رواں کی طرح جدھر پلٹ گئی ۳۱ | گردن سر آگے پھینک کے پیچھے کو ہٹ گئی

وہ تیغ یوں چمک کے سوار اس پہ جب گئی | کوڑا لگایا رعد نے بجلی تڑپ گئی
بنکر سیاہ کے لیے لرزے کی تپ گئی | دوزخ کے شعلوں کی کفنی تن پہ نپ گئی
دل نا ریوں کا تپ کی حرارت سے جل گیا | کچھ کچھ بخار تیغ کے دل کا نکل گیا

قبضے میں اپنے تیغ دکھاتی تھی سبز و گل | گہ موج و گہ سمندرو گہ طاق و گاہ پل
گہ شعلہ گاہ آتش و گہ باغ و گاہ گل | گہ سیل کی صدا گہے طوفان کا وہ غل
غل تھا کہ دھوپ کھینے کو ترستے ہیں | چھایا ہے ابر تیغ علی سر برستے ہیں

(خاتمہ)

آخر پکارے سب کہ پیمبر کا واسطہ | اے تیغ نوجوانی اکبر کا واسطہ
اے تیغ روح فاتح خیبر کا واسطہ | اے تیغ خورد سالی اصغر کا واسطہ

کوفے کی یا کہ شام کے جانے کی راہ سے — پہنچے سفر کو اپنی ہمیں تو پناہ سے
تب بولے کو ہجوم کرے یہ پکارے شہِ زمن — بس ذوالفقار بس کہ لرزتے ہیں سب کے تن
شمشیر نے جواب دیا ہو کے نعرہ زن — کچھ یاد ہے خطاب کو شمشیر کا سخن
لاشوں سے شام و کوفے کے میداں بھر گئے ہیں — دم لونگی جب کہ شمر کو بے دم کرونگی میں

۳
مظلوم نے کہا کہ خدا کی رضا نہیں — زینب کو ہے وہ درد کہ جسکی دوا نہیں
معلوم تجکو مصلحتِ کبریا نہیں — میری قضا ہے شمر کی اس دم قضا نہیں
زیور سے آج لوٹے گا زہرا کی آل کا — کاٹے گا یہ گلا ترے صاحب کے لال کا

۴
لو مومنو بپا ہوا محشر، بکا کرو — تن سے جدا ہوا سرِ سرور بکا کرو
لاشہ تڑپ رہا ہے زمیں پر بکا کرو — نیزے پہ چڑھتا ہے سرِ اطہر بکا کرو
بجوائیں نوبتیں عمرِ روسیاہ نے — تکبیر تین بار کہی فرقِ شاہ نے

۵
غش سے دبیر بس کہ ملک کر رہے ہیں بین — جبریل رو رہے ہیں یہ ندا یوں بشور و شین
آگاہ ہو کہ قتل ہوئے شاہِ مشرقین — عابد یتیم ہو گئے مارے گئے حسین
کھیتی علی کی لٹ گئی بستی اجڑ گئی — پردیس میں حسین سے زینب بچھڑ گئی

مصائبِ اہلبیت

جب رن میں بوستانِ پیمبر ہوا تباہ — نقدِ حیات نائبِ حیدر ہوا تباہ
سیدانیاں اسیر ہوئیں گھر ہوا تباہ — سردار قتل ہو گیا لشکر ہوا تباہ
محبوس فوج میں حرمِ محترم ہوئے — شب باش، قتلگاہ میں، اہلِ حرم ہوئے

۲
سردار پھر گئے لبِ سعد سے تمام — اور آکے ابنِ سعد سے کرنے لگے کلام
جی چاہتا ہے اب کہ مٹا دیں ترا بھی نام — ناحق تری صلاح سے کاٹا سرِ امام
تجھ سے شقی کا ساتھ دیا آہ کیا کیا! — سید کا خون ہم نے کیا آہ کیا کیا!

۳
وہ بولا کچھ کہو تو سہی میں نے کیا کیا؟ — سب بولے اے شقی، تجھے غارت کرے خدا

اب کیا کرے گا نام نبیؐ تو مٹا چکا　　بالفرض تجھکو سبطِ پیمبرؐ سے بغض تھا
سیدانیوں سے آب و طعام اب بھی دور ہے　　بیچاری بیبیوں کا بھلا کیا قصور ہے؟

یہ رسم ہے عرب کی، ہیں آگاہ اس سے سب　　قوم عرب میں مرتا ہے جس کا عزیز جب
کھانا اُسے کھلاتے ہیں ہمسایے سب عرب　　اور حاضری بھی بھیجتے ہیں گھر میں وقتِ شب
بھوکا ہے تین روز سے کنبہ بتولؑ کا　　فاقہ نہ ٹوٹا آج بھی آلِ رسولؐ کا

تقسیم تو نے سب کو جو اے سعد کیا طعام　　آلِ نبیؐ کی بھوک پہ ہم رو گئے لاکلام
انکا نوالہ حلق میں کھانا ہوا حرام　　بے رحمی اور سنگ دلی تجھ پہ ہے تمام
آلِ نبیؐ کے واسطے فکرِ غذا نہیں؟　　تجھکو حمیتِ عرب، او بے حیا نہیں؟

بولا یہ ابنِ سعد، کہ لیجاؤ تم شتاب　　چالیس خوان کھانے کے اور سرد جامِ آب
تب ایک ایک نے یہ عمر کو دیا جواب　　کس منہ سے آگے جائیں ہم اُنسے ہیں حجاب
پیاروں کو اُنکے سامنے نیزوں پہ لائے ہیں ہم　　اور حاضری بھی اُنکے لیے لیکے جائیں ہم

بولا عمر یہ شمر سے، تو جا با ننگ و عار　　عباسؑ کا تو آپ کو کہتا ہے رشتہ دار
اُسنے کہا میں سب سے زیادہ ہوں شرمسار　　زینبؑ کے آگے سینۂ شہ پر ہوا سوار
میں نے کیا شہید شہِ مشرقین کو　　میں نے طمانچہ مارا یتیمِ حسینؑ کو

انکار جبکہ جانے میں ایک ایک نے کیا　　پھر تو عمر نے زوجۂ حُر کو طلب کیا
بولا یہ کہیو اُس سے کہ تو اہلِ حرم میں جا　　کرنا مری طرف سے بہت عذر و التجا
شوہر ترا ہے فدیۂ شہِ مشرقین کا　　دینا تو شہر بانو کو پُرسا حسینؑ کا

جانے کو مستعد ہوئی جس دم وہ باوفا　　ہمراہ اُسکے خواہرِ ہاشم کو بھی کیا
ہاشم بھی ایک فدیہ تھا سبطِ رسولؐ کا　　ساتھ اُنکے عورتیں تھیں بہتر پیادہ پا
خوانوں کے گرد پیش پیادے تمام تھے　　مشعل کی روشنی میں وہ خوانِ طعام تھے

تھی آگے آگے زوجۂ حُر شہ کی دوستدار　　پر خیمۂ حرم کے جو در تک ہوا گزار

کچھ روشنی بھی خیمے مین پائی نہ زینہار
دیکھا کہ ایک بی بی ہے ڈیوڑھی پہ بیقرار
یہ بات کہہ کے ہوتی ہے مشغول آہ مین
اصغر ہے قتلگاہ مین، مین خیمہ گاہ مین

۱۱
مشعل کی روشنی پہ جو زینبؑ نے کی نگاہ
بولی، کہ لوٹنے پھر آئی ہین سپاہ
پھر اس طرح پکارتی، ہوا ہم سے کیا گناہ؟
لوگو ڈرو خدا کے غضب سے یہ کیا ہے آہ؟
کوئی بھی پوچھتا نہین اس واردات کو؟
لوٹے ہوؤن کو لوٹنے آئے ہو رات کو؟

۱۲
گر اور کچھ گمان ہو تو کر لو ہمین شمار
بھاگا نہین ہے کوئی تمھارا گنہگار
موجود ایک جا ہین تمھارے قصوروار
اس سے تو ہم سبھون کو کرو قتل ایکبار
کل ہم کو لوٹ لیجیو اب کیا ضرور ہے
نہ قیدی بھاگے جاتے ہین نہ صبح دور ہے

۱۳
بچے ہمارے مانگ رہے تھے ابھی غذا
بہلا کے اُن سبھون کو ابھی ہے سُلا دیا
ضامن خدا ہے ہم نہین کرنے کے کچھ دغا
ہے فوج مین تمھاری سرِ شاہِ کربلا
اُس سر سے منہ پھرا کے کسے منہ دکھائین گے
قرآن بیچ مین ہے نہ ہم بھاگ جائین گے

۱۴
یہ بات سُن کے زوجۂ حُر رو دی خوب سا
پردہ اُٹھا کے خیمے مین آئی وہ باوفا
ہمراہ ساری عورتین کرتی ہوئین بکا
خوانِ طعام رکھدیے خیمے مین جابجا
سب عورتون کی شکل تھی پنہان نقاب سے
زینبؑ نے سر جھکا لیا اپنا حجاب سے

۱۵
زینبؑ پھر اپنے دل کو یہ دینے لگی خبر
ان خوانون مین یقین ہے شبیرؑ نے بھیجے ہونگے
ناگاہ بولی زوجۂ حُر پاس آن کر
لونڈی سلام کرتی ہے بی بی کرو نظر
مین عاشقِ حسینؑ کنیزِ بتولؑ ہون
مین زوجۂ ہراولِ سبطِ رسولؐ ہون

۱۶
آیا زبان زوجۂ حُر پہ جو حُر کا نام
تعظیم کو کھڑی ہوئی وہ خواہرِ امامؑ
بولی تو حُر کی زوجہ ہے ای بی بی نیکنام
حق بخشے حُر کو واہ عجب کر گیا وہ نام
پہلے خبر نہ تو نے کی زہرا کی جائی کو
سر ننگے آتی در پہ تری پیشوائی کو

۱۷
یہ کہہ کے اُس کو اپنے برابر بٹھا لیا
پلّہ نہ تھا جو ڈھانپ کے منہ روئے خوب سا

زانو پہ ہاتھ رکھ کے لگی رونے اور کہا ۔ پیاسا میں تجھ کو دیتی ہوں تو ساتھ دے مرا
وہ دے کے بولی نام خدا اس غلام کا ۔ میں تکلیف سے آئی ہوں پیاسا امام کا

بانو نے حر کی زوجہ سے پھر کی یہ گفتگو ۔ گھر میں تمہارے رہی ہوں مجھ سے بھی تم ملو
باندی کی شکل دیکھ کے بولی وہ نیک خو ۔ واللہ دل میں ڈھونڈھ رہی تھی میں آپ کو
اکبر تھا لال آپ کا اٹھارہ سال کا ۔ پیاسا تو مجھ سے چھٹ گیا اس خوش خصال کا

پھر آکے خواہر ہاشم نے بھی کہا ۔ زینب نے پوچھا کون ہے تو ہاشم کی بتا
وہ بولی میں کنیز ہوں فضہ کی باوفا ۔ بھائی ہے آپ کے مرا بھائی ہوا فدا
زینب پکاری عاشق شاہ زمن ہے تو ۔ کلثوم ہے بہن مری پاک بہن ہے تو

بھائی ترا شہید ہوا رن میں بے گناہ ۔ چہرہ اتر گیا ترا احوال ہے تباہ
بھائی کا داغ پوچھے مرے دل سے کوئی آہ ۔ ہاشم کے غم میں صبر تجھے دے مرا الٰہ
سنتا ہے شمر سن کے مری آہ سرد کو ۔ اس سے بیان تو کیجیو بھائی کے درد کو

زینب نے رو کے زوجۂ حر سے یہ پھر کہا ۔ یارب تمہارے آنے کا یاں کیا سبب ہوا؟
کی عرض اس نے لونڈی کی قسمت ہوئی رسا ۔ بھیجی ہے ابن سعد نے یہ خوان پر غذا
کہنے سے اس کے کھانے کے ہمراہ آئی ہوں ۔ یہ حاضری حسین کے مرنے کی لائی ہوں

سنتے ہی نام حاضری شاہ بے کفن ۔ زینب کا سینہ پھٹ گیا تھرا گیا بدن
بولی کہ ہائے اے مرے ماں جائے جیو ملن ۔ اس حاضری کے کھانے کو جیتی رہی بہن
دنیا میں یادگار رہا واسطہ مرا ۔ تم نے شہا کہا اٹھا کے دیا فاتحہ مرا

یہ بین کرکے زوجۂ حر سے کیا خطاب ۔ کھانا تو لے کے آئی تجھے بھی ہوا ثواب
اب دل کو مطلقاً نہیں ذوق طعام و آب ۔ کھایا ہے غم عزیزوں کے مرنے کا بے حساب
ہم سب حسین پیاسے کے ماتم میں رو رہے ہیں ۔ کسکو کھلائیں بچے بھی آنسو سے سوکھے ہیں

انصاف کر تو بانی بیدین کیا میں خستہ جان ۔ بیٹھے نظر ہے بھائی کی سوکھی ہوئی زبان

پیاسا ہوا حسینؑ کا فرزند نوجوان
کیا اڑیاں رگڑ رگڑ کے تھا اصغرؑ بھی ادا فغان
جب تک قضا نہ آ گئی تڑپتے رہے ہیں آہ
روئیں گی پیاسے بھائی کو اور آنکھیں پیار کو

۲۵

وہ بولی کوئی عذر زبان پر نہ لائیے
فاقے سے کیوں نہ تکلیف کچھ تو کھائیے
ان بھوکے پیاسے بچوں کو بھی اب چکھائیے
اک اک نوالہ آلِ نبیؐ کو کھلائیے
اب فاقہ توڑو روحِ پیمبرؐ کے واسطے
پانی بھی پی لو ساقیِ کوثرؑ کے واسطے

۲۶

زینبؑ کو تھا جو زوجۂ حُرّ کا کمال پاس
سجادؑ کو پکاری ذرا آؤ میرے پاس
ہنگامِ ذبح کہتے تھے بھائی سنبھال پاس
پانی سے تو بجھول نہ جانا ہماری پیاس
دو فاتحہ حسینؑ کا پانی کے جام پر
صدقے میں انکی پیاس کے انکے نام پر

۲۷

القصہ شہ کا فاتحہ پانی پہ جب دیا
زینبؑ نے کی وہ آہ کہ محشر بپا ہوا
شانہ ہلا ہلا کے سکینہؑ کا یہ کہا
پانی پیو اٹھو یہ پھوپھی تم پہ ہو فدا
بیٹا کو ابھی تو واسطے پانی کے روتی تھیں
کل تک تو تم باپ کے سینے پہ سوتی تھیں

۲۸

پانی کا نام بالی سکینہؑ نے جب سنا
اکبار آنکھیں ملتی اٹھی اور یہ کہا
پانی تو تم پہ بند تھا کیونکر تمہیں ملا
کیا آیا نہر سے مرا سقا مرا چچا
دن کو تو فوج گھیرے ہوئے تھی فرات کو
پانی چھپا کے لائے ہیں عباسؑ رات کو

۲۹

بانو بچاری سن کے یہ گفتار دل خراش
پانی پیو کہ ہو گیا مرے دل کو پاش پاش
دادی تجھا کہاں ہے جسے کرتی ہو تلاش؟
شانے کٹے پڑی ہے لبِ نہر انکی لاش
اٹھو پیو یہ پانی ہے نذرِ امام کا
اب فاتحہ ہوا ہے شہِ تشنہ کام کا

۳۰

ہر چند اختتامِ روایت نہیں ہنوز
پر اے دبیرؔ آتشِ غم سے ہے دل میں سوز
اور آہ مومنوں کی ہے شمعِ جہاں فروز
کر یہ دعا خدا سے کہ ہر شب ہر ایک روز
گردش میں گو سدا فلکِ کینہ جو رہے
یارب علیؑ کے دوستوں کی آبرو رہے

رباعیات

خورشید سرِ شام کہاں جاتا ہے؟ روشن ہو دبیرؔ یہ جہاں جاتا ہے
مغرب ہی کی جانب کو ہے قبرِ حیدرؑ ۳۲ یہ شمع جلانے کو، وہاں جاتا ہے

بانو کو قلق اکبرؑ دیجاہ کے تھے نالے، دلِ سوزاں سے، بلند آہ کے تھے
گر پوچھتا تھا کوئی کہ کیا سن ہوگا؟ ۳۳ کہتی تھی سسکیں بھیگی تھیں دن بیاہ کے تھے

تکلیف دکھاتا ہے زمانہ ہمکو دیتا ہے نہ دولت نہ خزانہ ہمکو
او گردشِ افلاک ہم سمجھتے ہیں سب تجھے ۳۴ تو پیستا ہے عجان کے دانہ ہمکو

گھر چھوڑ کے بہرِ جستجو نکلیں گے گلزارِ جہان سے مثلِ بُو نکلیں گے
اس خیمہ میں گر سے تو ہیں بمانندِ دلو پر جب نکلیں بہ آبرو نکلیں گے

رتبہ جسے دنیا میں خدا دیتا ہے دل میں وہ فروتنی کو جا دیتا ہے
کرتا ہے تہی دست ثنا آپ اپنی جو ظرف کہ خالی ہے صدا دیتا ہے

رحمت کا تری امید وار آیا ہوں منھ ڈھانپے کفن سے شرمسار آیا ہوں
چلنے نہ دیا بارِ گنہ نے پیدل ۳۵ تابوت میں کاندھے پہ سوار آیا ہوں

مال و زر و افسر و حشم ملتا ہے ممکن ہے نگین، طبل و علم ملتا ہے
عنقا کو، گردِ سرخ، پارس، اکسیر یہ سب ملتے ہیں دوست کم ملتا ہے

گو صورتِ دریا ہمہ تن جوش ہوں میں لب خشک ہیں چشم تر ہے خاموش ہوں میں
کیا پوچھتے ہو؟ مقام و مسکن کیسا؟ ۳۶ مانندِ حباب خانہ بردوش ہوں میں

عابد کو دوا اور نہ غذا دیتے ہیں ۳۷ سوتا ہے تو زنجیر ہلا دیتے ہیں
سادات کو قید اس مہینے میں کیا قیدی کو محرم میں چھڑا دیتے ہیں

بندوں پہ یہ کرم حضرتِ باری کا ہے مقدور کسے شکر گزاری کا ہے
دی ہے جو خدا نے سرفرازی مجکو ۳۸ ثمرہ یہ نہالِ خاکساری کا ہے

انتخاب

از

دیوانِ ذوق

مسلم شر

ذوق

شیخ ابراہیم تخلص ذوق دہلی مولد و مدفن ۱۲۷۱ھ سال وفات۔

یہ ایک بڑا ذی علم اور ذہین شاعر تھا۔ غالب اسکا ہمعصر تھا غالب کے بعض بعض کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ذوق کے پایۂ شاعری کو اردو میں خود سے کمتر نہیں سمجھتا تھا اور بعض متقدمین کی تو یہ رائے ہے کہ غالب سے ذوق بڑھا ہوا تھا لیکن سچ یہ ہے کہ کثرت رائے ہمیشہ غالب کی طرفدار رہی اور رہے گی۔ ذوق دہلی کے برائے نام بادشاہ "بہادر شاہ ظفر" کا استاد تھا بادشاہ اپنے کلام پر اصلاح لیتا تھا اور اسکی بڑی عزت کرتا تھا غالب بھی وظیفہ خوار شاہی تھا اسلیے وہ اپنے مزاج کے خلاف ذوق سے زیادہ محفوظ [illegible] نہیں سمجھتا تھا۔ ایسا سے ذوق کے پایۂ شاعری کی بساط سمجھیے کہ توسل شاہی کی برکت خیال فرمایئے ایک دفعہ غالب نے ایک شاہزادے کے بیاہ پر سہرا لکھا اسکا ایک شعر تھا "ہم سخن فہم ہیں غالب کے طرفدار نہیں ؛ دیکھیں اس سہرے سے کہدے کوئی بہتر سہرا" اسکے جواب میں بادشاہ کے ایما سے ذوق نے بھی ایک سہرا لکھا اور بہت اچھا لکھا اسکا ایک شعر ہے "جنکو دعویٰ ہو سخن کا یہ سنا دو انکو ؛ دیکھو اس طرح سے کہتے ہیں سخنور سہرا" غالب نے معذرت کے طور پر قطعہ لکھ کر بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا اسکے دو شعر یہ ہیں "مقطع میں آ پڑی ہے سخن گسترانہ بات ؛ مقصود اس سے قطع محبت نہیں مجھے +

روئے سخن کسی کی طرف ہو تو روسیاہ ؛ سودا نہیں جنون نہیں وحشت نہیں مجھے"

ذوق کے قبل کسی اور شاعر نے دربار شاہی میں وہ رسوخ لازوال پایا تھا جو ذوق کو نصیب ہوا اسے یا تو ظفر اور ذوق کے اعتدال طبیعت پر محمول کریں یا یہ سمجھیں کہ نہ ظفر کو اختیارات شاہی کا غرور تھا اور نہ ذوق نے اپنے بزرگوں کی تمکنت دیکھی تھی ان دنوں کا وقت عجب تھا کہ بادشاہ کو تفکرات ملکی ایک طرف مشغول رکھتے تھے اور شاعروں کو بزرگوں کی تلوار کی یاد دوسری طرف پریشان رکھتی تھی۔

غزلیات و ابیات

جس انسان کو سگِ دنیا پایا ۱ فرشتہ اُسکے ہمسایا پایا
سحر میں بھی ترے مضطر نے آرام خدا جانے کہ پایا یا نہ پایا؟
رہا ٹیڑھا مثالِ نیشِ کژدم ۲ کبھی کج فہم کو سیدھا نہ پایا
احاطے سے فلک کے ہم تو کب کے نکل جاتے مگر رستا نہ پایا
نظیر اُسکا کہاں عالم میں؟ اے ذوق کہیں ایسا نہ پائیگا نہ پایا

نام یوں پستی میں، بالاتر، ہمارا ہو گیا جس طرح پانی، کنوئیں کی تہ میں تارا ہو گیا
ایک دم بھی، ہم کو جینا ہجر میں تھا ناگوار پر امیدِ وصل میں برسوں گوارا ہو گیا
ذوق، اس بحرِ جہاں میں کشتیِ عمرِ رواں جس جگہ پر جا لگی، وہ ہی کنارا ہو گیا

نالہ اس شور سے کیوں میرا دہائی دیتا اے فلک گر تجھے اونچا نہ سنائی دیتا
دیکھو، چھوٹوں کو ہے اللہ بڑائی دیتا آسماں، آنکھ کے تل میں ہے دکھائی دیتا
لاکھ دیتا فلک آزار گوارا تھے مگر ایک تیرا نہ مجھے داغِ جدائی دیتا
منھ سے بس کرتے نہ ہرگز یہ خدا کے بندے گر حریصوں کو خدا ساری خدائی دیتا
دیکھ گر دیکھنا ہے ذوق کہ وہ پردہ نشین دیدۂ روزنِ دل سے ہے دکھائی دیتا

کسی بیکس کو، اے بیداد گر، مارا تو کیا مارا؟ جو آپ ہی مر رہا ہو، اُسکو گر مارا تو کیا مارا؟
نہ مارا آپ کو جو خاک ہو، اکسیر بن جاتا اگر پارے کو، اے اکسیر گر، مارا تو کیا مارا؟
بڑے موذی کو مارا، نفسِ امارہ کو گر مارا ۳ نہنگ و اژدہا و شیرِ نر مارا تو کیا مارا؟
تفنگ و تیر تو ظاہر نہ تھا کچھ پاس قاتل کے الٰہی، پھر جو دل پر تاک کر مارا تو کیا مارا؟
ہنسی کے ساتھ یاں رونا ہے مثلِ قلقلِ مینا کسی نے قہقہہ اے بےخبر مارا تو کیا مارا؟
جگر و دل، دونوں پہلو میں ہیں زخمی اُسنے کیا جانیں اِدھر مارا تو کیا مارا اُدھر مارا تو کیا مارا؟

گیا شیطان مارا ایک سجدے کے نہ کرنے میں
اگر لاکھوں برس سجدے میں سر مارا تو کیا مارا

دلِ بدخواہ میں تھا مارنا، یا چشمِ بدبیں میں
فلک پر ذوقؔ تیرِ آہ گر مارا تو کیا مارا؟

میں کہاں سنگِ درِ یار سے ٹل جاؤنگا؟
نہ وہ پتھر ہے پھسلنا، کہ پھسل جاؤنگا

دل یہ کہتا ہے کہ تو ساتھ نہ لے چل مجکو
ورنہ میں جاکے وہاں، دیکھ، مچل جاؤنگا

دل کہے ہے کہ مجھے روزنِ سینہ سے نکال
ورنہ خون ہوکے میں آنکھوں سے نکل جاؤنگا

گر پڑا آگ میں پروانہ دمِ گرمیِ شوق
سمجھا اتنا بھی نہ کمبخت، کہ جل جاؤنگا

جنبشِ برگ صفت باغِ جہاں میں اے ذوقؔ
کچھ نہ ہاتھ آئے گا تو ہاتھ تو مل جاؤنگا

اس سے تو اور آگ، وہ بے درد ہوگیا
اب آہِ آتشیں سے بھی، دل سرد ہوگیا

سینے میں بوالہوس کے بھی تھا آبلہ، مگر
نشتر کا نام سنتے ہی منہ زرد ہوگیا

پیرِ مغاں کے پاس وہ دارو ہے جس سے ذوقؔ
نامرد مرد، مرد جوان مرد ہوگیا

جدا ہوں یار سے ہم، اور نہوں رقیب جدا
ہے اپنا اپنا مقدر جدا نصیب جدا

دکھا دے جلوہ جو مسجد میں وہ بتِ کافر
تو چیخ اٹھے مؤذن جدا خطیب جدا

جدا نہ دردِ جدائی ہو گر مرے اعضا
حروفِ درد کی صورت ہوں، اے طبیب جدا

ہے اور علم و ادب، مکتبِ محبت میں
کہ ہے، وہاں کا معلم جدا، ادیب جدا

فراقِ خلد سے گندم ہے سینہ چاک اب تک
الٰہی ہو نہ وطن سے کوئی غریب جدا

کیا حبیب کو مجھ سے جدا فلک نے اگر
نہ کر سکا مرے دل سے غمِ حبیب جدا

کریں جدائی کا کس کس کی رنج ہم اے ذوقؔ
کہ ہونے والے ہیں سب ہم سے عنقریب جدا

نشہ دولت کا بد اطوار کو جس آن چڑھا
سر پہ شیطان کے اک اور بھی شیطان چڑھا

دیکھو قسمت کا لکھا اس نے پڑھا خط سو بار
دھیان پر میرا نہ مضمون کسی آن چڑھا

حضرتِ عشق کی درگاہ میں آکر اے ذوقؔ
دل و دین دیتے ہیں سب گبر و مسلمان چڑھا

نیمچہ جب سے وہ بانکا جوان لینے لگا
ہوس کے جی میں مرے یہ نیمچان لینے لگا

مجکو ہر شب ہجر کی ہونے لگی جو دن روز حشر
مجھ سے یہ کیون دن کے بدلے آسمان لینے لگا؟

ہر جو غنچون کا چٹکنا انگلیون کی سی چٹک
یہ بلائین کسکی، باغ، اسکے باغبان لینے لگا؟

جس بنے کی اس میکدہ مین بیعت دست سبو
وہ قدم تیرے، لبسا ہی پیر مغان لینے لگا

لے کے آئینہ جو دیکھی حسن کی اپنے بہار
اپنے بوسے آپ وہ غنچہ دہان لینے لگا

سوت اسکو یاد کرتی ہے خدا لینے لگے گور
یون ترا بیمار غم جو ہچکیان لینے لگا

رات کو اے ذوق اسکی نوک مژگان کا خیال
تن پہ ہر موے مرے، کار سنان لینے لگا

ایک دن بالکل نہ مین [illegible] اگر اچھا ہوا
داغ ادھر تازہ ہوا، گر زخم اودھر اچھا ہوا

ہے ترا تو ہی، نظر آیا اگر [illegible] تیرا
تو ہی اچھا ہے تجھے معلوم اگر اچھا ہوا

ذوق کے مرنے کی [illegible] تو پھیر کر گئے
پھر کہا تو نے کہا، منہ پھیر کر اچھا ہوا

عبث جان منتظر ہو ڈھونڈ [illegible] وہ کب آیا؟
اگر حیلم کو بھی آیا، تو ہم جانین گے اب آیا

وہ آئین یا نہ آئین [illegible] اٹھے
مگر یہ رنج ہے کیون رنج اٹھنے بے سبب آیا؟

لگائی زلف کو شانے [illegible] یارا دل
یہ گستاخی، گوارہ تو سہی اوب [illegible] سب آیا

ترے [illegible] آیا [illegible] نون کے
مگر رونا کبھی چوری سے بیدار نیم شب آیا

مین نے ذوق کے قربان [illegible] محبت کی
بلایا کس نے اسکو؟ یہ جب آیا بے طلب آیا

آنکھین مری تلوون سے وہ مل جائے تو اچھا
ہے حسرت پابوس نکل جائے تو اچھا

جو چشم کہ بے نم ہو وہ ہو [illegible] تو بہتر
جو دل نہ ہو بے داغ وہ جل جائے تو اچھا

بیمار محبت نے لیا تیرے [illegible] سنبھالا
لیکن وہ سنبھالے سے سنبھل جائے تو اچھا

تاثیر محبت عجب اک حب کا عمل ہے
لیکن یہ عمل یار پہ چل جائے تو اچھا

فرقت سے ترے تار نفس سینے مین میرے
کانٹا سا کھٹکتا ہے نکل جائے تو اچھا

وہ صبح کو آئے تو کرون باتون مین دوپہر
اور چاہون کہ دن تھوڑا سا ڈھل جائے تو اچھا

ڈھل جائے جو دن بھی تو اسی طرح کرون شام
اور پھر کہون گر آج سے کل جائے تو اچھا

جب گل ہو تو پھر وہ ہی کھون گل کی طرح سے — گر آج کا دن بھی یونہین ٹل جاسے تو اچھا
القصہ نہین چاہتا مین جاسے وہ یان سے — دل اُسکا یہین کاش بہل جاسے تو اچھا
ہی قطع رہِ عشق مین اے ذوق ادب شرط — جون شمع تو اب سر ہی کے بل جاسے تو اچھا

کہے ہے خنجرِ قاتل سے یہ گلو میرا — کمی جو مجھ سے کرے تو پیسے لہو میرا
نہ پہنچا گردنِ جانان تک اور لوٹ کے ہاے — پڑا لگے مین مرے دستِ آرزو میرا
ہمیشہ مین ہون اسی داوگھات مین اے ذوق — کہ رام ہو وہ غزال پلنگ خو میرا

بعد مُردن بھی خیالِ چشمِ فتّان ہی رہا — سبزۂ تربت مرا دشنۂ مژگان ہی رہا
کب لباسِ دنیوی مین چھپتے ہین روشن ضمیر — جا بکہ فانوس مین بھی شعلہ عریان ہی رہا
تیر تون دل اور پیکان دونون سینے مین رہے — آغوشِ دل پہ گیا خون ہو کے پیکان ہی رہا
آدمیت اور شی ہے علم ہے کچھ اور شے — کتنا طوطے کو پڑھایا پر وہ حیوان ہی رہا ۴
سب کو دیکھا اُس سے اور اُسکو نہ دیکھا جو نگاہ — وہ رہا آنکھون مین اور آنکھون سے پنہان ہی رہا
آ گئے زلفین تری دلمین بچین اور اب آنکھین تری — ملک دل اپنا ہمیشہ کا پریشان ہی رہا
مجھ مین اُنمین ربط ہے گویا بہ رنگ بوے گل — وہ رہا آغوش مین گویا گریبان ہی رہا
دین و ایمان ڈھونڈھتا ہے ذوق کیا اسوقت تیا — اسپہ کچھ دین ہی رہا باقی نہ ایمان ہی رہا

وہ کون ہے مجھ پہ جو تاسف نہین کرتا؟ — پہ میرا جگر دیکھ کہ مین اُف نہین کرتا
کیا قہر ہے وقفہ ہے ابھی آنے مین اُنکے — اور دم مرا جانے مین توقف نہین کرتا
دل فقر کی دولت سے مرا اتنا غنی ہے — دنیا کے زر و مال پہ مین تُف نہین کرتا
پڑھتا نہین خط غیر مرا وان کسی عنوان — جبتک کہ عبارت مین تصرف نہین کرتا
اے ذوق تکلّف مین ہے تکلیف سراسر ۵ آرام سے وہ ہے جو تکلّف نہین کرتا

اُسنے جب دال بہت رد و بدل مین مارا — ہم نے دل اپنا اُٹھا اپنی بغل مین مارا
آنکھ سے آنکھ ہے لڑتی مجھے ڈر ہے دل کا — کہین یہ جاسے نہ اس جنگ و جدل مین مارا

نہ ہوا پر نہ ہوا میر کا انداز نصیب — ذوق یاروں نے بہت زور غزل میں مارا

مذکور تری بزم میں کس کا نہیں آتا؟ — پر ذکر ہمارا نہیں آتا نہیں آتا

جینا ہمیں اصلا نظر اپنا نہیں آتا — گر آج بھی وہ رشکِ مسیحا نہیں آتا

کیا جانے اسے وہم ہے کیا میری طرف سے — جو خواب میں بھی رات کو تنہا نہیں آتا

ہم رونے پہ آجائیں تو دریا ہی بہا دیں — شبنم کی طرح سے ہمیں رونا نہیں آتا

آنا ہے تو آجا کہ کوئی دم کی ہے فرصت — پھر دیکھیے آنا بھی ہے دم یا نہیں آتا

ساتھ اُن کے ہیں ہم سایہ کے مانند ولیکن — اس پر بھی جدا ہیں کہ لپٹنا نہیں آتا

دل مانگیں مفت، اور پھر اُس پہ تقاضا — کچھ قرض تو دینا ہے یہ تمھارا نہیں آتا؟

جاتی ہے پہ زلفوں کی کشش دل سے ہمارے — افسوس کچھ ایسا ہمیں لٹکا نہیں آتا

قسمت ہی سے لاچار ہوں اے ذوق وگرنہ — سب فن میں ہوں میں طاق مجھے کیا نہیں آتا

ہم ہیں اور سایہ ترے کوچے کی دیواروں کا — کام جنت میں ہے کیا ہم سے گنہگاروں کا

محتسب گرچہ دل آزار ہے میخواروں کا — دے تجھے ایک جام، تو ہے یار بھی یاروں کا

اس طبیعت کا ہے ہنر دل ہی کو حاصل ہوتا — کاش میں عشق میں سر تا بقدم دل ہوتا

موت نے کر دیا لاچار وگرنہ انسان — ہے وہ خود بیں کہ خدا کا بھی نہ قائل ہوتا

سر بسر سفاک شہرہ ہے نگاہِ یار کا — سچ کہا ہے باڑھ کاٹے تمام ہے تلوار کا

کوچۂ زلفِ بتاں میں دل پڑا ہوگا کہیں — پوچھتے ہو کیا ٹھکانا اُس خدائی خوار کا

پانی طبیب دے ہے ہمیں کیا؟ بجھا ہوا — ہے، دل ہی زندگی سے ہمارا بجھا ہوا

نہ پکڑیں دامنِ الیاس گردابِ بلا میں ہم — کہ بدتر ڈوب کر مرنے سے ہے جینا سہارے کا

پڑے رہیے تو قفس ہے عجب آرام کی جا — پر ہے بے چین ہمیں شوقِ رہائی کرتا

نہ ہوا آبِ شہادت سے گلو تر نہ ہوا — مستعد جب وہ ہوا ناسے تو خنجر نہ ہوا

محفل میں شور قلقلِ مینا سے قل ہوا — لا ساقیا پیالہ کہ توبہ کا قل ہوا

ہو حسد کسی کو تجھ سے ہو تو ہے یہ تیری خوبی
کہ جو تو نہ خوب ہوتا تو وہ کیوں حسود ہوتا

کیوں کہے سے کرتا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا
کہہ جو تجھے کہنا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا

وہ دیکھیں کس طرح ہر روز فرقت دیکھ کر جیتا
کہ جو عاشق ہیں تیری صورت دیکھ کر جیتا

یوں لائے واں سے ہم دل صد پارہ ڈھونڈ کر
دیکھا جہاں پڑا کوئی ٹکڑا اٹھا لیا

جنت ہے زندگی میں زمانہ شباب کا
پیری ہے [illegible] سے ہونا عذاب کا

ہم برہنہ پا جنوں اور گرم تیغ سر زیر پا
دو پہر [illegible] بھی بیٹھے ہیں دب کر زیر پا

زاہد شراب پینے سے کافر ہوا میں کیوں؟
کیا ڈیڑھ چلو پانی میں ایمان بہہ گیا

یاں تک عدو زمانہ ہے مرد دلیر کا
جنگل میں [illegible] شکار کیے ہیں بھی شیر کا

نکلا ہے تیر دل پہ آہ کس کافر کی مژگاں کا
نشاں [illegible] کا معلوم ہوتا ہے پیکاں کا

مسجد میں اس نے ہم کو آنکھیں دکھا کے مارا
کافر کی [illegible] شوخی گھر میں خدا کے مارا

دل عبادت سے چرانا اور جنت کی طلب؟
کام چور [illegible] کام [illegible] کس منہ سے اجرت کی طلب؟

شمع کشتہ دل میں رہی اس سرو قامت کی طلب
یہ طلب [illegible] کس قیامت کی طلب؟

دور رہ اور دیکھ مت رہ [illegible] مثل ہلال
شہر میں [illegible] ہو اپنی شہرت کی طلب

گر گلستان جہان میں تنگ ہو تو غنچہ وار
کر کشادہ دل سے اپنے ذوق وسعت کی طلب

سمجھے پیمانے کی غلمت تو نہ بیٹھے ہرگز
سر جمشید ہے اور کرگس جام شراب

مجنوں نے دی لگا جو سر خار زار پشت
پشت اب ہجوم خار سے ہے پشت خار پشت

بار زمانہ پشت پہ لیکن شتر کی طرح
سیدھی فلک سے کی نہ کبھی ایک بار پشت

رہتا سخن سے نام قیامت تلک ہے ذوق
اولاد سے تو ہے یہی دو پشت چار پشت

معلوم جو ہوتا ہمیں انجام محبت
لیتے نہ کبھی بھول کے ہم نام محبت

کہتی تھی وفا نوحہ کناں نقش پہ میری
سونپا کسے تو نے مجھے ناکام محبت

بیمار عشق کا جو نہ تجھ سے ہوا علاج
کہہ اے طبیب تو ہی کہ پھر تیرا کیا علاج

میں وہ مجنوں ہوں جو نکلوں کنجِ زنداں چھوڑ کر
سیبِ جنت تک نہ کھاؤں سنگِ طفلاں چھوڑ کر

میں ہوں وہ گمنام جب دفتر میں نام آیا مرا
رہ گیا بس منشیِ قدرت جگہ واں چھوڑ کر

ہوگیا طفلی ہی سے دل میں ترازو تیرِ عشق
بھاگتے ہیں مکتب سے ہم اوراقِ میزاں چھوڑ کر

دل تو لگتے ہی لگے گا حوریانِ عدن سے
باغِ ہستی سے چلا ہوں ہائے پیاراں چھوڑ کر

ان دنوں گرچہ دکن میں ہے بڑی قدرِ سخن
کون جائے ذوق پر دلی کی گلیاں چھوڑ کر

بلبل ہوں صحنِ باغ سے دور اور شکستہ پر
پروانہ ہوں چراغ سے دور اور شکستہ پر

اس مرغِ ناتواں پہ ہے حسرت جو رہ گیا
مرغانِ کوہ و راغ سے دور اور شکستہ پر

اے ذوق سیر کیا مرے دل کو کہاں فراغ؟
کوسوں ہے وہ فراغ سے دور اور شکستہ پر

صفا سے دل کی ہے یہ صورت کہ دکھاتی ہے منہ کدورت
کہ جیسے جلا کی بالغرض تو ہو آئینے میں زنگ ہو کر

[illegible] میں ڈال کر
ایسا ہے یہ کہ جیسے وہ آنکھیں نکال کر

تجھ میں کیا باقی [illegible] دیکھیے ہم تو ان کے پاس
بدگمان وہم کی دارو نہیں لقمان کے پاس

کیا زباں چلتی ہے اس بزم میں بدگویوں کی
منہ میں انکے یہ زبانیں ہیں کہ الٰہی مقراض

[illegible] ہوا ایک سے ایک
دل سے دو حرف ہیں سو وہ بھی جدا ایک سے ایک

پھنسے نہ حلقۂ گیسوئے تابدار میں دل
بلا سے گر ہو نوالہ دہانِ مار میں دل

یہ جسمِ زار ہے یا [illegible] میں دل؟
گرہ ہے تار میں یا ہے یہ جسمِ زار میں دل

بغل میں جیسے مرا دل بغل کا دشمن ہے
نہ ایسا ہو کسی دشمن کے بھی کنار میں دل

اٹھا تو [illegible] ذوق
رہے گا [illegible] یار میں دل

بلا میں آنکھوں سے انکی جو دام لیتے ہیں
ہم اپنے ہاتھوں کو مژگاں ہی کا کام لیتے ہیں

ترے خرام سے پیروں میں بیٹھے ہیں فتنے
قدم سب آن کے وقتِ خرام لیتے ہیں

شبِ وصال ہے روزِ فراق میں کیا کیا
نصیب مجھ سے مرے انتقام لیتے ہیں

ہم [illegible] ہیں وہ شہ زور
جو عشق میں دلِ مضطر کو تھام لیتے ہیں

نہین خضاب سے بالا سیاہ ہین جو سفید سیاہ پوش ہوئے ماتم جوانی مین

ہم اپنے جذبۂ دل کے اثر کو دیکھتے ہین ۳۰ وہ بیٹھے بزم مین دیکھین کدھر کو دیکھتے ہین؟

بشر کو جوہری صراف زر کو دیکھتے ہین ۳۱ بشر کے دیکھنے والے بشر کو دیکھتے ہین

آپ کے دل سے سوا تو جو اس [illegible] زبان دل اور ان سا ن پر دل کو نہ دن

جبا ہر شکست کرون دل سے کہ نہین ہو سکتا لب کو دن رخ کو نہ دن زلف کو دن تل کو نہ دن

دشنام دو کہ بوسہ خوشی پہ ہے آپ کی رکھتے فقیر کام نہین رد و کد سے ہین

گھر ہی کر بیٹھا ہمارے غم ہجران دل مین ۳۲ ہم نے جانا تھا کوئی دن کا ہی مہمان دل مین

تشنۂ آبلہ سے گرمی افشان منہ مین کہ جپکا بیٹھ رہون بھر کے گھنگھنیان منہ مین

مرے نالون سے چپ ہین مرغ خوش الحان گلستان مین صدا طوطی کی سنتا کون ہے نقار خانے مین؟

سینہ کو دل ہے مرے زخم جگر سفتے ہین ہنسنے دو چارہ گرو ہنستے ہی گھر بستے ہین

کہتی ہے ماہی بیان کرد حیران کف نا ۳۳ داغ دیتے ہین اُسے جسکو درم دیتے ہین

آسمان اور زمین کا ان نے سنا نا ہم کو خاک مین تھا مگر اس ڈھب سے ملانا ہمکو

یہ تو ہین مضطرب اپنے تپیدن کیون ہوزن دل کا رہنا نظر آتا نہین اچھا ہم کو

دیکھا آخر کو نہ کشتی سے کی طرح مدہوش ہے ہم بھرے بیٹھے تھے کیون آپ نے چھیڑا ہمکو

ذوق بازیچۂ طفلان ہے سراسر یہ زمین ساتھ لڑکون کے پڑا کھیلنا گویا ہمکو

موت ہی سے کچھ علاج درد فرقت ہو تو ہو غسل میت ہی ہمارا غسل صحت ہو تو ہو

انتظار یار مین جو چشم ہو جاتے سفید مردمک اُسمین کہان ہو داغ حسرت ہو تو ہو

آدمیت سے ہے بالا آدمی کا مرتبہ پست ہمت یہ نہ ہووے پست قامت ہو تو ہو

آج اک گھڑی بھی تھی پیکر و صحبت سن کو ذوق وہ تیری ہی دستار فضیلت ہو تو ہو

آن پہنچی ہے سر گرداب فنا کشتی عمر ہر نفس باد مخالف کا ہے جھونکا ہم کو

ہم گئے جسکی طرف جون گل بازی اُسنے ۳۴ پاس آنے نہ دیا دور ہی پھینکا ہمکو

یہ تنگنا ہے دہر نہیں منزلِ فراغ — غافل نہ پاؤں حرص کے پھیلا سکیڑ تو

کتابِ محبت میں اے حضرتِ دل بتاؤ کہ تم نے لیے کتنا سبق ہو؟ — کہ جب آنکر تمکو دیکھا تو وہی لیے دستِ افسوس کے ذوق ہو

ہاے صیاد تو آیا مرے پر کاٹنے کو — میں تو خوش تھا کہ چھری لایا ہے سر کاٹنے کو

زیادہ ہوتا ہے پیری میں فربہ نفسِ امارہ — یہ بالوں کی سپیدی شیر ہے اس مارِ رہزن کو

دیکھا دمِ نزع دلارام کو — عید ہوئی ذوق ڈھلے شام کو

مرتے ہیں ترے پیار سے ہم اور زیادہ — تو لطف میں کرتا ہے ستم اور زیادہ

کیا قہر ہے جتنا کہ وہ چاہت سے رد کرے ہے — اُتنا ہی اُسے چاہیں گے ہم اور زیادہ

اس عاشقِ بیچارہ کا ہے آج بُرا حال — گریے سے ہے آنکھوں پہ ورم اور زیادہ

لیتے ہیں ثمر شاخِ ثمرور کو جھکا کر — جھکتے ہیں سخی وقتِ کرم اور زیادہ

جو کنجِ قناعت میں ہیں تقدیر پہ شاکر — ہے ذوق برابر انھیں کم اور زیادہ

اے ذوق وقتِ نالے کے رکھ لے جگر پہ ہاتھ — ورنہ جگر کو روئیے گا تو دھر کے سر پہ ہاتھ

اے شمع ایک چور ہے بادِ نسیمِ صبح ۲۵ — مارے ہے کوئی دم میں ترے تاجِ زر پہ ہاتھ

جو دیکھے اسکو تھام کے دل بیٹھ جائے ذوق — جب ناز سے کھڑا ہو وہ رکھ کر کمر پہ ہاتھ

ہوش و خرد گئے نگہِ سحرفن کے ساتھ — اب جو ہے اپنی بات سو دیوانے پن کے ساتھ

وحشی کو ہم نے دیکھا اُس آہو نگاہ کے — جنگل میں پھر رہا تھا قلانچیں ہرن کے ساتھ

افسردہ دل کے واسطے کیا چاندنی کا لطف؟ — لپٹا پڑا ہے مردہ سا گویا کفن کے ساتھ

گندم ہے سینہ چاک فراقِ بہشت میں ۲۶ — آدم کو کیا نہ ہوگی محبت وطن کے ساتھ

ممکن نہیں ہے ذوق علائق سے چھوٹنا — جب تک کہ روح کو ہے تعلق بدن کے ساتھ

ترے کوچے کو وہ بیمارِ غم دار الشفا سمجھے — اجل کو جو طبیب اور مرگ کو اپنی دوا سمجھے

ستم کو ہم کرم سمجھے جفا کو ہم وفا سمجھے — اور اُس پر بھی نہ سمجھے وہ تو اُس بُت سے خدا سمجھے

سمجھے اے سنگدل آرامِ جانِ مبتلا سمجھے — پڑیں پتھر سمجھ پر اپنی ہم سمجھے تو کیا سمجھے

مجھے آتا ہے رشک اُس رندِ مے آشام پر ساقی — نہ جو دع ماکدر جانے نہ جو خذ ما صفا سمجھے

نہ آیا خاک بھی رستہ سمجھ مین عمرِ رفتہ کا ۔ ۲۷ مگر سمجھے تو داغِ معصیت کو نقشِ پا سمجھے

سمجھ مین ہی نہین آتی ہے کوئی بات ذوق اُسکی — کوئی جانے تو کیا جانے کوئی سمجھے تو کیا سمجھے

لیتے ہی دل جو عاشقِ دلسوز کا چلے — تم آگ لینے آئے تھے کیا آئے کیا چلے

کیا رے چلے گلی سے تری ہم کہ جون نسیم — آئے تھے سر پہ خاک اُڑانے اُڑا چلے

افسوس ہے کہ سایۂ مرغِ ہوا کی طرح ۔ ۲۸ ہم جسکے ساتھ ساتھ چلین وہ جدا چلے

لیجائین تیرے کشتے کو جنّت مین بھی اگر — پھر پھر کے تیرے گھر کی طرف دیکھتا چلے

اے ذوق ہے غضب نگہِ یار الحفیظ — وہ کیا بچے کہ جسپہ یہ تیرِ قضا چلے

رخصت اے زندانِ جنون زنجیرِ در کھڑکائی ہے — مژدہ خارِ دشت پھر تلوا مرا کھجلائے ہے

سر بوقتِ ذبح اپنا اُسکے زیرِ پاے ہے — یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جاے ہے

بلبے استغنا کہ وہ یان آتے آتے رہ گئے — اُف ری بیتابی کہ یان تو دم ہی نکلا جاے ہے

نزع مین بھی ذوق کو تیرا ہی بس ہے انتظار ۲۹ جانبِ در دیکھے ہے جبکہ ہوش آ جاے ہے

گر ابکے پھرے جیتے وہ کعبے کے سفر سے — تو جانو پھرے شیخ جی اللہ کے گھر سے

وہ خُلق سے پیش آتے ہین جو فیض رسان ہین — ہے شاخِ ثمردار مین گل پہلے ثمر سے

اے ذوق کسی ہمدمِ دیرینہ کا ملنا ۳۰ بہتر ہے ملاقاتِ مسیحا و خضر سے

الٰہی کس بیگنہ کو مارا سمجھ کے قاتل نے کشتنی ہے؟ — کہ آج کوچے مین اُسکے شورِ بای ذنب قتلتنی ہے

غمِ جدائی مین تیرے ظالم کہون مین کیا مجھپہ کیا بنی ہے — جگر گدازی ہے سینہ کاوی ہے دلخراشی ہے جانکنی ہے

بشر جو اس تیرہ خاکدان مین پڑا یہ اُسکی فروتنی ہے — وگرنہ قندیلِ عرش مین بھی اسی کے جلوے کی روشنی ہے

خدنگِ مژگان ہے ذوق اُسکے دل اپنا سینہ سپر بنا ہے — مثالِ آئینہ سخت جانی سے سینہ دیوارِ آہنی ہے

آنکھ اُس پُر جفا سے لڑتی ہے — جان کشتی قضا سے لڑتی ہے

ہین مژگان کی دو صفین گویا — اک بلا اک بلا سے لڑتی ہے

شور قلقل یہ کیون ہے دختر رز　　کیا کسی آشنا سے لڑتی ہے
سچ ہے الحرب خدعۃ ای ذوق　　نگہ اُسکی دغا سے لڑتی ہے

ہے تیرے کان زلف معنبر لگی ہوئی　　رکھے گی یہ نہ بال برابر لگی ہوئی
بیٹھے بھرے ہوئے ہین خم مے کی طرح ہم　　پر کیا کرین کہ مُہر ہے مُنھ پر لگی ہوئی
میت کو غسل دیجو نہ اس خاکسار کے　　ہے تن پہ خاک کوچۂ دلبر لگی ہوئی
یہ چاہتا ہی شوق کہ قاصد بجاے مُہر ۳۱ آنکھ اپنی ہو لفافۂ خط پر لگی ہوئی
مُنھ سے لگا ہوا ہی اگر جام مے تو کیا　　ہی دل سے یاد ساقیِ کوثر لگی ہوئی
اے ذوق دیکھ دختر رز کو نہ مُنھ لگا ۳۲ چھٹتی نہین ہے مُنھ سے یہ کافر لگی ہوئی

کیا غرض لاکھ خدائی مین ہون دولت والے　　اُنکا بندہ ہون جو بندے ہین محبت والے
چاہین گر چارہ جراحت کا محبت والے　　بیچین الماس و نمک سنگ جراحت والے
رہے جون شیشۂ ساعت وہ مکدّر دونون ۳۳ کبھی مل بھی گئے دو دل جو کدورت والے
حرص کے پھیلتے ہین پاؤن بقدر وسعت　　تنگ ہی رہتے ہین دنیا مین فراغت والے
نہین جز شمع مجاور مری بالین مزار　　نہین جز کثرت پروانہ زیارت والے
تو مرے حال سے غافل ہی پر اے غفلت کیش　　تیرے انداز تغافل نہین غفلت والے
ناز ہی گل کو نزاکت پہ چمن مین ای ذوق ۳۴ اسنے دیکھے ہی نہین ناز و نزاکت والے

بلبل یہ ترے واسطے فریاد غضب ہی　　فریاد نہ کر دیکھ یہ صیاد غضب ہے
توڑا کمر شاخ کو کثرت نے ثمر کی ۳۵ دنیا مین گرانبار ہی اولاد غضب ہے
اخوان شیاطین ہین یہ بست مے ہند آ　　کیا حضرت آدم کی بھی اولاد غضب ہی
وہ کونسا غم ہے کہ جو دنیا مین نہین ہی ۳۶ اور اسپہ بھی دلکش یہ غم آباد غضب ہے
یہ خانۂ ہستی ہے عجب خانۂ رنگین　　اے ذوق مگر سستی بنیاد غضب ہی

مزے جو موت کے عاشق کبھو بیان کرتے　　مسیح و خضر بھی مرنے کی آرزو کرتے

اگر یہ جانتے چن چن کے ہمکو توڑینگے | تو گل کبھی نہ تمنائے رنگ و بو کرتے

سُراغ عمرِ گزشتہ کا ڈھونڈھیے گر **ذوق** | تمام عمر گزر جائے جستجو کرتے

غنچے تری غنچہ دہنی کو نہین پاتے | ہنستے ہین مگر تیری ہنسی کو نہین پاتے

کیون ہم نے دیا دل تجھے او سنگدل اپنا؟ | کمبخت ہم اُس سخت گھڑی کو نہین پاتے

وہ کونسا غم ہے جسے پاتے نہین دل مین | لیکن نہین پاتے تو خوشی کو نہین پاتے

معلوم نہین اُسکے دہن ہے کہ نہین ہے | اے **ذوق** ہم اس سرِّ خفی کو نہین پاتے

مزے یہ دل کے لیے تھے نہ تھے زبان کے لیے | سو ہم نے دل مین مزے سوزشِ نہان کے لیے

نہ چھوڑ تو کسی عالم مین راستی کہ یہ شے | عصا ہے پیر کو اور سیف ہے جوان کے لیے

جو پاسِ مہر و محبت کہین بیان بکتا | تو ہم بھی لیتے کسی اپنے مہربان کے لیے

نہین ہے خانہ بدوشون کو حاجتِ سامان | اثاثہ چاہیے کیا خانۂ کمان کے لیے

مثالِ نَے ہے مرا جب تلک کہ دَم مین دَم | فغان ہے میرے لیے اور مین فغان کے لیے

وبالِ دوش ہے اس ناتوان کو سر لیکن | لگا رکھا ہے ترے خنجر و سنان کے لیے

بنایا آدمی کو **ذوق** ایک جزوِ ضعیف | اور اس ضعیف سے کُل کام دوجہان کے لیے

جو دل قمارخانہ مین بُت سے لگا چکے | وہ کعبتین چھوڑ کے کعبے کو جا چکے

آنا بلا ہے اُسکا قیامت سے کم نہین | مرتے ہین انتظار مین اک روز آ چکے

یاد آیا یان کے آنے کا وعدہ انھین تو کب؟ | جب رات کو وہ پاؤن مین مہندی لگا چکے

ہنکار دو آج خوب چلو سیکڑے کو **ذوق** | چھوڑو کہین وظیفہ بہت بڑبڑا چکے

ابرِ تر آنسو بہانا کوئی ہم سے سیکھ جائے | برقِ مضطر تلملانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

تیغ تو اوچھی پڑی تھی گر پڑے سے ہم آپ سے | دل کو قاتل کے بڑھانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

کیا ہوا اے **ذوق** ہین جو مردُمک ہم روسیاہ | لیکن آنکھون مین سمانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

نہ پوچھو کہ دل شاد ہے یا حزین ہے | نہین یہ بھی معلوم ہے یا نہین ہے

تڑپے تفرقے یہ جدائی سے تیری — کہ میں ہوں کہیں دل کہیں جاں کہیں ہے
نہ اک آہ کی زخم سو سو اٹھائے — تجھے آفریں ذوق صد آفریں ہے

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے — مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے
آگ دوزخ کی بھی ہو جائے گی پانی پانی — جب یہ عاصی عرقِ شرم میں تر جائیں گے
ہم نہیں وہ جو کریں خون کا دعویٰ تجھ سے — بلکہ پوچھے گا خدا بھی تو مکر جائیں گے
ذوق جو مدرسے کے بگڑے ہوئے ہیں ملا — انکو میخانے میں لے آؤ سنور جائیں گے

ستمگر تو نے روکا سب کو میرے پاس آنے سے — اجل بھی گر کبھی آئے تو شاید [illegible]
اگرچہ لے چکا ہے تو دل و دیں اک زمانے سے — نہیں ایسا بھی اے کافر ترا ایمان [illegible]

اک صدمہ درد سر سے مری جان پر تو ہے — لیکن بلا سے یار کے زانو پہ سر تو ہے
وہ دل کہ جسمیں سوزِ محبت نہ ہووے ذوق — بہتر ہے اس سے سنگ کہ اسمیں شرر تو ہے

کیا وہ دنیا جسمیں ہو کوشش نہ دیں کے واسطے — واسطے واں کے بھی کچھ یا سب یہیں کے واسطے
ذوق عاصی ہے تو اسکا خاتمہ کیجو بخیر — یا الٰہی اپنے ختم المرسلیں کے واسطے

رکھے ہے حوصلہ دریا کب اہل ہمت کا — نہیں یہ اتنا کہ بھر کاسہ حباب تو دے

زخم دل پر کیوں مرے مرہم کا استعمال ہے ۳۷ مشک گر مہنگا ہے تو کیا لون کا بھی کال ہے

کیڑا ذرا سا اور وہ پتھر میں گھر کرے — انساں وہ کیا نہ جو دلِ دلبر میں گھر کرے

خوب روکا شکایتوں سے تجھے — تو نے مارا عنایتوں سے مجھے

گلہائے رنگ رنگ سے ہے رونقِ چمن — اے ذوق اس جہان کو ہے زیب اختلاف سے

کہیے نہ تنگ ظرف سے اے ذوق کبھی راز — کہکر اسے سننا ہو ہزاروں سے تو کہیے

یہ اقامت ہمیں پیغامِ سفر دیتی ہے — زندگی موت کے آنے کی خبر دیتی ہے

ساقیا عید ہے لا بادہ سے مینا بھر کے — کہ مے آشام پیاسے ہیں مہینا بھر کے

منکر تھے شہرہ ذوق جنکی پارسائی کا — وہ سب یارِ خراباتی اپنے نکلے ہمنشیں نکلے

اسی باعث سے دایہ طفل کو افیون دیتی ہے ۳۸ کہ تا ہو جائے لذت آشنا تلخیِ دوراں سے

ہوتا نہ اگر دل تو محبت بھی نہ ہوتی ہوتی نہ محبت تو کچھ آفت بھی نہ ہوتی

جو دل نہ کشمکشِ طرہ دوتا میں پڑے تو پھر بلا کو غرض ہے کوئی بلا میں پڑے

نگہ کا وار تھا دل پر پھڑکنے جان لگی چلی تھی برچھی کسی پر کسی کے آن لگی

سینے میں آشکارا ہمکو کسکی سا تھا چوری ؟ خدا کی گر نہیں چوری تو پھر بندے کی کیا چوری

ہاں نہ لوٹے زیر گردوں گر کوئی میری سنے ۴۸ ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سنے

شمع کو چاہیے یوں پیر پشت خم دیکھے ۴۹ سر اکو جیسے جھکا اونٹ وہ سدم دیکھے

پھرتے ہیں لکھے پڑھے سو ذہن کو مکتب جا کے طفل مکتب سے رہتے ہیں گنبد میں بسم اللہ کے

پاک رکھ اپنا دہن ذکر خدائے پاک سے کم نہیں تیری زباں منہ میں تری مسواک سے

گرد رہ ہو کھونا دل مضطر ستمگر کسی کے پانی دو بلا وار کے سر پر سے کسی کے

مقابل اس رخِ روشن کے شمع گر ہو جائے صبا یہ دھول لگائے کہ پھر سحر ہو جائے

کھل کے گل کچھ تو بہار اپنی صبا دکھلا گئے حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

آج تنہا خفقانی سے ہیں گھبرائے پھرتے کل سے کیا جو وصل کے عالم میں نظر میں پھرتے

خط بڑھا زلفیں بڑھیں کاکل بڑھے گیسو بڑھے حسن کی سرکار میں جتنے بڑھے ہندو بڑھے

لاشے کو پھینک دیجئے پھر گو دفن کیجئے مردہ بدست زندہ جو چاہیے سو کیجئے

ذوق زیبا ہے جو ہو ریش سفید شیخ پر وسمہ ابیِ رنگ سے مسند پہ گو رنگ سے

اگر انسان قانع ہو تو غنی ہو دو عالم سے ہوا کو حرص لیکن اسکی ہستی خوار کرتی ہے

اگر اٹھے تو آزردہ ہو بیٹھے تو خفا بیٹھے لگایا جی کو اپنے روگ جب سے دل لگا بیٹھے

دل کہاں پھیر تماشے پہ مرا لگتا ہے جی کے لگ جانے سے جینا بھی برا لگتا ہے

باقی ہے شیخ پاس بھی حسرت گناہ کی کالا کرے گا منہ بھی جو داڑھی سیاہ کی

کوئی ان تنگ دہانوں سے محبت نہ کرے اور جو یہ تنگ کریں منہ سے شکایت نہ کرے

دل گرفتار رہا یار کی عیاری سے ۴۰ ہم گرفتار ہوئے دل کی گرفتاری سے

کتنے مفلس ہو گئے کتنے تونگر ہو گئے ۔ خاک میں جب مل گئے دونوں برابر ہو گئے

الفت کا مزا جب کوئی مر جائے تو جائے ۔ یہ درد سر ایسا ہے کہ سر جائے تو جائے

قطعات

ہائے کل سب آشنا تیرے مریض عشق کے ۔ تھے علاج صحت دل ہر نفس تن کی فکر میں

آج گھبرائے ہوئے پھرتے ہیں باچشم پر آب ۔ گاہ تدبیر غسل میں گہ کفن کی فکر میں

اے ذوق بس نہ آپ کو صوفی بنائیے ۔ معلوم ہے حقیقت ہو حق جناب کی

نکلے ہو میکدے سے ابھی منہ چھپائے تم ۔ دابے ہوئے بغل میں صراحی شراب کی

تو بھلا ہے تو برا ہو نہیں سکتا ای ذوق ۔ ہے برا وہی کہ جو تجھکو برا جانتا ہے

اور اگر تو ہی برا ہے تو وہ سچ کہتا ہے ۴۱ کیوں برا کہنے سے تو اسکے برا مانتا ہے

جنکو اس وقت میں اسلام کا دعوی ہے کمال ۔ دیکھتا ہوں یہ اب ای ذوق میں انکا احوال

جس طرح سے کہ ہنسانے کو سیہ بینوں کے ۴۲ نقل کرتا ہو مسلمان کی کافر نقال

رباعیات

کیا فائدہ فکر بیش و کم سے ہوگا ۔ ہم کیا ہیں جو کوئی کام ہم سے ہوگا

جو کچھ ہوا ہوا کرم سے تیرے ۔ جو کچھ ہوگا ترے کرم سے ہوگا

جب تک تھے گرہ میں احمقوں کے پیسے ۔ سب کہتے تھے انکو آپ ایسے ایسے

مفلس ہوئے تو پھر کسی نے ای ذوق ۔ پوچھا نہ کہ تھے کون وہ اینسے تیسے

ان آنکھوں سے روئے لالہ گوں بھی دیکھا ۔ اور انکو پر از اشک خوں بھی دیکھا

کیا کیا دیکھا نہ رنگ ہم نے ای ذوق ۔ یوں بھی دیکھا جہان کو ووں بھی دیکھا

دنیا کے الم ذوق اٹھا جب میں گئے ۔ ہم کیا کہیں کیا آئے تھے کیا جائیں گے

جب آئے تھے روتے ہوئے آپ آئے تھے ۔ اب جائیں گے اوروں کو رلا جائیں گے

مثنویات

شیشۂ مے کی یہ دراز زبان — اور کچھ یہ ستم کہ پنبہ دہان
جھوم جھوم ایسے بادل آنے لگے — پاؤں توبہ کے لڑکھڑانے لگے

شبِ ہجران بسر نہیں ہوتی — نہیں ہوتی سحر نہیں ہوتی
بسترِ رنج و کنجِ تنہائی — رات کیا آئی اک بلا آئی
شام سے حال ہے یہ صبح تلک — نہیں لگتی مری پلک سے پلک
نہیں کیون بولتے سحر کے طیور — کیا شفق نے کھلا دیا سیندور
دل سے رخصت ہے تاب وطاقت کی — بیقراری نے استقامت کی
ہوسِ سیرِ باغ ہے کسکو؟ — دل ہے کسکو دماغ ہے کسکو؟
کاٹ کھانے کو دوڑتا ہے گھر — سگِ دیوانہ بن گیا ہے گھر

سہرا

اے جوان بخت مبارک تجھے سر پہ سہرا — آج ہے یمن وسعادت کا ترے سر سہرا
روے فرخ پہ جو ہیں تیرے برستے انوار ۴۳ — تار بارش سے بنا ایک سراسر سہرا
ایک کو ایک پہ تزئین ہے دمِ آرائش — سر پہ دستار ہے دستار کے اوپر سہرا
رونمائی میں تجھے دے مہ وخورشید فلک ۴۴ — کھولدے منہ کو جو تو منہ سے اٹھا کر سہرا
کثرتِ تارِ نظر سے ہے تماشائیون کی ۴۵ — دمِ نظارہ ترے روے نکو پر سہرا
دُرِ خوش آب مضامین سے بنا کر لایا — واسطے تیرے ترا ذوق ثناگر سہرا
جسکو دعوی ہو سخن کا یہ سنادے اسکو — دیکھ اس طرح سے کہتے ہیں سخنور سہرا

از

کلیاتِ سعدی

۹۶ نشتر

مصلح الدین نام سعدی تخلص مشہور بہ شیخ سعدی۔ شیراز مولد و مدفن۔ سعد ابن زنگی کے زمانہ میں یہ تھے اور اسی رعایت سے سعدی تخلص اختیار کیا تھا۔ امراکے دربار میں بھی حاضر ہوتے تھے اور فقرا سے بھی لطف ملاقات رکھتے تھے۔ یہ عالم صوفی اور شاعر تھے۔ بہت بڑے سیاح تھے اور بڑے باکمال تھے گلستان اور بوستان انکی تصنیفات میں بہت مشہور ہیں۔ ملا جامی لکھتے ہیں۔

در شعر سہ کس پیمبران اند　　قولیست کہ جملگی بران اند

فردوسی و انوری و سعدی　　ہر چند کہ لا نبی بعدی

سلطان محمد قاآن حاکم ملتان نے آپ کو چاہا کہ ملتان میں آکر بود و باش اختیار کریں لیکن پیری کی وجہ سے شیخ نے گھر چھوڑنا پسند نہیں کیا۔ امیر خسرو کے لیے سفارشی خط شیخ صاحب نے محمد قاآن کے پاس بھیجا تھا اور کچھ اپنی غزلیں بھی بھیجی تھیں ۶۹۱ھ میں شیخ صاحب مر۔ اور شیراز میں دفن ہوئے۔ انکا مقبرہ سعدیہ کے نام سے مشہور ہے۔

شمس الدین ابو الفرج ابن جوزی علوم ظاہر میں آپ کے استاد تھے اور شیخ شہاب الدین سہروردی علم باطن میں آپ کے مقتدا تھے۔ آپ کے کلام آپکی زیست ہی میں تمام ایشیا میں پہنچ گئے تھے۔ اور پھر آپ کی کتابوں نے داخل درس ہوکر ایشیا کی تہذیب و اخلاق میں اثر خاص پیدا کیا۔ سعدی کو اس اعتبار سے ایشیا کا سب سے بڑا معلم کہنا بجا ہے۔

ہندوستان کی تعلیم یافتہ جماعت میں جو پہلے اتحادِ خیال تھا انمیں لوگوں کے نزدیک اب کمی آتی جاتی ہے۔ اسکا سبب میرے خیال میں ایک یہ بھی ہے کہ سعدی کی گلستان و بوستان اور پندنامہ کی بدولت پہلے ہندوؤں اور مسلمانوں کا معلم اخلاق ایک ہوتا تھا اور نئے طرز تعلیم میں یہ امر جاتا رہا

پندنامه معروف به کریما

کریما ببخشای بر حال ما ۔ که هستم اسیر کمند هوا

اشارت به نفس

مکن تکیه بر عمر ناپایدار ۔ مباش ایمن از بازی روزگار

مدح کرم

ورای کرم در جهان کار نیست ۔ و زیبا کرم تر ز هیچ بازار نیست

صفت سخاوت

سخاوت مس عیب را کیمیاست ۔ سخاوت همه دردها را دواست

مذمت بخل

بخیل ار چه باشد توانگر بمال ۔ بخواری چو مفلس خورد گوشمال

سخیان ز اموال بر می خورند ۔ بخیلان غم سیم و زر می خورند

صفت تواضع

دلا گر تواضع کنی اختیار ۔ شود خلق دنیا ترا دوستدار

تواضع کند هوشمند گزین ۔ نهد شاخ پر میوه سر بر زمین

تواضع ز گردن فرازان نکوست ۔ گدا گر تواضع کند خوی اوست

مذمت تکبر

تکبر بود عادت جاهلان ۔ تکبر نیاید ز صاحب دلان

فضیلت علم

چو شمع از پی علم باید گداخت ۔ که بی علم نتوان خدا را شناخت

امتناع از صحبت جاهلان

دلا گر خردمندی و ہوشیار مکن صحبتِ جاہلان اختیار
ترا اژدھا گر بود یارِ غار ازان بہ کہ جاہل بود غمگسار

صفتِ عدل

رعایت دریغ از رعیت مدار مرادِ دلِ دادخواہان برار

مذمتِ ظلم

خرابی ز بیداد بیند جہان چو بستانِ خرم زبادِ خزان
مکن بر ضعیفانِ بیچارہ زور بیندیش آخر ز تنگیِ گور

صفتِ قناعت

اگر تنگدستی ز سختی منال کہ پیشِ خردمند ہیچ است مال
غنی گر نباشی مکن اضطراب کہ سلطان نخواہد خراج از خراب

صفت طاعت و عبادت

کسے را کہ اقبال باشد غلام بود میلِ خاطر بطاعت مدام
نماز از سرِ صدق برپاے دار کہ حاصل کنی دولتِ پایدار
پرستندۂ آفرینندہ باش در ایوانِ طاعت نشینندہ باش

بیان شرابِ محبت و عشق

خوشا آن دل کہ دارد تمناے دوست خوشا آنکس کہ در بند سوداے اوست
خوشا آنکس کہ شد مست ہر کوے دوست خوشا آنکس کہ شد منزلش کوے دوست

صفتِ وفا

جدائی ز احباب کردن خطاست بریدن ز یاران خلافِ وفاست

فضیلتِ شکر

گر از شکرِ ایزد نہ بندی زبان بدست آوری دولتِ جاودان

بیانِ صبر

ترا گر صبوری بود دستیار ٭ بدست آوری دولتِ پائدار

صفتِ راستی

۷ از راستی در جہان کار نیست ٭ کہ در گلبنِ راستی خار نیست

مذمتِ کذب

دروغ اے برادر مگو زینہار ٭ کہ کاذب بود خوار و بے اعتبار

منعِ امید از مخلوقات

۷ سنہ دل درین منزلِ جانستان ٭ کہ در وے نہ بینی دلے شادمان

۸ سنہ دل بریں دیرِ ناپائدار ٭ ز سعدی ہمیں یک سخن یاددار

گلستان

اثرِ صحبت

دیدم گُلِ تازہ چند دستہ ٭ بر گنبدے از گیاہ بستہ

گفتم چہ بود؟ گیاہ ناچیز ٭ تا در صفِ گُل نشیند او نیز

۹ بگریست گیاہ و گفت خاموش ٭ صحبت نہ کند کرم فراموش

گر نیست جمال و رنگ و بویم ٭ آخر نہ گیاہِ باغِ اویم

احسان فراموشی

سگے را لقمہ ہرگز فراموش ٭ نہ گردد، گر زنی صد نوبتش سنگ

۱۰ دگر عمرے نوازی سفلۂ را ٭ بکمتر چیزے آید با تو در جنگ

اسراف

۱۱ شبے کور روز روشن شمعِ کافوری نہد ٭ زود بینی کش بشب روغن نباشد در چراغ

چو دخلت نیست خرج آهسته‌تر کن — که میگویند ملاحان سرودے
بکوهستان اگر باران نبارد — بسالے دجلہ گردد خشک رودے

اعتدال

اے که مشتاقِ منزلی مشتاب — پند من کار بند صبر آموز
اسپ تازی دو تک رود بشتاب — اشتر آهسته میرود شب و روز

جوانے با پدر گفت اے خردمند — مرا تعلیم کن پیرانه یک پند
بگفتا نیکمردی کن نه چندان — که گردد خیره گرگِ تیز دندان

اقبال

بالاے سرش ز هوشمندی — میتافت ستارهٔ بلندی

انسان

مرغک از بیضه برون آید و روزی طلبد — آدمی زاده ندارد خبرِ عقل و تمیز

بخت و اتفاق

شد غلامے که آبِ جو آرد — آبِ جو آمد و غلام ببرد
دام هر بار ماهی آوردے — ماهی این بار رفت و دام ببرد
چه کند زورمندِ وارون بخت — بازوے بخت به که بازوے سخت
منعم بکوه و دشت و بیابان غریب نیست ۱۳ هر جا که رفت خیمه زد و بارگاه ساخت
رزق هر چند بیگمان برسد ۱۴ شرطِ عقل است جستن از درها
گه بود کز حکیم روشن راے — بر نیاید درست تدبیرے
گاه باشد که کودکے نادان — بغلط بر هدف زند تیرے

بخل

مکن نماز بران هیچکس که هیچ نکرد — که عمر در سرِ تحصیلِ مال کرد و نخورد

بدصوت

چون آوازش امر آن بدلباس است / که خدا را گفتم از بہرِ خدا سے
نیبه ام درگوش کن تا نشنوم / یا درم بگشاے تا بیرون روم
موذن بانگ بے ہنگام برداشت / نمیداند که چند از شب گزشت است
درازی شب از مژگان من پرس / که یکدم خواب در چشمم نگشت ست

بیوفائی

جوانان خردمند و خوب رخسار ۱۴ / ولیکن در وفا با کس نپایند
وفاداری مدار از بلبلان چشم ۱۵ / که ہردم بر گلِ دیگر سرایند

بے ہنری

گر بے ہنر بمال کند کبر بر حکیم / کون خرش شمار اگر گاو عنبر است
آن را که عقل و ہمت و تدبیر و رای نیست / خوش گفت پرده دار که کس در سرای نیست

پسر

سالہا بر تو بگذرد که گزار / نکنی سوے تربتِ پدرت
تو بجاے پدر چه کردی خیر ۱۶ / تا ہمان چشم داری از پسرت
زنانِ باردار اے مردِ ہشیار / اگر وقتِ ولادت مار زایند
ازان بہتر بنزدیک خردمند / که فرزندانِ ناہموار زایند

پیری

دمے چند گفتم برآرم بکام / دریغا که بگرفت راہِ نفس
دریغا که بر خوانِ الوانِ عمر / دمے چند خوردیم و گفتند بس

تربیت اولاد

ہر که در خردیش ادب نه کنی / در بزرگی فلاح ازو برخاست

چوب تر را چنانکہ خواہی پیچ — نشود خشک جز بآتش راست

ہر آن طفل کو جورِ آموزگار ۱۷ نہ بیند جفا بیند از روزگار

پادشاہے پسر بمکتب داد — لوح سیمینش بر کنار نہاد

بر سرِ لوحِ او نوشتہ بزر ۱۸ جورِ استاد بہ ز مہرِ پدر

تواضع

این حکایت شنو کہ در بغداد — رایت و پردہ را خلاف افتاد

رایت از گردِ راہ و رنجِ رکاب — گفت با پردہ از طریقِ عتاب

من و تو ہر دو خواجہ تاشانیم — بندۂ بارگاہِ سلطانیم

من ز خدمت دمے نیاسودم — گاہ و بیگاہ در سفر بودم

تو نہ رنج آزمودۂ نہ حصار — نہ بیابان و باد و گرد و غبار

قدمِ من بسعی پیشتر است — پس چرا عزتِ تو بیشتر است

تو بر بندگانِ مہ روئی — با کنیزانِ یاسمن بوئی

من فتادہ بدستِ شاگردان — بسفر پاے بند و سر گردان

گفت من سر بر آستان دارم ۱۹ نہ چو تو سر بر آسمان دارم

ہر کہ بیہودہ گردن افرازد — خویشتن را بگردن اندازد

تہذیبِ سخن

سخن گرچہ دل بند و شیرین بود — سزاوارِ تصدیق و تحسین بود

چو یکبار گفتی مگو باز پس ۲۰ کہ حلوا چو یکبار خوردند بس

جہل

یکے را زشت خوئے داد دشنام — تحمل کرد و گفت اے نیک فرجام

بتر زانم کہ خواہی گفت آنی — کہ دانم عیبِ من چون من ندانی

تمیز باید و تدبیر و عقل وانگہ ملک | کہ ملک و دولتِ نادان سلاحِ جنگِ خداست

حسد

شور بختان بآرزو خواہند | مقبلان را زوالِ نعمت و جاہ
گر نہ بیند بروز شپرہ چشم | چشمۂ آفتاب را چہ گناہ؟
راست خواہی ہزار چشم چنان | کور بہتر کہ آفتاب سیاہ؟

حسن

باتو مرا سوختن اندر عذاب | بہ کہ شدن با دگرے در بہشت
بوئے پیاز از دہنِ خوبروے | نغز نماید کہ گل از دستِ زشت

حکمت

دگرہ گر نداری طاقتِ نیش ۲۱ مکن انگشت در سوراخ کژدم
چو کردی با کلوخ انداز پیکار ۲۲ سرِ خود را بہ نادانی شکستی
چو تیر انداختی بر روئے دشمن | چنان دان کاندر آماجش نشستی
گر گزندت رسد ز خلق مرنج | کہ نہ راحت رسد ز خلق نہ رنج
از خدا دان خلافِ دشمن و دوست | کہ دلِ ہر دو در تصرفِ اوست
گرچہ تیر از کمان ہمی گزرد ۲۳ از کمان دار بیند اہلِ خرد
چہ سالہائے فراوان و عمرہائے دراز | کہ خلق بر سرِ ما بر زمین بخواہد رفت
چنانکہ دست بدست آمدست ملک بما ۲۴ بدستہائے دگر ہمچنین بخواہد رفت
کس نیاموخت علمِ تیر از من ۲۵ کہ مرا عاقبت نشانہ نکرد
ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی ۲۶ کین رہ کہ تو میروی بترکستان ست
خاتونِ خوب صورت و پاکیزہ روے را | نقش و نگار و خاتمِ فیروزہ گو مباش
درویشِ نیک سیرت و فرخندہ روے را | نانِ رباط و لقمۂ دریوزہ گو مباش

گر آب چاہ نصرانی نہ پاکست — جہود مردہ میشوئی چہ باکست

بدوزد شرہ دیدۂ ہوشمند — در آرد طمع مرغ و ماہی بہ بند

چو پرخاش بینی تحمل بیار — کہ سہلی ببندد در کارزار

یا مکن با پیلبانان دوستی ۲۷ یا بنا کن خانہ در خورد پیل

برینکہ می گذرد دل منہ کہ دجلہ بسے — پس از خلیفہ بخواہد گذشت در بغداد

گرت ز دست برآید چو نخل باش کریم ۲۸ ورت ز دست نیاید چو سرو باش آزاد

حیات انسانی

ہر دم از عمر میرود نفسے ۲۹ چون نگہ میکنم نماند بسے

ایکہ پنجاہ رفت و در خوابی — مگر این پنج روز دریابی

خجل آنکس کہ رفت و کار نساخت ۳۰ کوس رحلت زدند و بار نساخت

خواب نوشین بامداد رحیل ۳۱ باز دارد پیادہ را ز سبیل

ہر کہ آمد عمارت نو ساخت ۳۲ رفت و منزل بدیگرے پرداخت

وان دگر پخت ہمچنین ہوسے — وین عمارت بسر نبرد کسے

یار ناپایدار دوست مدار — دوستی را نشاید این غدار

مادۂ عیش آدمی شکم است — تا بتدریج میرود چہ غم است

گر ببندد چنانکہ نکشاید — گو دل از عمر برکنید شاید

ورکشاید چنانکہ نتوان بست — گو بشو از حیات دنیا دست

چار طبع مخالف و سرکش — چند روزے بوند باہم خوش

گر یکے زین چہار شد غالب — جان شیرین برآید از قالب

لاجرم مرد عارف کامل ۳۳ نہ نہد بر حیات دنیا دل

نیک و بد چون ہمی بباید مرد ۳۴ خنک آنکس کہ گوئے نیکی برد

برگِ عیشے بگورِ خویش فرست کس نیارد زپس تو پیش فرست
عمر برفست و آفتاب تموز ۳۴ اندکے ماند و، خواجہ غرہ ہنوز
اے تہیدست رفتہ در بازار ترسمت باز نا وری دستار
پند سعدی بگوشِ دل بشنو رہ چنین ست، مرد باش زبرد
بصورت آدمی شد قطرۂ آب کہ چل روزش قرار اندر رحم ماند
وگر چل سالہ را عقل و ادب نیست بہ تحقیقش نشاید آدمی خواند

خادم

غلام آبکش باید و خشت زن بود بندۂ نازنین مشت زن

خلقت

ہیچ صیقل نکو نداند کرد آہنے را کہ بدگہر باشد
چون بود اصل جوہرے قابل تربیت را درو اثر باشد
سگ بدریائے ہفتگانہ بشو چونکہ تر شد پلید تر باشد
خر عیسے اگر بہ مکہ برند چون بیاید ہنوز خر باشد

خموشی

چو کارے بے فضول من برآید مرا در وے سخن گفتن نشاید
دگر بینم کہ نابینا و چاہ است ۳۶ اگر خاموش بنشینم گناہ است

خود داری

کہن خرقۂ خویش پیراستن ۳۷ بہ از جامۂ عاریت خواستن

دفع دشمن

نہ بینی کہ چون گربہ عاجز شود برآرد بچنگال چشم پلنگ

دنیا

اگر دنیا نباشد دردمندیم | اگر باشد بمهرش پای بندیم

راستی

راستی موجب رضای خداست ۳۸ کس ندیدم که گم شد از ره راست

رزق

اگر روزی بدانش در فزودی ۳۹ ز نادان تنگ روزی تر نبودی

بنادان آنچنان روزی رساند ۴۰ که دانا اندران حیران بماند

بخت و دولت بکاردانی نیست | جز بتائید آسمانی نیست

کیمیا گر بغصه مرده برنج ۴۱ ابله اندر خرابه یافته گنج

فراموشت نکرد ایزد در آنحال | که بودی نطفهٔ مدفون و مدهوش

روانت داد و طبع و عقل و ادراک | جمال و نطق و رای و فکرت و هوش

ده انگشتت مرتب کرد بر کف | دو بازویت مرتب ساخت بر دوش

کنون پنداری ای ناچیز همت | که خواهد کردنت روزی فراموش

ریا

آنکه چون پسته دیدمش همه مغز | پوست بر پوست بود همچو پیاز

ای طبل بلند بانگ در باطن هیچ | بی توشه چه تدبیر کنی وقت بسیج

روی طمع از خلق بپیچ ار مردی ۴۱ تسبیح هزار دانه بر دست مپیچ

زمانه

شکوفه گاه شگفته است و گاه خوشیده ۴۲ درخت وقت برهنه است و وقت پوشیده

زبان خلق

بعذر و توبه توان رستن از عذاب خدای | ولیک می نتوان از زبان مردم رست

سخن

سخندان پرورده پیرِ کہن | بیندیشد آنگہ بگوید سخن
مزن بے تامل بگفتار دم | نکو گوے گر دیر گوئی چہ غم
بیندیش و آنگہ برآور نفس | وزاں پیش بس کن کہ گویند بس

نطق آدمی بہتر است از دواب ۴۳ دواب از تو بہ گر نہ گوئی صواب

تا مرد سخن نگفتہ باشد ۴۴ عیب و ہنرش نہفتہ باشد
ہر بیشہ گمان مبر کہ خالی ست | شاید کہ پلنگ خفتہ باشد

نہ مرد ست آن بہ نزدیک خردمند | کہ با پیلِ دمان پیکار جوید
بلے مرد آن کس است از روے تحقیق ۴۵ کہ چون خشم آیدش باطل نگوید

در سخن با دوستان آہستہ باش | تا ندارد دشمنِ خونخوار گوش
پیشِ دیوار آنچہ گوئی ہوشدار | تا نباشد در پسِ دیوار گوش

شوق

نگارِ من چو در آید بخندۂ نمکین | نمک زیادہ کند بر جراحتِ ریشان
چہ بودے ار سرِ زلفش بدستم افتادے | چو آستینِ کریمان بدستِ درویشان

صبر

گرت خوے من آمد ناسزاوار | تو خوے نیک خویش از دست مگذار

صحبتِ بد

زنہار از قرینِ بد زنہار | وقنا ربنا عذاب النار

صحبتِ جاہلان

عاقل را نباشد کین و پیکار | نہ دانائے ستیزد با سبکسار
اگر نادان بوحشت سخت گوید | خردمندش بہ نرمی دل بجوید
دو صاحبدل نگہ دارند مو را | ہمیدون سرکشے آزرم جو را
وگر در ہر دو جانب جاہلانند ۴۶ اگر زنجیر باشد بگسلانند

امید دار بود آدمی بخیر کسان ۴۸ مرا بخیر تو امید نیست بد مرسان

ہمیشہ کس نتراشد ز روے خار گل | چنانکہ بانگ درشت تو می خراشد دل

صحبت ناجنس

نہ عجب گر فرو رود نفسش | عندلیبے غراب ہم قفسش

عالم اندر میانہ جہال | مثلے گفتہ اند صدیقان

شاہدے در میان کوران است | مصحفے در کنشت زندیقان

طعام

سخن آنگہ کند حکیم آغاز | یا سر انگشت سوے لقمہ دراز

کہ زنا گفتنش خلل زاید | یا زنا خوردنش بجان آید

خوردن براے زیستن و ذکر کردن است | تو معتقد کہ زیستن از بہر خوردن است

نہ چندان بخور کز دہانت بر آید | نہ چندانکہ از ضعف جانت بر آید

ترک احسان خواجہ اولیٰتر | کاحتمال جفاے بوابان

بہ تمناے گوشت مردن بہ ۴۸ کہ تقاضاے زشت قصابان

اگر حنظل خوری از دست خوشخوے | بہ از شیرینی از دست ترشروے

ہر کہ نان از عمل خویش خورد ۴۹ منت حاتم طائی نبرد

در بیابان خشک و ریگ روان | تشنہ را در دہان چہ دُر چہ صدف

مرد بے توشہ کاوفتاد زپاے | بر کمر بند او چہ زر چہ خزف

مرغ بریان بچشم مردم سیر | کمتر از برگ ترہ بر خوانست

وانکہ را دستگاہ و قدرت نیست | شلغم پختہ مرغ بریان است

گوش تواند کہ ہمہ عمر وے | نشنود آواز دف و چنگ و نے

دیدہ شکیبد ز تماشاے باغ | بے گل و نسرین بسر آرد دماغ

گر نبود بالشِ آگنده پر ۵۰ خواب توان کرد حجر زیرِ سر
ور نبود دلبرِ همخوابه پیش — دست توان کرد در آغوشِ خویش
وین شکمِ بی هنرِ پیچ پیچ ۵۱ صبر ندارد که بسازد بهیچ

طمع

هر که بر خود درِ سوال کشاد ۵۲ تا بمیرد نیازمند بود
آز بگذار و پادشاهی کن — گردنِ بی طمع بلند بود
سگی را اگر کلوخی بر سر آید — ز شادی بر جهد کاین استخوانیست
اگر نعشی دو کس بر دوش گیرند — لئیم الطبع پندارد که خوانیست

ظلم

اگر ز باغِ رعیت ملک خورد سیبی — بر آورند غلامانِ او درخت از بیخ
به پنج بیضه که سلطان ستم روا دارد ۵۳ زنند لشکریانش هزار مرغ بسیخ
نه هر که قوتِ بازوی منصبی دارد — بسلطنت بخورد مالِ مردمان بگزاف
توان بحلق فرو بردن استخوانِ درشت — ولی شکم بدرد چون بگیرد اندر ناف
ماری تو که هر کرا ببینی بزنی ۵۴ یا بوم که هر کجا نشینی بکنی
دورانِ بقا چو بادِ صحرا بگذشت — تلخی و خوشی و زشت و زیبا بگذشت
پنداشت ستمگر که جفا بر ما کرد ۵۵ بر گردنِ او بماند و بر ما بگذشت

ظنِ نیک

هر کرا جامه پارسا بینی — پارسا دان و نیک مرد انگار
ور ندانی که در نهانش چیست — محتسب را درونِ خانه چه کار

عجز

بگذار که بنده کمینم — تا در صفِ بندگان نشینم

عشق

نباید بستن اندر چیز و کس دل — که دل بر داشتن کاریست مشکل

در چشمِ من آمد آن سهی سروِ بلند — بربود دلم ز دست و در پای فگند

این دیدهٔ شوخ میبرد دل بکمند ۵۶ خواهی که بکس دل ندهی دیده ببند

علم

صاحبدلے بمدرسه آمد ز خانقاه — بشکست عهدِ صحبتِ اهلِ طریق را

گفتم میانِ عالم و عابد چه فرق بود — تا کردی اختیار از آن این فریق را

گفت او گلیمِ خویش بدر میبرد ز موج ۵۷ وین جهد می کند که بگیرد غریق را

علمِ بے عمل

علم چندانکه بیشتر خوانی — چون عمل در تو نیست نادانی

نه محقق بود نه دانشمند ۵۸ چار پایے بر او کتابے چند

عملِ صالح

دلقت بچه کار آید و تسبیح مرقّع — خود را ز عملهاے نکوهیده بری دار

حاجت بکلاهِ برکی داشتنت نیست ۵۹ درویش صفت باش و کلاهِ تتری دار

غلام

بر بنده مگیر خشم بسیار — جورش مکن و دلش میازار

او را تو بده درم خریدی ۶۰ آخر نه بقدرت آفریدی

قضا و قدر

قضا دگر نشود ار هزار ناله و آه — بشکر یا بشکایت بر آید از دهنے

فرشتهٔ که وکیلست بر خزاینِ باد — چه غم کند که بمیرد چراغِ بیوه زنے

قناعت

نہ باشتر بر سوارم نہ چو اشتر زیرِ بارم ۶۱ نہ خداوندِ رعیت نہ غلامِ شہریارم

کارِ بے سود

بیفائدہ ہر کہ عمر درباخت ۶۲ چیزے نہ خرید و زر بینداخت

کاہلی

گرچہ بیرون ز رزق نتوان خورد — در طلب کاہلی نباید کرد

گوشہ گیری

آنانکہ بکنجِ عافیت بنشستند — دندانِ سگ و دہانِ مردم بستند

کاغذ بدریدند و قلم بشکستند — وز دست و زبانِ حرفگیران رستند

لطیفہ

آن شنیدی کہ صوفی میکوفت — زیرِ نعلینِ خویش میخے چند

آستینش گرفت سرہنگے — کہ بیا نعل بر ستورم بند

مردم آزاری

من آن مورم کہ در پایم بمالند — نہ زنبورم کہ از نیشم بنالند

کجا خود شکر این نعمت گزارم ۶۳ کہ زورِ مردم آزاری ندارم

مردم شناسی

توان شناخت بیک روز در شمائلِ مرد — کہ تا کجاش رسیدست پایگاہِ علوم

ولے ز باطنش ایمن مباش و غرّہ مشو ۶۴ کہ خبثِ نفس نگردد بسالہا معلوم

موت

جہانا اے جہاں ذرّ بماند بکس ۶۵ دل اندر جہان آفرین بند و بس

مکن تکیہ بر ملکِ دنیا و پشت ۶۶ کہ بسیار کس چون تو پرورد و کشت

چو آہنگِ رفتن کند جانِ پاک ۶۷ چہ بر تخت مردن چہ بر روئے خاک

فرقِ شاہی و بندگی برخاست | چون قضائے نبشتہ آمد پیش
گر کسے خاکِ مردہ باز کند | ۶۸ نشناسد توانگر از درویش

ندیدہ کہ سختی رسد بجان کسے | کہ از دہانش بدر می کنند دندانے
قیاس کن کہ چہ حالت بود در آن ساعت | کہ از وجودِ عزیزش بدر رود جانے

نااہل

اگر صد سال گبر آتش فروزد | چو یک دم اندران افتد بسوزد

نایابی ہنرمندان

اگر ژالہ ہر قطرہ دُر شدے | چو خرمہرہ بازار ازو پُر شدے
گر سنگ ہمہ لعلِ بدخشان بودے | پس قیمتِ لعل و سنگ یکسان بودے

نصیحت

ما نصیحت بجائے خود کردیم | روزگارے درین بسر بردیم
گر نیاید بگوشِ رغبتِ کس | بر رسولان بلاغ باشد و بس

تمامی

میانِ دو کس جنگ چون آتش است | ۶۹ سخن چینِ بدبخت ہیزم کش است

ہمدردی

بنی آدم اعضائے یکدیگر اند | ۷۰ کہ در آفرینش ز یک جوہر اند
چو عضوے بدرد آورد روزگار | دگر عضوہا را نماند قرار
تو کز محنتِ دیگران بیغمی | نشاید کہ نامت نہند آدمی

آنکہ در راحت و تنعم زیست | او چہ داند کہ حالِ گرسنہ چیست
حالِ درماندگان کسے داند | کہ باحوالِ خویش درماند

ہمسایہ

خانہ را کہ چو تو ہمسایہ است — دہ درم سیم کم عیار ارزد
لیکن امیدوار باید بود — کہ پس از مرگ تو ہزار ارزد

بوستان

بنام جہاندار جان آفرین — حکیم سخن در زبان آفرین

سبب نظم کتاب

در اقصای عالم بگشتم بسے — بسر بردم ایام با ہر کسے
تمتع ز ہر گوشۂ یافتم ۷۱ ز ہر خرمنے خوشۂ یافتم
چو پاکان شیراز خاکی نہاد — ندیدم کہ رحمت برین خاک باد
تولائے مردان این پاک بوم — برانگیختم خاطر از شام و روم

باب عدل و رای و تدبیر جہانداری

چراغیکہ بیوہ زنے برفروخت — بسے دیدہ باشی کہ شہرے بسوخت
خدا ترس را بر رعیت گمار — کہ معمار ملک ست پرہیزگار
سر گرگ باید ہم اول برید — نہ چون گوسفندان مردم درید
قدیمان خود را بیفزای قدر ۷۲ کہ ہرگز نیاید ز پروردہ غدر
چو خدمت گزارت گردد کہن — حق سالیانش فرامش مکن
چو بذل تو کردم جوانی خویش ۷۳ بہنگام پیری مرانم ز پیش
بہ آوردن کام امیدوار — بہ از قید بندی شکستن ہزار
چو نرمی کنی خصم گردد دلیر — وگر خشم گیری شوند از تو سیر
درشتی و نرمی بہم در بہ است ۷۴ چو رگ زن کہ جراح و مرہم نہ است
جوانمرد و خوش خلق و بخشندہ باش — چو حق بر تو پاشد تو بر خلق پاش

مر ابلیس را دید شخصے بخواب — بقامت صنوبر بر و آفتاب
نظر کرد و گفت اے نظیر قمر — ندارند خلق از جمالت خبر
ترا سہمگین روے پنداشتند — بگرمابہ در زشت بنگاشتند
بخندید و گفت آن نہ شکل منست ،، ولیکن قلم در کف دشمنست
برانداختم بیخ شان از بہشت — کنونم بکین می نگارند زشت

شنیدم کہ جمشید فرخ سرشت — بسر چشمہ بر بسنگے نوشت
برین چشمہ چون ما بسے دم زدند — برفتند چون چشم بر ہم زدند
گرفتیم عالم بمردی و زور — ولیکن نبردیم با خود بگور
چو بر دشمنے باشدت دسترس — مرنجانش کو را ہمین غصہ بس
عدو زندہ سرگشتہ پیرامنست ،، بہ از خون او کشتہ در گردنت

شنیدم کہ داراے فرخ تبار — ز لشکر جدا ماند روز شکار
دوان آمدش گلہ بانے بہ پیش — شہنشہ برآورد تغلق ز کیش
برآورد چوپان بد دل خروش — کہ دشمن نیم در ہلاکم مکوش
من آنم کہ اسپان شہ پرورم — بخدمت درین مرغزار آورم
ملک را دل رفتہ آمد بجاے — بخندید و گفت اے نکوہیدہ راے
ترا یاوری کرد فرخ سروش — وگرنہ زہ آوردہ بودم بگوش
نگہبان مرعی بخندید و گفت — نصیحت ز یاران نشاید نہفت
چنان نیست در مہتری شرط زیست ،، کہ ہر کہترے را بدانی کہ کیست؟
توانم من اے نامور شہریار — کہ اسپے برون آرم از صد ہزار
مرا گلہ بانی بعقلست و راے — تو ہم گلۂ خویش داری بپاے
دران دار ملک از خلل غم بود — کہ تدبیر شاہ از شبان کم بود

شنیدم که بگریست سلطان روم   بر نیکمردی ز اهل علوم

بسی جهد کردم که فرزند من   پس از من بود سرور انجمن

چه تدبیر سازم چه چاره کنم؟   که از غم بفرسود جان و تنم؟

تو تدبیر خود کن، که آن پیر خرد   که بعد از تو باشد، غم خود خورد

چنان قحط سالی شد اندر دمشق   که یاران فراموش کردند عشق

چنان آسمان بر زمین شد بخیل   که لب تر نکردند زرع و نخیل

شنیدم که یکبار در دجله   سخن گفت با عابدی کله

که من فر فرماندهی داشتم   بسر بر کلاهی مهی داشتم

سپهرم مدد کرد و نصرت وفاق   گرفتم ببازوی دولت عراق

طمع کرده بودم که کرمان خورم   که ناگه بخوردند کرمان سرم

بکن، پنبهٔ غفلت از گوش هوش   که از مردگان پندت آید بگوش

چنین گفت شوریدهٔ در عجم   بکسری که ای وارث ملک جم

اگر ملک بر جم بماندی و بخت؟ ۸ ، تراچون میسر شدی تاج و تخت؟

اگر گنج قارون بدست آوری   نماند مگر آنچه بخشی بری

باب ۳ عشق

ترا بنده از من بافتد بسی   مرا چون تو دیگر نیفتد کسی

باب ۴ تواضع

یکی قطره باران ز ابری چکید   خجل شد چو پهنای دریا بدید

که جائیکه دریاست من کیستم؟   گر او هست، حقا که من نیستم

چو خود را به چشم حقارت بدید ۹ ، صدف در کنارش بجان پرورید

سپهرش بجائی رسانید کار * که شد نامور لولوی شاهوار

فروتن بود هوشمند گزین ۸۰ نهد شاخ پر میوه سر بر زمین

باب ۵ رضا

فرو کوفت پیری پسر را بچوب بگفت ای پدر بیگناهم مکوب
توان بر تو از جور مردم گریست ۸۱ ولی چون تو جورم کنی چاره چیست؟

شتر کره با مادر خویش گفت پس از رفتن آخر زمانی بخفت
بگفت ار بدست منستی مهار ندیدی کسم بارکش در قطار

باب ۶ قناعت

جوینی که از سعی بازو خورم به از میده بر خوان اهل کرم
چه دلتنگ خفت آن فرومایه دوش ۸۲ که بر سفرهٔ دیگران داشت گوش

باب ۷ تربیت

مدر پردهٔ یار شوریده حال ۸۳ نه غیبت حرامست و غیبت حلال

یکی گفت با صوفی با صفا ندانی فلانت چه گفت از قفا
بگفتا خموش ای برادر بخفت ندانسته بهتر که دشمن چه گفت
تو دشمن تری کاوری بر دهان که دشمن چنین گفت اندر نهان
سخن چین کند تازه جنگ قدیم بخشم آورد نیک مرد سلیم
میان دو تن جنگ چون آتش ست ۸۴ سخن چین بدبخت هیزم کش ست

جوانی ز ناسازگاری جفت بر پیرمردی بنالید و گفت
گرانباری از دست این خصم چیر چنان می‌برم کآسیا سنگ زیر
بسختی بنه گفتش ای خواجه دل کس از صبر کردن نگردد خجل
بشب سنگ بالایی ای خانه سوز چرا سنگ زیرین نباشی بروز
چو از گلبنی دیده باشی خوشی روا باشد ار بار خارش کشی

درختی که پیوسته بارش خوری / تحمل کن آنگه که خارش خوری
غلام آبکش باید و خشت زن / بود بندهٔ نازنین مشت زن

باب ۸ شکر

یکی را عسس دست بربسته بود / همه شب پریشان و دل خسته بود
بگوش آمدش در شب تیره رنگ / که شخصی همی نالد از دست تنگ
شنید این سخن دزد مغلول و گفت / تو بارے ز غم چند نالی؟ بخفت
برو شکر یزدان کن ای تنگدست / که دستت عسس تنگ برهم نبست
مکن ناله از بینوائی بسی / ۸۵ چو بینی ز خود بینواتر کسی
یکی گوش کودک بمالید سخت / که ای بوالعجب گوی برگشته بخت
ترا تیشه دادم که هیزم شکن / نگفتم که دیوار مسجد بکن
زره بافیسی نادہ سگ بیست / که سلیمن ترا زمین برین دکیست؟
خیر بارکش زانکه بے تمیز / ز جور بجلک چند نالی؟ تو نیز
برو شکر کن چون خرے نیستی / که آخر بزیر کسان خر نهٔ

باب ۹ توبه

دو بیتم جگر کرد روزے کباب / که می گفت گوینده با رباب
دریغا که بے ما بسے روزگار / ۸۶ بروید گل و بشگفد لاله زار
بسے تیر و دی ماه و اردیبهشت / ۸۷ برآید که ما خاک باشیم و خشت
چرا دل برین کاروانگه نهیم؟ / ۸۸ که یاران برفتند و ما بر رهیم

باب ۱۰ مناجات

دلم می بلرزد چو یاد آورم / مناجات شوریدهٔ در حرم
که می گفت با حق بزاری بسی / میفکن که دستم نگیرد کسی

تو دانی که مسکین و بیچاره ایم | فرو مانده بالنفسِ اماره ایم
خدایا بذاتِ خداوندیت | باوصافِ بیمثل و مانندیت
چراغ یقینم فرا راه دار | ز بدکردنم دست کوتاه دار
شنیدم که مستے زتاب نبید | بمقصورۂ مسجدے در دوید
بنالید برآستانِ کرم | که یارب بفردوس اعلیٰ برم
موذن گریبان گرفتش که هین | سگ و مسجد اے فارغ از عقل و دین
بگفت این سخن پیر و بگریست مست | که مستم بدار از من اے خواجه دست
عجب داری از لطفِ پروردگار | که باشد گنهگارے امیدوار
ترا مے نگویم که عذرم پذیر | درِ توبه باز ست و حق دستگیر
بضاعت نیاوردم الا امید | خدایا ز عفوم مکن ناامید

قصائد و غزل و ابیات

چه کند بنده که گردن ننهد فرمان را ۸۹ چه کند گوے که عاجز نشود چوگان را
دستِ من گیر که بیچارگی از حد بگذشت | سرِ من دار که در پاے تو ریزم جان را
سعدی از سرزنشِ خلق نترسد هیهات | غرقه در بحر چه اندیشه کند طوفان را
ما صلاحِ خویشتن در بینوائے دیده ام | هر کسے کو مصلحت بیند کار خویش را
ایها الناس جهان جاے تن آسانی نیست | مرد دانا بجهان داشتن ارزانی نیست
هر کرا خیمه بصحراے فراغت زده اند ۹۰ گر جهان حمله بلرزد غمِ ویرانی نیست
خوش ست عمر دریغا که جاودانی نیست | بس اعتماد برین پنجروز فانی نیست
هر آن نصیبه که پیش از وجود ننهاد ست | هر آنکه در طلبش سعی می برد باد ست
ندیدانم حدیثِ نامه چون ست ۹۱ همی بینم که عنوانش بخون ست
سعدیا حالِ پراگنده گوی آن داند | که همه عمر بچوگان کسے افتاده ست

خود گفتم که نظر بر رخِ خوبان کفر است — من ازین باز نگردم که مرا این دین است

وقت آنست که مردم رہِ صحرا گیرند — خاصه اکنون که بهار آمد و فروردین است

آنچه سرپنجهٔ سیمینِ تو با سعدی کرد — با کبوتر نکند پنجه که با شاهین است

مرا از آن چه که بیرونِ شهر صحرائیست — قرینِ دوست بهر جا که هست خوش جائیست

کسے که روے تو دیده است از و عجب دارم — که باز در همه عمرش سرِ تماشائیست

ترا ملامتِ سعدی حلال کے باشد؟ — که بر کناری و او درمیانِ دریائیست

هرانکو سر بگرداند ز حکمت — ازان بیچاره مسکین‌تر نباشد

خلافِ راے تو هرگز نیاید از سعدی — ولے که از تو بپردازد با که پردازد؟

دلا اگرچه که تلخ است پنجِ صبر ولیک — چو بر امیدِ وصال است خوشگوار آید

سعدیا کنگرهٔ وصل بلند است ولیک — تا سر اندر ننهی دست بدانجا نرسد

آن نه عشق است که از دل بزبان می آید — وان نه عاشق که ز معشوق بجان می آید

زندگانی نتوان گفت حیاتے که مراست — زنده آنست که با دوست وصالے دارد

آن کیست که میرود به نخچیر — پاے دلِ دوستان بزنجیر

من اینها بتو که پرواے تماشا دارم — کافرم گر دلِ باغ و سرِ صحرا دارم

که نه بر نالهٔ مرغانِ چمن شیفته ام — که نه سوداے گل و لالهٔ حمرا دارم

هر گلِ روے تو چون بلبلِ مستم والله — از رخِ لاله و نسرین چه تمنا دارم

گرچه لایق نبود گرد من و دامنِ تو — هرکجا پاے نهی فرق در آنجا دارم

گر بمسجد روم ابروے تو محرابِ من است — ور در آتشکده زلفِ تو چلیپا دارم

جانم از تلخیِ سوداے وصالِ تو بسوخت — تو من خام طمع بین که چه سودا دارم

عقلِ مسکین بچه اندیشه فرادست کنم؟ — دلِ شیدا بچه تدبیر شکیبا دارم

سرِ من دار که چشم از همگان بر دوزم — دستِ من گیر که دست از دو سرا بردارم

با تو ام یکنفس از مشت بہشت اولی تر — کہ من امروز چنینم غم فردا دارم
سعدیا خویشتنم خوان کہ بمعنی ز تو ام — گر بصورت نسب از آدم و حوا دارم

مرا بصورت شاہد نظر حلال بود — کہ ہر چہ مینگرم شاہدست در نظرم
دو چشم در سر ہر کس نہادہ اند ولیک ۹۲ — تو نقش بینی و من نقشبند مینگرم

کفایت ست ہمین پوستینِ یار رنیم — ہزار سنگ پریشان ہگینہ بخورم

ز خسروان بقدم چنین کہ بشنوم — وفا بعہد نکردست با کس این دوران
بنوبت اند ملوک اندرین سپنج سرای — خدای عزوجل راست ملکِ بے پایان

آسمان را حق بود گر خون ببارد بر زمین — بر زوالِ ملک مستعصم امیر المومنین
اے محمد گر قیامت می برآری سر ز خاک — سر برآور وین قیامت در میانِ خلق بین
نازنینانِ حرم را خونِ خلقِ نازنین — ز آستان بگذشت و ما را خونِ دل از آستین
زینہار از دورِ گیتی و انقلابِ روزگار — در خیالِ کس نگشتے کانچنان گردد چنین
دیدہ بردار ای کہ دیدی شوکتِ بیت الحرام — قیصرانِ روم سر بر خاک و خاقان بر زمین
خونِ فرزندانِ عمِ مصطفے شد ریختہ — ہم بران خاکے کہ سلطانان نہادندے جبین
وہ کہ گر بر خونِ آن پاکان فرود آید مگس — تا قیامت تلخ گردد در دہانش انگبین
بعد ازین آسایش از دنیا نباید چشم داشت — قیر در انگشتری باید چو برخیزد نگین
دجلہ خونابست زین پس گر نہد سر در نشیب — خاکِ نخلستانِ بطحا را کند با خون عجین
روے دریا درہم آمد زین حدیثِ ہولناک — میتوان دانست بر رویش ز موج افتادہ چین
لیکن از روے مسلمانی و راہِ مرحمت — مہربان را دل بسوزد بر فراقِ نازنین
تکیہ بر دنیا نشاید کرد و دل بر وے نہاد — کآسمان گاہے بمہرست ای برادر گہ بکین
چرخ گردان بازمین گوئی دو سنگِ آسیاست — در میانِ ہر دو روز و شب دلِ مردم طحین
زورِ بازوے شجاعت برنیاید با اجل — چون قضا آید نماند قوتِ راے رزین

تیغ ہندی بر نیاید روز ہیجا از نیام | شیر مرد کی را کہ باشد مرگ پنہاں از کمین
گر کسانند از پے مردارِ دنیا جنگجوے | اے برادر گر خرد مندی چو سیمرغاں نشین
روزگارت با سعادت باد و سعدی مدح گو | رایتِ منصور و بختت یار و اقبالت قرین

کسے ملامتم از عشقِ روے او می کرد | کہ خیرہ چند ستانی بخونِ خود خوردن
نگارِ من چو در آید بخندۂ نمکین | نمک زیادہ کند بر جراحتِ ریشان
چہ بودے از سرِ زلفش بدستم او فتادے | چو آستینِ کریمان بدستِ درویشان

اے کہ پنجاہ رفت و در خوابی | مگر این پنج روز در یابی
تا کے این باد کبر و آتشِ خشم؟ | شرم بادت کہ قطرۂ آبی
کہل گشتی و ہمچنان طفلی | شیخ گشتی و ہمچنان شابی
تو بہ بازی نشستہ و زچپ و راست | میدود تیر چرخ پرتابی
تا درین گلہ گوسفندے ہست | نہ نشیند اجل ز قصابی
تو چراغے نہادہ بر رہِ باد | خانۂ در ممرِ سیلابی
گر بر فعت سپہر و کیوانی | ور بحسن آفتاب و مہتابی
در بمشرق روی کبنّاحی | ور بمغرب روی بجلّابی
ور بتمکین ابنِ عفانی | ور بہ نیروے ابنِ خطابی
ور بہ نعمت شریکِ قارونی | ور بقوت عدیلِ سہرابی
ور میسر شود کہ سنگِ سیاہ | زرِ خالص کنی بقلابی
ور بہ مردی زیادہ در گزری | ور بشوخی چو برق بشتابی
ملک الموت را بحیلۂ و فن ۹۳ | نہ توانی کہ پنجہ بر تابی
مغتنم دان کمال نقصان ہست | گل بریزد بوقتِ سیرابی
خشتِ بالین گورِ یاد آور ۹۴ | اے کہ سر بر کنارِ احبابی

خفتنت زیر خاک خواهد بود — اے که در خوابگاه سنجابی
بانگ طبابت نمیکند بیدار — تو مگر مردهٔ نه در خوابی
بس خلایق فریفتست این سیم — که تو لرزان برو چو سیمابی
بس جهاندیده این درخت کهن — که تو پیچان برو چو لبلابی
سعدیا راستی ز خلق مجوے ۹۵ چون تو در نفس خود نمیابی

گرم زراحت رسانی در گزائی — محبت بر محبت مے فزائی
همه مرغان خلاص از بند خواهند — من از قیدت نمی خواهم رهائی
چنان از خمر و زمر نامے ناقوس — نمی ترسم که از زهد ریائی

تو در کمند نیفتادهٔ و معذورے — ازان بقوت بازوے خویش مغرورے
سخنده گفت که **سعدی** سخن دراز مکن — میان تهی و فراوان سخن چو طنبورے

هرگز حسد نبردم بر منصبے و مالے ۹۶ الا بر آنکه دارد با دلبرے وصالے
دانی کدام دولت در وصف می نیاید — چشمے که باز باشد هر لحظه بر جمالے
دانی کدام جاهل بر حال ما بخندد — کوره نبوده باشد در عمر خویش حالے
صوفی نظر نبازد جز با چنین حریفے — **سعدی** غزل نگوید جز بر چنان غزالے

انتخاب

از

کلیاتِ سودا

۲۹ نشتر

سودا

میرزا محمد رفیع نام۔ سودا تخلص۔ دہلی مولد۔ لکھنؤ مدفن۔ انکے باپ میرزا محمد شفیع بطریق تجارت کابل سے دہلی آئے اور یہین رہگئے۔

خانِ آرزو میرزا کے اُستاد نہ تھے لیکن درجۂ اُستادی رکھتے تھے۔ اُنھین کی صلاح سے میرزا نے بجاے فارسی کے اُردو مین شعر گوئی شروع کی اور حاتم کی شاگردی اختیار کی جب میرزا کی شہرت بڑھی تو شاہِ عالم بادشاہ اپنا کلام اُنھین دکھانے لگا لیکن تھوڑے ہی دنون مین باہمی لطف جاتا رہا اسی زمانہ مین نواب شجاع الدولہ نے لکھنؤ سے طلبی کا خط بھیجا اور اُسمین برادرِ من شفیقِ مہربانِ من لکھا۔ میرزا کے قدردان جو دہلی مین تھے مانع ہوئے اور میرزا نے جواب خط مین یہ رباعی لکھی۔ رباعی

سودا پئے دنیا تو بہر سو کب تک؟ آوارہ ازین کوچہ بآن کو کب تک؟

حاصل یہی اس سے نا؟ کہ دنیا ہووے بالفرض ہوا یون بھی، تو پھر تو کب تک؟

بالآخر اپنے قدردانون کے مرنے پر میرزا نے دہلی چھوڑا۔ پہلے پہ فرخ آباد مین نواب بنگش کے یہان مقیم رہے پھر وہان سے لکھنؤ پہنچے۔ نواب کی ملازمت تو پہنچتے ہی ملگئی لیکن جب نواب نے ایک موقع پر وہ رباعی یاد دلائی تو میرزا کبیدہ خاطر ہوکر دربار سے کنارہ کش ہوگئے۔

نواب شجاع الدولہ کے مرنے پر جب نواب آصف الدولہ کا زمانہ آیا تو میرزا کی پھر رسائی ہوئی اور ۶ ہزار روپیہ سالانہ وظیفہ مقرر ہوا جو میرزا کی وفات تک قایم رہا۔ اب میرزا مین جوانی کی اُمنگین باقی نہ تھین اور باقی بھی ہوتین تو آصف الدولہ کی بے نفسی کے سامنے اُنکا زور نہ چلتا۔

میرزا بڑے بددماغ اور نازک مزاج تھے یہی وجہ تھی کہ وہ ہجو بہت لکھتے تھے جہان کسی سے لڑائی ہوئی دوات اور قلم لیکر بیٹھ گئے لیکن دل مین کینہ نہین رکھتے تھے ہجو ختم ہوئی اور غصہ فرو ہوا میرزا نے ستر برس کی عمر مین وفات پائی۔ سال وفات ۱۱۹۵ھ۔

غزلیات وابیات

مقدور نہین اُسکی تجلّی کے بیان کا — چون شمع سراپا ہو اگر صرف زبان کا
اس گلشن ہستی مین عجب دید ہے لیکن — ۱ جب چشم کھُلی گل کی تو موسم ہے خزان کا
ہستی سے عدم تک نفسِ چند کی ہے راہ — ۲ دنیا سے گزرنا سفر ایسا ہے کہان کا؟
سودا جو کبھی گوش سے ہمت کے سنے تو — مضمون یہی ہے جرسِ دل کی فغان کا

کس سے بیان کیجیے؟ حالِ دلِ تباہ کا، — سمجھے وہی اسے جو ہو زخمی تیری نگاہ کا
مجکو تیری طلب ہے یار تجکو ہے چاہ غیر کی — اپنی نظر مین یان نہین طور کوئی نباہ کا
دین و دل و قرار و صبر عشق مین تیرے کھو چکے — جیتے جواب کہ ہم نے سمجھے نام نہ لین گے چاہ کا
وصل بھی ہو تو دل میرا غم کو نہ چھوڑ رہے سحر — یہ تو ہمیشہ ہے رفیق وصل ہے گاہ گاہ کا
سودا آشنا ہے مین نے یہ اُسے ہوا تو مبتلا — رشک سے جسکی چہرے کے داغ جگر ہے ماہ کا

دل مرا پند کو نہ سمجھے گا — پند تیری نکو نہ سمجھے گا
سمجھا دانا ہزار حیف کہ تو — یہ نہ سمجھا کہ وہ نہ سمجھے گا
بچنے کو آگ سے سمندر کو — کچھ نصیحت کرو نہ سمجھے گا
شمع سے دور رہنے کو ہر چند — کہو پروانے کو نہ سمجھے گا
یہ سمجھے تو آپ سودا کا — دل تری گفتگو نہ سمجھے گا

بہنا کچھ اپنی چشم کا دستور ہو گیا — ۳ دی تھی خدا نے آنکھ یہ ناسور ہو گیا
بھٹکی ہوئی پھرے ہے خدایا مری دعا — دروازہ کیا قبول کا معمور ہو گیا؟
سودا کو کہتے ہین کہ ہے اُس سے مصاحبت — کتنا غلط یہ حرف بھی مشہور ہو گیا

نے رستم اب جہان مین نے سام رہگیا — مردون کا آسمان کے تلے نام رہگیا
ساقی تو ہمکو دینے سے کیون جام رہگیا؟ — ملتا جو تھا وہ بوسہ بہ پیغام رہگیا

دل تو نے عبث لکھا تھا نامہ　۴　جو اُسنے دیا جواب دیکھا؟

کھولی گرہ جو غنچے کی تو نے تو کیا عجب؟　　یہ دل کھلے جو تجھ سے تو ہو اے صبا عجب
اسلام چھوڑ ہم نے کیا کفر اختیار　　تو بھی وہ بُت نہ رام ہوا ای خدا عجب
کی سیر ملک ملک کی سودا نے بھی ولے　　اے شیخ سیکڑے کی ہے آب و ہوا عجب

اگر جنگل مین رہیا تا کسی رات　　درختون مین کہین کٹ جاتے اوقات

گرد سم را چو بآن تیغ سر و کار افتد　　ای خوش آندم کہ سرم در قدم یار افتد
مژدہ وصل تو اے شوخ بدان می ماند　　خبرِ عفو چو در گوشِ گنہگار افتد
پیشِ این بستریان حال دلت ای سودا　　ہم چو کالاے بدین کوچہِ بازار افتد

اشک کے قطرے سے نیسان کا اثر رکھتی ہے شمع　　سر سے لیکر تا قدم سامانِ گہر رکھتی ہے شمع

اے لالہ گو فلک نے دیے تجکو چار داغ　　چھاتی ہری ہے اہ کہ اکدل ہزار داغ

دوست، در عشقِ تو مارا دشمنِ جان در بغل　　تیرِ مژگان مرا دل گشت و پیکان در بغل
افسرِ شاہی بسر دارم ز خاکِ کوے دوست　　گوشہ خاطر بہ از ملکِ سلیمان در بغل
بر سمور و قاقم و سنجاب پشت پا زدم　۵　سیگزارم دست ہنگامِ زمستان در بغل
دردِ دل را با کہ گویم آہ ازین خوبانِ ہند　　بہرِ زخمش ہر یکے دارد نمکدان در بغل
آن بہارِ عمر کو؟ سودا بایامے کہ من　۶　صبح میرفتم سوے مکتب گلستان در بغل

نہ غرض کفر سے رکھتے ہین نہ اسلام سے کام؟　　مدعا ساقی سے اپنے ہمین اور جام سے کام
دلِ نالان کو مرے کسکے ہے آرام سے کام　　کوئی بیچین رہے اپنے اسے کام سے کام
گر اکیلا کہین ملجاے ہمین تو دل کا　　ہیجے من مانتا اس شوخ گل اندام سے کام

کیون مین تسکینِ دل اے یار کرون یا نکرون؟　　نالہ جا کر پسِ دیوار کرون یا نکرون؟
ناصحا اٹھ مرے بالین سے کہ دم رکتا ہے　　نالے دل کھول کے دو چار کرون یا نکرون؟
کوچہ یار کو مین رشکِ چمن اے سودا　　جاکے با دیدہ خونبار کرون یا نکرون؟

گدا دستِ اہلِ کرم دیکھتے ہیں — ہم اپنا ہی دم اور قدم دیکھتے ہیں
نوشتے کو میرے سناتے ہیں رو رو — ملائک جو لوح و قلم دیکھتے ہیں
اگر سے نہیں کام سنبل کے ہم کو — کسی زلف کا پیچ و خم دیکھتے ہیں
مگر تجھ سے رنجیدہ خاطر ہے سودا — اسے تیرے کوچے میں کم دیکھتے ہیں

نے بلبل چمن نہ گل نو دمیدہ ہوں — میں موسم بہار میں شاخ بریدہ ہوں
گریاں بشکلِ شیشہ و خنداں بطرزِ جام — اس میکدہ کے بیچ عبث آفریدہ ہوں
میں کیا کہوں کہ کون ہوں سودا بقولِ درد — جو کچھ کہ ہوں سو ہوں غرض آفت رسیدہ ہوں

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں — تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے میں
اے مرغ دل سمجھ کے تو چشمِ طمع کو کھول — تو نے سنا ہے دام جسے ہے وہ دانے میں
چلے میں کھینچ کھینچ کیا قد کو جوں کماں — تیر مراد پر نہ بٹھایا نشانے میں
ہمسا سمجھے تو ایک نہیں تجھ سے ہیں کئی — جا دیکھ لے تو آپ کو آئینہ خانے میں
سودا خدا کے واسطے کر قصہ مختصر — اپنی تو نیند اڑ گئی تیرے فسانے میں

جی تک تو دے سکوں میں جو ہو کارگر کہیں — اے آہ کیا کہوں نہیں بکتا اثر کہیں
ساقی ہے اک تبسمِ گل فرصتِ بہار — ظالم بھرے ہے جام تو جلدی سے بھر کہیں
خوناب یوں کبھی نہ مری چشم سے بہا — اٹکا نہ جب تلک آن کے لختِ جگر کہیں
اے دل تو کہہ تو تجھ سے کہیں کیا کروں نثار — آویں کبھی جو حضرتِ سودا ادھر کہیں

بلبل کہیں بتنگ کہیں اور ہم کہیں — ٹک جا یہ دل جلے نہ ہوئے اکٹھے ہم کہیں
درکار کچھ نہیں تجھے چلنے میں خضرِ راہ — کوئی سنا نہ بھولتا راہِ عدم کہیں
سودا رہے گی آہ اگر آتی متصل — اندیشہ ہے مجھے نہ نکل جاوے دم کہیں

یہ میں سمجھ چکا ہوں یارو وہ یار یار نہیں — کروں میں کیا کہ مرا دل بہ اختیار نہیں
عبث تو سر کی مرے ہر گھڑی قسم مت کھا — قسم خدا کی ترے دل میں اب وہ پیار نہیں
میں ہوں وہ نخل کہ جس نخل کو قیامت تک — بہار کیسی ہی آوے تو برگ و بار نہیں

جہان سے کہیے غمِ دل کہون مین کس سے ؟ سواے غم کے مرا کوئی غمگسار نہین
ہزار قول کرین یہ نباہ کا سودا مجھے بتون کی محبت کا اعتبار نہین

جس سے پوچھا کہین دل خوش ہی کہین دنیا مین رو دیا انہون نے اور اتنا ہی کہا کہتے ہین
تنگ اُنکا ہی جنہین تجکو صنم یاد کرتے ہین میان ہم تو مسلمان ہین خدا بھی کبھو ڈرتے ہین
کسی کے سر نہ پڑا ہے دل نہ کیجے چشم تر ہرگز بہت سا روئیے اُنکو جو اس جینے پہ مرتے ہین

کیفیت چشم اُسکی تجھے یاد ہی سودا ساغر کو مرے ہاتھ سے لیجو کہ چلا مین

زندگی محبوب کیا کیا اسمین ہین محبوبیان بیوفائی نے یہ اسکی بیٹھ مین سب خوبیان

اسباب سے جہان کے کچھ اب پاس گو نہین یہ فکر تو نہین کہ یہ ہی اور وہ نہین

فائدہ کیا خط تجھے لکھ لکھ اگر ردّ ہا ہو تمہین ۸ نامۂ اعمال دل لکھتا ہون اور دھوتا ہون مین

چپ کیا ہون جو کرین قتل وہ آنکھین مجکو پھر گئی دیکھ کے مُنہ خنجر مژگان مجکو
اے نسیم سحری مہر و مروت سے دور بے نہایت نظر آتا ہی گلستان مجکو
ریختہ اور بھی دنیا مین رہے ای سودا جینے دیوے جو کبھی گردش دوران مجکو

شیخ نے اُس بت کو جس کوچے مین دیکھا شام کو بے چراغ اب ڈھونڈھتا ہی تا سحر اسلام کو
چھوٹ کر تجھ سے نہ پہنچا وے کسی کو پھیر دیا مرغ وہ پھنستا نہین جو توڑ بھاگے دام کو
جنس دل کتنی ہی ناکارہ ہی بازار بتان ایک بوسے تجھے لون تو لے دوسرا کس کام کو

کرے تا منفعل کوئی مرے بیداد قاتل کو دکھا دے خاک پروانہ پہ گریان شمع محفل کو
الٰہی ہی سکت نعم البدل کرے تجکو دینے کی مجھے اسکی عوض تو کچھ نہ دے پر پھیر دے دلکو

ایک گل تا کسی مرا مانع نہ ہو چلتے وقت ۹ خار نے بھی نہ رکھا کھینچ کے دامان مجکو
کسکی ملت مین گنون آپکو بتلا ای شیخ تو مجھے گبر کہے گبر مسلمان مجکو

میکشو روح ہماری بھی کبھی شاد کرو ٹوٹے گر بزم مین شیشہ تو ہمین یاد کرو

لیتا ہی تو کسی کا تو دل لے سمجھ سمجھ ۱۰ بازیٔ بتان اسکو بلا لے سمجھ سمجھ

قابل نہین ہی کوئی ملاقات کے دلا ‏ ملتا ہی گر کسی سے تو دل سے سمجھ سمجھ
زاہد نہ کھینچ رنج تو سودا کی وضع کا ‏ جا مدرسہ مین کھینچ تو چلیے سمجھ سمجھ

سودے کی سیر سے جسکو تدبر نظر آئی ‏ شمشیر کے جوہر کی زنجیر نظر آئی
اس باغ مین اک گل کو خندان جو کہین دیکھا ۱۱ ‏ سو غنچہ کی وہان صورت دلگیر نظر آئی
کی عمر عبث ضایع خدمت مین جہوس کی ۱۲ ‏ خاک اپنی ہی جب دیکھی اکسیر نظر آئی
صنعت کے مصور نے کھولا جو مرقع کو ‏ ایک اسمین نہ تیری سی تصویر نظر آئی
اس زلف کو جب دیکھا ہی ہاتھین سودا کے ‏ بپھری ہوئی ہاتھی کی زنجیر نظر آئی

جب یار نے اٹھا کر زلفون کے بال باندھے ‏ تب ہمنے اپنے دلمین لاکھون خیال باندھے
دو دن مین ہم تو ریجھے ای وائے حال انکا ‏ گزرے ہین جنکے دل کو یہان ماہ و سال باندھے
دو چار شعر آگے اسکے پڑھے تو بولا ‏ مضمون یہ تو نے اپنے کیا حسب حال باندھے
سودا جو اس نے باندھا زلفون مین دل ہمارا ہی ‏ شعرون مین اسکے تو نے کیون خط و خال باندھے

جاتے ہین لوگ قافلے کے پیش و پس چلے ‏ دنیا عجب سرا ہی جہان آگے بس چلے
کہنا صبا سلام ہمارا بہار سے ۱۳ ‏ ہم تو چمن کو چھوڑ کے سوے قفس چلے
اے غنچہ آنکھ کھول کے ٹک تو چمن کو دیکھ ۱۴ ‏ جمعیت گلی یہ ترے پھول ہنس چلے
تیرے سخن کو مین بسر و چشم ناصحا ‏ مانون ہزار بار اگر دل سے بس چلے
نکلا جو دل سے نالہ تو سینے سے دوڑ کے اشک ۱۵ ‏ سن مردمان قافلہ بانگ جرس چلے
صیاد اب تو کیجے قفس سے ہمین رہا ۱۶ ‏ ظالم پھڑک پھڑک کے پر و بال گھس چلے
کام اس گلی مین سر سے یہ سودا گزر چکا ‏ کیا تاب اک قدم جو ادھر بوالہوس چلے

گوہر کو جوہری اور صراف زر کو پرکھے ۱۷ ‏ ایسا کوئی نہ دیکھا وہ جو بشر کو پرکھے
وہ شخص بار خاطر ہرگز نہ ہو کسی کا ‏ جبکا ندیم ہوئے اسکی نظر کو پرکھے
مجھ بے ہنر سے جسمین جوہر شناس کب ہے ‏ جو صاحب ہنر ہو وہ ہی ہنر کو پرکھے

رتبہ سخن کو اپنے پرکھا ہے آدمی سے — ہرگز نہ کہہ تو سودا ہر جانور کو پرکھے

بولو نہ بول شیخ جی ہم سے کڑے کڑے — یہاں چٹ کیے ہیں اس سے عمامہ بڑے بڑے

کیا میکدے میں آ کے بچوگے گا محتسب؟ — پیوینگے اُسکی ضد سے تو اب ہم گھڑے گھڑے

قامت نے تیرے باغ میں جا خطِ بندگی — لکھا لیا ہے سرو چمن سے کھڑے کھڑے

ملتا گلے سے اب تو مرے یار کیا ہوا؟ — دو روز دوستی میں جو باہم لڑے لڑے

سودا کے ہوتے وامق و مجنون کا ذکر کیا؟ — عالم عبث اکھاڑے ہے مُردے گڑے گڑے

نسیم ہے ترے کوچے میں اور صبا بھی ہے ۱۸ — ہماری خاک سے دیکھو کہ کچھ رہا بھی ہے

ترا غرور مرا عجز تا بکجا ظالم؟ ۱۹ — ہر ایک بات کی آخر کچھ انتہا بھی ہے

سمجھ کے رکھیو قدم خارِ دشت پر مجنون — کہ اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی ہے

بدلا ترے ستم کا کوئی تجھ سے کیا کرے؟ — اپنا ہی تو فریفتہ ہووے خدا کرے

قاتل ہماری نعش کو تشہیر ہے ضرور — آئندہ تا کوئی نہ کسی سے وفا کرے

فکرِ معاش عشقِ بتان یادِ رفتگان — اس زندگی میں اب کوئی کیا کیا کیا کرے

تنہا نہ روزِ ہجر ہی سودا پہ ہے ستم — پروانہ سان وصال میں ہر شب جلا کرے

صورت میں میں کہتا نہیں ایسا کوئی کب ہے ۲۰ — اک دفعہ ہے کہ وہ قہر ہے آفت ہے غضب ہے

کیا چیز ہے وہ دل جسے کہتے ہیں الٰہی؟ — یک قطرہ خون سینہ میں آفات طلب ہے

اک طرز ہو لٹ جانے کی دل کی تو کہوں میں — ہے جو حرکت جان کے غارت کا سبب ہے

وہی جہان میں رموزِ قلندری جانے ۲۱ — بھبوت تن پہ جو ملبوسِ قیصری جانے

غلام اُسکی میں ہمت کا ہوں کہ جو اپنے — جگر کے خون کو خوانِ تونگری جانے

زبان دہن میں تو غنچے کی بھی ہے کیا لازم؟ — کہ جسکے منہ میں زبان ہو سخنوری جانے

تو ہی کچھ اپنے سر پہ نہ یان خاک کر گئی — شبنم بھی اس چمن سے صبا چشمِ تر گئی

کیجو اثر قبول کہ تجھ تک ہماری آہ — سینہ سے ارمغان لیے لختِ جگر گئی

پروانہ رات شمع سے اتنی جلی کہ صبح ۔۔۔ خاکستر اُنکی لے کے صبا دوش پر گئی
پروانہ کونسا نہ جلا شام کو کہ شمع ؟ ۔۔۔ روتی ہوئی نہ بزم سے وقت سحر گئی

لاکھ طوفان بجہان ہمکو فلک دکھلائے ۲۲ ۔۔۔ کسی عاشق کے نہ آنسو کی ڈھلک دکھلاوے
تیرے شوریدہ کو جب ان کہ زمین کو سونپا ۔۔۔ زلزلہ کو بھی خدا وہ نہ لٹک نہ دکھلاوے

ہر ایک شی میں سمجھ تو ظہور کس کا ہے؟ ۔۔۔ شرر میں روشنی شعلہ میں نور کسکا ہے؟
دماغ خلق پُر از کبر ہے میں حیران ہون ۔۔۔ یہ مشت خاک میں اتنا غرور کسکا ہے؟

جیتا ہے ترا وہم کا اک ریشہ ہے ۔۔۔ اور فکر معیشت کی ترا پیشہ ہے
مرتا نہ تو کیا جانے لیے تو کیا کرتا؟ ۔۔۔ اے خانہ خراب اسیہ یہ اندیشہ ہے

جب اس چمن میں چھوڑ کے ہم آشیان چلے ۲۳ ۔۔۔ ایک ہمصفیر نے بھی نہ پوچھا کہان چلے؟
غنچے سے مسکرا کے اسے زار کر چلے ۔۔۔ نرگس کو آنکھ مار کے بیمار کر چلے

کیا جانیے کس کس سے نگہ اسکی لڑی ہے ۔۔۔ ہر کوچے میں جا دیکھو تو اک لوتھ پڑی ہے

دل اس سینہ میں ہے یا قطرۂ سیماب ہے کیا ہے؟ ۔۔۔ قفس میں مرغ ہے یا ماہیِ بے آب ہے کیا ہے؟

عبث نالان ہے اس گلشن میں تو ای بلبل نادان ۲۴ ۔۔۔ نہیں ہے رسم یہان کوئی کسی کی داد کو پہنچے

پہنچا کے ستم دیکھ تو کیا کیا قسمت ۔۔۔ کھاوے نہ اُسے آپ وہ اور ہمکو دے

جس روز کسی اور پہ بیداد کروگے ۲۵ ۔۔۔ یہ یاد رہے ہمکو بہت یاد کروگے

قطعات

سمجھ میں عجب معاش ہے سودا کا اندنون ۔۔۔ تو بھی ٹک اُسکو جا کے ستمگار دیکھنا
نہ حرف نہ حکایت نے شعر و نے سخن ۔۔۔ نے سیر باغ و نے گل و گلزار دیکھنا
یا جاکے اس گلی کو جہان تھا ترا گزار ۔۔۔ لے صبح تا بشام کئی بار دیکھنا
تسکین دل نہ اسمین بھی پائی تو پھر شغل ۔۔۔ پڑھنا یہ شعر گر کبھی اشعار دیکھنا

کہتے تھے ہم نہ دیکھ سکین روز ہجر کو
پر جو خدا دکھاوے سو ناچار دیکھنا

کہا کلام یہ سودا سے ایک عاقل نے
کسی سے ربط کوئی زیر آسمان نکرے

کیا جو تجربہ اُن دوستون کو بد پایا
بدی کا جن پہ کسی طرح دل گمان نکرے

یہ سن کے اُس سے کہا شکر کے سودا نے
شکایت اپنی کسی کی کوئی بیان نکرے

بھلے برے کے تجھے امتحان سے ہے کیا کام؟
۲۶ یہ شکر کر کہ تجھے کوئی امتحان نکرے

قصائد

اب سامنے میرے جو کوئی پیر و جوان ہے
دعوی نہ کرے یہ کہ مرے منہ مین زبان ہے

مین حضرت سودا کو سنا بولتے یارو
اللہ رے اللہ مرکیا نظم بیان ہے؟

اتنا مین کیا عرض کہ فرمائیے حضرت
آرام سے کٹنے کی طرح کوئی بھی یان ہے؟

سنکر یہ لگے کہنے کہ خاموش ہی رہ جا
اس امر مین قاصر تو فرشتے کی زبان ہے

یہان فکر معیشت ہے تو وہان دغدغہ حشر
۲۷ آسودگی حرفیست نہ یہان ہے نہ وہان ہے

ہے چرخ جب سے ابلق ایام پر سوار
رکھتا نہین ہے دست عنان کا بیک قرار

جنکے طویلے بیچ کئی دن کی بات ہے
ہرگز عراقی و عربی کا نہ تھا شمار

اب دیکھتا ہون مین کہ زمانے کے ہاتھ سے
موچی سے کفش پا کو گٹھاتے ہین وہ اُدھار

تنہا دہی نہ دہر سے عالم خراب ہے
خست سے اکثر ان نے اُٹھایا ہے ننگ و عار

نوکر ہین سو روپے کے دیانت کی راہ سے
گھوڑا رکھین ہین ایک سو اتنا خراب و خوار

نہ دانہ و نہ کاہ و نہ تیمار نہ سئیس
۱۰ رکھتا ہو جیسے اسپ گلی طفل شیرخوار

ناطاقتی کا اُسکے کہان تک کرون بیان
فاقون کا اُسکے اب مین کہان تک کرون شمار

مانند نقش نعل زمین سے بجز فنا
ہرگز نہ اُٹھ سکے وہ اگر بیٹھے ایک بار

اس مرتبہ کو بھوک سے پہنچا ہے اُسکا حال
کرتا ہے راکب اُسکا جو بازار مین گزار

قصاب پوچھتا ہے مجھے کب کروگے یاد ۔ اسید دار ہم بھی ہیں کہتے ہیں یوں چمار

جس دن سے اس قصائی کے کھونٹے بندھا ہے وہ ۔ گزرے ہے اس نمط سے ہر لیل و ہر نہار

ہر رات اختروں کے تئیں دانہ بوجھ کر ۔ دیکھے ہے آسمان کی طرف ہو کے بیقرار

تنکا اگر پڑا کہیں دیکھے ہے گھاس کا ۔ چرکی کو آنکھ موند کے دیتا ہے وہ پسار

خطِ شعاع کو وہ سمجھ دستۂ گیاہ ۔ ہر دم زمیں پہ آپ کو ٹپکے ہے بار بار

ہے اسقدر ضعیف کہ اُڑ جائے باد سے ۔ میخیں گر اُسکے تھان کی ہو دیں نہ استوار

سمجھا نہ جائے یہ کہ وہ ابلق ہے یا سرنگ ۔ خارشت سے زبسکہ ہے مجروح بیشمار

ہر زخم پر زبسکہ بھنکتی ہیں مکھیاں ۲۸ ۔ کہتے ہیں اسکے رنگ کو مگسی اس اعتبار

تنہا نہ اُسکے غم سے ہے دل تنگ زین کا ۔ خوگیر کا بھی سینہ جو دیکھا تو ہے فگار

القصہ ایک دن مجھے کچھ کام تھا ضرور ۔ آیا یہ دل میں جائیے گھوڑے پہ ہو سوار

رہتے تھے گھر کے پاس قضارا وہ آشنا ۔ مشہور جنکے پاس تھا وہ اسپ نابکار

خدمت میں اُنکی میں نے کیا جا یہ التماس ۔ گھوڑا مجھے سواری کو اپنا دو مستعار

فرمایا جب اُنھوں نے کہ اے مہربان من ۔ ایسے ہزار گھوڑے کروں تم پہ میں نثار

صورت کا جسکا دیکھنا ہیگا گدھے کو ننگ ۔ سیرت سے نت ہے جنکے سگِ خشمگین کو عار

مانند میخ چرکی لگد زن ہے تھان پر ۔ لاجنب وہ زمین سے ہے جوں میخ استوار

حشری ہے اسقدر کہ بہ حشر اُسکی پشت پر ۔ دجال اپنے منہ کو سیہ کر کے ہو سوار

اتنا وہ سرنگوں ہے کہ سب اُٹھ گئی ہیں دانت ۔ چرتے پہ بسکہ ٹھوکروں کی نت پڑے ہے مار

ہے پیر اسقدر کہ جو بتلائے اُسکے سن ۔ پہلے وہ ریگِ بیاباں کرے شمار

لیکن مجھے زروئے تواریخ یاد ہے ۔ شیطان اسی پہ نکلا تھا جنت سے ہو سوار

کم رو ہے اسقدر کہ اگر اُسکے نعل کا ۔ لوہا منگا کے تیغ بناوے کبھی لوہار

ہے دل کو یہ یقین کہ وہ تیغ روزِ جنگ ۔ رستم کے ہاتھ سے نہ چلے وقتِ کارزار

مانندِ اسپِ خانۂ شطرنج اپنے پاؤں — جز دستِ غیر کے نہیں چلتا ہے زینہار
سودا نے تب قصیدہ کہا اس کے ماجرا — ہر نام اس قصیدے کا تضحیکِ روزگار

مثنوی

مرادل نام ہے اُسکے ہے شیدا — کیا ہے جس نے حسن و عشق پیدا
وہی ہے آب و رنگ اپنے چمن کا — وہی معنی ہے طوطی کے سخن کا
چمن میں ذکر سے اُسکے ہے تفریح — گلوں کو دانۂ شبنم ہے تسبیح
یہ جلوہ حسن کا ہے گل میں اُس سے — اثر ہے نالۂ بلبل میں اُس سے
دلوں کا عاشقوں کے محرمِ راز — ادا و ناز کا خوبان کے دمساز
کہیں نورِ چراغ خانہ ہے وہ — کہیں سوزِ دلِ پروانہ ہے وہ
کسی کے دل میں پاتا ہوں اُسے درد — کسی سینے میں تاثیرِ دمِ سرد
اُسی کا جلوہ حسنِ زلف مہ رُو — اُسی کی نافۂ آہو میں ہے بو
چراغِ دیر و کعبہ سے نہیں دور — ہیں دونوں روشن از یک عالمِ نور
ہر اک جادہ باندازِ دگر ہے — ۲۹ — گہر میں آب پتھر میں شرر ہے
خدایا دے تو اپنے عشق کا درد — عنایت کر دلِ گرم و دمِ سرد
تعشق میں کر اپنے اسقدر غرق — نہ مجھ سے کفر و دیں میں ہو سکے فرق

انتخاب

از

دیوانِ صائب

۵۰ نشتر

میرزا محمد علی نام - تبریز در نواحی اصفہان مولد - نامی شاعرون مین انکا شمار ہوتا ہی —
خزانہ عامرہ مین انکی بابت لکھا ہی "اگر او را ابج رسل ثلاثہ شعرا گویند بجا ست" سرو آزاد
اسکی نسبت یہ راے رکھتا ہی کہ ایسا معنی آفرین شاعر کوئی دوسرا پیدا نہین ہوا - خود صائب
اپنی نسبت فرماتے ہین ؎ ز صد ہزار سخنور کہ در جہان آید + یکے چو صائب شوریدہ حال
بر خیزد - حافظ و سعدی کے برابر تو مین انکو نہین سمجھتا لیکن اُن دونون کے بعد انکا درجہ
ضرور ہی - مضمون آفرینی مین انکا درجہ دونون سے بڑھا ہوا ہی - مثلاً شیخ سعدی فرماتے
ہین ؎ اگر عدو ئے تو مرد جاے شادمانی نیست + کہ زندگانی تو نیز جاودانی نیست +
اسی مضمون کو صائب نے یون ادا کیا ہی ؎ چنان بمرگ عدو خوش دلی وزین غافل +
کہ سو جا ہمہ با یک دیگر ہم آغوش اند + دونون مین جو فرق ہی ظاہر ہی - لیکن با وجود اسکے
وہ کوئی اور ہی شے ہی جو حافظ و سعدی کو صائب پر بالا رکھتی ہی -

صائب نے اصفہان مین نشو و نما پائی پھر سفر مکہ کیا وہان سے واپس آکر شاہ
خراسان کے دربار مین حاضر ہوئے - پھر دربار جہانگیری کا شوق انھین ہندوستان لایا
یہان سے براہ کشمیر ایران واپس گئے - آخر عمر تک شاہان صفویہ کی حضوری مین رہے
اور وہین سنہ ۱۰۸۰ھ مین انتقال کیا -

تذکرون سے معلوم ہوتا ہی کہ انکا کلام بہت بڑی جلد مین ہونا چاہیے لیکن جو نسخہ
"دیوان صائب" نام یہان دستیاب ہو سکتا ہی اس سے جو کچھ قابل انتخاب تھا
وہ ہدیہ ناظرین ہی -

غزلیات وابیات

فقر بقید رکند سلطنت عالم را　　ہوس ملک نباشد پسر ادہم را

می‌کند کار خرد نفس چو گردد مطیع　۱　دزد چون شحنہ شود امن کند عالم را

خرد شمار گنہ را کہ گناہیست بزرگ　　گندمے کرد ز فردوس برون آدم را

نیست ممکن نہ کند صحبت نیکان تاثیر　　گل بخورشید رسانید سر شبنم را

کار اکسیر کند ہمت ذاتی **صائب**　　خاک در دست زر و سیم شود خاتم را

غیر حق را میدہی رہ در حریم دل چرا؟　　می‌کشی بر صفحہ ہستی خط باطل چرا؟

ترا در بوتہ گل ہر آن داوند این مہلت　　کہ سیم ناقص خود را کنی کامل عیار اینجا

ریخت چون دندان شود افزون غم نان الغیاث　　سد راہ شکوہ روزیست دندان خلق را

عجب کہ یک دل خوش در جہان شود پیدا　　ز شورہ زار کجا زعفران شود پیدا؟

ریشہ نخل کہن سال از جوان افزون تراست　۲　بیشتر دلبستگی باشد بدنیا پیر را

جہان استخوانے است بیمغز **صائب**　　بہ پیش سگ انداز این استخوان را

از کدو بوئے شراب آید بدشواری برون　　از سر بیمغز نتوان برد تب بادہ را

حسد باہل حسد کار می کند **صائب**　　چنانکہ آتش سوزندہ می خورد خود را

اگر خدائے جہان را بہیچ میدانی　　مکن بلند براے خدا تلاوت را

آنچنان کز رفتن گل خار میماند بجا　　از جوانی حسرت بسیار میماند بجا

ندارد با تعلق سود دست افشاندن از دنیا　　کہ آزادی گرفتار است مرغ رشتہ بر پا را

بتحصیل ہنر گذران زینہار ایام جوانی را　　مکن صرف زمین شورہ آب زندگانی را

بہر خاموشی تیغ زبان را کن سپر داری　　اگر در بستہ میخواہی بہشت جاودانی را

نہ بیدردان علاج درد خود جستن بدان ماند　۳　کہ خار از پا برون آرد کسے با نیش عقربہا

نیست در دیدهٔ ما منزلتے دنیا را — ما نه بینیم کسے را که نه بیند ما را

هر قدر **صائب** شود بنیادِ نخلِ عمر سست — ریشهٔ طولِ امل در دل شود محکم مرا

رزقِ ما آید بپاے میهمان از خوانِ غیب — میزبانِ ماست هر کس میشود مهمانِ ما

مگس را بے تردد عنکبوت آرد مدامِ خود ۴ — یدِ طولیٰ است در تحصیلِ روزی گوشه‌گیران را

هر که با خود دو گواه از رگِ گردن دارد ۵ — می برد پیش دو صد دعویِ بیمعنی را

چون شود هموار دشمن احتیاط از کف مده ۶ — مکرها در پرده باشد آبِ زیرِ کاه را

دل منه بر عمرِ مستعجل که اسپِ تند را — نیست مانع از دویدن پا فشردن در رکاب

درونِ گنبدِ گردونِ فتنه بار مخسپ — بزیرِ سایهٔ پل موسمِ بهار مخسپ

فتاده است زمین پیشِ پاے صرصرِ مرگ — چو گرد بر سرِ این فرشِ مستعار مخسپ

جوابِ آن غزلِ مولویست این **صائب** — ز عمرِ یک شبه کم گیر و زینهار مخسپ

خشمِ عالم سوز را کوته زبان کردن بحلم — آتشِ سوزنده را بر خود گلستان کردنست

دلبستگی ست ما در مهرِ ما ستمے که هست ۷ — میزاید از تعلقِ ما هر غمے که هست

خوردنِ گندم برون انداخت آدم را ز خلد — تا بدانی پیشِ حق یک جو اطاعت سهل نیست

مهر که هر چه دهی نام آن مبر **صائب** ۸ — که حقِ خود طلبیدن کم از گدائی نیست

منیست ناقص را کمالے بهتر از اظهارِ عجز ۹ — دستگیرِ ناشناور دست بالا کردن است

با کمالِ احتیاج از خلق استغنا خوش است — با دهانِ خشک مردن بر لبِ دریا خوش است

فکرِ شنبه تلخ دارد جمعهٔ اطفال را — عشرتِ امروزِ بے اندیشهٔ فردا خوش است

مردمِ هموار را از خاک بر باید گرفت — رشته‌هاے بے گره را در گهر باید گرفت

طفل داند دایه را حورِ بهشت و جوےِ شیر ۱۰ — زشتیِ زالِ جهان بر ناقصان معلوم نیست

روزگارِ زندگی نقشے بر آبے بیش نیست — موج را قسمت ز دریا پیچ و تابے بیش نیست

از خس و خارِ غرض گر پاک باشد سینه‌ها — هیچ باغِ دلکشا چون دیدنِ احباب نیست

درد و زخم بفکن و نام گنہ ببر — آتش بگرمی عرق انفعال نیست

صدائے طبلِ رحیل ست شادیانۂ او ۱۱ کسیکہ توشہ باندازۂ سفر بستہ است

چرا بغمِ دگران میشوند پریشانم — اگر نہ رشتۂ جانہا بیکدگر بستہ است

بچرخ گیر و دار آخر درین جہان صائب — چو سکہ ہر کہ دلِ خویش را بزر بستہ است

بر مگس ہرگز نرفت از دامگاہِ عنکبوت — بر دلِ من این ستم کز رشتۂ آمال رفت

بہرِ گندم کرد آدم ترکِ نعمای بہشت — چارہ از الوانِ نعمت ہست و از نان چارہ نیست

برون ز کیسۂ ممسک درم نمی آید — ز دستِ بستۂ سخا و کرم نمی آید

دہانِ ہر کہ بر آموز شد بحرفِ سوال ۱۲ چرا حقیقت کہ ہرگز بہم نمی آید

چسان دو واندہ کجی ریشہ در جہان صائب — کہ حرفِ راست برون از قلم نمی آید

زمال رزقِ حریصان بود غبارِ ملال ۱۳ کہ غیر گرد ز گندم بآسیا نرسد

جگر گداز بود زرد روئی منت — خدا کند کہ مسِ ما بہ کیمیا نرسد

نہ زر و سیم نہ لعل و نہ گہر خواہد ماند — در بساطِ تو ہمین گردِ سفر خواہد ماند

خشت بالینِ تو سازند پرستارانت — از تو ہر چند دو صد بالشِ پر خواہد ماند

کسے کہ عیبِ ترا پیشِ چشم بگذارد ۱۴ ببوس دیدۂ او را کہ بر تو حق دارد

بزرگ اوست کہ بر خاک ہمچو سایۂ ابر ۱۵ چنان رود کہ دلِ مور را نیازارد

مرگ را آمادہ شو ہرگاہ گردد مو سفید — زندگی بر طاقِ نسیان نہ چو شد ابرو سفید

پردہ پوشی چون شبِ تاریک کارِ صبح نیست — دست بردار از سیہ کاری چو گردد مو سفید

جامۂ فتحست آگاہی درین وحشت سرا — غوطہ در خون میزند صیدے کہ غافل میشود

دوستی نادانان مایۂ روشندلیست ۱۶ موم چون با رشتہ سازد شمعِ محفل میشود

ہمیشہ خانۂ شہد ست از حلاوتِ خویش ۱۷ کسے کہ خانہ چو زنبور مختصر دارد

امید بہرہ ز نوخیزگان مجو صائب — کہ نونہال کجا طاقتِ ثمر دارد

حضورِ خاطر اگر در نماز شرط شده است — عبادتِ همه روئے زمین قضا دارد
زبس ز نقشِ تعلق رسیده ام صائب — بمسجدے نمی نهم پا که بوریا دارد

میانِ خوف و رجا حالتیست عاشق را — که خنده در دهن و گریه در گلو دارد
بآبروی حیاتِ ابد قناعت کن — که خضرِ وقت بود هر که آبرو دارد

خانهٔ هر که باندازه بود چون زنبور — همه ایام حیاتش بحلاوت گذرد
چون زمین پاک بود تخم مدارید دریغ — صبح حیف است که بے اشکِ ندامت گذرد

مبین بچشمِ حقارت بهیچ خصمِ ضعیف — که پشه گرد برآورد از سرِ نمرود
چو پشه زود سرِ نیشِ خود نهد بر باد — کسیکه رشتهٔ لب را نمیکند مسدود

تیغ بر مرده کشیدن ز جوانمردی نیست — غیبتِ مردمِ پیشینه نمی باید کرد
تا به اکسیرِ ریاضت نکنی خون را مشک — خرقه چون نافه ز پشمینه نمی باید کرد
راز درِ حق ببر خلق مبر حاجتِ خود — شکوه از یار به اغیار نمی باید کرد

بنوبهارِ جوانی اطاعتِ حق کن ۱۸ که چوبِ خشک چو گردید خم نمیگردد

عنانِ نفس ز کف دادن از لئیمیست — سگِ درنده اسیرِ قلاده میباید

چارهٔ دل عقلِ پر تدبیر نتوانست کرد — قیصر این ویرانه را تعمیر نتوانست کرد

کجا سیر آید ز خسیسانِ نظر تنگ ۱۹ آبیست که از چاه بغربال برآید

هر که زشت است همان زشت بصبح خیزد ۲۰ کور از خواب محال است که بینا خیزد

در خشک سال آبِ گهر کم نمی شود ۲۱ بخلِ فلک باهلِ قناعت چه میکند

بارانِ بیمحل ندهد نفع کشت را ۲۲ در وقتِ پیری اشکِ ندامت چه میکند

پر از گوهر کند نیسان دهانِ تشنهٔ خالی — که با سنگِ صدف سالی دهن بیجا گشاید

نماند از سردمهریهای دوران در جگر آهم ۲۳ درختی را که سرما سوخت دودش بر نمی آید

مکن اعانتِ ظالم ز ساده لوحی ها ۲۴ که تیغ سنگِ فسان را سیاه رو سازد

عارفانیکه بتسلیم و رضا ساخته اند ۲۵ مردک را سپرِ تیرِ قضا ساخته اند

نیست ممکن هیچکس را افتادگی نقصان کند قطره چون از چشم ابر افتاد گوهر می شود

دیدهٔ حرص محالست شود سیر بخاک دام در زیرِ زمین هم نگران می باشد

محتاج بزیور نبود حسن خداداد دندان گهر حاجتِ مسواک ندارد

صاف دل محرم و بیگانه نمی داند چیست ۲۶ که بروے همه کس آئینه در باز کند

ازان ازگوشهٔ عزلت نمی آیم برون صائب که ترسم سایه بر فرقم هما سے دولت اندازد

دهنِ خویش بدشنام میالا زنهار ۲۷ کین زرِ قلب بهر کس که دهی باز دهد

درین زمانه باطل کسیکه حق گوید براے خویش چو منصور ریسمان تابد

ثناے خود بخود گفتن نمی زیبد ترا صائب ۲۸ چو زن لیستانِ خود مالد حظوظِ نفس کے یابد

بردار کلاهِ نمدی از سرِ بے مغز کین خوانِ تهی حاجتِ سرپوش ندارد

رسد نظالمِ دیگر ذخیرهٔ ظالم نصیبِ تیر شود پر چو از عقاب آید

پاک کن از غیبتِ مردم دهانِ خویش را ۲۹ اے که از مسواک هردم میکنی دندان سفید

بغیر شهد خموشی کدام شیرینی ست ۳۰ که از حلاوتِ آن لب بیکدگر چسپید

بکامِ هرکه رسیدند شهدِ خاموشی ۳۱ لب از حلاوتِ آن وا نمیتواند کرد

همه کس از دل و جان اُمتِ خاموشانند ۳۲ خامشی مرتبهٔ مهرِ نبوت دارد

زرفتنِ دگران خوشدلی ازین غافل ۳۳ که موجها همه بایکدگر هم آغوش اند

شکر قدحِ تلخِ مکافات چه گویم کز خاطرِ من دغدغهٔ روزِ جزا برد

رزقِ ما تنگ ز اندیشهٔ بیحاصل ماست ۳۴ نان کسے میخورد اینجا که غمِ نان نخورد

کار با عمامه و دورِ شکم افتاده است خم درین محفل بزرگیها با فلاطون کند

گنبدِ مسجدِ شهر از همه فاضل تر بود گر بعمامهٔ کسے کوسِ فضیلت میزد

میشود روشن ز آتش بوے هر هیزم که هست نیست ممکن عیبِ خود کس را سفر پنهان کند

دل در جهان مبند که این نونهال را ازبهرِ سرزمینِ دگر سبز کرده اند

دلِ آگاه در پیری ز غفلت بیش می لرزد که وقتِ صبح اکثر رهروان را خواب می آید

فقیر را ز غنی کاهش ست قسمت و بس ۳۵ ز آشنائی گوهر بریسمان چه رسد؟

بخیهٔ تهمت جراحت را کند ناسور تر رشته از مریم مخواه و سوزن از عیسیٰ مگیر

از زمین برخاستن چشم از زمینداران مدار ۳۶ راست گردیدن توقع زین گران باران مدار

چون علم شد سرنگون لشکر پریشان می شود پاسِ چون لعزید امید از هواداران مدار

ازسعی کارِ عشق شود خام بیشتر ۳۷ پیچید بمرغ بال فشان دام بیشتر

خانهاے کهنه صائب مسکنِ مار است و مور ۳۸ درکهن سالان بود حرص و تمنا بیشتر

جز گوشهٔ قناعت ازین خاکدان مگیر ۳۹ غیر از کناره هیچ ز اهلِ جهان مگیر

تلخکام ایمن ز چشمِ شور ماند بیشتر بادهٔ انگور از انگور ماند بیشتر

نمیدانند اهلِ غفلت انجامِ شراب آخر بآتش میروند این غافلان از راه آبِ آخر

نرمی ز حد مبر که چو دندانِ مار ریخت هر طفلِ نے سوار کند تازیانه اش

شود عیارِ بد و نیک در سفر ظاهر یکے ست تیرِ کج و راست تا بود در کیش

لبِ سوال سزاوارِ بخیه بیشتر است عبث بخرقهٔ خود بخیه میزند درویش

چون سرو در مقامِ رضا پایدار باش آزاده ز انقلابِ خزان و بهار باش

قدِ نهال خم از بارِ منتِ ثمر ست ثمر قبول مکن سروِ این گلستان باش

صحبتِ ناجنس آتش را بفریاد آورد آب در روغن چه باشد میکند شیون چراغ

از طلوع و از غروبِ مهر روشن شد که چرخ هر کرا برداشت صبح از خاک شام افگند بخاک

قدِ خم گشته رسولِ سفرِ عاقبت است مشو اے گوش سبک مغز زپیرگان غافل

شمعِ برگشته محال است کند قامت راست مشو اے دیده دراز پاسِ ضعیفان غافل

کعبهٔ مقصود را در نقطهٔ دل یافتم چون روم بیرون زخود اکنون که منزل یافتم

از گرفتاران این گلشن چه می پرسی که من ‌‌‌‌ همچو سرو آزاد گاهی پای در گل یافتم

زیر کلاهِ سمند را چگونه بردارم ‌‌‌‌ که زیر تیغ حوادث همین سپر دارم

توان ز دشمنِ دانا کناره کرد بعقل ‌‌‌‌ ز تیر کج حذر از راست بیشتر دارم

به گرانباری من رحم کن ای سیلِ فنا ‌‌‌‌ که من این بار به امید تو برداشته ام

همان بیگانه ام هر چند با خلق آشنا باشم ‌‌‌‌ چه لوزِ دو مغزه در یک خانه از هم جدا باشم

رزق می آید بپای خویش تا دندان بجاست ‌‌‌‌ آسیا تا هست در اندیشهٔ نان نیستم

پیوسته ما ز فکرِ دو عالم مشوشیم ‌‌‌‌ ما از دو خانه همچو کمان در کشاکشیم

اگر چه خویش را گم کردم از نسیانِ پیری‌ها ‌‌‌‌ باین شادم که ایامِ جوانی رفت از یادم

خطر در آب زیرِ کاه بیش از بحر می باشد ‌‌‌‌ من از همواریِ این خلقِ ناهموار می ترسم

با هر که شکوه از دلِ افگار می بریم ‌‌‌‌ مجروح را به پیرِ نمکزار می بریم

هر که اینجا با سرافرازی نهد سر بر زمین ‌‌‌‌ خط ز خجلت کم کشد در روزِ محشر بر زمین

ما ز کافر نعمتی از شکرِ منعم غافلیم ‌‌‌‌ می گذارد مرغ در هر دانه سر بر زمین

نیست ممکن بفسون بدگهران نیک شوند ‌‌‌‌ که گره از دمِ عقرب نتوان وا کردن

ز ناچه باشد که از دم دلبر یاد آید ‌‌‌‌ شاهدِ عجز بود شکوهٔ دنیا کردن

جدا شو از دو عالم تا توانی با خدا بودن ‌‌‌‌ که دارد دردِ سر بسیار با خلق آشنا بودن

مکش در زندگی مردانه جامِ نیستی بر سر ‌‌‌‌ که باشد در بلا بودن به از بیمِ بلا بودن

از عزیزان رفت رفته شد تهی این خاکدان ‌‌‌‌ یک تن از آیندگان نگرفت جای رفتگان

پیش ازین بر رفتگان افسوس میخوردند خلق ‌‌‌‌ میخورند افسوس در ایامِ ما بر ماندگان

نظر بسر مهٔ دمِ سیه مکن صائب ‌‌‌‌ بگریه تا بتوان دیده را جلا کردن

کسیکه می نهد از حدِ خود قدم بیرون ‌‌‌‌ کبوتریست که می آید از حرم بیرون

بی ابر مشکل ست تماشای آفتاب ‌‌‌‌ صائب نظاره رخِ او در نقاب کن

رزق اگر بر آدمی عاشق نمی‌باشد چرا؟ — از زمین گندم گریبان چاک بر آید برون

اوجِ دولت نه بقایی‌ست که غافل باشند ۴۳ بر لبِ بام خطر جهل بود خوابیدن

حرفِ حق با باطلان گفتن ندارد حاصلے — در زمینِ شور صائب دانه افشانی مکن

نیست مفلس را ز قربِ اغنیا جز پیچ و تاب ۴۴ رشته از گوهر ندارد بهره جز لاغر شدن

دائم از روے نسب بر هم تفاخر می‌کنند — نیستند از یک پدر پنداری ابناے جهان

گر نمی‌خواهی شود روشن به مردم حالِ تو — رازِ خود را اخگرِ پیراهن محرم مکن

از پرِ کاهِ جهان همتِ من مستغنی ست — التجا پیشِ خسیسان نبرد دیدهٔ من

ز صد هزار پسر همچو ماهِ مصر یکے — چنان شود که چراغِ پدر کند روشن

هر سیه روے که کوشش می‌کند جمعِ دل — جمع چون شد می‌کند هیزم براے سوختن

در کهن سالی ز مرگِ ناگهان غافل مشو — برگ چون شد زرد از بادِ خزان غافل مشو

از چراغ می‌توان افروخت چندین شمع را — دولتے چون رو دهد از دوستان غافل مشو

ترکِ افیون را علاجے بهتر از تقلیل نیست ۴۵ اندک اندک ز آشنایانِ جهان بیگانه شو

مالِ خواجهٔ ممسک به زنبورِ عسل ماند — که نخشے ماند از صد خانه تیر انگبین با

راستی پیشهٔ خود کن که بود سبز مدام — مجلس افروزیِ شمع و چمن آرائیِ سرو

طعمهٔ مور شوی گرچه سلیمان شده — زال می‌گردی اگر رستمِ دستان شده

آسیاے فلک از بهرِ تو سرگردان است — تو ز اندیشهٔ روزی چه پریشان شده

پیشِ عفو و کرم و رحمتِ یزدان صائب — کم گناهی‌ست که از کرده پشیمان شده

در مجمعِ ما نیست کسے را غمِ خانه — چون ریگِ روان قافلهٔ ماست روانه

دل زده توان کند ز یارانِ مخالف — خوش باش بناسازیِ اوضاعِ زمانه

صائب نکشی تا بگریبان سرِ خود را — هرگز نبری گوے سعادت ز میانه

از توبه شود سرکشیِ نفس زیاده — گیرندگیِ سگ شود افزون ز قلاده

آن نہ کہ بگردِ دلِ درویش کند طوف | آنرا کہ میسر نہ شود حج پیادہ
در قیامت سپرِ آتشِ دوزخ گردد | از درم مُہرے اگر بر لبِ سائل زدہ
سخن چو تازہ بر آید ز کلک بیقدر ست | چو یوسفی کہ فروشند بر کنارہ چاہ

اگر دل از علایق کندہ باشی | بمنزل بارِ خود افگندہ باشی
مرنجان ہیچگہ از خود دلے را | کہ در روزِ جزا شرمندہ باشی
مکن ہرگز قبول کدخدائی | گُزر تا زندہ باشی بندہ باشی
سواد الوجہ فی الدارین فقرا | حدیثِ مصطفے را خواندہ باشی
توانی کوسِ شاہی زد در آفاق | اگر صائب خدا را بندہ باشی

گوش تا دل بتماشاے جہان نگذاری | داغِ افسوس بر آئینہ جہان نگذاری
جادۂ این بادیہ از نقشِ قدم بستر ست | پاے مستانہ بصحراے جہان نگذاری
عمر چون قافلہ ریگ روان درگذر ست | تا بنا بر سر این ریگِ روان نگذاری
نرم کن نرم رگِ گردن خود را زنہار | تا سرِ خویش ببالین سنان نگذاری
ما بامیدِ عطاے تو چنین نگذاریم | کارِ ما را بامیدِ دگران نگذاری

زبانِ شکوہ اگر ہیچو خار داشتمے | ہمیشہ خرمنِ گل در کنار داشتمے
سزا خانۂ زنبور کردمے پر شہد | اگر گزیدنِ مردم شعار داشتمے؟
ز آہ کشتیِ دل بادبان اگر میداشت | ازین محیط امیدِ کنار داشتمے
بعیب خویش اگر راہ بردمے صائب | بعیبِ جوئی مردم چہ کار داشتمے

یک نفس فارغ ز وسواسِ تمنا نیستی | از پریشان خاطری یک لحظہ یکجا نیستی
گرچہ شد محتاج عینک دیدۂ بے شرم تو | ہمچنان چون کودکان سیرِ تماشا نیستی
خامشی را از خدا خواہند دانایان و تو | خون خود را میخوری یکدم چو گویا نیستی

اگر نسیمِ سحرگاہ مہربان بودے | ز بوے گل قفسم رشکِ گلستان بودے

اگر نهفته سخنی بود کار فرمائی / جهان چنانکه تو میخواستی چنان بودی

قدم برون مگذار از سرای درویشی / که مار گنج بود بوریای درویشی

بقدر مهر بود اعتبار محضر را / زمینه عار ندارد قبای درویشی

می شود هر کس بمقدار تواضع سربلند / قطرهٔ ناچیز گردد گوهر از افتادگی

نیست جز داغ عزیزان حاصل پایندگی / خضر حیرانم چه لذت میبرد از زندگی

تا تو چون شانه دل چاک میانه کنی ۴۷ / پنجه با پنجهٔ آن زلف چلیپا نه کنی

ترا بروز حساب این سخن شود معلوم / که بود سلطنت بی حساب درویشی

ز برگ ریز خزان ایمن اند بی برگان ۴۸ / بیک هواست بهار و خزان درویشی

چه حاجت است بغمخواری کسان صائب / که هست رحمت حق غمگسار درویشی

ز خامشی دهن غنچه مشکبو گردید / خوشا لبی که بود مهردار خاموشی

کشتی شرم تو آن روز شود طوفانی ۴۹ / که نهان کردهٔ خود را بتراز و بینی

جرم تو از حساب برون است و از شمار / اندیشه از حساب برای چه میکنی

آستانت بوسه گاه راست کیشان میشود / از عبادت چون کمان گر قامت خود خم کنی

عنان مده بدست هوا ده چو برگ خزان / خدای داند تا عاقبت کجا افتی

می توانی صد دل ویرانه را آباد کرد / از همان نقدی که صرف خانهٔ گل میکنی

رو ز نقش هر چه بی اندیشه می آید ز غیب / غیر ازین اندیشهٔ دیگر ندارد عالمی

گوشه گیری که بود شاد به صیادی خلق ۵۰ / عنکبوتیست که نازد بشکار مگسی

هر موی بر تن تو شود آه حسرتی / آگاه گر شوی که چه مقدار غافلی

انتخاب

از

کلامِ ظفر

ہر چہار دیوان

و نشتر

ظفر

ابو ظفر محمد بہادر شاہ ثانی متخلص بہ ظفر۔ ہندوستان کا آخری بادشاہ شاہ عالم کو سمجھنا چاہیے کہ
اُسکی حیات ہی مین سلطنت ایسٹ انڈیا کمپنی کے قبضے مین جا چکی تھی اور وہ ایسٹ انڈیا کمپنی
کا وظیفہ خوار رہگیا تھا۔ محض کمپنی کی رعایت تھی کہ قلعہ دہلی کی حکومت شاہ عالم کو حاصل تھی شاہ عالم کے
بعد اُسکا بیٹا محمد اکبر ثانی لال قلعے کا بادشاہ اور وظیفہ خوار قرار پایا یہی حالت اُسکے مرنے پر اُسکے
بیٹے بہادر شاہ ظفر کی ہوئی۔ شاعری شاہ عالم بادشاہ کے زمانے سے دربار شاہی کی
ایک زینت تھی ظفر کے وقت مین اسسے اور بھی رونق ہوئی۔ ولیعہدی کے زمانہ ہی مین ظفر
ذوق کا شاگرد ہوا اور تخت پر بیٹھنے کے بعد ذوق کو خاقانی ہند ملک الشعرا کا خطاب دیا اور مرتے دم
تک صرف شاعری مشغلہ رکھا۔ یہ بادشاہ باتین ضرور پیدا کرتا تھا اور شعر بہت کہتا تھا طبیعت بھی
مضمون آفرین تھی مگر نشست الفاظ کا کام جو شاعری مین بڑی ضروری چیز اور مشکل مرحلہ ہے اُستاد کے
تعلق تھا۔ ذوق کے پیچھے بادشاہ کے کلام درست کرنے کا جھگڑا نہ ہوتا تو غالباً ذوق کے اشعار
اور بھی پُر لطف ہوتے ذوق کو ہمیشہ اسکا افسوس رہا کہ بادشاہ کی بیگار سے اپنے کلام درست کرنے کا
موقع نہین ملتا۔ بہرحال ظفر کا کلام ذوق کی اصلاح کی بدولت یا خود اُسکی آفرینی مضمون کے باعث
ضرور اس قابل ہے کہ ہندوستان کے اساتذہ کے کلام کے ساتھ جگہ پائے۔

یہ شاعر صوفی مشرب اور نیک نیت تھا اور آنکھوں مین مروت بھی تھی بلکہ اس مروت کی بدولت
وہ ہمیشہ نقصان مین رہا۔ اخیر اخیر غدر ۵۷ء مین پوربیے سپاہی جب کمپنی کی فوج سے باغی ہو کر دلی پہنچے تو
ظفر کو شاہ شطرنج کی طرح تخت پر بٹھلایا۔ ظفر نے بمروت بادشاہ بننا قبول کیا یا مجبوری ایسا کیا۔ یہ صاف نہین کہا جا سکتا
یہ بھی ممکن ہے کہ شوق سلطنت نے اُسکی عقل پر پردہ ڈالدیا ہو بہرحال نتیجہ اس سادہ لوحی کا یہ ہوا کہ وہ گرفتار کر کے
رنگون بھیجا گیا۔ بعد ۵۷ء کے اسکا مشغلہ شاعری جاتا رہا اسلیے اس کتاب کی اغراض کے لیے سال جلاوطنی ہی سنہ وفات ہے

غزلیات و ابیات

ظالم ترے چپ رہنے کا عقدہ نہین کھلتا	کیا جانے کہ ہے دل مین ترے کیا نہین کھلتا
جب تک ہو دمِ سرد و رخِ زرد نہ غماز	ہر ایک پہ رازِ دلِ شیدا نہین کھلتا
اُس مستِ مئے ناز کی اللہ رے تمکین	وہ عالمِ مستی مین بھی اصلا نہین کھلتا
یان آئے کہان سے ہین کہان جائینگے یان سے	حیران ہین ظفر ہم یہ معمّا نہین کھلتا

کسی نے اسکو سمجھایا تو ہوتا	کوئی یان تک اُسے لایا تو ہوتا
مزا رکھتا ہے زخمِ خنجرِ عشق ۲	کبھی اے بوالہوس کھایا تو ہوتا
نہ بھیجا تو نے لکھ کر ایک پرچہ	ہمارے دل کو پرچایا تو ہوتا
جو کچھ ہوتا سو ہوتا تو نے تقدیر	وہان تک مجھکو پہنچایا تو ہوتا
دل اُسکی زلف مین اُلجھا ہے کب سے	ظفر اک روز سلجھایا تو ہوتا

رات بھر مجھکو غمِ یار نے سونے نہ دیا	صبح کو خوفِ شبِ تار نے سونے نہ دیا
مین وہ مجنون ہون کہ زندان مین نگہبانون کو	میری زنجیر کی جھنکار نے سونے نہ دیا
یاس و غم رنج و تعب میرے ہوئے مونسِ جان	اے ظفر شب انھین دو چار نے سونے نہ دیا

غمزہ وہ پر بیداد آیا	مژدہ اے مرگ کہ جلاد آیا
بلبلو دیکھو چمن مین اتنا	نہ کرو شور کہ صیاد آیا
اُڑ گئے ہوش مرے ناصح کے	سامنے جب وہ پریزاد آیا
جو لکھا تھا مری پیشانی مین	سو وہ پیش اسے دلِ ناشاد آیا
تو نہ آیا مری سنکر فریاد	دم لبون پر دمِ فریاد آیا
دیکھ کر اُس بتِ کافر کے ستم	اے ظفر مجھکو خدا یاد آیا

نہین عشق مین اسکا تو رنج ہمین کہ قرار و شکیب ذرا نہ رہا	غمِ عشق تو اپنا رفیق رہا کوئی اور بلا سے رہا نہ رہا

دیا اپنی خودی کو جو ہم نے اٹھا وہ جو پردہ سا بیچ میں تھا نہ رہا — رہے پردہ میں اب نہ وہ پردہ نشین کوئی دوسرا اسکے سوا نہ رہا
ظفر آدمی اسکو نہ جانیے گا وہ ہو کیسا ہی صاحب فہم و ذکا — جسے عیش میں یادِ خدا نہ رہی جسے طیش میں خوفِ خدا نہ رہا

۳

یا مجھے افسرِ شاہانہ بنایا ہوتا — یا مرا تاج گدایانہ بنایا ہوتا
اپنا دیوانہ بنایا مجھے ہوتا تو نے — کیون خردمند بنایا نہ بنایا ہوتا
خاکساری کے لیے گرچہ بنایا تھا مجھے — کاش خاکِ درِ جانانہ بنایا ہوتا
نشۂ عشق کا گر ظرف دیا تھا مجھکو — عمر کا تنگ نہ پیمانہ بنایا ہوتا
دلِ صد چاک بنایا تو بلا سے لیکن — زلفِ مشکین کا ترے شانہ بنایا ہوتا
صوفیون کے جو نہ تھا لائقِ صحبت تو مجھے — قابلِ جلسۂ رندانہ بنایا ہوتا
روز معمورۂ دنیا مین خرابی ہے ظفر — ایسی بستی کو تو ویرانہ بنایا ہوتا

ہم نے سبھی کو عشق مین بدظن بنا لیا — تھا دل جو دوست اسکو بھی دشمن بنا لیا
قصرِ بہشت تجکو مبارک ہو زاہدا — ہم نے تو کوے یار مین مسکن بنا لیا
بگڑا مزاج دیکھیے کیسے بنے ظفر — منہ اُس نے یون جو پھیر کے چتون بنا لیا

بے ضبطِ فغان رازِ نہان ہو نہین سکتا — اور تجھ سے دلا ضبطِ فغان ہو نہین سکتا
جب تک وہ خفا مجھ سے ہین سُن لو کہ طبیبو — کچھ میرا علاجِ خفقان ہو نہین سکتا
کیا جانے بلا کیا ہے ترا غمزہ کہ جس سے — جانبر کوئی اے آفتِ جان ہو نہین سکتا
سودا سے محبت مین ظفر سود ہے لیکن — جب تک نہ ہو رسوا سے جہان ہو نہین سکتا

کیا کہون دل مائلِ زلفِ دوتا کیونکر ہوا — یہ بھلا چنگا گرفتارِ بلا کیونکر ہوا
خاکساری کیا عجب کھوئے اگر دل کا غبار — خاک سے دیکھو کہ آئینہ صفا کیونکر ہوا
جو نہ ہونا تھا ہوا ہم پر تمھارے عشق مین — تم نے اتنا بھی نہ پوچھا کیا ہوا کیونکر ہوا
وہ تو ہے نا آشنا مشہور عالم مین ظفر — پر خدا جانے وہ تجھ سے آشنا کیونکر ہوا

کیا کہون ہے کیا بتون کی آشنائی مین مزا — ۴ — وہ مزا سب اسمین ہے جو ہے خدائی مین مزا

بیٹھا ہی مہندی لگا کر اپنے دست و پا دشمن آج ہے اے شوخ تجھ سے ہاتھا پائی مین مزا

دلِ سودا زدہ کب ایک جگہ مین اُلجھا کبھی کاکل مین کبھی زلف سیہ مین اُلجھا

اے ظفر خوب کیا جسنے کیا ترک لباس نہ رہا جامہ و دستار و کلہ مین اُلجھا

نہ پوچھو پوچھنے والو بتون مین ہم نے کیا دیکھا خدا کا جلوہ دیکھا ہم نے اور ہمدم نے کیا دیکھا

ترے عالم کو اے یکتائے عالم ہم نے کیا دیکھا یہی دیکھا کہ عالم مین نہ تجھ سا دوسرا دیکھا

گو مجکو چھوٹنے مرے واسطے لاکھون جا سو ہین مجھ سے پر کوچۂ جانان کا نہ جانا چھوٹا

اُڑ کے جا سکتا نہین تا سرِ دیوارِ چمن دامِ صیاد سے چھوٹا بھی تو مین کیا چھوٹا

بازارِ محبت مین نہ دل بیچ تو اپنا بک جاتا ہے ساتھ اُسکے ظفر بیچنے والا

ہزار طرح سے کھولا وہ دلربا نہ کھلا ہمین نہ کھلنے کا کچھ اُسکے مدعا نہ کھلا

بتون کی ہے وہ آشنائی کا دھندا کہ ہے جسمین ساری خدائی کا دھندا

پہلے تو ہم کو تری عشوہ گری نے مارا اور اگر اُس سے بچے کم نظری نے مارا

ہم اپنے کنجِ غم مین نالہ و فریاد کرتے ہین ہمین کیا گر چمن مین چہچہا ہے عندلیبون کا

مصور جبکہ اُسکی صورتِ مقبول کھینچے گا نہین کھنچنے کی زلف اور ایک قصہ طول کھینچے گا

کر نہ شکوہ کہ مجھے یہ نہ دیا وہ نہ دیا شکر کر تو کہ دیا ہے تجھے انسان بنا

اگر سمجھتا ہی بیہودہ گو ہمین ناصح تو ہمکلام وہ کیون بےشعور ہم سے ہوا

مری نگاہ نے مرا راز کہہ دیا اُس سے بلا سے گر نہ کہا مین نے مدعا نہ کہا

پاؤن آرام سے پھیلائے اُسی نے اپنے ہاتھ دنیا سے ظفر جس نے یہان کھینچ لیا

ہم صورت اُسکو اپنے جو آئے کئی نظر حیران ہو کے آئینہ خانے سے اُٹھ گیا

دنیا مین صاحب اگر آرام نہ پایا پایا ہم نے یہی پایا کہ [illegible] نہ پایا

بیٹھا کر تو دری آ بیٹھے ظفر وہ میر پہلے خدا جانے کہ اٹھے بیٹھے لگے دل مین کیا آیا

دل کا [illegible] ہم نے تجھ سے [illegible] نکلا دوست جانا تھا تجھے جان کا دشمن نکلا

ہزار نخلِ خزان دیدہ پر بہار آئی
نہ اپنا شیب سے پھر عالمِ شباب آیا

بیان کیجے اگر احوال اپنی شامِ غربت کا
گریبان تا بدامن چاک ہو صبحِ قیامت کا

کام عاشق کا تو مرجانا ہے
آپ کچھ اسکا نہ غم کیجیے گا

سرنامہ میرے نام کا اور خط رقیب کا
ظالم ترے ستم کے ہین عنوان عجب عجب

بل بے تاثیر تری عشق کہ دیکھا ہم نے
شمع خاکسترِ پروانہ پہ گریان تھی رات

غافلو کرتے ہو تم فکر کی تدبیر عبث
فکر و تدبیر سے ہے چارۂ تقدیر عبث

فلک کردان کی ہمیشہ تجھے رہنا ہے جہان
یان مکان کرتا ہے کس واسطے تعمیر عبث

وہی پیش آئے گا لکھا جو ہے پیشانی مین
نامہ کرتے ہو ظفر تم اُسے تحریر عبث

نالون سے میرے آب ہوئے سنگ بارہا
اُس سنگدل کا دل نہ پسیجا کسی طرح

سمجھایا تو نے ہم کو تو سو طرح ناصحا
لیکن ہمارا دل نہین سمجھا کسی طرح

بے طرح دامِ زلفِ بتان مین ہے دل اسیر
چھوٹے یہ اس بلا سے خدایا کسی طرح

ٹوٹے ہزار خارِ غم و نشترِ الم
پھوٹا نہ میرے دل کا پھپھولا کسی طرح

قدر اے عشق رہے گی تری کیا میرے بعد
کہ تجھے کوئی نہین پوچھنے کا میرے بعد

خارِ صحرا اے جنون یون ہی اگر تیز رہے
کوئی آئے گا نہین آبلہ پا میرے بعد

بٹھا کے غیر کو قائم نہ کر فساد کی جڑ
نکال اسکو کہ ہے یہ بشر فساد کی جڑ

جو خط کے لکھنے مین برپا ہون سطح کی فساد
تو ٹھہری شاخِ قلم سربسر فساد کی جڑ

اکھاڑ نخلِ طمع کو کہ باغِ عالم مین
رکھے ہے یہ شجرِ بے ثمر فساد کی جڑ

ظفر جہان مین نہ ہو کوئی مفسدہ پرداز
ہو زمین و زن و زر اگر فساد کی جڑ

خاطر سے ہون مین آپ کے سنتا کلامِ تیز
ورنہ زبان تو رکھتا ہے یہ بھی غلام تیز

تار رونے کا جو باندھا تو نہ توڑا ہم نے
ہم سے ہر چند وہ کہتے رہے [illegible]

ہے ظفر صاحب غرض سے بھاگتے ہین لوگ دور
اس زمانے مین کہین جاؤ تو [illegible] غرض

ناصح نے کہا مجھ سے کہ کر آہ و فغان ضبط — نادان یہ نہ سمجھا کہ محبت مین کہان ضبط
لیکا مجھے بوسے کا انھین عادتِ دشنام — کیا سخت ہی مشکل کہ نہ یان ضبط نہ وان ضبط
رو رو کے نہ کہہ حال کہ رُکتا ہی وہ دل مین — کر گریہ کو تو اپنے ظفر وقتِ بیان ضبط

خط مین لکھی ہی ظفر جسکی شکایت ہم نے — ہا سے پڑھوانا اُسی سے وہ ہمارا ہی خط
ابھی کیجے نہ پارا پارا خط و دیکھ تو لیجے ہمیرا سارا خط

خط نہ لکھنے کا اگر شکوہ کرین ہین ای ظفر — کہتے ہین وہ کیون لکھین ہم ایسے آوارہ کو خط

اشک تو اتنا بہاتی ہی ولیکن تیرا — سوزِ دل کم نہین ہوتا کسی عنوان ہی شمع
اے ظفر اشکِ ندامت مین نہ ڈوبی کیونکر — کہ جلا کر دلِ پروانہ پشیمان ہے شمع

جو پائی بزم مین ساقی تری جگہ خالی — بھر آیا دیکھ کے دل ساغر و سبو کی طرف

ہی وہ دل تہی تمھارے تم اگر ڈھونڈھو اُسے — پھرتے ہو ناحق بھٹکتے ای ظفر چارون طرف

جھکے دلون مین فرق ہی انکی زبان مین فرق — مطلب مین اُنکے فرق ہی اُنکے بیان مین فرق
ہین خاکسار اور فلک پر ترا دماغ — ہے مجھ مین تجھ مین جیسے زمین آسمان کا فرق

نہین ہی درد مجھے اور کچھ سوائے فراق — طبیب تجھ سے اگر ہو تو کر دوائے فراق

عرق مین ہی گلِ رخسار کے گلاب کا میل — شمیمِ زلف مین ہی بوئے مشکناب کا میل
ہمارا میل ہو کیا اُس سے جسکی باتون مین — کبھی ہو لطف کا میل اور کبھی عتاب کا میل
نہ کوہکن سے ملے دل مرا نہ مجنون سے — نہین کسی سے بھی اس خانہ خراب کا میل

کب تمھارا شکوۂ جور و ستم کرتے ہین ہم — اور کرتے ہم تو کہدیتے کہ ہان کرتے ہین ہم

دوست اپنے کچھ نہ کچھ آکر خبر دیتے تو ہین — وان کی باتون سے ہمین آگاہ کر دیتے تو ہین
لکھے کیا [illegible] اپنا ہی لکھا تقدیر کا — لکھ کے ہم نامہ تجھے ای نامہ بر دیتے تو ہین
[illegible] ایک دن بوسہ بھی [illegible] ہی لین گے ہم — آپ ہمکو گالیان ہر بات پر دیتے تو ہین
[illegible] رنگ [illegible] سینے سے نکالا ہے [illegible] — ہم ترے رہنے کو اپنے دل مین گھر دیتے تو ہین

ہم کو دیتے ہو دیئے دل وہ جان کا خواہان ہو ۱۰ آپ اُس بے مہر کو دل ای ظفر دیتے تو ہین

تھا قفس سا قفس مین اب قالبِ آدم مین ہون　　چھٹ گیا مجھسے وہ عالم اور ہی عالم مین ہون
اُس بلا سے دیکھیے کیونکر رہائی ہو نصیب　　مین اسیر اُسکی کمندِ گیسوے پُرخم مین ہون
نالۂ نے کی طرح سے اپنی ہستی کا مجھے　　کیا بھروسا ہو کہ اک دم مین نہین اک دم مین ہون
کام ہے رونے سے مجھکو رات دن مانندِ شمع الغرض　　خواہ بزمِ عیش مین ہون خواہ بزمِ غم مین ہون
کر رہا ہون سب چارہ زخمِ دل اپنا ای ظفر ۱۱ مین ملاتا مشک الماس و نمک مرہم مین ہون

پیرِ عشق جنون کو کیا غرض ہے خضر سے　　راہ اُنکی اور ہی اور اُنکے رہبر اور ہین
جو ہے دل مین وہ ہی منھ پر لاتے ہین آئینہ وار　　ہم نہین ہین وہ کہ دل مین اور منھ پر اور ہین
ہم قناعت کو تری دولت سمجھتے ہین ظفر　　ڈھونڈھتے جو زر کو ہین وہ طالبِ زر اور ہین

قتل کرتی ہین مجھے اُسکی رسیلی آنکھین　　رہتی ہین خون سے مرے روز رنگیلی آنکھین
شدتِ گریہ سے کس وقت جدائی مین تری　　آستین کو نہین رکھتی مری گیلی آنکھین

ساقیا عمر جو یون ہے کہ ٹھہرنے کے نہین پاؤن　　گر جھومتا آئے گا سحاب ایسے مزے مین
پوچھو نہ یہ تم بوسے لیے کتنے مزے مین　　رہتا ہے کسے یاد حساب ایسے مزے مین

حال دیوانون کا اپنے پوچھ خارِ دشت سے　　جنکے افسانے اُسے نوکِ زبان ہوتے ہین

اے ظفر جو کچھ کیے ہم نے زبردستی مین کام　　اُنکے بدلے مل رہے ہین زیردستی مین ہمین

وہ دل لیکے پھرتے تو کیا کرون ای ہمنشین بتلا　　منت لون کہ اُس سے چھین کر لون کسطرح سے لون

کرتا وہ بیچارہ کیا تدبیر سے چارہ نہین　　پر کرے کیا چارہ گر تقدیر سے چارہ نہین

وہ گالیان ہی سُناتا ہے اسے ظفر لیکن　　مجھے خوش آتی ہین اُس بدزبان کی باتین

لاکھون انداز ہین کس کس کو ہم اُنسے پوچھین　　تمکو یہ کس نے سکھایا جسے [illegible] کہتے ہین

ہم اپنا رازِ دل ظاہر کب ای بیباک کرتے ہین ۱۲ ہمین رسوا ہمارے دیدۂ نمناک کرتے ہین

مین بھی تو دیکھون کہ تمکو کسطرح آتی ہے نیند ۱۳ اک ذرا میری مصیبت کی کہانی سُن تو لو

نہ پردہ در پردہ نشین پکڑ کر بیٹھ　　جو بیٹھنا ہی تو اسے دل زمین پکڑ کر بیٹھ

گلشن مین جب ادا سے وہ رنگین ادا ہنسے　　غنچہ کا منھ ہی کیا کہ جو پھر اے صبا ہنسے؟

یہ کیا ستم ہی ہم تو کہین اپنا حال دل　　اور روکے تیرے سامنے تو بیوفا ہنسے

ہنستا ہی تیغ یار سے اس طرح میرا زخم　۱۴　جس طرح آشنا سے کوئی آشنا ہنسے

جو دل گرفتہ غنچۂ تصویر ہو ظفر　　پھر اسکو کیا ہنساکے کوئی اور وہ کیا ہنسے

کہاں ہی اپنا وہ عالم، کہین اٹھے کہین بیٹھے　　ہوئی ہی اب تو یہ حالت جہاں بیٹھے وہین بیٹھے

ارادہ تھا کہ انسے آج اپنا حال دل کہیے　　یہ دیکھو خوبیِ قسمت کہ ہین وہ خشمگین بیٹھے

اٹھائے دو جہان سے ہاتھ جو تیری محبت مین　　ترے در پر وہ ای غارتگر دنیا و دین بیٹھے

ہمارا نام تو ہی اے ظفر مشہور عالم مین　　اگرچہ ہم ہین اپنے گھر مین مانند نگین بیٹھے

عجب روش سے انھین ہم گلی لگا کے ہنسے　　کہ گل تمام گلستان مین کھلکھلا کے ہنسے

ہنسا جو سامنے اس غیرت چمن کے گل　　تو چٹکیون مین اسے غنچے سب اڑا کے ہنسے

غم والم میرا انکی خوشی کا باعث ہے　　کہ جب ہنسے وہ مجھے خوب سا رلا کے ہنسے

نکالا چارہ گرون نے جو ذکر مرہم کا　　تو خوب زخم جگر میرے لہلہا کے ہنسے

جب وصل دلربا کی تدبیرین کے بگڑی　۱۵　ہم سمجھے اپنے دل مین تقدیرین کے بگڑی

دیکھو بگاڑ اپنی قسمت کا انکے آگے　　سو بار بات وقت تقریرین کے بگڑی

جسوقت زلف لیلی بکھری ظفر سنور کر　　مجنون کے واسطے اک زنجیرین کے بگڑی

جلوۂ حق یون نمایان صورت انسان مین ہی　　نور خورشید فلک جیسے سحر تابان مین ہی

تیری پاس آبرو سے روکتا ہون اپنا اشک　　ورنہ اک دریا بھرا اس دیدۂ گریان مین ہی

ترے شیدائی کا ای گل باعث دیوانگی　　جو گلستان مین ہی عالم وہ ہی خارستان مین ہی

مجھے بتاؤ مرا کیا گناہ، کیا تقصیر؟　　جو مجھ پہ کھینچ کے تم خنجر ستم دوڑے

لکھون جو نامہ شوق اشکون مین رقم اپنا　　تو خود بخود ہو سیاہی روان قلم دوڑے

سمجھ نہ اشک کو لڑکا کہ یہ وہ آفت ہی ... لگا کے آگ جو پانی کو چشمِ نم دوڑے

خود ہی پہ تکیہ نہ بالکل کرے ۱۶ خدا پر بھی انسان توکل کرے
وہ ہو روبرو اور نہ دیکھوں اُسے ... یہ دل میرا کیونکر تامل کرے

ہے جو مدت مین کبھی وصل کی صورت بنتی ... تو گھڑی بھر مرے اُنکے نہین صحبت بنتی

عقل راہِ عشق مین ہمراہ تو میرے نہ ہو ۱۷ راہ لے اپنی کہ تجھ سے رہنمائی ہو چکی
چمن مین نغمۂ بلبل کو سُنکر وہ لگے کہنے ... لگے آگ اس چمن کو میرا گھبراتا ہی جی غل سے

پیدا ہوئے ہین شادی و غم باہم ای ظفر ۱۸ خندان اگر ہے برق تو ابر اشکبار ہی
عزیزو، گور مین کیا دل کا داغ جلتا ہی ۱۹ اندھیرے گھر مین ہمارا چراغ جلتا ہی

انتخاب
از
کلامِ
عمرِ خیّام
رباعیاتِ
۲۷ نشتر

عمر خیام

غیاث الدین ابوالفتح نام - عمر تخلص - نیشاپور مولد - باپ کا نام ابراہیم خیام -
پیشہ خیمہ دوزی - اگر ابراہیم محض خیمہ دوز تھا تو ایک معمولی شخص تھا اور اگر خیمہ کی تجارت کرتا
تھا اور ظاہر قیاس بھی یہی چاہتا ہے تو ایک بڑا تاجر تھا جو شاہی ضرورتوں میں خیمہ مہیا کرتا تھا -
سلجوقیوں کے عہد میں نیشاپور رشک بغداد تھا - مدینہ کے بعد دمشق اور دمشق کے بعد
بغداد - اور بعد بغداد کے غزنی اور پھر نیشاپور وسط ایشیا میں مصر افریقہ میں - قرطبہ
قسطنطنیہ غرناطہ یورپ میں - دہلی ہندوستان میں اسلامی دارالسلطنتیں قرار پائیں -
اخیر پانچویں صدی میں سلجوقیوں کے عہد میں نیشاپور کمال عروج پر تھا -

نظام الملک طوسی اور حسن صباح اور عمر خیام نے ایک ساتھ بغداد میں تعلیم پائی
تھی الپ ارسلان کی وزارت جب نظام الملک کو ملی تو عمر خیام کو موقع بہبود کا حاصل ہوا -
لیکن عمر نے صرف وظیفہ خواری پر قناعت کی - ملکی معاملات سے عمر کو دلچسپی نہ تھی - علم
ہیئت میں اسکو بہت بڑا ملکہ تھا اور حکیم وقت خیال کیا جاتا تھا - بعد ازان سلطنت
سلجوقی کے جب ٹکڑے ہوئے تو سلجوقیان عراق عرب کے دربار میں اسے پادشاہ کے
پہلو بہ پہلو بیٹھنے کی عزت ملی اور شاہی منجم کی جگہ اسے مرحلین عطا ہوئی - اسنے ایرانی جنتری
میں بکار آمد تبدیلیاں کیں - اسکا جبر و مقابلہ (الجبرا) صدیوں تک مقبول رہا - یونانی زبان پر ایسے
ایسی دستگاہ تھی کہ اس زبان میں لوگ دور دور سے علوم سیکھنے کے لیے اسکے پاس آتے تھے

فارسی زبان کا نہایت مقبول شاعر یہ خیال کیا جاتا ہے اسکی رباعیاں یکجا شائع کی گئیں اور یورپ
کی زبانوں میں اسکے ترجمے ہوئے ایسی مجموعہ رباعیات سے جو ہندوستان میں شائع ہوا ہے کچھ کلام انتخاب کیا گیا ہے
سنہ ۵۱۱ھ سے عراق عرب کے سلجوقیوں کا عہد شروع ہوتا ہے اور یہی زمانہ عمر خیام کے عروج کا ہے سال وفات غالباً ۵۱۷ھ ہے

رباعیات

غافل بچه امید درین شوم سرا / بر دولت او دل بنهد از بهر خدا
هرگاه که خواهد که نشیند از پا / گیرد اجلش دست که بالا بیجا

ای دل ز زمانه رسمِ احسان مطلب / وز گردشِ دوران سر و سامان مطلب
درمان طلبیٔ دردِ تو افزون گردد / با درد بساز و هیچ درمان مطلب

با بط میگفت ماهیی در تب و تاب / باشد که بجوی رفته باز آید آب
بط گفت چو من و تو گشتیم کباب / بود از پس مرگ من چه دریا چه سراب

چون نیست بهر چه هست جز باد بدست / چون نیست بهر چه هست نقصان و شکست
پندار که هر چه هست در عالم نیست / انگار که هر چه نیست در عالم هست

می خوردن و شاد بودن آئینِ منست / فارغ بودن ز کفر و دین دینِ منست
گفتم بعروسِ دهر کابینِ تو چیست؟ / گفتا دلِ خرمِ تو کابینِ منست

اسرارِ جهان چنانکه در دفترِ ماست / گفتن نتوان زانکه وبالِ سرِ ماست
چون نیست درین مردمِ نادان اهلی / نتوان گفتن هر انچه در خاطرِ ماست

آن به که درین زمانه کم گیری دوست / با اهلِ زمانه صحبت از دور نکوست
آنکس که بجملگی ترا تکیه بدوست / چون چشمِ خرد باز کنی دشمنت اوست

ای آمده از عالمِ روحانی تفت / حیران شده در پنج و چهار و شش و هفت
می خور چو ندانی ز کجا آمده / خوش باش ندانی بکجا خواهی رفت

خیام که خیمه هاے حکمت میدوخت / در کورهٔ غم فتاد و ناگاه بسوخت
مقراضِ اجل طنابِ عمرش چو برید / دلال قضا برایگانش بفروخت

یک هفته شراب خورده باشی پیوست / هان تا نه نهی تو روزِ آدینه ز دست

در مذہب ما شنبہ و آدینہ یک ست | جبّار پرست باش نہ زر وز پرست
ساقی قدحے کہ کارِ عالم نفسے ست | کز شادی از و یک نفس آن نیز بسے ست
خوش باش ز ہر چہ پیش آید ز جہان ۲ | ہرگز نشود چنانکہ دلخواہِ کسے ست
می میخورم و مخالفان از چپ و راست | گویند مخور بادہ کہ دین را اعداست
چون دانستم کہ می عدوے دین ست | واللہ بخورم خونِ عدو را کہ رواست
دورانِ جہان بے می و ساقی ہیچ ست | بے زمزمۂ نائے عراقی ہیچ ست
ہر چند در احوالِ جہان می نگرم | حاصل ہمہ عشرت ست و باقی ہیچ ست
شادی مطلب کہ حاصلِ عمر دمے ست | ہر ذرہ ز خاکِ کیقبادے و جمے ست
احوالِ جہان و اصلِ این عمر کہ ہست ۳ | خوابے و خیالے و فریبے و دمے ست
این کہنہ رباط را کہ عالم نام ست | آرام گہِ ابلقِ صبح و شام است
بزمے ست کہ واماندہ صد جمشید است ۴ | قصرے ست کہ تکیہ گاہِ صد بہرام است
من بندۂ عاصیم رضائے تو کجا ست؟ | تاریک دلم نورِ صفائے تو کجا ست؟
ما را تو بہشت گر بطاعت بخشی | این بیع بود لطف و عطائے تو کجاست؟
ہر دل کہ در و مایۂ تجرید کم ست | بیچارہ ہمہ عمر ندیمِ ندم ست
جز خاطرِ فارغ کہ نشاطے دارد؟ ۵ | باقی ہمہ ہر چہ ہست اسبابِ غم ست
قدرِ گلِ و مل بادہ پرستان دانند | نے تنگدلان و تنگدستان دانند
از بیخبری بیخبری معذوری ۶ | ذوقیست درین بادہ کہ مستان دانند
ز آوردنِ من نبود گردون را سود | وز بردنِ من جاہ و جلالش نفزود
در ہیچ کسے نیز دو گوشم نشنید | کاوردن و بردنِ من از بہر چہ بود؟
آنہا کہ کہن شدند و اینہا کہ نوند | ہر یک بمرادِ خویش یک یک بدوند
این سفلہ جہان بکس نماند جاوید | رفتند و روند و دیگر آیند و روند

این چرخ جفا پیشه دغا بنیاد هرگز گرهٔ بستهٔ کس را نگشاد
هر جا که یکی دید که داغی دارد داغی دگرش بر سر آن داغ نهاد

غافل غم و اندیشهٔ لاشی نخورد جز جام لبالب و پیاپی نخورد
غم در دل و باده در صراحی باشد ٧ خاکش بر سر آنکه غم خورد می نخورد

تا بود دلم ز عشق محروم نشد کم بود ز اسرار که محروم نشد
اکنون که همی بنگرم از روی خرد معلومم شد که هیچ معلوم نشد

در دهر هر آنکه نیم نانی دارد از بهر نشست آستانی دارد
نه خادم کس بود نه مخدوم کسی ٨ گو شاد بزی که خوش جهانی دارد

زان پیش که بر سرت شبیخون آرند فرمای که تا بادهٔ گلگون آرند
تو زر نه ای غافل نادان که ترا ٩ در خاک نهند و باز بیرون آرند

قومی ز گزاف در غرور افتادند قومی ز پی حور و قصور افتادند
معلوم شود چو پرده ها بردارند کز کوی تو دور دور دور افتادند

گویند بهشت و حور عین خواهد بود وانجا می ناب و انگبین خواهد بود
گر ما می و معشوق پرستیم رواست چون عاقبت کار همی خواهد بود

آنروز که توسن فلک زین کردند آرایش مشتری و پروین کردند
این بود نصیب ما ز دیوان قضا ما را چه گنه قسمت ما این کردند

گویند بهشت و حوض کوثر باشد وانجا می ناب و شهد و شکر باشد
پر کن قدح باده و بر دستم نه نقدی ز هزار نسیه خوشتر باشد

آنها که جهان زیر قدم فرسودند و اندر طلبش هر دو جهان پیمودند
آگاه نمی شوم که ایشان شب و روز زین حال چنانکه هست آگه بودند

تا خاک مرا بقالب آمیخته اند بس فتنه که از خاک برانگیخته اند

من بهتر ازین نبیتونم بودن ۱۰ کز بوته مرا چنین برون ریخته اند
افسوس که سرمایه ز کف بیرون شد　در دست اجل بسے جگرها خون شد
کس نامد ازان جهان که تا پرسم ازو ۱۱ کاحوال مسافران عالم چون شد؟
با یار چو آرمیده باشی همه عمر　خوابے باشد که دیده باشی همه عمر
هم آخر عمر رحلتت باید کرد　لذات جهان چشیده باشی همه عمر
دی کوزه گرے بدیدم اندر بازار　بر پاره گلے لگد همے زد بسیار
وان گل بزبان حال با وی میگفت　من همچو تو بوده ام مرا نیکو دار
چون حاصل آدمی درین جائے دو در　جز درد دل و دادن جان نیست دگر
خرم دل آنکه یک نفس زنده نبود ۱۲ واسوده کسے که خود نزاد از مادر
گر باده خوری تو با خردمندان خور　یا با صنم لاله رخ خندان خور
بسیار مخور ورد مکن فاش مساز ۱۳ اندک خور و گاه خور و پنهان خور
با مردم پاک اصل و عاقل آمیز　وز نا اهلان هزار فرسنگ گریز
گر زهر دهد ترا خردمند بنوش ۱۴ ور نوش رسد ز دست نا اهل بریز
از حادثهٔ زمانهٔ آینده مپرس　وز هرچه رسد چو نیست پاینده مپرس
این یکدم نقد را غنیمت میدان　از رفته میندیش وز آینده مپرس
غم چند خوری ز کار نا آمده پیش　رنج است نصیب مردم دور اندیش
خوش باش و جهان تنگ مکن بر دل خویش ۱۵ کز خوردن غم قضا نگردد کم و بیش
خیام زمانه از کسے دارد ننگ　کو در غم ایام نشیند دلتنگ
مے خور تو ز آبگینه با ناله چنگ ۱۶ زان پیش که آبگینه آید بر سنگ
ایزد چو نخواست آنچه من خواستم　کے گردد راست آنچه من خواستم
گر جمله صواب است که او خواسته نیست ۱۷ پس جمله خطاست آنچه من خواستم

گویند مرا که دہر پرستم ہستم　　گویند مرا عارف و مستم ہستم
در ظاہرِ من نگاہ بسیار مکن　　کاندر باطن چنانکه ہستم ہستم

ما دوست باتفاق سر ہم بنہیم　　پاے ز نشاط بر سرِ غم بنہیم
خیزیم و دمے زنیم پیش از دمِ صبح　　کین صبح بسے دمد که ما دم نزنیم

ما خرقۂ زہد در سرِ خم کردیم　　وز خاکِ خرابات تیمم کردیم
باشد که درونِ میکدہ ہا دریابیم　۱۸　عمرے که درین مدرسہ ہا گم کردیم

چون حاصلِ آدمی درین شورستان　　جز خوردنِ غصہ نیست یا کندن جان
خرم دل آنکه زین جہان زود برفت　۱۹　و آسودہ کسیکه خود نیامد بجہان

آن قصر که بر چرخ ہمی زد پہلو　　بر درگہِ او شہان نہادندے رو
دیدیم که بر کنگرہ اش فاختۂ　۲۰　بنشستہ ہمی گفت که کوکو کوکو

چون بادہ خوری ز عقل بیگانہ مشو　　مدہوش مباش و جہل را خانہ مشو
خواہی که مے لعل حلالت باشد　　آزارِ کسے مجوے و دیوانہ مشو

این چرخِ فلک بہر ہلاکِ من و تو　　قصدے دارد بجانِ پاکِ من و تو
بر سبزہ نشین پیالہ کش دیر نماند　　تا سبزہ برون دمد ز خاکِ من و تو
ماییم خریدارِ مے کہنہ و نو　۲۱　وانگاہ فروشندۂ جنت بدو جو
گفتی ز پسِ مرگ کجا خواہی رفت　　مے پیشِ من آر و ہر کجا خواہی رو

ناکردہ گناہ در جہان کیست بگو؟　　آنکس که گنہ نکرد چون زیست بگو؟
من بد کنم و تو بد مکافات دہی　۲۲　پس فرق میانِ من و تو چیست بگو؟
نقشے ست که بر وجودِ ما ریختۂ　　صد بوالعجبی ز ما برانگیختۂ
من زان بہ ازین نمیتوانم بودن　۲۳　کز بوتہ مرا چنین فرو ریختۂ
غرہ چہ شوی بمسکن و کاشانہ　　ہر عمر که ہست حاصلش افسانہ

همخوابهٔ بادی و تو افروزی شمع ۲۴ بر رهگذر سیل چه سازی خانه

پیر دیدم بخواب مستی خفته   وز گرد شعور خانهٔ تن رفته
می خورده و مست خفته و آشفته   الله لطیف بعباده گفته

ای خیمهٔ کار جهان هیچ نه   بنیاد سه بادست ازان هیچ نه
شد حد وجود درمیان دو عدم   اطراف بود تو درمیان هیچ نه

ما عاشق و رند و می پرستیم همه   در کوی خرابات نشستیم همه
بگذشت ز قبح و حسن و از وهم و خیال   از ما مطلب هوش که مستیم همه

ابریق می مرا شکستی ربی   بر من در عیش را ببستی ربی
بر خاک فگندی می گلگون مرا ۲۵ من مست نیم مگر تو مستی ربی

خواهی که پسندیدهٔ آنام شوی   مقبول و قبول خاصه و عام شوی
اندر پی مومن و جهود و ترسا ۲۶ بدگوی مباش تا نکونام شوی

تا کی ز غم زمانه محزون باشی   با چشم پر آب و دل پر خون باشی
می نوش و بعیش خوشدل میباش   زان پیش کزین دائره بیرون باشی

هر چند ز دست دهر غمکش باشی   وز جور و جفای چرخ ناخوش باشی
زنهار ز دست ناکسان آب زلال ۲۷ بر لب مچکان اگر در آتش باشی

انتخاب

از

کلامِ غالب

دیوانِ غالب اردو

کلیاتِ اسد اللہ خان غالب فارسی

۱۰۵ اشتر

غالب

میرزا اسد اللہ خان نام۔ میرزا نوشہ معروف۔ فارسی مین تخلص اسد اور اُردو مین غالب
آگرہ مولد۔ دلی مسکن و مدفن۔ سالِ وفات ۱۲۸۵ھ ہجری۔

حق یہ ہو کہ تمام شعراے ماضی و حال و مستقبل پر یہ غالب خیال کیے گئے۔ انکی خصوصیات سے یہ ہو کہ دونون زبان مین انکو پورا ملکہ تھا۔ فارسی کلام مین شعراے فارس پر باوجودیکہ انکی زبان مادری فارسی نہ تھی گوے سبقت لے گئے اور زبان اُردو کا تو ایک طور پر انکو موجد کہنا چاہیے۔ انسے پہلے میر و سودا اور انکے ہمعصر ذوق نامی شاعر تھے۔ اور پھر انکے بعد انیس و میر امیر مینائی اور داغ یہ سب چوٹی کے شاعر ہوئے۔ انمین سے ایک کو دوسرے پر ترجیح دیجاتی ہو تو وہ محض ایک فوری حالت ہوتی ہو ہر ایک کے کلام سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ اسی پر شاعری ختم ہوگئی اور قول فیصل یہ ہوتا ہو کہ ہر ایک بجاے خود اُستاد ہو ع ہر گلے را رنگ و بوے دیگر ست۔ گلاب کا پھول سونگھیے تو معلوم ہوتا ہو کہ باغ بھر مین یہی ایک پھول ہو اُسکے بعد چنبیلی سونگھیے تو یہ کہنا پڑتا ہو کہ اسکی خوشگواری سب پر بالا ہو جوہی کہتی ہو کہ جو بھینی بھینی خوشبو مجھمین ہو وہ نازک دماغون کی روح کی جان ہو بیلا جب شام کو سبز پتیون سے غنچہ کی صورت مین اپنا مُنھ نکالتا ہو تو اُسکی دلآویزی کچھ اور ہی لطف دکھاتی ہو اور ہار بنکر جب گلے مین پڑتا ہو تو بے اختیار مُنھ سے نکلتا ہو کہ یہ پھولون کا بادشاہ ہو۔ مولسری کامنی اور چنپا جب اپنی اپنی بو دور سے سونگھاتے ہین تو کہنا پڑتا ہو کہ باغ مین اگر یہ پھول نہ ہون تو باغ کا لطف نہین اسی طرح شعراے نامی کے کلام جب پڑھیے تو ہر ایک بجاے خود سب سے اچھا معلوم ہوتا ہو لیکن یہ محض خداداد بات ہو عقل کو اسمین دخل نہین غالب کا کلام ہر وقت غالب سمجھا جاتا ہو۔ جو عام پسندیدگی اسکے ساتھ وابستہ ہو دوسرے کے ساتھ نہین ہو۔

غالب کی خصوصیات سے یہ ہو کہ یہ مینخوار تھا دوسرے شعراے اسلام کے بیانات محض سُنے سنائے افسانون پر مبنی کرتے تھے اور خود کبھی تکلیف بھی ہوئی تو لغیب عنداللہ۔

غزلیات وابیات

بزم شاہنشاہ میں اشعار کا دفتر کھلا
رکھیو یارب یہ در گنجینۂ گوہر کھلا

گو نہ سمجھوں اسکی باتیں گو نہ پاؤں اسکا بھید
پر یہ کیا کم ہے کہ مجھ سے وہ پری پیکر کھلا؟

در پہ رہنے کو کہا اور کہہ کے کیسا پھر گیا ۱
جتنے عرصہ میں مرا لپٹا ہوا بستر کھلا

کیا رہوں غربت میں خوش جب ہو حوادث کا یہ حال
نامہ لاتا ہے وطن سے نامہ بر اکثر کھلا

اسکی امت میں ہوں میں میرے رہیں کیوں کام بند
واسطے جس شہ کے غالب گنبد بے در کھلا

شب کہ برق سوز دل سے زہرۂ ابر آب تھا
شعلۂ جوالہ ہر اک حلقۂ گرداب تھا

واں کرم کو عذر بارش تھا عناں گیر خرام ۲
گریہ سے یاں پنبۂ بالش کف سیلاب تھا

واں خود آرائی کو تھا موتی پرونے کا خیال
یاں ہجوم اشک میں تار نگہ نایاب تھا

جلوۂ گل نے کیا تھا واں چراغاں آب جو
یاں رواں مژگان چشم تر سے خون ناب تھا

میں نے روکا رات غالب کو وگرنہ دیکھتے
اسکے سیل گریہ میں گردوں کف سیلاب تھا

بسکہ دشوار ہے ہر کام کا آساں ہونا
آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا

گریہ چاہے ہے خرابی مرے کاشانے کی
در و دیوار سے ٹپکے ہے بیاباں ہونا

عشرت قتل گہ اہل تمنا مت پوچھ
عید نظارہ ہے شمشیر کا عریاں ہونا

کی مرے قتل کے بعد اسنے جفا سے توبہ
ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

حیف اس چار گرہ کپڑے کی قسمت غالب ۳
جسکی قسمت میں ہو عاشق کا گریباں ہونا

دوست غمخواری میں میری سعی فرمائیں گے کیا ۴
زخم کے بھرنے تلک ناخن نہ بڑھ جائیں گے کیا؟

بے نیازی حد سے گزری بندہ پرور کب تلک؟ ۵
ہم کہیں گے حال دل اور آپ فرمائیں گے کیا؟

حضرت ناصح گر آئیں دیدہ و دل فرش راہ
پر کوئی اتنا تو سمجھا دے کہ سمجھائیں گے کیا؟

آج واں تیغ و کفن باندھے ہوئے جاتا ہوں میں
عذر میرے قتل کرنے میں وہ اب لائیں گے کیا؟

گر کیا ناصح نے ہمکو قید اچھا یون سہی — یہ جنونِ عشق کے انداز چھٹ جائینگے کیا؟

ہے اب اس معمورہ مین قحطِ غمِ الفت **اسد** — ہم نے یہ مانا کہ دلی مین رہین کھائینگے کیا؟

یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصالِ یار ہوتا — اگر اور جیتے رہتے یہی انتظار ہوتا

ترے وعدہ پر جیے ہم تو یہ جان جھوٹ جانا ۶ — کہ خوشی سے مر نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا

کوئی میرے دل سے پوچھے ترے تیرِ نیمکش کو — یہ خلش کہان سے ہوتی جو جگر کے پار ہوتا

یہ کہان کی دوستی ہے کہ بنے ہین دوست ناصح ۷ — کوئی چارہ ساز ہوتا کوئی غمگسار ہوتا

غم اگرچہ جان گسل ہے یہ کہان بچین کہ دل ہے — غمِ عشق گر نہ ہوتا غمِ روزگار ہوتا

کہون کس سے مین کہ کیا ہے شبِ غم بری بلا ہے — مجھے کیا برا تھا مرنا اگر ایک بار ہوتا

ہوئے مر کے ہم جو رسوا ہوئے کیون نہ غرقِ دریا — نہ کبھی جنازہ اٹھتا نہ کہین مزار ہوتا

یہ مسائلِ تصوف یہ ترا بیان **غالب** — تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا

درخورِ قہر و غضب جب کوئی ہمسا نہ ہوا — پھر غلط کیا ہے؟ کہ ہمسا کوئی پیدا نہ ہوا

سینے کا داغ ہے وہ نالہ کہ لب تک نہ گیا — خاک کا رزق ہے وہ قطرہ کہ دریا نہ ہوا

نام کا میرے ہے جو دکھ کہ کسی کو نہ ملا — کام مین میرے ہے جو فتنہ کہ برپا نہ ہوا

تھی خبر گرم کہ **غالب** کے اڑینگے پرزے — دیکھنے ہم بھی گئے تھے پہ تماشا نہ ہوا

درد منت کشِ دوا نہ ہوا ۸ — مین نہ اچھا ہوا برا نہ ہوا

جمع کرتے ہو کیون رقیبون کو — اک تماشا ہوا گلا نہ ہوا

ہم کہان قسمت آزمانے جائین — تو ہی جب خنجر آزما نہ ہوا

کتنے شیرین ہین تیرے لب کہ رقیب — گالیان کھا کے بے مزا نہ ہوا

ہے خبر گرم انکے آنے کی ۹ — آج ہی گھر مین بوریا نہ ہوا

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی — حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

کچھ تو کہیے کہ لوگ کہتے ہین — آج **غالب** غزل سرا نہ ہوا

پھر مجھے دیدۂ تر یاد آیا　　دل جگر تشنۂ فریاد آیا

دم لیا تھا نہ قیامت نے ہنوز　　پھر ترا وقتِ سفر یاد آیا

زندگی یون بھی گذر ہی جاتی　　کیون ترا راہگذر یاد آیا

کیا ہی رضوان سے لڑائی ہوگی　　گھر ترا خلد مین گر یاد آیا

مین نے مجنون پہ لڑکپن مین اسد　　سنگ اُٹھایا تھا کہ سر یاد آیا

ہوئی تاخیر تو کچھ باعثِ تاخیر بھی تھا　　آپ آتے تھے مگر کوئی عنان گیر بھی تھا

تو مجھے بھول گیا ہو تو پتہ بتلا دون　　کبھی فتراک مین تیرے کوئی نخچیر بھی تھا

پیشہ مین عیب نہین رکھیے نہ فرہاد کو نام　　ہم ہی آشفتہ سرون مین وہ جوان میر بھی تھا

ہم تھے مرنے کو کھڑے پاس نہ آیا نہ سہی　　آخر اُس شوخ کے ترکش مین کوئی تیر بھی تھا؟

پکڑے جاتے ہین فرشتون کے لکھے پر ناحق　　۱۰　آدمی کوئی ہمارا دمِ تحریر بھی تھا؟

ریختے کے تمھین اُستاد نہین ہو غالب　　کہتے ہین اگلے زمانے مین کوئی میر بھی تھا

عرضِ نیازِ عشق کے قابل نہین رہا　　جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہین رہا

جاتا ہون داغِ حسرتِ ہستی لیے ہوئے　　ہون شمعِ کشتہ، درخورِ محفل نہین رہا

مرنے کی اے دل، اور ہی تدبیر کر کہ مین　　شایانِ دست و بازوے قاتل نہین رہا

بیدادِ عشق سے نہین ڈرتا مگر اسد　　جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہین رہا

ذکر اُس پری وش کا، اور پھر بیان اپنا　　۱۱　بن گیا رقیب آخر، جو تھا رازدان اپنا

درد دل لکھون کب تک؟ جاؤن اُن کو دکھلادون　　انگلیان فگار اپنی، خامہ خونچکان اپنا

گھستے گھستے مٹ جاتا آپ نے عبث بدلا　　ننگِ سجدہ سے میرے، سنگِ آستان اپنا

تا کرے نہ غمازی، کرلیا ہے دشمن کو　　دوست کی شکایت مین ہم نے ہمزبان اپنا

ہم کہان کے دانا تھے، کس ہنر مین یکتا تھے؟　　بے سبب ہوا غالب دشمن آسمان اپنا

عشرتِ قطرہ ہے دریا مین فنا ہو جانا　　۱۲　درد کا حد سے گذرنا ہے دوا ہو جانا

دل سے مٹنا تری انگشتِ حنائی کا خیال ۱۳ ہو گیا گوشت سے ناخن کا جدا ہو جانا
بخشے ہے جلوۂ گل ذوقِ تماشا غالب چشم کو چاہیے ہر رنگ مین وا ہو جانا

لے تو لون سوتے مین اُسکے پانون کا بوسہ مگر ایسی باتون سے وہ کافر بدگمان ہو جائیگا
دل کو ہم صرفِ وفا سمجھے تھے کیا معلوم تھا؟ یعنے یہ پہلے ہی نذرِ امتحان ہو جائیگا
واے گر میرا ترا انصاف محشر مین نہ ہو ۱۴ اب تلک تو یہ توقع ہے کہ وان ہو جائیگا
فائدہ کیا؟ سوچ آخر تو بھی دانا ہے اسد دوستی نادان کی ہے جی کا زیان ہو جائیگا

یہ جانتا ہون کہ تو اور پاسخِ مکتوب مگر ستمزدہ ہون ذوقِ خامہ فرسا کا
غمِ فراق مین تکلیفِ سیرِ باغ نہ دو مجھے دماغ نہین خندہ ہاے بیجا کا

آئینہ دیکھ اپنا سا منہ لیکے رہ گئے صاحب کو دل نہ دینے پہ کتنا غرور تھا
قاصد کو اپنے ہاتھ سے گردن نہ ماریے اُسکی خطا نہین ہے یہ میرا قصور تھا

دل مین ذوقِ وصل و یادِ یار تک باقی نہین ۱۵ آگ اس گھر مین لگی ایسی کہ جو تھا جل گیا

بوے گل نالۂ دل دودِ چراغِ محفل جو تری بزم سے نکلا سو پریشان نکلا

یہ لاشِ بے کفن اسدِ خستہ جان کی ہے ۱۶ حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

مین نے چاہا تھا کہ اندوہِ وفا سے چھوٹون وہ ستمگر مرے مرنے پہ بھی راضی نہ ہوا

اُگا ہے گھر مین ہر سو سبزہ ویرانی تماشا کر ۱۷ مدار اب کھودنے پر گھاس کے ہے میرے دربان کا

صرفہ ہے ضبطِ آہ مین میرا وگرنہ مین طعمہ ہون ایک ہی نفسِ جانگداز کا

کم جانتے تھے ہم بھی غمِ عشق کو پر اب دیکھا تو کم ہوئے پہ غمِ روزگار تھا

لے نامے کو اتنا طول غالب مختصر لکھدے کہ حسرت سنج ہون عرضِ ستمہاے جدائی کا

درماندگی مین غالب کچھ بن پڑے تو جانون جب رشتہ بے گرہ تھا ناخن گرہ کشا تھا

ہوئی مدت کہ غالب مرگیا پر یاد آتا ہے وہ ہر اک بات پر کہنا کہ یون ہوتا تو کیا ہوتا

تو دوست کسی کا بھی ستمگر نہ ہوا تھا اورون پہ ہے وہ ظلم کہ مجھ پر نہ ہوا تھا

سرمۂ مفتِ نظر ہون مری قیمت یہ ہے ۱۸ کہ رہے چشمِ خریدار پہ احسان میرا

جان در ہوائے یک نگہِ گرم ہے اسد پروانہ ہے وکیل ترے داد خواہ کا

پوچھتے ہین وہ کہ غالب کون ہے؟ کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائین کیا؟

لکھتا ہون اسد سوزشِ دل سے سخنِ گرم تا رکھ نہ سکے کوئی مرے حرف پہ انگشت

مُند گئین کھولتے ہی کھولتے آنکھین غالب یار لائے مرے بالین پہ اُسے پر کس وقت؟

مہربانی ہائے دشمن کی شکایت کیجیے؟ یا بیان کیجیے سپاسِ لذتِ آزارِ دوست؟

لو ہم مریضِ عشق کے تیمار دار ہین ۱۹ اچھا اگر نہ ہو تو مسیحا کا کیا علاج؟

حسن غمزے کی کشاکش سے چھٹا میرے بعد بارے آرام سے ہین اہلِ جفا میرے بعد

منصبِ شیفتگی کے کوئی قابل نہ رہا ہوئی معزولیِ انداز و ادا میرے بعد

آئے ہے بیکسیِ عشق پہ رونا غالب کس کے گھر جائیگا سیلابِ بلا میرے بعد

لازم تھا کہ دیکھو مرا رستا کوئی دن اور تنہا گئے کیون؟ اب رہو تنہا کوئی دن اور

مٹ جائے گا سر گر ترا پتھر نہ گھسے گا ہون در پہ ترے ناصیہ فرسا کوئی دن اور

آئے ہو کل۔ اور آج ہی کہتے ہو کہ جاؤن مانا کہ ہمیشہ نہین اچھا کوئی دن اور

جاتے ہوئے کہتے ہو قیامت کو ملینگے ۲۰ کیا خوب قیامت کا ہے گویا کوئی دن اور؟

ہان اے فلکِ پیر جوان تھا ابھی عارف کیا تیرا بگڑتا جو نہ مرتا کوئی دن اور

تم ماہِ شبِ چاردہم تھے مرے گھر کے پھر کیون نہ رہا گھر کا وہ نقشا کوئی دن اور؟

تم کون سے ایسے ہو کھرے داد و ستد کے کرتا ملک الموت تقاضا کوئی دن اور

مجھ سے تمھین نفرت سہی نیر سے لڑائی بچون کا بھی دیکھا نہ تماشا کوئی دن اور

گذری نہ بہرحال یہ مدت خوش و ناخوش کرنا تھا جوانمرگ گذارا کوئی دن اور

نادان ہو جو کہتے ہو کہ کیون جیتے ہین غالب قسمت مین ہے مرنے کی تمنا کوئی دن اور

گر جب بنا لیا ترے در پر کہے بغیر جانے گا اب بھی تو نہ مرا گھر کہے بغیر؟

کام اس سے آ پڑا ہی کہ جسکا جہان مین | لیوے نہ کوئی نام ستمگر کہے بغیر
جی مین ہی کچھ نہین ہی ہمارے وگرنہ ہم | سر جاے یا رہے، نہ رہین پر کہے بغیر
مقصد ہی ناز و غمزہ ولے گفتگو مین کام | چلتا نہین ہی دشنہ و خنجر کہے بغیر
بہرا ہون مین تو چاہیے دونا ہو التفات | سنتا نہین ہون بات مکرر کہے بغیر

ہے بسکہ ہر اک انکے اشارہ مین نشان اور | کرتے ہین محبت تو گذرتا ہی گمان اور
یارب وہ نہ سمجھے ہین نہ سمجھین گے مری بات | دے اور دل انکو جو نہ دے مجھکو زبان اور
تم شہر مین ہو تو ہمین کیا غم جب اُٹھین گے | لے آئین گے بازار سے اُٹھ کر دل و جان اور
ہی خون جگر جوش مین دل کھول کے روتا | ہوتے جو کئی دیدۂ خونابہ فشان اور
مرتا ہون اُس آواز پہ ہرچند سر اُڑ جاے | جلاد کو لیکن وہ کہے جائین کہ ہان اور
ہین اور بھی دنیا مین سخنور بہت اچھے | کہتے ہین کہ غالب کا ہی انداز بیان اور

زنار باندھ سبحۂ صد دانہ توڑ ڈال | رہرو چلے ہے راہ کو ہموار دیکھ کر
سر پھوڑنا وہ غالب شوریدہ حال کا | یاد آگیا مجھے تری دیوار دیکھ کر

فراغت کسقدر رہتی مجھے تشویش مرہم سے | ٢١ بہم گر صلح کرتے پارہ ہاے دل نمکدان پر
نہ اُڑتا صبح سے غالب، کیا ہوا گر اُسنے شدت کی | ہمارا بھی تو آخر زور چلتا ہے گریبان پر
اسد بسمل ہی کس انداز کا قاتل سے کہتا ہی | کہ مشق ناز کر خون دو عالم میری گردن پر

نہ گل نغمہ ہون نہ پردۂ ساز | مین ہون اپنی شکست کی آواز
تو اور آرایش خم کاکل | مین اور اندیشہ ہاے دور دراز
لاف تمکین فریب سادہ دلی | ورنہ باقی ہے طاقت پرواز
اے ترا غمزہ اک قلم انگیز | اے ترا ظلم سر بسر انداز
تو ہوا جلوہ گر مبارک ہو | ریزش سجدۂ جبین نیاز
مجکو پوچھا تو کچھ غضب نہ ہوا | مین غریب اور تو غریب نواز

اسداللہ خان تمام ہوا — اے دریغا وہ رندِ شاہد باز

کیونکر اُس بُت سے رکھوں جان عزیز ۲۲ کیا نہیں ہے مجھے ایمان عزیز
دل سے نکلا پہ نہ نکلا دل سے — ہے ترے تیر کا پیکان عزیز
تاب لائے ہی بنے گی غالب — واقعہ سخت ہے اور جان عزیز

مژدہ اے ذوقِ اسیری کہ نظر آتا ہے — دامِ خالی قفسِ مرغِ گرفتار کے پاس
مین بھی رُک رُک کے نہ مرتا جو زبان کے بدلے ۲۳ دشنہ اک تیز سا ہوتا مرے غمخوار کے پاس
دہنِ شیر مین جا بیٹھیے لیکن اے دل ۲۴ نہ کھڑے ہو جیے خوبانِ دلآزار کے پاس
مر گیا پھوڑ کے سر غالبِ وحشی ہے ہے ۲۵ بیٹھنا اُسکا وہ آ کر تری دیوار کے پاس

آہ کو چاہیے اک عمر اثر ہونے تک — کون جیتا ہے تری زلف کے سر ہونے تک
دام ہر موج مین ہے حلقۂ صد کامِ نہنگ — دیکھیں کیا گزرے ہے قطرہ پہ گہر ہونے تک
عاشقی صبر طلب اور تمنا بیتاب — دل کا کیا رنگ کرون خونِ جگر ہونے تک
ہم نے مانا کہ تغافل نہ کرو گے لیکن ۲۶ خاک ہو جائینگے ہم تمکو خبر ہونے تک
غمِ ہستی کا اسد کس سے ہو جز مرگ علاج ۲۷ شمع ہر رنگ مین جلتی ہے سحر ہونے تک

زخم پر چھڑکیں کہان طفلانِ بے پروا نمک — کیا مزا ہوتا اگر پتھر مین بھی ہوتا نمک
یاد ہین غالب مجھے وہ دن کہ وجدِ ذوق مین — زخم سے گرتا تو مین پلکون سے چُنتا تھا نمک

گر تجھکو ہے یقینِ اجابت دعا نہ مانگ — یعنی بغیر یک دلِ بے مدعا نہ مانگ
آتا ہے داغِ حسرتِ دل کا شمار یاد — مجھ سے مرے گنہ کا حساب اے خدا نہ مانگ

مجھکو دیارِ غیر مین مارا وطن سے دور — رکھ لی مرے خدا نے مری بیکسی کی شرم

کی وفا ہم سے تو غیر اسکو جفا کہتے ہین — ہوتی آئی ہے کہ اچھون کو برا کہتے ہین
آج ہم اپنی پریشانیِ خاطر اُن سے — کہنے جاتے تو ہین پر دیکھیے کیا کہتے ہین؟
اگلے وقتون کے ہین یہ لوگ انھین کچھ نہ کہو — جو مے و نغمہ کو اندوہ ربا کہتے ہین

ہے پرے سرحدِ ادراک سے اپنا مسجود　　قبلہ کو اہلِ نظر قبلہ نما کہتے ہین

اک شرر دل مین ہے اُس سے کوئی گھبرائیگا کیا　　آگ مطلوب ہے ہمکو جو ہوا کہتے ہین

وحشت و شیفتہ اب مرثیہ کہوین شاید　　مرگیا غالب آشفتہ نوا کہتے ہین

ہم سے کھُل جاؤ بوقتِ مے پرستی ایکدن　　ورنہ ہم چھیڑینگے رکھ کر عذرِ مستی ایکدن

قرض کی پیتے تھے مے لیکن سمجھتے تھے کہ ہان　　رنگ لائیگی ہماری فاقہ مستی ایکدن

نغمہ ہاے غم کو بھی اے دل غنیمت جانیے　۲۸　بے صدا ہو جاے گا یہ سازِ ہستی ایکدن

دھول دھپّا اُس سراپا ناز کا شیوہ نہین　　ہم ہی کر بیٹھے تھے غالب پیش دستی ایکدن

ملتی ہے خوے یار سے نار التہاب مین　　کافر ہون گر نہ ملتی ہو راحت عذاب مین

کب سے ہون کیا بتاؤن جہانِ خراب مین　۲۹　شبہاے ہجر کو بھی رکھون گر حساب مین

قاصد کے آتے آتے خط اک اور لکھ رکھون　　مین جانتا ہون جو وہ لکھین گے جواب مین

مجھ تک کب اُنکی بزم مین آتا تھا دورِ جام　　ساقی نے کچھ ملا نہ دیا ہو شراب مین

مین اور حظِ وصل خدا ساز بات ہے　　جان نذر دینی بھول گیا اضطراب مین

وہ نالہ دل مین خس کی برابر جگہ نہ پاے　　جس نالہ سے شگاف پڑے آفتاب مین

غالب چھُٹی شراب پر اب بھی کبھی کبھی　　پیتا ہون روزِ ابر و شبِ ماہتاب مین

حیران ہون دل کو روؤن کہ پیٹون جگر کو مین　　مقدور ہو تو ساتھ رکھون نوحہ گر کو مین

لو وہ بھی کہتے ہین کہ یہ بے ننگ و نام ہے　　یہ جانتا اگر تو لُٹاتا نہ گھر کو مین

چلتا ہون تھوڑی دور ہر اک راہبر کے ساتھ　　پہچانتا نہین ہون ابھی راہبر کو مین

خواہش کو احمقون نے پرستش دیا قرار　　کیا پوجتا ہون اُس بتِ بیداد گر کو مین

پھر بیخودی مین بھول گیا راہِ کوے یار　　جاتا وگرنہ ایکدن اپنی خبر کو مین

اپنے پہ کر رہا ہون قیاس اہلِ دہر کا　　سمجھا ہون دلپذیر متاعِ ہنر کو مین

غالب خدا کرے کہ سوارِ سمندِ ناز　　دیکھون علی بہادرِ عالی گہر کو مین

ذکر میرا بہ بدی بھی اسے منظور نہین — غیر کی بات بگڑ جاے تو کچھ دور نہین
قطرہ اپنا بھی حقیقت مین ہی دریا لیکن — ہمکو تقلید تنک ظرفی منصور نہین
مین جو کہتا ہون کہ ہم لین گے قیامت مین تمہین — کس رعونت سے وہ کہتے ہین کہ ہم حور نہین
ہون ظہوری کے مقابل مین خفائی غالب — میرے دعوے پہ یہ حجت ہی کہ مشہور نہین

نالہ جز حسن طلب اے ستم ایجاد نہین — ہے تقاضاے جفا شکوۂ بیداد نہین
کم نہین وہ بھی خرابی مین پہ وسعت معلوم — دشت مین ہی مجھے وہ عیش کہ گھر یاد نہین
کم نہین جلوہ گری مین ترے کوچے سے بہشت — یہی نقشہ ہی ولے اسقدر آباد نہین
کرتے کس منہ سے ہو غربت کی شکایت غالب — ۳۰ تمکو بے مہری یاران وطن یاد نہین؟

نہین ہی کہ مجکو قیامت کا اعتقاد نہین — شب فراق سے روز جزا زیاد نہین
کوئی کہے کہ شب مہ مین کیا برائی ہی — بلا سے آج اگر دن کو ابر و باد نہین
کبھی جو یاد بھی آتا ہون مین تو کہتے ہین — کہ آج بزم مین کچھ فتنہ و فساد نہین
جہان مین ہو غم و شادی بہم ہمین کیا کام — دیا ہی ہمکو خدا نے وہ دل کہ شاد نہین
تم انکے وعدہ کا ذکر ان سے کیون کرو غالب؟ — یہ کیا کہ تم کہو اور وہ کہین کہ یاد نہین

دائم پڑا ہوا ترے در پر نہین ہون مین — خاک ایسی زندگی پہ کہ پتھر نہین ہون مین
کیون گردش مدام سے گھبرا نہ جاے دل ۳۱ — انسان ہون پیالہ و ساغر نہین ہون مین
یارب زمانہ مجکو مٹاتا ہی کس لیے؟ — لوح جہان پہ حرف مکرر نہین ہون مین
حد چاہیے سزا مین عقوبت کے واسطے ۳۲ — آخر گناہگار ہون کافر نہین ہون مین
غالب وظیفہ خوار ہو دو شاہ کو دعا — وہ دن گئے کہ کہتے تھے نوکر نہین ہون مین

سب کہان کچھ لالہ و گل مین نمایان ہو گئین ۳۳ — خاک مین کیا صورتین ہونگی کہ پنہان ہو گئین
یاد تھین ہمکو بھی رنگارنگ بزم آرائیان ۳۴ — لیکن اب نقش و نگار طاق نسیان ہو گئین
تھین بنات النعش گردون دنکو پردہ مین نہان — شب کو انکے جی مین کیا آئی کہ عریان ہو گئین

۳۵ نیند اُسکی ہی دماغ اُسکا ہی راتین اُسکی ہین　تیری زلفین جسکے بازو پر پریشان ہوگئین
وہ نگاہین کیون ہوئی جاتی ہین یارب دل کے پار　جو مری کوتاہی قسمت سے مژگان ہوگئین
بسکہ روکا مین نے اور سینہ مین اُبھرین پے بہ پے　میری آہین بخیۂ چاکِ گریبان ہوگئین
وان گیا بھی مین تو اُنکی گالیون کا کیا جواب　یاد تھین جتنی دعائین صرفِ دربان ہوگئین
۳۶ رنج سے خوگر ہوا انسان تو مٹ جاتا ہی رنج　مشکلین مجھ پر پڑین اتنی کہ آسان ہوگئین
یون ہی گر روتا رہا غالبؔ تو اے اہلِ جہان　دیکھنا اِن بستیون کو تم کہ ویران ہوگئین

۳۷ دل ہی تو ہی نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیون؟　روئینگے ہم ہزار بار، کوئی ہمین ستائے کیون؟
۳۸ دیر نہین، حرم نہین، در نہین، آستان نہین　بیٹھے ہین رہگذر پہ ہم، کوئی ہمین اٹھائے کیون؟
جب وہ جمالِ دلفروز صورتِ مہرِ نیمروز　آپ ہی ہو نظارہ سوز پردہ مین منھ چھپائے کیون؟
دشنۂ غمزہ جانستان، ناوکِ ناز بے پناہ،　تیرا ہی عکسِ رخ سہی، سامنے تیرے آئے کیون؟
۳۹ قیدِ حیات و بندِ غم، اصل مین دونون ایک ہین　موت سے پہلے آدمی، غم سے نجات پائے کیون؟
وان وہ غرورِ عز و ناز، یان یہ حجابِ پاسِ وضع　راہ مین ہم ملین کہان بزم مین وہ بلائے کیون؟
ہان وہ نہین خدا پرست جاؤ وہ بیوفا سہی　جسکو ہو دین و دل عزیز اُسکی گلی مین جائے کیون؟
غالبؔ خستہ کے بغیر کون سے کام بند ہین؟　روئیے زار زار کیا کیجیے ہائے ہائے کیون؟

دھوتا ہون جب مین پینے کو اس سیمتن کے پاؤن　رکھتا ہی ضد سے کھینچ کے باہر لگن کے پاؤن
بھاگے تھے ہم بہت سو اسی کی سزا یہ ہی　ہوکر اسیر دابتے ہین راہزن کے پاؤن
مرہم کی جستجو مین پھرا ہون جو دور دور　تن سے سوا فگار ہین اس خستہ تن کے پاؤن
اللہ رے ذوقِ دشت نوردی کہ بعد مرگ　ہلتے ہین خود بخود مرے اندر کفن کے پاؤن
شب کو کسی کے خواب مین آیا نہ ہو کہین؟　دکھتے ہین آج اُس بتِ نازک بدن کے پاؤن
غالبؔ مرے کلام مین کیونکر مزا نہ ہو　پیتا ہون دھو کے خسروِ شیرین سخن کے پاؤن

۴۰ مہربان ہوکے بلالو مجھے چاہو جس وقت　مین گیا وقت نہین ہون کہ پھر آبھی نہ سکون

ضعف مین طعنۂ اغیار کا شکوہ کیا ہی؟ بات کچھ سر تو نہین ہی کہ اُٹھا بھی نہ سکون
زہر ملتا ہی نہین مجکو ستمگر ورنہ کیا قسم ہی ترے ملنے کی کہ کھا بھی نہ سکون

ہم پر جفا سے ترکِ وفا کا گمان نہین اک چھیڑ ہے وگرنہ مرا امتحان نہین
بوسہ نہین نہ دیجیے دشنام ہی سہی، آخر زبان تو رکھتے ہو تم گر دہان نہین
نقصان نہین جنون مین بلا سے ہو گھر خراب ۴۱ سو گز زمین کے بدلے بیابان گران نہین

سلطنت دست بدست آئی ہی جامِ مے خاتمِ دردلیش نہین
رازِ معشوق نہ رسوا ہو جاے، ورنہ مر جانے مین کچھ بھید نہین
کہتے ہین جیتے ہین امید پہ لوگ ۴۲ ہم کو جینے کی بھی امید نہین

یہ ہم جو ہجر مین دیوار و در کو دیکھتے ہین کبھی صبا کو کبھی نامہ بر کو دیکھتے ہین
وہ آئے گھر مین ہمارے خدا کی قدرت ہی ۴۳ کبھی ہم اُنکو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہین
نظر لگے نہ کہین اُسکے دست و بازو کو یہ لوگ کیون مرے زخمِ جگر کو دیکھتے ہین

دونون جہان دیکے وہ سمجھے یہ خوش رہا یان آپڑی یہ شرم کہ تکرار کیا کرین؟
کیا شمع کے نہین ہین ہوا خواہ اہلِ بزم ہو غم ہی جانگداز تو غمخوار کیا کرین؟

مضمحل ہو گئے قویٰ **غالب** وہ عناصر مین اعتدال کہان؟

مین اور صد ہزار نواے جگر خراش تو اور ایک وہ نشنیدن کہ کیا کہون؟

مانعِ دشت نوردی کوئی تدبیر نہین ایک چکر ہے مرے پاؤن مین زنجیر نہین

بنا کر فقیرون کا ہم بھیس **غالب** ۴۴ تماشاے اہلِ کرم دیکھتے ہین

اس سادگی پہ کون نہ مر جاے اے خدا لڑتے ہین اور ہاتھ مین تلوار بھی نہین

غنچۂ ناشگفتہ کو دور سے مت دکھا کہ یون بوسے کو پوچھتا ہون مین منہ سے مجھے بتا کہ یون
مین نے کہا کہ بزمِ ناز غیر سے چاہیے تہی سنکے ستم ظریف نے مجکو اُٹھا دیا کہ یون؟

قفس مین ہون گر اچھا بھی نہ جانین میرے شیون کو مرا ہونا برا کیا ہی نواسنجانِ گلشن کو؟

خدا شرمائے ہاتھوں کو کہ رکھتے ہیں کشاکش میں — کبھی میرے گریباں کو کبھی جاناں کے دامن کو
خوشی کیا کھیت پر میرے اگر سو بار ابر آئے — سمجھتا ہوں کہ ڈھونڈھے ہے ابھی سے برق خرمن کو
شہادت تھی مری قسمت میں جو دی تھی یہ خو مجھکو — جہاں تلوار کو دیکھا جھکا دیتا تھا گردن کو
۴۴ نہ لٹتا دن کو تو کب رات کو یوں بیخبر سوتا — رہا کھٹکا نہ چوری کا دعا دیتا ہوں رہزن کو
مرے شاہ سلیماں جاہ سے نسبت نہیں غالب — فریدون و جم و کیخسرو و داراب و بہمن کو

تم جانو تم کو غیر سے جو رسم و راہ ہو — مجھکو بھی پوچھتے رہو تو کیا گناہ ہو؟
۴۵ جب میکدہ چھٹا تو پھر اب کیا جگہ کی قید — مسجد ہو مدرسہ ہو کوئی خانقاہ ہو
سنتے ہیں جو بہشت کی تعریف سب درست — لیکن خدا کرے وہ ترا جلوہ گاہ ہو
غالب بھی گر نہ ہو تو کچھ ایسا ضرر نہیں — دنیا ہو یا رب اور مرا بادشاہ ہو

گئی وہ بات کہ ہو گفتگو تو کیونکر ہو؟ — کہے سے کچھ نہ ہوا پھر کہو تو کیونکر ہو؟
۴۶ ہمارے ذہن میں اس فکر کا ہے نام وصال — کہ گر نہ ہو تو کہاں جائیں؟ ہو تو کیونکر ہو؟
۴۷ تمھیں کہو کہ گذارا صنم پرستوں کا — بتوں کی ہو اگر ایسی ہی خو تو کیونکر ہو؟
الجھتے ہو تم اگر دیکھتے ہو آئینہ — جو تم سے شہر میں ہوں ایک دو تو کیونکر ہو؟
جسے نصیب ہو روز سیاہ میرا سا — وہ شخص دن نہ کہے رات کو تو کیونکر ہو؟
ہمیں پھر اُنسے امید اور انھیں ہماری قدر — ہماری بات ہی پوچھیں نہ وہ تو کیونکر ہو؟
مجھے جنون نہیں غالب ولے بقول حضور — فراق یار میں تسکین ہو تو کیونکر ہو؟

کسی کو دے کے دل کوئی نوا سنج فغاں کیوں ہو — نہ ہو جب دل ہی سینہ میں تو پھر منہ میں زباں کیوں ہو
وہ اپنی خو نہ چھوڑیں گے ہم اپنی وضع کیوں چھوڑیں — سبک سر بنکے کیا پوچھیں کہ ہم سے سرگراں کیوں ہو
کیا غمخوار نے رسوا لگے آگ اس محبت کو — نہ لاوے تاب جو غم کی وہ میرا رازداں کیوں ہو
۴۸ وفا کیسی؟ کہاں کا عشق؟ جب سر پھوڑنا ٹھہرا — تو پھر اے سنگدل تیرا ہی سنگ آستاں کیوں ہو
قفس میں مجھ سے روداد چمن کہتے نہ ڈر ہمدم — گری ہے جس پہ کل بجلی وہ میرا آشیاں کیوں ہو

یہ کہہ سکتے ہو ہم دل مین نہین ہین پر یہ بتلاؤ　　کہ جب دل مین تمھین تم ہو تو آنکھون سے نہان کیون ہو

یہی ہو آزمانا تو ستانا کسکو کہتے ہین ؟　　عدو کے ہو لیے جب تم تو میرا امتحان کیون ہو

کہا تم نے کہ کیون ہو غیر کے ملنے مین رسوائی　　بجا کہتے ہو، سچ کہتے ہو، پھر کہیو کہ ہان کیون ہو

نکالا چاہتا ہے کام کیا طعنون سے تو غالب　　ترے بے مہر کہنے سے وہ تجھپر مہربان کیون ہو

رہیے اب ایسی جگہ چل کر جہان کوئی نہ ہو　　ہم سخن کوئی نہ ہو، اور ہم زبان کوئی نہ ہو

بے در و دیوار سا اک گھر بنانا چاہیے　　کوئی ہمسایہ نہ ہو اور پاسبان کوئی نہ ہو

پڑیے گر بیمار، تو کوئی نہ ہو تیمار دار　　اور اگر مر جائیے، تو نوحہ خوان کوئی نہ ہو

ہے مجھکو تجھ سے تذکرۂ غیر کا گلا　　ہر چند بر سبیل شکایت ہی کیون نہ ہو؟

ہے آدمی بجاے خود اک محشر خیال　　ہم انجمن سمجھتے ہین خلوت ہی کیون نہ ہو

اس فتنہ خو کے در سے اب اٹھتے نہین اسد　　اسمین ہمارے سر پہ قیامت ہی کیون نہ ہو

لکھنؤ آنے کا باعث نہین کھلتا، یعنے　　ہوس سیر و تماشا، سو وہ کم ہے ہمکو

مقطع سلسلۂ شوق نہین ہے یہ شہر　　عزم سیر نجف و طوف حرم ہے ہمکو

لیے جاتی ہے کہین ایک توقع غالب　　جادۂ رہ کشش کاف کرم ہے ہمکو

بساط عجز مین تھا ایک دل یک قطرہ خون وہ بھی　　باندازِ چکیدن ہو رہا ہے سرنگون وہ بھی

رہے اس شوخ سے آزردہ ہم چندے تکلف سے　　تکلف برطرف تھا ایک انداز جنون وہ بھی

نکرتا کاش نالہ مجھکو کیا معلوم تھا ہمدم　　کہ ہوگا باعث افزایش درد درون وہ بھی

غم دنیا سے گر پائی بھی فرصت سر اٹھانے کی　　فلک کا دیکھنا تقریب تیرے یاد آنے کی

لٹینا پرنیان مین شعلۂ آتش کا آسان ہے　　ولے مشکل ہے حکمت دل مین سوز غم چھپانے کی

انھین منظور اپنے زخمیون کا دیکھ آنا تھا　　اٹھے تھے سیر گل کو دیکھنا شوخی بہانے کی

ہماری سادگی تھی التفات ناز پر مرنا　　ترا آنا نہ تھا ظالم مگر تمہید جانے کی

لکد کوب حوادث کا تحمل کر نہین سکتی　　مری طاقت، کہ ضامن تھی بتون کے ناز اٹھانے کی

کہون کیا خوبی اوضاع ابنائے زمان غالب؟ بدی کی اسنے جس سے ہم نے کی تھی بارہا نیکی

۴۹

درد سے میرے ہے تجھکو بیقراری ہائے ہائے
کیا ہوئی ظالم تری غفلت شعاری ہائے ہائے

عمر بھر کا تو نے پیمان وفا باندھا تو کیا؟
عمر کو بھی تو نہین ہے پائداری ہائے ہائے

خاک مین ناموس پیمان محبت مل گئی
اٹھ گئی دنیا سے راہ و رسم یاری ہائے ہائے

کس طرح کاٹے کوئی شبہائے تار برشگال
ہے نظر خو کردۂ اختر شماری ہائے ہائے

گوش مہجور پیام و چشم محروم جمال
ایک دل تس پر یہ ناامیدواری ہائے ہائے

عشق نے پکڑا نہ تھا غالب ابھی وحشت کا رنگ
رہ گیا تھا دل مین جو کچھ ذوق خواری ہائے ہائے

گر خامشی سے فائدہ اخفائے حال ہے
خوش ہون کہ میری بات سمجھنی محال ہے

ہے ہے خدانخواستہ تو اور دشمنی؟
اے شوق منفعل یہ تجھے کیا خیال ہے

ہستی کے مت فریب مین آجائیو اسد
عالم تمام حلقۂ دام خیال ہے

عشق مجھکو نہین وحشت ہی سہی
میری وحشت تری شہرت ہی سہی

قطع کیجے نہ تعلق ہم سے
کچھ نہین ہے تو عداوت ہی سہی

میرے ہونے مین ہے کیا رسوائی
اے وہ مجلس نہین خلوت ہی سہی

عمر ہر چند کہ ہے برق خرام
دل کے خون کرنے کی عادت ہی سہی

کچھ تو دے اے فلک ناانصاف
آہ و فریاد کی رخصت ہی سہی

ہم بھی تسلیم کی خو ڈالین گے
بے نیازی تری عادت ہی سہی

اس بزم مین مجھے نہین بنتی حیا کیے
بیٹھا رہا اگرچہ اشارے ہوا کیے

دل ہی تو ہے سیاست دربان سے ڈر گیا
مین اور جاؤن در سے ترے بن صدا کیے

مقدور ہو تو خاک سے پوچھون کہ اے لئیم
تو نے وہ گنجہائے گرانمایہ کیا کیے

صحبت مین غیر کی نہ پڑی ہو کہین یہ خو
دینے لگا ہے بوسہ بغیر التجا کیے

ضد کی ہے اور بات مگر خو بری نہین
بھولے سے اسنے سیکڑون وعدے وفا کیے

غالب تمھین کہو کہ ملے گا جواب کیا؟ مانا کہ تم کہا کیے اور وہ سُنا کیے

دیکھنا قسمت کہ آپ اپنے پہ رشک آجائے ہے مین اُسے دیکھون بھلا کب مجھ سے دیکھا جائے ہے
شوق کو یہ لت کہ ہردم نالہ کھینچے جائیے دل کی وہ حالت کہ دم لینے سے گھبرا جائے ہے
ہو کے عاشق وہ پری رُو اور نازک بن گیا رنگ کھلتا جائے ہے جتنا کہ اُڑتا جائے ہے
نقش کو اُسکے مصور سے بھی کیا کیا ناز ہین کھینچتا ہے جسقدر اُتنا ہی کھنچتا جائے ہے
سایہ میرا مجھ سے مثلِ دود بھاگے ہے اسد پاس مجھ آتش بجان کے کس سے ٹھہرا جائے ہے؟

سادگی پر اُسکی مرجانے کی حسرت دل مین ہے بس نہین چلتا کہ پھر خنجر کفِ قاتل مین ہے
دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اُس نے کہا مین نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل مین ہے
گرچہ ہے کس کس برائی سے ولے با اینہمہ ذکر میرا مجھ سے بہتر ہے کہ اُس محفل مین ہے
بس ہجومِ ناامیدی خاک مین مل جائے گی ۴۹ یہ جو اک لذت ہماری سعیِ بے حاصل مین ہے
ہے دلِ شوریدۂ غالب طلسمِ پیچ و تاب رحم کر اپنی تمنا پر کہ کس مشکل مین ہے

دل سے تری نگاہ جگر تک اُتر گئی دونون کو اک ادا مین رضامند کر گئی
شق ہو گیا ہے سینہ خوشا لذتِ فراغ تکلیفِ پردہ داریِ زخمِ جگر گئی
وہ بادۂ شبانہ کی سرمستیان کہان؟ اُٹھیے بس اب کہ لذتِ خوابِ سحر گئی
اُڑتی پھرے ہے خاک مری کوے یار مین بارے اب اے ہوا ہوسِ بال و پر گئی
ہر بوالہوس نے حسن پرستی شعار کی اب آبروے شیوۂ اہلِ نظر گئی
مارا زمانے نے اسداللہ خان تمھین وہ ولولے کہان وہ جوانی کدھر گئی؟

کوئی امید بر نہین آتی کوئی صورت نظر نہین آتی
موت کا ایک دن مقرر ہے نیند کیون رات بھر نہین آتی
آگے آتی تھی حالِ دل پہ ہنسی ۵۰ اب کسی بات پر نہین آتی
ہے کچھ ایسی ہی بات جو چپ ہون ورنہ کیا بات کر نہین آتی

کیوں نہ چیخوں کہ یاد کرتے ہیں
میری آواز گر نہیں آتی
داغِ دل گر نظر نہیں آتا
بو بھی اے چارہ گر نہیں آتی؟
مرتے ہیں آرزو میں مرنے کی
موت آتی ہے پر نہیں آتی
کعبے کس منہ سے جاؤ گے غالب
شرم تم کو مگر نہیں آتی

دلِ ناداں تجھے ہوا کیا ہے؟
آخر اس درد کی دوا کیا ہے؟
ہم ہیں مشتاق اور وہ بیزار
یا الٰہی یہ ماجرا کیا ہے؟
میں بھی منہ میں زبان رکھتا ہوں
کاش پوچھو کہ مدعا کیا ہے؟
جبکہ تجھ بن نہیں کوئی موجود
پھر یہ ہنگامہ اے خدا کیا ہے؟
یہ پری چہرہ لوگ کیسے ہیں؟
غمزہ و عشوہ و ادا کیا ہے؟
شکنِ زلفِ عنبریں کیوں ہے؟
نگہِ چشمِ سرمہ سا کیا ہے؟
سبزہ و گل کہاں سے آئے ہیں
ابر کیا چیز ہے؟ ہوا کیا ہے؟
ہم کو ان سے وفا کی ہے امید
جو نہیں جانتے وفا کیا ہے؟
ہاں بھلا کر ترا بھلا ہوگا
اور درویش کی صدا کیا ہے؟
جان تم پر نثار کرتا ہوں
میں نہیں جانتا دعا کیا ہے؟
میں نے مانا کہ کچھ نہیں غالب
مفت ہاتھ آئے تو برا کیا ہے؟

پھر کچھ اک دل کو بیقراری ہے
سینہ جویائے زخمِ کاری ہے
پھر جگر کھودنے لگا ناخن
آمدِ فصلِ لالہ کاری ہے
چشمِ دلالِ جنسِ رسوائی
دل خریدارِ ذوقِ خواری ہے
پھر اسی بے وفا پہ مرتے ہیں
پھر وہی زندگی ہماری ہے
پھر کھلا ہے درِ عدالتِ ناز
گرم بازارِ فوجداری ہے
ہو رہا ہے جہان میں اندھیر
زلف کی پھر سرشتہ داری ہے

پھر دیا پارۂ جگر نے سوال | ایک فریاد و آہ و زاری ہے
پھر ہوئے ہین گواہِ عشق طلب | اشکباری کا حکم جاری ہے
دل و مژگان کا جو مقدمہ تھا | آج پھر اُسکی روبکاری ہے
بیخودی بے سبب نہین غالب ۵۱ | کچھ تو ہے جسکی پردہ داری ہے

ظلمتکدہ مین میرے شبِ غم کا جوش ہے | اک شمع ہے دلیلِ سحر سو خموش ہے
نے مژدۂ وصال نہ نظارۂ جمال | مدت ہوئی کہ آشتیِ چشم و گوش ہے
اے تازہ واردانِ بساطِ ہوائے دل | زنہار گر تمھین ہوسِ نائے و نوش ہے
دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو | میری سنو جو گوشِ نصیحت نیوش ہے
ساقی بجلوہ دشمنِ ایمان و آگہی | مطرب بنغمہ رہزنِ تمکین و ہوش ہے
یا شب کو دیکھتے تھے کہ ہر گوشۂ بساط | دامانِ باغبان و کفِ گل فروش ہے
لطفِ خرامِ ساقی و ذوقِ صدائے چنگ | یہ جنتِ نگاہ وہ فردوسِ گوش ہے
یا صبحدم جو دیکھیے آکر تو بزم مین | نے وہ سرور و سوز نہ جوش و خروش ہے
داغِ فراقِ صحبتِ شب کی جلی ہوئی | اک شمع رہگئی ہے سو وہ بھی خموش ہے
آتے ہین غیب سے یہ مضامین خیال مین | غالب صریرِ خامہ نوائے سروش ہے

جس بزم مین تو ناز سے گفتار مین آئے | جان کالبدِ صورتِ دیوار مین آئے
سایہ کی طرح ساتھ پھرین سرو و صنوبر | تو اس قدِ دلکش سے جو گلزار مین آئے
تب نازِ گرانمایگیِ اشک بجا ہے | جب لختِ جگر دیدۂ خونبار مین آئے
دے مجھکو شکایت کی اجازت کہ ستمگر ۵۲ | کچھ تجھکو مزا بھی مرے آزار مین آئے
کانٹون کی زبان سوکھ گئی پیاس سے یارب | اک آبلہ پا وادیِ پُر خار مین آئے
تب چاکِ گریبان کا مزا ہے دلِ نالان | جب اک نفس اُلجھا ہوا ہر تار مین آئے
گنجینۂ معنی کا طلسم اُس کو سمجھیے | جو لفظ کہ غالب مرے اشعار مین آئے

حسن مہ گرچہ بہنگام کمال اچھا ہے — اس سے میرا مہ خورشید جمال اچھا ہے
بوسہ دیتے نہین اور دل پہ ہے ہر لحظہ نگاہ — جی مین ہے انکے کہ مفت آئے تو مال اچھا ہے
اور بازار سے لے آئے اگر ٹوٹ گیا — ۵۳ ساغر جم سے مرا جام سفال اچھا ہے
بے طلب دین تو مزہ اسمین سوا ملتا ہے — وہ گدا جسمین نہ ہو خوے سوال اچھا ہے
اُنکے دیکھے سے جو آجاتی ہے منھہ پر رونق — وہ سمجھتے ہین کہ بیمار کا حال اچھا ہے
قطرہ دریا مین جو مل جائے تو دریا ہو جائے — کام اچھا ہے وہ جس کا کہ مآل اچھا ہے
ہمکو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن — دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

نہ ہوئی گر مرے مرنے سے تسلی نہ سہی — امتحان اور بھی باقی ہو تو یہ بھی نہ سہی
ایک ہنگامے پہ موقوف ہے گھر کی رونق — ۵۴ نوحۂ غم ہی سہی نغمۂ شادی نہ سہی
نہ ستایش کی تمنا نہ صلہ کی پروا — نہ سہی گر مرے اشعار مین معنی نہ سہی
عشرت صحبت خوبان ہی غنیمت سمجھو — نہو غالب کی اگر عمر طبیعی نہ سہی

شکوہ کے نام سے بے مہر خفا ہوتا ہے — یہ بھی مت کہہ کہ جو کہیے تو گلا ہوتا ہے
پُر ہون مین شکوہ سے یون راگ سے جیسے باجا — اک ذرا چھیڑیے پھر دیکھیے کیا ہوتا ہے
کیون نہ ٹھہرین ہدف ناوک بیداد کہ ہم — آپ اُٹھا لاتے ہین گر تیر خطا ہوتا ہے
خوب تھا پہلے سے ہوتے جو ہم اپنے بدخواہ — کہ بھلا چاہتے ہین اور برا ہوتا ہے
رکھیو غالب مجھے اس تلخ نوائی سے معاف — آج کچھ درد مرے دل مین سوا ہوتا ہے

ہر ایک بات پہ کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے — ۵۵ تمھین بتاؤ یہ انداز گفتگو کیا ہے
نہ شعلے مین یہ کرشمہ نہ برق مین یہ ادا — کوئی بتائے کہ وہ شوخ تند خو کیا ہے
چپک رہا ہے بدن پر لہو سے پیراہن — ہماری جیب کو اب حاجت رفو کیا ہے
جلا ہے جسم جہان دل بھی جل گیا ہوگا — کریدتے ہو جو اب راکھ جستجو کیا ہے
رگون مین دوڑتے پھرنے کے ہم نہین قائل — جب آنکھ ہی سے نہ ٹپکا تو پھر لہو کیا ہے

وہ چیز جسکے لیے ہمکو ہو بہشت عزیز — سوائے بادۂ گلفام مشکبو کیا ہے
پیون شراب اگر خم بھی دیکھ لون دو چار — یہ شیشہ و قدح و کوزہ و سبو کیا ہے
رہی نہ طاقت گفتار اور اگر ہو بھی — تو کس امید پہ کہیے کہ آرزو کیا ہے
ہوا ہے شہ کا مصاحب پھرے ہے اتراتا — وگرنہ شہر مین غالب کی آبرو کیا ہے

غیر لین محفل مین بوسے جام کے — ہم رہین یون تشنہ لب پیغام کے
خستگی کا تم سے کیا شکوہ کہ یہ — ہتھکنڈے ہین چرخ نیلی فام کے
خط لکھین گے گرچہ مطلب کچھ نہ ہو — ہم تو عاشق ہین تمھارے نام کے
رات پی زمزم پہ مے اور صبحدم — دھوئے دھبے جامۂ احرام کے
عشق نے غالب نکما کر دیا — ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

پھر اس انداز سے بہار آئی — کہ ہوئے مہر و مہ تماشائی
دیکھو اے ساکنان خطۂ خاک — اسکو کہتے ہین عالم آرائی
کہ زمین ہو گئی ہے سرتاسر — روکش سطح چرخ مینائی
سبزہ کو جب کہین جگہ نہ ملی — بنگیا روئے آب پر کائی
سبزہ و گل کو دیکھنے کے لیے — چشم نرگس کو دی ہے بینائی
ہے ہوا مین شراب کی تاثیر — بادہ نوشی ہے بادپیمائی
کیون نہ دنیا کو ہو خوشی غالب — شاہ دین دار نے شفا پائی

کب وہ سنتا ہے کہانی میری — اور پھر وہ بھی زبانی میری
خلش غمزۂ خونریز نہ پوچھ — دیکھ خونابہ فشانی میری
کیا بیان کر کے مرا روئینگے یار — مگر آشفتہ بیانی میری
ہون ز خود رفتۂ بیدائے خیال — بھول جانا ہے نشانی میری
قدر سنگ سر رہ رکھتا ہون — سخت ارزان ہے گرانی میری

گرد بادِ رہِ بیتابی ہون صرصرِ شوق ہے بانی میری
کر دیا ضعف سے عاجز غالب ننگِ پیری ہی جوانی میری

---

۵۶ چاہیے اچھون کو جتنا چاہیے یہ اگر چاہین تو پھر کیا چاہیے؟
چاہنے کو تیرے کیا سمجھا تھا دل؟ بارے اب اس سے بھی سمجھا چاہیے
چاک مت کر جیب بے ایامِ گل کچھ اُدھر کا بھی اشارا چاہیے
دوستی کا پردہ ہے بیگانگی مُنھ چھپانا ہم سے چھوڑا چاہیے
منحصر مرنے پہ ہو جسکی امید ناامیدی اُسکی دیکھا چاہیے
غافل، اِن مہ طلعتون کے واسطے چاہنے والا بھی اچھا چاہیے
چاہتے ہین خوبرویون کو اسد آپ کی صورت تو دیکھا چاہیے

---

۵۸ جس زخم کی ہو سکتی ہو تدبیر رفو کی، لکھدیجیو یارب اُسے قسمت مین عدو کی
اچھا ہے سرِ انگشتِ حنائی کا تصور، دل مین نظر آتی تو ہے اک بوند لہو کی
صد حیف وہ ناکام کہ اک عمر سے غالب حسرت مین رہے ایک بتِ عربدہ جو کی

نکتہ چین ہے، غمِ دل اسکو سنائے نہ بنے کیا بنے بات جہان بات بنائے نہ بنے
مین بلاتا تو ہون اُسکو مگر اے جذبۂ دل اُسپہ بن جائے کچھ ایسی کہ بن آئے نہ بنے
غیر پھرتا ہے لیے یون ترے خط کو کہ اگر کوئی پوچھے کہ یہ کیا ہے تو چھپائے نہ بنے
اس نزاکت کا بُرا ہو وہ بھلے ہین تو کیا ہاتھ آئین تو اُنھین ہاتھ لگائے نہ بنے
کہہ سکے کون کہ یہ جلوہ گری کسکی ہے پردہ چھوڑا ہے وہ اُسنے کہ اُٹھائے نہ بنے
عشق پر زور نہین، ہے یہ وہ آتش غالب کہ لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بنے

وہ آکے خواب مین تسکینِ اضطراب تو دے ولے مجھے تپشِ دل مجالِ خواب تو دے
پلا دے اوک سے ساقی جو ہمسے نفرت ہے پیالہ گر نہین دیتا نہ دے شراب تو دے
اسد خوشی سے مرے ہاتھ پاؤن پھول گئے کہا جو اُسنے ذرا میرے پاؤن داب تو دے

فریاد کی کوئی لے نہیں ہے ، ۵۷ نالہ پابندِ نے نہیں ہے
ہر چند ہر ایک شے میں تو ہے پر تجھ سی کوئی شے نہیں ہے
ہاں کھائیو مت فریبِ ہستی ہر چند کہیں کہ ہے نہیں ہے
ہستی ہے نہ کچھ عدم ہے غالب آخر تو کیا ہے اے نہیں ہے

دیا ہے دل اگر اُسکو بشر ہے کیا کہیے؟ ہوا رقیب تو ہو نامہ بر ہے کیا کہیے؟
سمجھ کے کرتے ہیں بازار میں وہ پرسشِ حال کہ یہ کہے کہ سرِ رہگذر ہے کیا کہیے؟
کہا ہے کس نے کہ غالب بُرا نہیں لیکن سوائے اسکے کہ آشفتہ سر ہے کیا کہیے؟

کبھی نیکی بھی اُسکے جی میں گر آجائے ہے مجھ سے جفائیں کرکے اپنی یاد شرما جائے ہے مجھ سے
خدایا جذبۂ دل کی مگر تاثیر اُلٹی ہے کہ جتنا کھینچتا ہوں اور کھنچتا جائے ہے مجھ سے
وہ بدخو اور میری داستانِ عشق طولانی ۵۸ عبارت مختصر، قاصد بھی گھبرا جائے ہے مجھ سے
سنبھلنے دے ذرا او ناامیدی کیا قیامت ہے کہ دامانِ خیالِ یار چھوٹا جائے ہے مجھ سے
قیامت ہے کہ ہووے مدعی کا ہمسفر غالب وہ کافر جو خدا کو بھی نہ سونپا جائے ہے مجھ سے

بازیچۂ اطفال ہے دنیا مرے آگے ہوتا ہے شب و روز تماشا مرے آگے
اک کھیل ہے اورنگِ سلیماں مرے نزدیک اک بات ہے اعجازِ مسیحا مرے آگے
جز نام نہیں، صورتِ عالم مجھے منظور جز وہم نہیں ہستیِ اشیا مرے آگے
مت پوچھ کہ کیا حال ہے میرا ترے پیچھے تو دیکھ کہ کیا رنگ ہے تیرا مرے آگے
پھر دیکھیے اندازِ گل افشانیِ گفتار ۵۹ رکھدے کوئی پیمانۂ صہبا مرے آگے
نفرت کا گماں گزرے ہے میں رشک سے گزرا کیونکر کہوں لو نام نہ اُنکا مرے آگے
ہے موجزن اک قلزمِ خوں کاش یہی ہو آتا ہے ابھی دیکھیے کیا کیا مرے آگے
گو ہاتھ کو جنبش نہیں آنکھوں میں تو دم ہے رہنے دو ابھی ساغر و مینا مرے آگے

کہوں جو حال تو کہتے ہو مدعا کہیے؟ ۶۰ تمھیں کہو کہ جو تم یوں کہو تو کیا کہیے؟

جو مدعی بنے اُسکے نہ مدعی بنیے   جو نا سزا کہے اُسکو نہ نا سزا کہیے

نہین نگار کو الفت نہ ہو، نگار تو ہے   روانیٔ روش و مستیٔ ادا کہیے

نہین بہار کو فرصت نہ ہو بہار تو ہے   طراوتِ چمن و خوبیٔ ہوا کہیے

سفینہ جب کہ کنارے پہ آلگا غالب ۶۱ خدا سے کیا ستم و جورِ ناخدا کہیے

رونے سے اور عشق مین بیباک ہوگئے   دھوئے گئے ہم اتنے کہ بس پاک ہوگئے

صرفِ بہاے مے ہوئے آلاتِ میکشی   تھے یہ ہی دو حساب سو یون پاک ہوگئے

رسواے دہر گو ہوئے آوارگی سے تم   بارے طبیعتون کے تو چالاک ہوگئے

کہتا ہے کون نالۂ بلبل کو بے اثر ۶۱ پردے مین گل کے لاکھ جگر چاک ہوگئے

کرنے گئے تھے اُس سے تغافل کا ہم گلا   کی ایک ہی نگاہ کہ بس خاک ہوگئے

اس رنگ سے اُٹھائی کل اُسنے اسد کی لاش   دشمن بھی جسکو دیکھکے غمناک ہوگئے

ابنِ مریم ہوا کرے کوئی   میرے دل کی دوا کرے کوئی

شرع و آئین پر مدار سہی   ایسے قاتل کا کیا کرے کوئی

چال، جیسے کڑی کمان کا تیر   دل مین ایسی کہ جا کرے کوئی

بات پر وان زبان کٹتی ہے   وہ کہین اور سنا کرے کوئی

بک رہا ہون جنون مین کیا کیا کچھ ۶۲ کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

روک لو گر غلط چلے کوئی   بخش دو گر خطا کرے کوئی

کون ہے جو نہین ہے حاجتمند ۶۳ کس کی حاجت روا کرے کوئی

کیا کیا خضر نے سکندر سے   اب کسے رہنما کرے کوئی

جب توقع ہی اُٹھ گئی غالب ۶۴ کیون کسی کا گلا کرے کوئی

ہزارون خواہشین ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے   بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے ہین لیکن ۶۵ بہت بے آبرو ہوکر ترے کوچے سے ہم نکلے

بھرم کھلجائیگا ظالم تیری قامت کی درازی کا ۔ اگر اس طرۂ پُرپیچ و خم کا پیچ و خم نکلے

ہوئی جن سے توقع خستگی کی داد پانے کی ۔ وہ ہم سے بھی زیادہ خستۂ تیغِ ستم نکلے

محبت مین نہین کچھ فرق جینے اور مرنے کا ۔ اُسی کو دیکھ کر جیتے ہین جس کافر پہ دم نکلے

کہان میخانہ کا دروازہ غالبؔ اور کہان واعظ؟ ۔ پر اتنا جانتے ہین کل وہ جاتا تھا کہ ہم نکلے

منظور تھی یہ شکل تجلی کو نور کی ۔ قسمت کھلی ترے قد و رخ کے ظہور کی

اک خونچکان کفن مین کرورون بناؤ ہین ۔ پڑتی ہے آنکھ تیرے شہیدون پہ حور کی

واعظ نہ تم پیو نہ کسی کو پلا سکو ۔ کیا بات ہے تمھاری شرابِ طہور کی

آمد بہار کی ہے جو بلبل ہے نغمہ سنج ۔ اُڑتی سی اک خبر ہے زبانی طیور کی

گو وان نہین پہ وان کے نکالے ہوئے تو ہین ۔ کعبہ سے ان بتون کو بھی نسبت ہے دور کی

کیا فرض ہے کہ سب کو ملے ایک سا جواب ۔ آؤ نہ ہم بھی سیر کرین کوہِ طور کی

گرمی سہی کلام مین لیکن نہ اسقدر ۔ کی جس سے بات اُسنے شکایت ضرور کی

غالبؔ گر اس سفر مین مجھے ساتھ لے چلین ۔ حج کا ثواب نذر کرون گا حضور کی

غم کھانے مین بودا دلِ ناکام بہت ہے ۔ یہ رنج کہ کم ہے مئے گلفام بہت ہے

کہتے ہوئے ساقی سے حیا آتی ہے ورنہ ۔ ہے یون کہ مجھے دُردِ تہِ جام بہت ہے

نے تیر کمان مین ہے نہ صیاد کمین مین ۔ گوشہ مین قفس کے مجھے آرام بہت ہے

کیا زہد کو مانون کہ نہ ہو گرچہ ریائی ۔ پاداشِ عمل کی طمعِ خام بہت ہے

زمزم ہی پہ چھوڑو مجھے کیا طوفِ حرم سے ۔ آلودہ بمے جامۂ احرام بہت ہے

ہوگا کوئی ایسا بھی کہ غالبؔ کو نہ جانے ۔ شاعر تو وہ اچھا ہے پہ بدنام بہت ہے

مدت ہوئی ہے یار کو مہمان کیے ہوئے ۔ جوشِ قدح سے بزم چراغان کیے ہوئے

کرتا ہون پھر جمع جگرِ لخت لخت کو ۔ عرصہ ہوا ہے دعوتِ مژگان کیے ہوئے

پھر گرم نالہاے شرربار ہے نفس ۔ مدت ہوئی ہے سیرِ چراغان کیے ہوئے

پھر پرسشِ جراحتِ دل کو چلا ہے عشق   سامانِ صد ہزار نمکدان کیے ہوئے
مانگے ہے پھر کسی کو لبِ بام پر ہوس   زلفِ سیاہ رخ پہ پریشان کیے ہوئے
پھر جی مین ہے کہ در پہ کسی کے پڑے رہین   سر زیرِ بارِ منتِ دربان کیے ہوئے
غالب ہمین نہ چھیڑ کہ پھر جوشِ اشک سے   بیٹھے ہین ہم تہیۂ طوفان کیے ہوئے

نویدِ امن ہے بیدادِ دوست جان کے لیے   رہی نہ طرزِ ستم کوئی آسمان کے لیے
بلا سے گر مژۂ یار، تشنۂ خون ہے   رکھون کچھ اپنی بھی مژگانِ خون فشان کے لیے
فلک نہ دور رکھ اُس سے مجھے کہ مین ہی نہین   درازدستیِ قاتل کے امتحان کے لیے
مثال یہ مری کوشش کی ہے کہ مرغِ اسیر   ۶۸ کرے قفس مین فراہم خس آشیان کے لیے
گدا سمجھ کے وہ چپ تھا مری خوشامد سے   اُٹھا اور اُٹھ کے قدم مین نے پاسبان کے لیے
دیا ہے خلق کو بھی تا اُسے نظر نہ لگے   بنا ہے عیش تجمل حسین خان کے لیے
زبان پہ بارِ خدایا یہ کس کا نام آیا   کہ میرے نطق نے بوسے مری زبان کے لیے
ادائے خاص سے غالب ہوا ہے نکتہ سرا   صلائے عام ہے یارانِ نکتہ دان کے لیے

آتشِ دوزخ مین یہ گرمی کہان؟   سوزِ غمہائے نہانی اور ہے
بارہا دیکھی ہین اُنکی رنجشین   ۶۹ پر کچھ اب کی سرگرانی اور ہے
دے کے خط منہ دیکھتا ہے نامہ بر   ۷۰ کچھ تو پیغامِ زبانی اور ہے
ہو چکین غالب بلائین سب تمام   ۷۱ ایک مرگِ ناگہانی اور ہے

مین اُنھین چھیڑون اور وہ کچھ نہ کہین   چل نکلتے جو مے پیے ہوتے
قہر ہو یا بلا ہو جو کچھ ہو   کاشکے تم مرے لیے ہوتے
میری قسمت مین غم گر اتنا تھا   دل بھی یارب کئی دیے ہوتے
آ ہی جاتا وہ راہ پر غالب   کوئی دن اور بھی جیے ہوتے

ایک جا حرفِ وفا لکھا تھا سو بھی مٹ گیا   ظاہرا کاغذ ترے خط کا غلط بردار ہے

آگ سے پانی میں بجھتے وقت اٹھتی ہے صدا — ہر کوئی درماندگی میں نالے سے ناچار ہے

مجھ سے مت کہہ تو ہمیں کہتا تھا اپنی زندگی — زندگی سے بھی مرا جی ان دنوں بیزار ہے

میرے غم خانے کی قسمت جب رقم ہونے لگی — لکھ دیا منجملۂ اسبابِ ویرانی مجھے

واں بھی شورِ محشر نے نہ دم لینے دیا — لے گیا تھا گور میں ذوقِ تن آسانی مجھے

وعدہ آنے کا وفا کیجے یہ کیا انداز ہے — تم نے کیوں سونپی ہے میرے گھر کی دربانی مجھے؟

سیکھے ہیں مہ رخوں کے لیے ہم مصوری — تقریب کچھ تو بہرِ ملاقات چاہیے

مے سے غرض نشاط ہے کس روسیاہ کو؟ — اک گونہ بیخودی مجھے دن رات چاہیے

پی جس قدر ملے شبِ مہتاب میں شراب — اس بلغمی مزاج کو گرمی ہی راس ہے

ہر اک مکان کو ہے مکیں سے شرف اسد — مجنوں جو مر گیا ہے تو جنگل اداس ہے

اپنی گلی میں مجھکو نہ کر دفن بعدِ قتل — میرے پتہ سے خلق کو کیوں تیرا گھر ملے؟

اے ساکنانِ کوچۂ دلدار دیکھنا — تمکو کہیں جو غالبِ آشفتہ سر ملے

جب تک دہانِ زخم نہ پیدا کرے کوئی — مشکل کہ تجھ سے راہِ سخن وا کرے کوئی

رونے سے اے ندیم ملامت نہ کر مجھے — آخر کبھی تو عقدۂ دل وا کرے کوئی

اے عندلیب یک کفِ خس بہرِ آشیاں — طوفانِ آمدِ آمدِ فصلِ بہار ہے

غفلت کفیلِ عمر و اسد ضامنِ نشاط — اے مرگِ ناگہاں تجھے کیا انتظار ہے؟

ہے دورِ قدح وجہِ پریشانیِ صہبا — اک بار لگا دو خمِ مے میرے لبوں سے

تاہم کو شکایت کی بھی باقی نہ رہے جا — سن لیتے ہیں گو ذکر ہمارا نہیں کرتے

گھر میں تھا کیا کہ ترا غم اسے غارت کرتا — وہ جو رکھتے تھے ہم اک حسرتِ تعمیر سو ہے

پینس میں گزرتے ہیں جو کوچے سے وہ میرے — کندھا بھی کہاروں کو بدلنے نہیں دیتے

نہ لائے شوخیِ اندیشہ تابِ رنجِ نومیدی — کفِ افسوس ملنا عہدِ تجدیدِ تمنا ہے

چشمِ خوباں خامشی میں بھی نوا پرداز ہے — سرمہ تو کہوے کہ دودِ شعلۂ آواز ہے

زندگی اپنی جب اس شکل سے گذری غالب ۴۲ ہم بھی کیا یاد کرینگے کہ خدا رکھتے تھے

اُگ رہا ہے در و دیوار سے سبزہ غالب ۴۳ ہم بیابان مین ہین اور گھر مین بہار آئی ہے

کہتے تو ہو تم سب کہ بت غالیہ مو آئے یکمرتبہ گھبرا کے کہو کوئی کہ وہ آئے

چھوڑی اسد نہ ہم نے گدائی مین دل لگی سائل ہوئے تو عاشق اہل کرم ہوئے

ہون سراپا ساز آہنگ شکایت کچھ نہ پوچھ ہے یہی بہتر کہ لوگون مین نہ چھیڑے تو مجھے

تو وہ بدخو کہ تحیر کو تماشا جانے غم وہ افسانہ کہ آشفتہ بیانی مانگے

نہ پوچھ نسخۂ مرہم جراحت دل کا ۴۴ کہ اسمین ریزۂ الماس جزو اعظم ہے

دل لگا کر آپ بھی غالب مجھی سے ہو گئے عشق سے آتے تھے مانع میرزا صاحب مجھے

بھولے نہین ہین سیر گلستان کے ہم مزے کیونکر نہ کھائیے کہ ہوا ہے بہار کی

کوہ کے ہون بار خاطر گر صدا ہو جائیے بے تکلف اے شرار جستہ کیا ہو جائیے

غالب برا نہ مان جو واعظ برا کہے ایسا بھی کوئی ہے کہ سب اچھا کہین جسے

(فارسی)

چون بہ قاصد بسپرم پیغام را رشک نگذارد کہ گویم نام را

آن نیم باید کہ چون ریزم بجام زور مے در گردش آرد جام را

بیگناہم پیر دیر از من مرنج من بمستی بستہ ام احرام را

دلستان در خشم و غالب بوسہ جو شوق نشناسد ہمی ہنگام را

دل تاب ضبط نالہ ندارد خداے را ۴۵ از ما مجوے گریۂ بے ہاے ہاے را

مُردم ز فرط ذوق و تسلی نمی شوم یارب کجا برم لب خنجر ستاے را

غالب بریدم از ہمہ خواہم کہ زین سپس کنجے گزینم و بپرستم خداے را

سحر دمیدہ و گل در دمیدہ است مخسپ جہان جہان گل نظارہ چیدنیست مخسپ

تو محو خواب و سحر در تاسف از انجم بہ پشت دست بہ دندان گزیدنیست مخسپ

بذکر مرگ شبی زنده داشتن ذوقیست　　گرت فسانهٔ غالب شنیدنیست مخسپ

بوادیی که دران خضر را عصا خفتست　　بسینه می سپرم ره اگرچه پا خفتست

هوا مخالف و شب تار و بحر طوفان خیز　۷۶　گسسته لنگر کشتی و ناخدا خفتست

بخواب چون خودم آسوده دل مدان غالب　　که خسته غرقه بخون خفته است تا خفتست

با من که عاشقم سخن از ننگ و نام چیست؟　　در امر خاص حجت دستور عام چیست؟

مستم ز خون دل که دو چشمم ازان پر است　　گوئی مخور شراب و نه بینی بجام چیست؟

باد دست هر که باده بخلوت خورد مدام　　داند که حور و کوثر و دار السلام چیست؟

غالب اگر نه خرقه و مصحف بهم فروخت　　پرسد چرا که نرخ مِی لعل فام چیست؟

ریزد آن برگ این گل افشاند　۷۷　هم خزان هم بهار در گذر است

آن راز که در سینه نهانست نه وعظ است　۷۸　بر دار توان گفت و بمنبر نتوان گفت

بخود بوقت ذبح تپیدن گناه من　۷۹　وابسته دشنه تیز نکردن گناه کیست؟

به بند پرسش حالم نمی توان افتاد　　توان شناخت ز بندی که بر زبان افتاد

فغان من دل خلق آب کرد ورنه هنوز　　نگفته ام که مرا کار با فلان افتاد

غریبم و تو زبان دان من نه غالب　　به بند پرسش حالم نمی توان افتاد

چون گویم از تو بر دل شیدا چه میرود　۸۰　بنگر بر آبگینه ز خارا چه میرود

یک ره اگر بوادی مجنون کند گذار　　از ساربان ناقهٔ لیلا چه میرود

هفت آسمان بگردش و ما در میانه ایم　　غالب دگر مپرس که بر ما چه میرود

دوش کز گردش بختم گله بر زدنی تو بود　۸۱　چشم بر سوی فلک بود و سخن سوی تو بود

دوستداران گرهی را که بکارم زده اند　　کاین همانست که پیوسته در ابروی تو بود

لاله و گل دمد از طرف مزارش پس مرگ　　تا چها در دل غالب هوس روی تو بود

نقاب دار که آئین رهزنی دارد　　جمال یوسفی و فر بهمنی دارد

بباده گر بودم میل شاعرم نه فقیه
سخن چه ننگ ز آلوده دامنی دارد

بیا و رید گر اینجا بود زباندانی ۸۲
غریب شهر سخنهای گفتنی دارد

مبارکست رفیق ار چنین بود غالب
ضیای نیر ما چشم روشنی دارد

فدای شیوهٔ رحمت که در لباس بهار
بعذر خواهی رندان باده نوش آمد

پیمانه بران رند حرامست که غالب
در بیخودی اندازهٔ گفتار نداند

بیا و جوش تمنای دیدنم بنگر
چو اشک از سر مژگان چکیدنم بنگر

ز من بجرم تپیدن کناره کردی
بیا بخاک من و آرمیدنم بنگر

رسید دانه و بالید و آشیان گه شد
در انتظار هما دام چیدنم بنگر

توا صفیے نکنم بے نوا صفیے غالب
بسایهٔ خم تیغش خمیدنم بنگر

دود سودای تتق بست آسمان نامیدمش
دیده بر خواب پریشان زد جهان نامیدمش

وهم خاکی ریخت در چشم بیابان دیدمش
قطرهٔ بگداخت بحر بیکران نامیدمش

باد دامن زد بر آتش نوبهاران خواندمش
داغ گشت آن شعله از مستی خزان نامیدمش

غربتم ناسازگار آمد وطن فهمیدمش
کرد تنگی حلقهٔ دام آشیان نامیدمش

بود غالب عندلیبی از گلستان عجم
من ز غفلت طوطی هندوستان نامیدمش

مرا که باده ندارم ز روزگار چه حظ؟
ترا که هست و نیاشامی از بهار چه حظ؟

گفتم ز شادی نبودم گنجیدن آسان در بغل
تنگم کشید از سادگی در وصل جانان در بغل

دانش بهیچ در باخته خود را ز من بشناخته
رخ در کنارم ساخته از شرم پنهان در بغل

هان غالب خلوت نشین بزم چنان عیشے چنین
جاسوس سلطان در کمین مطلوب سلطان در بغل

بیا که قاعدهٔ آسمان بگردانیم
قضا بگردش رطل گران بگردانیم

بگوشهٔ بنشینیم و در فراز کنیم
به کوچه بر سر ره پاسبان بگردانیم

اگر ز شحنه بود گیر و دار نندیشیم
وگر ز شاه رسد ارمغان بگردانیم

بمن وصالِ تو باور نمی کند غالب — بیا کہ قاعدهٔ آسمان بگردانیم

سیر باشیم بوسہ و عرضِ ندامت میکنیم — اختراعے چند در آدابِ صحبت میکنیم

خوش بود فارغ ز بندِ کفر و ایمان زیستن — حیف کافر مردن و آوخ مسلمان زیستن

شیوهٔ رندان بے پروا خرام از من مپرس — اینقدر دانم کہ دشوار است آسان زیستن

بر نویدِ مقدمت صد بار جان باید فشاند — بر امیدِ وعده ات زنہار نتوان زیستن

غالبا از ہندوستان بگریز فرصت مفتِ تست — در نجف مردن خوش است و در صفاہان زیستن

دولت بہ غلط نبود از سعی پشیمان شو — کافر نتوانی شد ناچار مسلمان شو

از مژده روان گشتن قلزم نتوان گشتن — جوئی بخیابان رو سیلی بہ بیابان شو

گر چرخِ فلک گردی سر بر خطِ فرمان نہ — ور گوے زمین باشی وقفِ خمِ چوگان شو

جان داد بغم غالب خشنودیِ روحش را — در بزمِ عزا مے کش در نوحہ غزلخوان شو

چون زبانہا لال و جانہا پر ز غوغا کرده ۸۳ بایدت از خویش پرسید آنچہ با ما کرده

گر نہ مشتاقِ عرضِ دستگاهِ حسنِ خویش ۸۴ جان فدایت دیده را بہر چہ بینا کرده

دیده میگرید زبان مینالد و دل می تپد ۸۵ عقدہا از کارِ غالب سر بسر وا کرده

مثنویات - قصائد - قطعات ومتفرقات

ہاں مہِ نو سنیں ہم اُس کا نام — جسکو تو جُھک کے کر رہا ہے سلام

دو دن آیا ہے تو نظر دمِ صبح — یہی انداز اور یہی اندام

بارے دو دن کہاں رہا غائب؟ — بندہ عاجز ہے گردشِ ایام

اڑ کے جاتا کہاں؟ کہ تاروں کا — آسمان نے بچھا رکھا تھا دام

مرحبا اے سرورِ خاصِ خواص — حبذا اے نشاطِ عامِ عوام

عذر میں تین دن نہ آنے کے — لے کے آیا ہے عید کا پیغام

اُسکو بھولا نہ چاہیے کہنا — صبح جو جائے اور آئے شام
ایک مین کیا کہ سب نے جان لیا — تیرا آغاز اور ترا انجام
رازِ دل مجھ سے کیون چھپاتا ہے؟ — مجھ کو سمجھا ہے کیا کہین نمّام
جانتا ہون کہ آج دنیا مین — ایک ہی ہے امید گاہِ انام
مین نے مانا کہ تو ہے حلقہ بگوش — غالب اُسکا مگر نہین ہے غلام
جانتا ہون کہ جانتا ہے تو — تب کہا ہے بطرزِ استفہام
مہرِ تابان کو ہو تو ہو اے ماہ — قربِ ہر روزہ بر سبیلِ دوام
تجھکو کیا پایہ روشناسی کا — جز بہ تقریبِ عیدِ ماہِ صیام
جانتا ہون کہ اُسکے فیض سے تو — پھر بنا چاہتا ہے ماہِ تمام
ماہ بن، ماہتاب بن، مین کون؟ — مجھکو کیا بانٹ دیگا تو انعام
میرا اپنا جدا معاملہ ہے — اور کے لین دین سے کیا کام
ہے مجھے آرزوے بخششِ خاص — گر تجھے ہے امیدِ رحمتِ عام
جو کہ بخشے گا تجھکو فرِّ فروغ — کیا نہ دے گا مجھے مئے گلفام؟
جبکہ چودہ منازلِ فلکی — کرچکی قطع تیری تیزیِ گام
تیرے پرتو سے ہون فروغ پذیر — کوے و مشکوے و صحن و منظر و بام
دیکھنا میرے ہاتھ مین لبریز — اپنی صورت کا اک بلورین جام
پھر غزل کی روش پہ چل نکلا — توسنِ طبع چاہتا تھا لگام
زہرِ غم کر چکا تھا میرا کام — تجھکو کس نے کہا کہ ہو بدنام
مے ہی پھر کیون نہ مین پیے جاؤن — غم سے جب ہو گئی ہو زیست حرام
بوسہ کیسا؟ یہی غنیمت ہے — کہ نہ سمجھین وہ لذتِ دشنام
بوسہ دینے مین اُنکو ہے انکار — دل کے لینے مین جنکو تھا ابرام

چھیڑتا ہون کہ اُن کو غصہ آئے ۔ کیون رکھون ورنہ غالب اپنا نام

جب ازل مین رقم پذیر ہوئے ۔ صفحہ ہائے لیالی و ایام

اور اُن اوراق مین بکلکِ قضا ۔ مجملاً مندرج ہوئے احکام

لکھدیا عاشقون کو شاہدکش ۔ لکھدیا عاشقون کو دشمن کام

آسمان کو کہا گیا کہ کہین ۔ گنبدِ تیز گرد نیلی فام

حکم ناطق لکھا گیا کہ لکھین ۔ خال کو دانہ اور زلف کو دام

آتش و آب و باد و خاک نے لی ۔ وضعِ سوز و نم و رم و آرام

مہرِ رخشان کا نام خسروِ روز ۔ ماہِ تابان کا اسم شحنۂ شام

تیری توقیع سلطنت کو بھی ۔ دی بدستور صورتِ ارقام

کاتبِ حکم نے بموجبِ حکم ۔ اُس رقم کو دیا طرازِ دوام

ہان دلِ دردمند زمزمہ ساز ۔ کیون نہ کھولے درِ خزینۂ راز

خامہ کا صفحہ پہ روان ہونا ۔ شاخِ گل کا ہے گلفشان ہونا

مجھ سے کیا پوچھتا ہے کیا لکھیے ۔ نکتہ ہائے خردفزا لکھیے

بارے آمون کا کچھ بیان ہو جائے ۔ خامہ نخلِ رطب فشان ہو جائے

آم کا کون مردِ میدان ہے ۔ ثمر و شاخ گوے و چوگان ہے

تاک کے جی مین کیون رہے ارمان ۔ آئے یہ گوے اور یہ میدان

آم کے آگے پیش جاوے خاک ۔ پھوڑتا ہے جلے پھپھولے تاک

نہ چلا جب کسی طرح مقدور ۔ بادۂ ناب بن گیا انگور

یہ بھی ناچار جی کا کھونا ہے ۔ شرم سے پانی پانی ہونا ہے

مجھ سے پوچھو تمھین خبر کیا ہے ۔ آم کے آگے نیشکر کیا ہے

نہ گل اُس مین نہ شاخ و برگ نہ بار ۔ جب خزان آئے تب ہو اُسکی بہار

اور دوڑائیے قیاس کہاں؟ جانِ شیریں میں یہ مٹھاس کہاں؟

جان میں ہوتی گر یہ شیرینی کوہکن باوجودِ غمگینی

جان دینے میں اُسکو یکتا جان پر وہ یوں سہل دے نہ سکتا جان

نظر آتا ہے یوں مجھے یہ ثمر کہ دواخانۂ ازل میں مگر

آتشِ گل پہ قند کا ہے قوام شیرے کے تار کا ہے ریشہ نام

یا یہ ہوگا کہ فرطِ رافت سے باغبانوں نے باغِ جنت سے

انگبیں کے بحکمِ ربّ الناس بھر کے بھیجے ہیں سر بمہر گلاس

یا لگا کر خضر نے شاخِ نبات مدتوں تک دیا ہے آبِ حیات

تب ہوا ہے ثمر فشاں یہ نخل ہم کہاں ورنہ اور کہاں یہ نخل

تھا ترنجِ زر ایک خسرو پاس رنگ کا زرد پر کہاں بو باس؟

آم کو دیکھتا اگر اک بار پھینک دیتا طلاے دست افشار

ہے جو صاحب کے کفِ دست پہ یہ چکنی ڈلی زیب دیتا ہے اسے جسقدر اچھا کہیے

خامہ انگشت بدنداں کہ اسے کیا لکھیے ناطقہ سر بگریباں کہ اسے کیا کہیے

مُہرِ مکتوبِ عزیزانِ گرامی لکھیے حرزِ بازوے شگرفانِ خود آرا کہیے

مسّی آلودہ سرانگشتِ حسیناں لکھیے داغِ طرفِ جگرِ عاشقِ شیدا کہیے

خاتمِ دستِ سلیماں کے مشابہ لکھیے سرِ پستانِ پریزاد سے مانا کہیے

اخترِ سوختۂ قیس سے نسبت دیجے خالِ مشکینِ رخِ دلکشِ لیلیٰ کہیے

حجرِ اسودِ دیوارِ حرم کیجے فرض نافہ آہوے بیابانِ ختن کا کہیے

وضع میں اُسکو اگر سمجھیے قافِ تریاق رنگ میں سبزۂ نوخیزِ مسیحا کہیے

صومعہ میں اُسے ٹھہرائیے گر مُہرِ نماز میکدہ میں اُسے خشتِ خمِ صہبا کہیے

کیوں اِسے قفلِ درِ گنجِ محبت کہیے کیوں اسے نقطۂ پرکارِ تمنا کہیے؟

کیوں اسے گوہر نایاب تصور کیجے؟ | کیوں اسے مردمک دیدۂ عنقا کہیے؟
کیوں اسے تکمۂ پیراہن لیلیٰ لکھیے؟ | کیوں اسے نقش پئے ناقۂ سلمیٰ کہیے؟
بندہ پرور کے کف دست کو دل کیجے فرض | اور اس چکنی سپاری کو سویدا کہیے؟

نہ پوچھ اسکی حقیقت، حضور والا نے | مجھے جو بھیجی ہے بیسن کی روغنی روٹی
نہ کھاتے گیہوں، نکلتے نہ خلد سے باہر | جو کھاتے حضرت آدم یہ بیسنی روٹی

منظور ہے گزارش احوال واقعی | اپنا بیان حسن طبیعت نہیں مجھے
سو پشت سے ہے پیشۂ آبا سپہ گری | کچھ شاعری ذریعۂ عزت نہیں مجھے
آزادہ رو ہوں اور مرا مسلک ہے صلح کل | ہرگز کبھی کسی سے عداوت نہیں مجھے
کیا کم ہے یہ شرف کہ ظفر کا غلام ہوں | مانا کہ جاہ ومنصب وثروت نہیں مجھے
استاد شہ سے ہو مجھے پرخاش کا خیال | یہ تاب یہ مجال یہ طاقت نہیں مجھے
جام جہاں نما ہے شہنشاہ کا ضمیر | سوگند اور گواہ کی حاجت نہیں مجھے
میں کون اور ریختہ؟ ہاں اس سے مدعا | جز انبساط خاطر حضرت نہیں مجھے
سہرا لکھا گیا ز رہ امتثال امر | دیکھا کہ چارہ غیر اطاعت نہیں مجھے
مقطع میں آپڑی ہے سخن گسترانہ بات | مقصود اس سے قطع محبت نہیں مجھے
روئے سخن کسی کی طرف ہو تو روسیاہ | سودا نہیں جنوں نہیں وحشت نہیں مجھے
قسمت بری سہی پہ طبیعت بری نہیں ۸۶ | ہے شکر کی جگہ کہ شکایت نہیں مجھے
صادق ہوں اپنے قول کا غالبؔ خدا گواہ | کہتا ہوں سچ کہ جھوٹ کی عادت نہیں مجھے

اے شہنشاہ آسمان اورنگ | اے جہان دار آفتاب آثار
تھا میں اک بینوائے گوشہ نشین | تھا میں اک دردمند سینہ فگار
تم نے مجھکو جو آبرو بخشی، | ہوئی میری وہ گرمی بازار
کہ ہوا مجھ سا ذرۂ ناچیز | روشناس ثوابت وسیار

گرچہ از روئے ننگِ بے ہنری — ہون خود اپنی نظر مین اتنا خوار

کہ گر اپنے کو مین کہون خاکی — جانتا ہون کہ آئے خاک کو عار

شاد ہون لیکن اپنے جی مین کہ ہون — بادشہ کا غلامِ کارگزار

خانہ زاد اور مرید اور مداح — تھا ہمیشہ سے یہ عریضہ نگار

بارے نوکر بھی ہو گیا صد شکر — نسبتین ہو گئین مشخص چار

نہ کہون آپ سے تو کس سے کہون — مدعائے ضروری الاظہار

پیر و مرشد اگرچہ مجھکو نہین — ذوقِ آرائشِ سر و دستار

کچھ تو جاڑے مین چاہیے آخر — تا نہ دے بادِ زمہریر آزار

آپ کا نوکر اور پھرے ننگا؟ — جسم رکھتا ہون ہے اگرچہ نزار

کچھ خریدا نہین ہے اب کی سال — کچھ بنایا نہین ہے اب کی بار

رات کو آگ اور دن کو دھوپ ۸۷ بھاڑ مین جائین ایسے لیل و نہار

آگ تاپے کہان تلک انسان؟ — دھوپ کھائے کہان تلک جاندار

دھوپ کی تابش آگ کی گرمی — وقنا ربنا! عذاب النار

میری تنخواہ جو مقرر ہے — اُسکے ملنے کا ہے عجب ہنجار

رسم ہے مردہ کی چھ ماہی ایک — خلق کا ہے اسی چلن پہ مدار

مجھکو دیکھو تو ہون بقیدِ حیات — اور چھ ماہی ہو سال مین دو بار

بس کہ لیتا ہون ہر مہینے خرچ — اور رہتی ہے سود کی تکرار

میری تنخواہ مین تہائی کا — ہو گیا ہے شریک ساہوکار

آج مجھ سا نہین زمانے مین — شاعرِ نغز گوئے خوش گفتار

رزم کی داستان اگر سنیے — ہے زبان میری تیغ جوہر دار

بزم کا التزام اگر کیجے — ہے قلم میرا ابرِ گوہر بار

ظلم ہے گر ندو سخن کی داد ‏ قہر ہے گر کرد نہ مجکو پیار
آپ کا بندہ اور پھروں ننگا ‏ آپ کا نوکر اور کھاؤں ادھار
میری تنخواہ کیجے ماہ بماہ ‏ تا نہ ہو مجکو زندگی دشوار
ختم کرتا ہوں اب دعا پہ کلام ‏ شاعری سے نہیں مجھے سروکار
تم سلامت رہو ہزار برس ‏ ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار
سہل تھا مسہل مگر یہ سخت مشکل آ پڑی ‏ مجھ پہ کیا گزرگی؟ اتنے روز حاضر نہ ہوئے
تین دن مسہل سے پہلے تین مسہل کے بعد ‏ تین مسہل، تین تبریدیں یہ سب کے دن ہوئے

(فارسی)

نقطِ کمن و معنئے نو در ورقِ من ‏ گوئی کہ جہانست و بہاریست جہان را
از بہر نثارِ قدمِ تست و گرنہ ‏ ایزد بکفِ خاک نہ او سے دل و جان را
در جلوہ پرستم رخ و گیسوے صنم را ‏ در شیوہ پسندم روش و کیشِ مغان را
شرع آئینہ خود بین و من اینما یہ سبکسر ‏ کز ساقی کوثر طلبم رطلِ گران را
از غالبِ بیخستہ مجو منقبت و لعنت ‏ دریاب بجونِ جگر آغشتہ فغان را

نازم بہ گرانمایگیٔ دل کہ ز سودا ‏ ہر قطرۂ خون یافتہ پروانۂ سودا
اجزاے وجودم ز گدازی کہ زجان یافت ‏ پالودہ بدان شیوہ کہ دل گشت سراپا
دریاب مذاقم ز کلامم کہ نباشد ‏ میناے مرا پنبہ بجز از کفِ صہبا
با نغمۂ مطرب نتوان شد متعصب ‏ از جلوۂ ساقی نتوان کرد تبرا
شوقست کہ چون نشۂ توحید رساند ‏ از دار برد پایۂ منصور ببالا
شوقست کہ فرہاد از و مردہ بسختی ‏ شوقست کہ مجنون شد از و بادیہ پیما
شوقست کہ مرآتِ مرا دادہ بہ صیقل ‏ شوقست کز و طوطی طبعم شدہ گویا
پیداست کہ ہیچیم ہمہ را چہ ستائیم ‏ من ذرہ و تو خورشیدِ من و مہ تو حاشا

اندیشه تشنجی رسے و رگِ خامه گیاہے — با فکر چه نیروی و تحریر چه یارا
در عرضِ ثنایت نفسم جوهرِ معنی — در بزم ولایت لقبم غالبِ شیدا

آوارهٔ غربت نتوان دید صنم را — خواهم که دگر بتکده سازند حرم را
نازم به صنم خانه که شاهانِ جهان جوی — هم بر درِ آن خانه گزارند حشم را
خون می خورم از ذوق تو دانی که بدین جور — بر مائده سیری نتوان داد شکم را
نازم بکمالِ خود و بر خود نفزایم — آثارِ در و بام صفا دید عجم را

گفتم حدیث دوست بقرآن برابرست — نازم به کفرِ خود که بایمان برابرست
امروز من نظامی و خاقانیم بدهر — دهلی ز من به گنجه و شروان برابرست
سلجوقیم به گوهر و خاقانیم بفن — توقیعِ من به سنجر و خاقان برابرست

گفتم از کثرت و وحدت سخنی گوی برمز — گفت موج و کف و گرداب همانا دریاست
گفتم از بالش پر چاره ندارد سرِ من — گفت هر سر که جبینیست سراپا سرهاست
گفتم از اهلِ فنا گر خبرے هست بگوی — گفت این قافله بی گرد رهِ بانگِ دراست
گفتم از داغ چه خیزد که نهم بر دل — گفت چون درد گرانبار شود داغ دواست
گفتم از چیست که چون شمع گدازد نفسم — گفت ای جان به بر روشنیِ طبع بلاست
گر همین جوشِ بهارست چه حاجت بصباست — که خود از تنگیِ جا پیرهنِ غنچه قباست

رشحه بر من بچکان بادهٔ گلرنگ صبوح — جرعه بر خاک فشاندن روشِ اهلِ صفاست
فیضِ حقست قبولِ سخن و شادیِ فتح — به قلم نازم اگر تکیهٔ موسی به عصاست
همچو من شاعر و صوفی و منجم و حکیم — نیست در دهر قلم مدعی و نکته گو است

جادهٔ عرفی در رفتارِ شفائی دارم — دهلی و آگره شیراز و صفاهانِ منست
تاجِ نطقم و از کشورِ جان سے آیم — مدح و تشبیب و سپاس شه شاهانِ منست

دروش آمد و بوسه به لب بر دهان نهاد — راز دهانِ محو بقلب بلب در دهان نهاد

وانگہ بہ تیغِ ریزشِ راز لب از زبان
مہرے ز بوسہ ام گرم بر زبان نہاد

چون لب ز بوسہ گنجِ گہرہاے راز شد
بر گنجِ لب ز تیزیِ دندان نشان نہاد

زان رخ کہ دمبدم زکنارم بسینہ سود
گوشے بروے دل بپئے درکِ فغان نہاد

تا دید جز بچاکِ گریبان ندوخت چشم
تارے درون روزنِ سوزن روان نہاد

شد صحنِ خانہ دجلۂ خون چون فرو فشرد
آن آستین کہ بہ غمزۂ خون فشان نہاد

نازم بہ بیشِ بینیِ ساقی کہ ہم زپیش
آوردہ بود بادہ و از ما نہان نہاد

اے کز نوازشِ اثر اسم و رسم تو
نامم زمانہ غالبِ سحر بیان نہاد

تو و خدا کہ درین کشمکش کہ من باشم
چگونہ چون دگران زیستن توان بمراد

روان زغصہ سفالیست در گذرگہِ سنگ
خرد ز فتنہ چراغیست بر دریچۂ باد

ز جوشِ خونِ جگر دیدہ کوزۂ عنّاغ
ز سوزِ داغ درون سینہ کورۂ حداد

گزارشِ ہوسم نوبہار در دے ماہ
گزارشِ نفسم آفتاب در مرداد

مرا چو سایہ سیاہست روز و شب تاریک
مرا چو شعلہ سراسرست درد و داغ نہاد

کبود پوشم و قیرِ پلاس پیرہن سازم
گہے بماتمِ دانش گہے بحسرتِ داد

نفس بلرزہ ز بادِ نہیبِ کلکتہ
نگاہ خیرہ ز ہنگامۂ الہ آباد

تو اے ستارہ ندانی کہ رنجم از آزار
تو اے سپہر نہ سنجی کہ ترسم از بیداد

ترا غمیست بسرمایۂ گرانیِ کوہ
مرا غمیست بہ نیروے تیشۂ فرہاد

من و بلاے تو نطع ادیم و تابِ سہیل
من و جفاے تو شاگرد و سیلیِ استاد

من و ستمِ دلِ رنجور و التفاتِ طبیب
من و خطرِ رگِ مجنون و نشترِ فصاد

ستارہ را ہمہ رفتار ز اقتضاے قضاست
چنانکہ جنبشِ نرد از انا ملِ نرّاد

فلک چہ جانی و طالع چہ و ستارہ کدام
کنم شکایتِ دشمن ز دوست شرمم باد

آنکہ از دوست درین دائرہ تنہا ماند
جز دران خانہ نماند کہ بصحرا ماند

ما بہ جائے کہ زجم ماند قناعت کردیم ۸۸ — مسکن در بدهند انچه ز دارا ماند
سخن از پیشروان ماند ہما نازین پس — ما نمائیم و بگیتی سخن از ما ماند
کیست کز کوشش فرہاد نشان باز دہد؟ — مگر آن نقش کہ از تیشہ بہ خارا ماند
شبنم از روشنئے داغ بہ روزم خندد — روزم از تیرگی خویش لب بہا ماند

آن بلبلم کہ در چمنستان شاخسار — بود آشیان من شکن طرۂ بہار
وقتِ مرا روانیے کوثر در آستین — بزم مرا طراوتِ فردوس در کنار
ہموارہ ذوق مستی و لہو سرود و شور — پیوستہ شعر و شاہد و شمع و مے و قمار
باکیسہ در خصومت و با کاسہ در لجاج — رندان پاکباز و شگرفان شادخوار
ہستی بشمینہ و خوابِ سحرگہے — رنگینئے سفینۂ اشعارِ آبدار
اکنون منم کہ رنگ بود دیم نمی رسد — تا صبح بخون دیدہ نشویم ہزار بار
صدرہ زداوری بگرو باز بردہ ام — افتادگی ز خاک و پریشانی از غبار
نقشم بنامہ نیست بجز سرنوشت داغ — تارم بجامہ نیست بغیر از تنِ نزار

چہرہ اندودہ بگرد و مژہ آغشتہ بخون ۸۹ — خود گواہم کہ زدہلی بچہ عنوان رفتم
اضطراب آئینہ پرواز جلائے وطنست — نہ بدل رفتم ازان تقصیل از جان رفتم
ہم جگر تفتہ ز کین خواہی اغیار شدم — ہم دل آزردہ ز بے مہریِ خویشان رفتم
از تعلق بخود ار رو بقضا رفتن من — وحشتے بردم از احباب و ہراسان رفتم
داغ حسرت بدل و شکوۂ اختر بزبان ۹۰ — منت از بخت کہ بسیار بسامان رفتم
لکھنؤ دام نشاطے بسرراہم گسترد ۹۱ — ہیچو دا از ولولۂ شوق پرافشان رفتم

ساقیِ بزم آگہی رود سے — راوقِ ریخت در پیالۂ من
چون دماغم رسید ازان صہبا — شدم از ترکتاز وہم ایمن
ہمدران سرخوشی حریفانہ — بے محابا گرفتمش دامن

گفتم اے محرمِ سراے سرور — از ادب دور نیست پرسیدن
اول از دعوے وجود بگو — گفت کفرست در طریقتِ من
گفتم آخر نمودِ اشیا چیست؟ — گفت ہے ہے نمیتوان گفتن
گفتمش با منی لغان چہ کنم ۹۲ — گفت طرح بناے صلح فگن
گفتم این حبِ جاہ و منصب چیست — گفت دامِ فریبِ اہرمن
گفتمش چیست منشاے سفرم — گفت جور و جفاے اہلِ وطن
گفتم اکنون بگو کہ دہلی چیست؟ — گفت جانست این جہانش تن
گفتمش چیست این بنارس گفت — شاہدے مست محوِ گل چیدن
گفتمش چون بود عظیم آباد — گفت رنگین تر از فضاے چمن
گفتمش سلسبیل خوش باشد؟ — گفت خوشتر نباشد از سوہن
حال کلکتہ باز جستم گفت — باید اقلیم ہشتمش گفتن
گفتم آدم بہم رسد ز دے — گفت از ہر دیار و از ہر فن
گفتم این جا چہ شغل سود دہد — گفت از ہر کہ ہست ترسیدن
گفتم اینجا چہ کار باید کرد؟ — گفت قطعِ نظر ز شعر و سخن
گفتم این ماہ پیکران چہ کس اند؟ — گفت خوبانِ کشورِ لندن
گفتم ایشان مگر دلے دارند ۹۳ — گفت دارند لیکن از آہن
گفتم از بہر داد آمدہ ام — گفت بگریز و سر بسنگ مزن
گفتم اکنون مرا چہ زیبد گفت — آستین بر دو عالم افشاندن
گفتمش باز گو طریقِ نجات — گفت غالب بکربلا رفتن

گوئی در اہتمامِ دل و دیدۂ من است — پنہان بخون تپیدن و پیدا گریستن
اندہ و خوشدلی نشناسیم کار ماست — یا خندہ بر سحاب زدن یا گریستن

کفر است کفر در پیِ روزی شتافتن | ننگ است ننگ در غمِ دنیا گریستن
گاہے بداغِ شاہد و ساقی گداختن | گاہے بمرگِ مادر و بابا گریستن
باید بدرد ہرزہ گرستن بسی گریست | بیجا گریستیم دریغا گریستن
رشک آیدم به ابر که در عہد سعیِ اوست ۹۴ | بر خاکِ کربلاے معلّیٰ گریستن
خود را ندید زان لبِ تشنین بکام شیر | زیبد بشورِ بختی دریا گریستن

ہزار آفرین بر من و دین من | که صنعم پرستی است آئینِ من

اے ز وہمِ غیر غوغا در جہان انداخته | گفته خود حرفے و خود را در گمان انداخته
دیده بیرون و درون از خویشتن جز نگہی | پردهٔ رسمِ پرستش درمیان انداخته
عاشقان در موقفِ دار و رسن داد آشفته | غازیان در معرضِ تیغ و سنان انداخته
رنگها در طبعِ اربابِ قیاس آمیخته | نکته ها در خاطرِ اہلِ بیان انداخته
آتشینان شمعے براہِ شبروان افروخته | اینچنین گنجے بجیبِ بے دلان انداخته
گل چو ماند دیر گردد بلبلش بازار سرد | بہرِ تجدیدِ طرب طرحِ خزان انداخته
تا علاجِ خستگی آسایشِ دیگر دہد ۹۵ | خارها در رہگزارِ میہمان انداخته
سوخت عالم را صریرِ کلکِ من غالب منم | کآتش از بانگِ نی اندر نیستان انداخته

آرزیم گل و سرزنشِ خار نسنجد | نازم بگرانمایگیِ بے سر و پائی
چون دید که اندوه نزاید مگر از دل | دل برد ز من تا کند اندوه ربائی
چون باد که در غنچه کشودن نکشد رنج | موجش نشود خسته تن از قلعه کشائی
در جنگ کند بر تنِ بدخواه سمومی | در صلح کند بر چمنِ ملک صبائی
ہم گاه ترا مژدهٔ ایامِ وصالی | دلخواه ترا از سرعتِ تاثیرِ دعائی

(مثنوی بادِ مخالف)

اے تماشائیانِ بزمِ سخن | وے مسیحا دمانِ نادر فن

ای سخن پروران کلکته — وی زبان آوران کلکته

هر یکی صدر بزم بارگهی — شمع خلوت سرای کارگهی

ای سخن را طراز جان داده — صفحه را ساز گلستان داده

عطر بر مغز گیتی افشانان — پهلوانان پهلوی دانان

همچو من آرمیدهٔ این شهر — بهر کاری رسیدهٔ این شهر

هست الله بخت برگشته — در خم و پیچ عجز سرگشته

گرچه ناخوانده میهمان شماست — بی سخن ریزه چین خوان شماست

به تظلم رسیده است اینجا — با امید آرمیده است اینجا

آرمیدن و مهر روی چار — خستهٔ را لب دیوار

کار احباب ساختن رسم است — ۹۶ میهمان را نواختن رسم است

کیستم دل شکستهٔ غمزده — بیدلی خستهٔ ستمزدهٔ

برق بی طاقتی بجان زدهٔ — آتش غم بخان و مان زدهٔ

دردمند جگر گداختهٔ — از غم دهر زهره باختهٔ

چه بلاها کشیده ام آخر — که بدین جا رسیده ام آخر

به سیه روزی غربتم بینید — تیره شبهای وحشتم بینید

اندهٔ دوری وطن نگرید — غم هجران انجمن نگرید

نه همین ناله و فغان به لبم — من و جان آفرین که جان بلبم

خوی پیچان چو موی کرده است مرا — غصه بد خوی کرده است مرا

[illegible] سخن کجاست مرا — که زبان سخن سراست مرا

با من این خشم و کین دریغ دریغ — من چنان تا چنین دریغ دریغ

در بگویید با چه ها رفت — از تو در گفتگو خطائی رفت

مہربانان خدائے را انصاف / تا نخست از کہ بود رسم خلاف

نمک اندر سبوے کہ فگند؟ ۹۰ / بہ چمن رست و خیز وے کہ فگند؟

زلف گفتار را کہ درہم کرد؟ / نظم اشعار را کہ برہم کرد؟

ہمہ عالم غلط کہ گفت نخست؟ / پارۂ زین نمط کہ گفت نخست؟

بیش را بیشتر کہ گفت بمن؟ / ہم ز من پیشتر کہ گفت بمن؟

موے را بر کمر کہ گفت غلط؟ / شعر را سر بسر کہ گفت غلط؟

چون بدیدید کاعتراض خطاست / ہرچہ غالب نوشتہ است بجاست

رشتۂ بازپرس تاب کہ داد؟ / معترض را ز من جواب کہ داد؟

چون بدیدید بے گناہی من / تان نہ شستید روسیاہی من

ہر کہ دیدم رہ خموشی رفت / بود لازم بر آن گرفت گرفت

از چہ بود آن بعربدہ دم زدن؟ / در رہ آگہی قدم زدن

نکشودن لبے بہ پاس دریم / خیرہ بگذاشتن بداوریم

تا بشورید دل ز بے جگری / بفغان آمدم ز خیرہ سری

از غم دل ستوہ گردیدم / چیرہ با یک گروہ گردیدم

گلہ مندانہ گفتگو کردم / پارہ در سخن غلو کردم

چون شنیدم کہ نکتہ پردازان / قدر دانان و انجمن سازان

از من آزردہ اند زان پاسخ / بنالیش بخاک سودم رخ

خجلت آوردم و جنون کردم / خویشتن آب و دیدہ خون کردم

آب گردیدم و چکیدم من / قطرہ آسا بسر دویدم من

نفس من بہ تجمع در نگرفت / کس نیازم بہ ہیچ بر نگرفت

شان گرہ نہم صفاے یاران بود / رنگے از جوش این بہاران بود

خارِ دامانِ دوستان بودن ۹۸ خوشتر از باغ و بوستان بودن

بنده ام بندهٔ مهربانان را رمز فهمان و نکته دانان را

نه ز آویزشِ جهان ترسم من و ایمانِ من گزان ترسم

که پس از من بسا لهاے دراز بزبان ماند این حکایت باز

که سفیهے رسیده بود اینجا چند روز آرسیده بود اینجا

با بزرگان ستیزه پیش گرفت زحمتے داد و راهِ خویش گرفت

شوخ چشمے درشت خوئے بود بیحیائے و هرزه گوئے بود

هم سفیهانه گفتگوے داشت هم خدا ناترسانه خوئے داشت

برگِ دنیا نه ساز و برگش بود ننگِ دهلی و سرزمینش بود

آه ازان دم که بعد رفتنِ من خونِ دهلی بود بگردنِ من

این رقمها که ریخت کلکِ خیال بود سطرے ز نامهٔ اعمال

از منِ نارسائے هیچمدان معذرت نامه ایست اے یاران

بو که آید ز عذر خواهیِ ما رحم بر بادِ بیگناهیِ ما

آشتی نامهٔ و داد پیام ختم شد والسلام والاکرام

(مناجات)

بروزے که مردم شوند انجمن شود تازه پیوندِ جان ها به تن

روان را به نیکی نوازندگان بسرمایهٔ خویش نازندگان

گهرهاے شهوار پیش آورند فرومایه کردار خویش آورند

بهنگامه با این جگر گوشگان در آیند مشتے جگر تشنگان

ز حسرت بدل برده دندان فرو ز خجلت سر اندر گریبان فرو

در آن حلقه من باشم و سینهٔ ز غمهاے ایام گنجینهٔ

در آب و در آتش بسر برده — ز دشواریِ زیستن مرده
تن از سایهٔ خود به بیم اندرون — دل از غم به پهلو دو نیم اندرون
ز ناسازی و ناتوانی بهم — دم اندر کشاکش ز پیوندِ دم
زبس تیرگیهاے روزِ سیاه — نگه خورده آسیبِ دود از نگاه
بدوش ترازو بنه بارِ من — نسنجیده بگزار کردارِ من
بکردار سنجی میفزاے رنج — گرانبارِیِ دردِ غم مرسنج
که من با خود از هر چه سنجد خیال — ندارم بغیر از نشانِ جلال
اگر دیگران را بود گفت و کرد — مرا مایهٔ عمر رنج است و درد
چه پرسی؟ چو آن رنج و درد از تو بود — غمے تازه در هر نورد از تو بود
فرو هِل که حسرت خمیرِ من است — دمِ سردِ من زمهریرِ من است
مبادا به گیتی چو من هیچکس — جحیمے و لے زمهریری نفس
به پرسش مرا درهم افشرده گیر — به پرکاه ناصبری برده گیر
دگر گو همینست فرجامِ کار — کرم باید از کرده راندن شمار
مرا نیز یاراے گفتار ده — چه گویم بر آن گفته زنهار ده
درین خستگی پوزش از من مجوے — بود بندهٔ خسته گستاخ گوے
دل از غصه خون شد نهفتن چه سود — چو ناگفته دانی نه گفتن چه سود
زبان گرچه من دارم آواز تست — به گفتن اگرچه گفتارم آواز تست
همانا تو دانی که کافر نیم — پرستارِ خورشید و آذر نیم
نکشتم کسے را با هر یمنی — نبردم ز کس مایه در رهزنی
مگر مے که آتش بگوهرم ازوست — بهنگامه پیدا ز جم هم ازوست
من اندوه گین و مے اندوه رباے — [illegible]

حسابِ مے و رامش و رنگ و بوے — ز جمشید و بهرام و پرویز جوے
که از باده تا چهره افروختند — دلِ دشمن و چشمِ بد سوختند
مرا زین که از تابِ مے گاه گاه ۹۹ — بدریوزه رخ کرده با چشمِ سیاه
نه بستان سرائے نه میخانهٔ — نه دستان سرائے نه جانانهٔ
نه رقصِ پری پیکران بر بساط — نه غوغاے رامشگران در رباط
شبانگه به مے رهنمونم شدی — سحرگه طلبگارِ خونم شدی
تمناے معشوقهٔ باده نوش — تقاضاے بیهودهٔ مے فروش
چه گویم؟ چه هنگامِ گفتن گذشت — ز عمرِ گرانمایه بر من گذشت
بسا روزگاران بدلدادگی — بسا نوبهاران به بے بادگی
بسا روزِ باران و شبهاے ماه — که بوده است بے مے بچشمم سیاه
افق ها پر از ابرِ بهمن مهی ۱۰۰ — سفالینه جامِ من از مے تهی
بهاران و من در غمِ برگ و ساز — درِ خانه از بینوائی فراز
جهان از گل و لاله پر بوے و رنگ — من و حجره و دامنے زیرِ سنگ
دمِ عیش جز رقصِ بسمل نبود — باندازهٔ خواهشِ دل نبود
اگر تافتم رشتهٔ گوهر شکست — و گر یافتم باده ساغر شکست
چه خواهی ز دلقِ مے آلودِ من — ببین جسمِ خمیازه فرسودِ من
ز پائیز گویم بهارم گذشت — [illegible] روزگارم گذشت
بنا سازگاری ز همسایگان — بسرمایه جوئی ز بیمایگان
سر از منتِ ناکسان زیرِ خاک — لب از خاکبوسِ خسان چاک چاک
گهی دردم بینوا داشتی — دلم را اسیرِ هوا داشتی
نه بخشنده شاہے که بارم دهد — نه بر پائے زر بیل بارم دهد

که چون بیل زانجا برانگیزمے — زرش بر گدایان فرو ریختے

نه نازک نگارے که نازش کشم — ۱۰۱ بهر بوسه زلفِ درازش کشم

چو بی زان غمزه نیشے بدل برخورد — رگِ جان غمِ نوکِ نشتر خورد

بران عمر ناخوش که من داشتم — ۱۰۲ زجان خار در پیرهن داشتم

چو دل زین هوسها بجوش آیدے — زدل بانگِ خونم بگوش آیدے

هنوزم همان دل بجوش اندر است — زدل بانگِ خونم بگوش اندر است

چو آن نامرادی بیاد آیدم — بفردوس هم دل نیاسایدم

کسے را که کمتر شکیبد بباغ — در آتش چه سوزی بسوزنده داغ؟

صبوحے خورم گر شرابِ طهور — کجا زهرهٔ صبح و جام بلور

دم شیر دمی هائے مستانه کو؟ — بهنگامه غوغائے مستانه کو؟

دران پاک میخانهٔ بے خروش — چه گنجائے شورشِ نائے و نوش؟

سیه مستی ابر و باران کجا؟ — خزان چون نباشد بهاران کجا؟

اگر حور در دل خیالش که چه؟ — غمِ هجر و ذوقِ وصالش که چه؟

چه منت نهد ناشناسا نگار — ۱۰۳ چه لذت دهد وصلِ بے انتظار

گریزد دم بوسه انیش کجا؟ — ۱۰۴ فریبد بسوگند دینش کجا؟

بحکم نبود لبش تلخگوے — دهد کام و نبود دلش کامجوے

نظر بازی و ذوقِ دیدار کو؟ — بفردوس روزن بدیوار کو؟

نه چشم آرزومندِ دلالهٔ — نه دل تشنهٔ ماه پرکالهٔ

ازین ها که پیوسته می خواست دل — هنوزم همان حسرت آلاست دل

چه پرسش سگے را بکاوه زدل — دهد دجله خونم تکاود زدل

بهر جرعه گر رو دهد فرز بسه — ز من جستی در بهایم بسه

بقہر آگین داوری چون بود؟ | کہ از جرم من حسرت افزون بود
ہر آئینہ ہیچون بمے راہ بند | تلافی فراخور بود نے گزند
بدین مویہ در روز امید و بیم | بگریم بدینسان کہ عرش عظیم
شود از تو سیلاب را چارہ جوے | تو بخشی بدان گریہ ام آبروے
دگر خون حسرت بسر کردہ | ز یاد آتش قطع نظر کردہ
گذشتم ز حسرت امیدیم ہست | سپید آبروئے سپیدیم ہست
کہ البتہ این رند ناپارسا | کج اندیشہ گبر مسلمان نما
پرستار فرخندہ منشور تست | ہوادار فرزانہ دستور تست
بہ بند امید استواری فرست | بہ غالب خط رستگاری فرست

رباعیات

مشکل ہے زبس کلام میرا اے دل | سن سن کے اسے سخنوران کامل
آسان کہنے کی کرتے ہیں فرمائش | گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل

بھیجی ہے جو مجھکو شاہ جمجاہ نے دال | ہے لطف و عنایات شہنشاہ پہ دال
یہ شاہ پسند دال بے بحث و جدال | ہے دولت و دین و دانش و داد کی دال

سامان خور و خواب کہاں سے لاؤں؟ | آرام کے اسباب کہاں سے لاؤں؟
روزہ مرا ایمان ہے غالب لیکن | خسخانہ و برفاب کہاں سے لاؤں؟

ان سیم کے بیجوں کو کوئی کیا جانے | بھیجے ہیں جو ارمغان شہ والا نے
گن کر دیویں گے ہم دعائیں سو بار | فیروزے کی تسبیح کے ہیں یہ دانے

(فارسی)

آن مرد کہ زن گرفت دانا نہ بود | از غصہ فراغتش ہمانا نبود

انتخابِ

از

کلامِ غنی

دیوان غنی فارسی

۱۲ انشتر

غنی

مُلّا محمد طاہر نام۔ کشمیر مولد و مدفن۔ سال وفات سنہ ۱۰۷۹ ہجری۔ یہ شاعر نہایت مستغنی تھا اسنے وطن سے قدم باہر نہین نکالا۔ اسی رعایت سے غنی اسکا تخلص تھا۔ صائب کا ہمعصر تھا اور اُسی رنگ مین کہتا بھی تھا۔ کلام اسکا عام پسند ہوتا تھا۔ دیوانِ غنی درسیات مین داخل ہوگیا تھا۔

صائب کشمیر کے سفر مین اگر غنی سے ملا ہو تو عجب نہین۔

غزلیات وابیات

جنونے کو؟ که از قید خرد بیرون کشم پا را | کنم زنجیر پائے خویشتن دامان صحرا را
به بزم مے پرستان محتسب بخشش عزتے دارد | که چون آید بمجلس شیشه خالی میکند جا را
اگر شهرت هوس داری اسیر دام عزلت شو | ۱ که در پرواز دارد گوشه گیری نام عنقا را
ندارد ره بگردون روح تا باشد نفس در تن | رسائی نیست در پرواز مرغ رشته بر پا را
غنی روز سیاه پیر کنعان را تماشا کن | که روشن کرد نور دیده اش چشم زلیخا را

ما بلبلان بلند نسازیم خانه را | خوش کرده ایم خانهٔ یک آشیانه را
سنگین دل است هر که بظاهر ملایم است | ۲ پنهان درون پنبه نگر پنبه دانه را
روزے که گل ز باغ بغارت برد صبا | بلبل بباد ده سبد آشیانه را
اندیشه گر ز تنگی گورت بود غنی | در زندگی ز خاک بر آور خزانه را

در فقر هیچکس نبود آشنائے ما | نه نشست غیر گرد کسے در سرائے ما
از روزگار روزی ما جز شکست نیست | سنگ فلاخن است مگر آسیائے ما
زان پیشتر که دانه ز خرمن جدا کنند | سوراخ مور شد دهن آسیائے ما
کاهیده است بسکه تن ما ز قید عشق | طوق گلوئے ما شده زنجیر پائے ما
مشکل بود گرفتن چیزے ز تنگ چشم | نگرفته است بخیه ز سوزن قبائے ما
در علم فقر هر که شد استاد چون غنی | برداشت نسخه از ورق بوریائے ما

ز روئے ماه سیاهی بنور ماه نرفت | نیامدست بکارے کمال خویش مرا
کسے به پرسش احوال من نمی آید | بغیر گریه که آید بحال خویش مرا
به غنچه تکیه چو شبنم بزیر سر ننهم | که به ز بالش پر نیست بال خویش مرا
بسان شمع که افتد ز پیه خود بگداز | وبال گردن خود گشت بال خویش مرا

حاجت از چه برود دست دعا استغنا — قد خم حلقه چو شد کار ندارد بعصا
سرکشی از پاے نجنبد پئے تعظیم کسے — شمع آسا رگِ گردن بودش رشتهٔ پا
چون مه نو که نه گردد به شفق سرگز سرخ — ناخنِ همتِ من رنگ نگیرد ز حنا

فروغِ شعلهٔ ادراک در پیری است کم پیدا — بود این معنی پنهان ز شمعِ صبحدم پیدا
قلم باشد بجاے شمع بزم اهلِ معنی را — بود این معنی از تاریکیِ پاے قلم پیدا
نمی باشد مخالف قول و فعلِ راستان باهم — که گفتارِ قلم باشد ز رفتارِ قلم پیدا
غنی تا چند پرسی دستگاهِ اهلِ دنیا را — که باشد وسعتِ آن از حصارِ جامِ جم پیدا

ساقی بجام ریز شبے پرتگال را — ماهِ تمام ساز بیک شب هلال را
تا رزقِ خود رسد بدهانت چو آسیا ۳ — دایم خموش دار زبانِ سوال را
نبود گلِ تواضع دشمن بجز گزند — پابوسِ تیشه افگند از پا نهال را

رفت مانند شیشهٔ ساغر — عمرِ من در نفس شماریها
روزیِ ما نیست غیر از خاک — خاک بر فرقِ مالداریها
گرد و آینه روشن از نفس است — گر زنی دم ز خاکساریها

ور تیغ کسے صد زخم رسد گر به تنِ ما — زان به که بود داغِ سپر بدنِ ما
از بس که ضعیفیم حبابِ دگر او — جز مور کسے نیست غنی گورکنِ ما

سعی بهرِ راحتِ همسایگان کردن خوش است — بشنود گوش از براے خوابِ چشم افسانها
بعد مرگم گر خورد افسوس آن سرکش چه سود — میگزد انگشت شمع از ماتمِ پروانها

ز هم مے پرواے محتسب که دستارت — چو پنبه بر سرِ میناست بارِ خاطرها

اگر ز فاقه بسینه نهیم بر شکم سنگے — گمان برند که داریم در بغل نان را
عشق بیک فرش نشاند گدا و شاه را — سیل یکسان میکند پست و بلندِ راه را
کاسهٔ خود پر مکن ز نعمت از خوان کسے ۴ — داغ از احسانِ خورشید است بر دل لاله را

گلِ آمیزشِ منعم مدان جز داغِ محرومی ۵ نسازد آبِ دریا سبز هرگز خارِ ماهی را
غنی از دولتِ دنیا نگردد عیبِ کس زائل که زر نتواند از روئے محک بردن سیاهی را

نقصانِ ما بود گلِ حسنِ کمالِ ما از برگِ خود چو شمع بسوزد نهالِ ما
ما را ز آفتابِ قیامت غنی چه باک دوزخ ترست از عرقِ انفعالِ ما

نگردد شعرِ من مشهور تا جان در تنم باشد که بعد از مرگِ آهو نافه بیرون میدهد بو را

بر تواضع هاے دشمن تکیه کردن ابلهی ست ۶ پاے بوسِ سیل از پا افگند دیوار را

خانهٔ ما زیر بارِ منتِ نقاش نیست نیست نقشے پیشِ ما خوشتر ز نقشِ بوریا

بجو دوری ز همجنسان نشاطے گر طمع داری چو مے بینی جدا از یکدگر لبهاے خندان را

غنی اگرچه فقیرست همتے دارد فشانده است بکونین دستِ خالی را

مشهور در سوادِ جهان از سخن شدیم همچون قلم سفر بزبان میکنیم ما

بهم شیر و شکر آمیزشے دارد نمیدانم که ره چون نیست در چشمِ سفیدم خوابِ شیرین را

تا زبان چون قلم از کام نیاید بیرون یکدم این چرخِ سیه کاسه نداد آب مرا

کج را به تکلف نتوان راست نمودن کے تیر توان ساختن از چوبِ کمان را

نیفتد کارسازان را بکس در کارِ خود حاجت بخاریدن نباشد احتیاجے پشتِ ناخن را

بے وجه مدان جاهلیِ ما که ز استاد از همتِ عالی نگرفتیم سبق را

خلل پذیر شد از ضبطِ گریه نورِ نگاه ز آستین گله دارد چراغِ دیدهٔ ما

عبادتے به جهان بهتر ز خاکساری نیست به از وضوے عزیزان بود تیمّمِ ما

چو استعداد نبود کار از اصحابِ زر نگشاید مسیحا کے تواند کرد روشن چشمِ سوزن را

روزیِ ما میشود آخر نصیبِ دیگران طالعِ برگشته همچون آسیا داریم ما

عاشقان روزِ شهادت خنجرِ دقت تواند تیشه بر سر افسرِ شاهی بود فرهاد را

یارِ ما با آئینه گوید ز روے التفات ساده رویان دوست میدارند روئے ساده را

ز پهلوے ضعیفان ست گرمی پشتِ سرکش را
پرِ کاهی که بینی بالِ پروازست آتش را

نتوان برد ز دشمن بتواضع جان را
قامتِ خم نرهاند ز اجل پیران را

تابوتِ مردهٔ دوش هشیار کرد مارا
پائے بخواب رفته بیدار کرد مارا

خویش را با که بسنجیم غنی در سبکی
نیست جز سایهٔ خود سنگِ ترازو مارا

پروانه گو بمیر ز غیرت که شمع را
روشن کنند خلق بخاکِ مزارها

ملایم می شود در گفتگو هرکس که کامل شد
که دایم پنبه باشد بر دهن مینائے پر مے را

آدمی در عهدِ پیری بے خرد گردد غنی
می شمارم طفلِ خود را ریخت تا دندان مرا

هرکس که داد تن به بلا ایمن از بلاست
ویران کجا ز موج شود خانهٔ حباب

آدمِ خاکی ز خامی دارد از مے اجتناب
کوزهٔ گل پخته چون گردد نمی ترسد ز آب

هر رگِ گل رشتهٔ باشد بپائے عندلیب
دامِ دیگر نیست حاجت از برائے عندلیب

هست هر شاخِ گلی عشرت سرائے عندلیب
بر زمین کے می رسد در باغ پائے عندلیب

از صدائے خندهٔ گل میشود روشن که نیست
هیچ صوتے دلکشا تر از نوائے عندلیب

پیر شد زاهد و از رازِ درون بیخبرست
قدِ خم گشتهٔ او حلقهٔ بیرونِ درست

هرکه پرسد ز غنی چیست شکستِ رنگم
دانم از سنگدلیهاے بتان بیخبرست

بالشِ خوبانِ دگر از پرست
شوخِ مرا فتنه بزیرِ سرست

پیشِ لبِ یار که جان پرورست
هرکه زند دم ز مسیحا خرست

موے سر کردم سفید اما خیالت در سرست
اخگرِ پنهان تهِ این تودهٔ خاکسترست

خوابِ راحت در حقیقت مایهٔ دردِ سرست
هرکه دارد این مرض پیوسته صاحب بسترست

تا کارِ تو بیداریِ شبهاے درازست
چشمت درِ فیضست که بر روے تو بازست

گر پردهٔ ناموسِ کس از ناخنِ مطرب
در بزمِ طرب پاره نشد پردهٔ سازست

بر روے زمین هیچکس آسوده نباشد
گنجے بود آرام که در زیرِ زمین ست

زشرم انگشت دارد در دہان طفل | سرِ پستان گرفتن ہم گدائی ست
بے تعب در منزلِ مقصود کس را بار نیست | نردبانِ این سرا جز راہِ ناہموار نیست
بچشمِ خود نتوان دید صبح پیری را | خوشم کہ دیدہ ز موہیشتر سفید شدہ است
زندہ نتوان بود بے لعلت کہ مشتاق ترا | یا لبِ شیرینِ تو یا جانِ شیرین بر لب ست
خدا زبانِ مرا چرب و نرمی داد ست | ہزار شکر کہ نانم بروغن افتاد است
مرا بخانہ سفالے ز بینوائی نیست ۸ | خوشم کہ در کفِ من کاسۂ گدائی نیست
سجدہ در مسجد و در میکدہ پیمانہ خوش ست | گریہ در خانقہ و خندہ بمیخانہ خوش ست
نمیکند بمن ناتوان نگہ آن شوخ | زبیم آن کہ بگویند ناتوان بین ست
در ہر نماز دست بزانو چرا زند | زاہد اگر ز کردہ پشیمان نگشتہ ست
از بستن حنا چہ کنی رنجہ دستِ خویش | عشق اسیر کردنِ خونین دلان بس است
تا بکے تشنۂ خونم باشد؟ | تیغ را گر بدہی آب خوش ست
بے ریاضت نشود دولتِ عرفان حاصل | تا کد و خشک نگردید مے ناب نیافت
زندہ در گورم اگر گردشِ افلاک کند | بہ کہ در مرگِ عزیزان بسرم خاک کند
میکشم گریہ ز آلودگی دامنِ خویش | اشک تا دامنِ آلودۂ من پاک کند
ہر کہ چون گور زند خندہ بماتم زدگان | چشم دارم کہ فلک در دہنش خاک کند
زمارِ گشتۂ گیسوے دلبران ترسد | چنانکہ مار گزیدہ ز ریسمان ترسد
کسیکہ ابروے آن ترکِ جنگجو بیند | عجب مدار کہ از سایۂ کمان ترسد
گدا چون یافت روزی خویش را داند سلیمانی ۹ | بپاے مور سنگِ آسیا تختِ روان باشد
کارِ گرہ کش نشود در زمانہ بند | ہرگز کسے ندید در انگشتِ شانہ بند
چو سرکش ہر سرا افتادگی آید نشود ایمن | کہ کارِ خویش خواہد کرد آتش ہر کجا افتد
زند ربطِ بہم پیوستگان را گفتگو برہم | سخن چون درمیان آمد دو لب از ہم جدا گردد

منصور بست رخت ز دنیا و دار ماند　　پرواز کرد گل ز گلستان و خار ماند

کم کن با دوستان از آشنائی اختلاط افزون　　۱۰ درآید چون درون دیده مژگان خار میگردد

کودکان سنگ بکف بر سر راهند غنی　　۱۱ خواهم این قرعه بنام من دیوانه فتد

از تواضعهاے مردم سخت حیرانم غنی　　هر که می افتد بپایم کشته ما می شود

دلم سوزد چو برگے از درختے در خزان افتد　　که از برگ خزان آتش بجان بلبلان افتد

ز راه حرص عجب نیست گر بخاک افتند　　سبکروان که چو شاهین بلند پروازند

چشم بر راهند میخواران که کے باران شود　　ابر میخواهند مستان خانه گو ویران شود

کسے آواره تا کے در دیار خویشتن باشد　　چو ریگ شیشهٔ ساعت مسافر در وطن باشد

کبر در سلسلهٔ باده کشان کم باشد　　تاک هر چند که بے بار بود خم باشد

چون بسیر چمن آن دلبر طناز آید　　رنگ گل پیشتر از بوے بپرواز آید

خوش آن زمان که تیرش از شست جسته باشد　　در پهلویم چو ترکش تا پر نشسته باشد

دنیا بزرگ باشد در دیدهٔ غلط بین　　اندک بچشم احول بسیار می نماید

ساغر بکف گرفته چو نرگس بیا برون　　ترسم باین بهانه دهان تو بو کنند

هر کسے گوهر مقصود دنیا به سعی　　پاے من بسکه دوید آبله را پیدا کرد

لب بسوال غنی پیش ممسکان مگشاے　　که ترسم از دم منت لقمه زبان گیرند

سخت دلبستگے داشت بعالم صیاد　　تا نشد بالش او پر زیرم خواب نکرد

میرسد روزی ز هر کس در خور همت ز غیب　　کے بدام عنکبوت افتد شکارے جز مگس

تا کے آن نازک بدن را تنگ در بر میکشد　　روز محشر دست ما و دامن پیراهنش

خاکساران مدد از عالم بالا یابند　　گرد را میکند از روے زمین باران پاک

بود کلید در رزق پارسا مسواک　　کجا ز دست دهم همچو آسیا مسواک

نیست عینک که نهادیم ز پیری بر چشم　　نگه از شوق جمال تو زند سر بر سنگ

سرو در فصلِ خزان ماند بجال   راستی را نبود بیمِ زوال

به بزمِ دردمندان زار نالیدن هوس دارم   چو نی خواهم که در فریاد باشم تا نفس دارم

بی تو بر فرشِ گل ز بیتابی   مرغِ در خون طپیده را مانم

هستیم سرافراز چو خارِ سرِ دیوار   ازبسکه درین باغ بپای نخلیدیم

حسنِ سبزی بخطِ سبز مرا کرد اسیر   دام همرنگ زمین بود گرفتار شدم

فیض از بیگانه میخواهیم نی از آشنا   چون صدف در بحر آب از جای دیگر میخوریم

جلوهٔ حسن تو آورد مرا بر سرِ فکر   تو حنا بستی و من معنی رنگین بستم

جان بلب از ضعف نتواند رسید   من بزورِ ناتوانی زنده ایم

هر پنبه که بر سرِ داغم نهد طبیب   بردارم و فتیلهٔ داغِ دگر کنم

گشت چون رشتهٔ عمرم کوتاه ۱۲   معنی سالگره فهمیدم

جای خود چون مهرهٔ شطرنج خالی میکنم   دشمنِ ما می شود در خانهٔ ما میهمان

موی چون از سر جدا گردد نمیگردد سفید   عیشِ غربت مرد را پیوسته میدارد جوان

جستجو از بهرِ روزی باعثِ شرمندگی ست   زین خجالت آسیا انگشت دارد در دهان

کامیاب از جامِ وصلت غیر و من از رشکِ داغ   آب میگردد مرا در دیده او را در دهان

با سبکباران غنی پیوسته همراهی گزین   ره بساحل می برد کشتی بزورِ بادبان

گشادِ کارِ خود نتوان طمع از آشنا کردن   کجا ناخن تواند بند از انگشت وا کردن

اعتبارِ پست فطرت یکدو ساعت بیش نیست   گرد آخر ته نشین در روی که شد بالا نشین

چون شمع رسد گر سرِ سرکش ببریدن   هرگز ندهد تن بتواضع ز خمیدن

از سختی زمانه لبِ شکوه وا مکن   بر سنگ اگر چه سایه بیفتی صدا مکن

چاره سازان هم بکارِ خود غنی بیچاره اند   کی تواند بخیه زد سوزن بزخمِ خویشتن

مو گشت سپید و ریخت دندان   در صبح شود ستاره پنهان

از بسکه شعر گفتن شد مبتذل درین عهد — لب بستن ست اکنون مضمون تازه بستن
چشم مدد ز کس نبود چون صدف مرا — فیضی مگر ز عالم بالا رسد بمن

سیلی سخوری تا ز کف اہل زمانہ — چون مہرہ شطرنج مرو خانہ بخانہ
از توشئہ رہ بگذر و سرگرم سفر باش — چون مور منہ بر سر یا کنده ز دانہ
از رشک کند باد صبا بر سر خود خاک — در زلف تو شد مبدہ گر ناخن شانہ

عزت شاہ و گدا زیر زمین یکسان ست ۱۳ — میکند خاک برائے ہمہ کس جا خالی

یک تن درین زمانہ بیداغ ماتمے نیست — گردیم سیر عالم از ماہ تا بماہی
ایمن مشو ز دشمن شد گر چہ با تو ہمرنگ — ہر آتش کہ خصم کاہ ست دارد لباس کاہی

مدت شادی و غم نیست برابر بجہان — گریہ شمع شبے خندہ صبح ست دمے

زیباست خوئے آتش اولاد بولہب را ۱۴ — تو ابن بو ترابی باید کہ خاک باشی
غنی ز صدر نشینی گزشتہ و شادم — کہ ہر کجا کہ روم ہست جائے من خالی

رباعیات

اے دل نخوری فریب ارباب دغا — غافل نشوی ز دشمن دوست نما
ہر چند کہ آستین نماید فانوس — در کشتن شمع باشدش دست رسا

بر خیز غنی ہوائے فروردین ست — مے نوش کہ وقت بادہ خوردن این ست
فصلے ست کہ آشیان مرغان چمن — از کثرت گل چون سبد گلچین ست

ہوش ست کہ سرمایہ صد درد سر ست — فارغ بال آنکہ از جہان بیخبر ست
در بیضہ نمیکنند مرغان فریاد ۱۵ — ہر چند کہ بیضہ از قفس تنگ تر ست

در فصل بہار پارسا نتوان شد — ہمصحبت ارباب ریا نتوان شد
فیضی ز ہر دہ ہیچکس از دنیا خشک ۱۶ — سیراب ز موج بوریا نتوان شد

نشتر

منیر

سید محمد اسمعیل متخلص بہ منیر باپ کا نام سید احمد حسین متخلص بہ شاد تھا۔ شکوہ آباد مولد تھا۔ لیکن لکھنو۔ فرخ آباد۔ باندہ مین زائد تر رہنے کا اتفاق ہوا۔ کلب علی خان کے وقت مین رام پور کی بھی سیر کی تھی۔ بہت ذہین اور پُر گو شاعر تھے۔ انکی غزلون مین مطلع بہت ہوتے تھے۔ اور اشعار مین آمد کی شان ہوتی تھی کہتے چلے جاتے تھے۔ مین نے اکثر دن کو شدید دیکھ کر انکے کلام کا انتخاب کیا۔ مجھے انکے اشعار مین نشتر کم ملے پھر بھی واقعات نگاری کی صفت انمین ضرور تھی اور ہمیشہ خود مصائب مین مبتلا رہے اسلیے اپنے حسب حال جو کچھ لکھتے تھے بہتر لکھتے تھے۔ انکو زمانے کی گردش نے کالے پانی بھی پہنچایا تھا اسکے متعلق انکے کلام مین بھی تذکرہ ہے۔ وہ تذکرہ رنج و غم کی حکایت ہے اسلیے خواہ مخواہ دل پر اثر کرتا ہے۔ رباعیات مین دیکھیے کالے پانی مین جو تکلیف حقہ او افیون نہ ملنے سے ہوئی اُسے کس خوبصورتی سے ادا کیا ہے۔ اپنی قید اور قید کے سفر کو جس درد سے بیان کیا ہے وہ خاص انکا حصہ ہے۔ غزل مین انکا یہ شعر ؎ عجز و نخوت نے قدم جب حد سے باہر رکھدیا + پاؤن پر سر مین نے اُسنے پاؤن سر پر رکھدیا۔ نیا مضمون ہے اور بندش بھی پیاری ہے۔ پھر کہتے ہین ؎ راہ مین صورت نقش کف پا رہتا ہون + ہر گھڑی مٹنے مگڑنے کو پڑا رہتا ہون۔ نرالا مضمون ہے اور بندش بھی اچھی ہے۔ بہر حال اُستادون مین انکا شمار ضرور ہے۔

غزلیات و ابیات

دل تو یہ مُردہ ہی داغِ غم گلستان ہون تو کیا ۔ آنکھین رُوتی ہین دہانِ زخم خندان ہون تو کیا

لاکھون گلرو داغِ حسرت لیکے گئے زیرِ زمین ۔ باغِ عالم مین اگر دو پھول خندان ہون تو کیا

داغِ غم دل پر اُٹھا کر مرنے والے مر گئے ۔ برجِ قبرون کے اگر سروِ چراغان ہون تو کیا

مسجدین ٹوٹی پڑی ہین صومعہ ویران ہین ۔ یادِ حق مین ایک دو دلہاے سوزان ہون تو کیا

خانقاہین منہدم ہین بتکدہ آباد ہین ۔ رنج مین ہین اہلِ دین خوش اہلِ عصیان ہون تو کیا

لُٹ گئے قصرِ مرصع کھد گئے زرین محل ۔ رنج سے معمور اگر دلہاے ویران ہون تو کیا

نور کی خلوت مین پریان ناچتی تھین جس جگہ ۔ اُس جگہ مشعل بکف غولِ بیابان ہون تو کیا

نخلبندانِ ریاضِ فیض و ہمت ہین تباہ ۔ پاسبانِ کشتِ خشت چند دہقان ہون تو کیا

یوسفون سے ہو گئے بازار خالی اے فلک ۔ زشت رویانِ جہان اجناسِ دُکان ہون تو کیا

دانہ دانہ کے لیے محتاج ہین عالی گہر ۔ اشکِ حسرت اپنے مروارید غلطان ہون تو کیا

صوفیانِ صاف طینت واصلِ حق ہو گئے ۔ خود نما دو چار ننگِ اہلِ عرفان ہون تو کیا

کاملون کو کر دیا برباد تو نے اے فلک ۔ چند نالایق ترے ممنونِ احسان ہون تو کیا

منعم و فیاض ہین محتاجِ نانِ خشک کے ۔ خاکروبون کو میسر خوانِ الوان ہون تو کیا

بے کفن وہ ہین کہ شانِ میرزائی جنمین تھی ۔ سوگ مین صد چاک دامان و گریبان ہون تو کیا

بجھ گئین شمعین جلین پروانے تو کیا فائدہ ۔ اُڑ گئے پروانے شمعین نور افشان ہون تو کیا

دیکھنے والے نہین آئینے پھر کس کام کے ۔ بے زلیخا شہر سارے یوسفستان ہون تو کیا

سختِ جان و بیحیا دو چار ہم سے جو رہے ۔ ہر گھڑی پابندِ خوفِ عزت و جان ہون تو کیا

کھائے جاتی ہی اُنھین بھی رات دن فکرِ معاش ۔ روز لبہاے تاسف رزقِ دندان ہون تو کیا

یہ غزل ہی حسبِ حالِ دہر مثلِ قطعہ بند ۔ سُست ہین صورتِ خوابِ پریشان ہون تو کیا

عجز و نخوت نے قدم جب حد سے باہر رکھدیا ۱ پاؤن پر سر مین نے اُسنے پاؤن سر پر رکھدیا

مرضِ عشق کے بدلے مرضِ سل ملتا کاش پتھر مجھے یارب عوضِ دل ملتا
کثرتِ غم سے سماتا نہ کبھی سینہ مین چھاتی پھٹ جاتی جو پتھر کو مرادل ملتا

اب مُردون لحد مین گڑتے ہین گھر تو بستا ہی ہم اُجڑتے ہین
صبحدم گل سے کہتی ہی شبنم مل کے روتے ہین جو بچھڑتے ہین
حرم و دیر سے بچے سالک دو کھنڈر راستے مین پڑتے ہین
ضعفِ پیری مین گر رہے ہین دانت ٹانکے اس بخیہ کے اُدھڑتے ہین
لطفِ بچپن کے کھو رہا ہی شباب ساتھ کھیلے ہوئے بچھڑتے ہین
ہو مبارک منیر شادیِ وصل آج وہ میرے گھر مین پڑتے ہین

اے فلک مانگی تھین کسنے تجھ سے بھاری بیڑیان گیسوئے جانان کی پہنا پیاری پیاری بیڑیان
پاؤن کو دیتی ہین رنگِ خون جاری بیڑیان جنگلون مین کر رہی ہین لالہ کاری بیڑیان
ناتوانی مین دباتی ہین ہماری بیڑیان ہلکے سے ہلکے ہین ہم بھاری سے بھاری بیڑیان
سوے کلکتہ الہ آباد سے پیدل چلے چوب مور لنگ پر سیکھین سواری بیڑیان
ٹھوکرین کھاتی ہوئی آتی ہین ہر دم ساتھ ساتھ کسقدر رگڑیان اُٹھاتی ہین ہماری بیڑیان
ہم ہین پیدل راہ طولانی سفر ہے دور کا دیکھیے منزل ہی بھاری یا ہین بھاری بیڑیان
دو قدم بڑھکر نہ چلنے پائے انکے ہاتھ سے پا شکستہ کو سب آئین آخر تک ہماری بیڑیان
دور کروادین خدا نے انڈمن مین خود بخود کرتی تھین برسون کی ناحق ذمہ داری بیڑیان
قطعِ زنجیرِ ستم کی ہی یہ تاریخ اے منیر کٹ گئین کیا لطف سے آہی ہماری بیڑیان

راہ مین صورتِ نقشِ کفِ پا رہتا ہون ۲ ہر گھڑی بننے بگڑنے کو پڑا رہتا ہون

پلکون کی محبت کا خلل جائے تو جانین یہ پھانس کلیجے سے نکل جائے تو جانین
ہر چند کہ آوارہ بہت ہے دلِ وحشی باہر ترے کوچے سے نکل جائے تو جانین

دل کے تو خریدار نظر آتے ہین لاکھوں | چٹکی سے کلیجہ کوئی مل جائے تو جانین
سو بار بلا سے شب فرقت سے بچے ہین | آئی اگر آئی ہوئی ٹل جائے تو جانین
اس نے دو منیر آئے اگر فصل بہاری | ہان نخل تمنا کبھی پھل جائے تو جانین

ترقی دو گے تم کب تک قد بالائی شہرت کو | نکلوا دو گے شاید دونوں عالم سے قیامت کو
کفن صبح وطن کا بھی جو ملتا تو غنیمت تھا | سمجھائے یا کوئی اوڑھے گلیم شام غربت کو
تری رفتار کے فتنوں سے دنیا بھر گئی ساری | کہین سے آنے کا رستہ نہین ملتا قیامت کو
منیر اٹھنے سر محفل لپٹ جائین گے ہم کچھ ہو | سلام آخری ہے آج سے آداب صحبت کو

اے ہمیشہ آپ تو اپنی مثال دیکھ | ضد ہے تو آئینہ مین وقوع محال دیکھ
دن ہو گئے مہینے مہینے ہوئے برس | عبرت سے روزنامچۂ ماہ و سال دیکھ
اوقات کان یون نہ ضایع نہ کر منیر | چل لکھنؤ مین صحبت اہل کمال دیکھ

تم اگر خوش ہو تو فرقت ہی سہی | عیش جانے دو مصیبت ہی سہی
بیکسی کا تو کہین نام مٹے | کوئی تو آئے قیامت ہی سہی
کیا بنا لین گے بگڑ کر مجھ سے | تیرے تیور مری قسمت ہی سہی
مل تو جائے گی کبھی چپ کی داد | کچھ نہ کہنا مری عادت ہی سہی
عیش سے گزری جوانی تو منیر | عہد پیری مین مصیبت ہی سہی

حال سابق نہ کہے اے دل دانا کوئی | اگلی باتون سے پھر آتا ہے زمانا کوئی
اے فلک یاد ہین طفلی و جوانی کے مزے | اگلے عہد دن مین سے ڈھال زمانا کوئی
مین بگڑ کر جو اٹھا غیرون سے ارشاد کیا | نہ بلانا نہ بلانا نہ بلانا کوئی
جو گیے کا ہے مزا تارک دنیا ہم ہین | مجلس فقر مین گائے نہ تھا نا کوئی
سطر یون یہی تاکید ہے غربت مین منیر | دلیس کی جز مرے آگے نہ گانا کوئی

کس طرف کوٹھے سے وہ مہ جلوہ گر ہونیکو ہے | عید کا چاند آج کیا جانے کدھر ہونیکو ہے

بال پکّے عمر آخر ہو چلی اب آنکھ کھول آفتاب آتا ہے سر پر دوپہر ہونیکو ہے
جسمِ خاکی چھوڑ دے گی روح دامن جھاڑ کر ایک جھٹکے مین جدا گردِ سفر ہونیکو ہے
یوسفِ مضمون کو لائے فکرِ کہنہ اے منیر یہ زلیخا نوجوان بارِ دگر ہونے کو ہے

آئی خاک اُسکے رہگذر کی یارب یہ ہوا چلی کدھر کی
بارے تہِ تیغِ یار نکلی حسرت دم بھر مین عمر بھر کی
مُنھ ڈھانکو نہ وقتِ نزع اے جان رخصت ہے اب آخری نظر کی
چلدو طرفِ نجف منیر اب حاجت نہین خضرِ راہ بر کی

کیا فقط مین ہی ہون جفا کے لیے مُنھ نہ کھلوائیے خدا کے لیے
صندلِ بوے یار مفت نہ مانگ درد پیدا کر اس دوا کے لیے
کربلا مین منیر کو بولا جلد بلوائیے خدا کے لیے

بُت بھی عاشق ہین اپنی صورت کے اے مین قربان تیری قدرت کے
آتے ہی چشمِ اہلِ دنیا مین سو گئے پاؤن خوابِ غفلت کے
نہین سنتا ہے اے منیر کوئی ڈنکے بجتے ہین کوسِ رحلت کے

صبح طالع ہوئی سو بھی اُٹھے سونے والے آفرین اے مرے بیدار نہ ہونے والے
آنکھین کھو بیٹھتے ہین ہجر مین رونے والے پکّے داغون کو چھڑا دیتے ہین دھونے والے

اہلِ مسند کو گذر جاتی ہے کھٹکے ہی مین رات ۴ مست ہین سایۂ دیوار کے سونے والے
نازپروردہ ہین آفت مین گرفتار منیر تارے گنتے ہین سرِ شام کے سونے والے

پیتے ہین خونِ جگر پیٹ نہین بھرتا ہے کھا گئی تیرے ندیدون کی نظر غم کو بھی
سخت جانی کے شبِ ہجر کڑے ہین پہرے ہونٹھون پر آکے ٹھہرنا نہ پڑے دم کو بھی

زرداروں کو اکسیرِ قناعت نہین ملتی جب تک نہ لُٹے کوئی یہ دولت نہین ملتی
طفلی کی جوانی مین بھی راحت نہین ملتی جو کھیل مین کھوئی ہے وہ دولت نہین ملتی

کہنے سُننے کو تو اے یار مری یاد رہے
گالیاں منہ مین رہین کانون مین فریاد رہے

یہی انصاف ہی اے فصلِ بہاری تیرا
جال مین مرغ چمن باغ مین صیاد رہے

آنکھ پھرتے ہی تری مجھ سے خدائی پھر گئی
کیا مری برگشتہ بختی کی دُہائی پھر گئی

قصائد

اس انجمن مین کوئی دلِ شادمان نہ تھا
تھی اوجڑے گھر کی رات سوادِ جہان نہ تھا

جنسِ شباب کا یہ کبھی قدردان نہ تھا
کیا کہیے اب ودانہ ہمارا یہسان نہ تھا

جس بزمِ جان فزا مین ابھی کل کی بات ہی
خالی سرور سے دلِ پیر و جوان نہ تھا

فرشِ نفیس دامنِ نظارہ سے لطیف
ذی رتبہ میر فرش سے تاجِ شہان نہ تھا

اربابِ عیش کی کہون کیا خوش سلیقگی
وہ کون تھا کہ ہمسرِ شائستہ خان نہ تھا

صحبت برنگِ خاطرِ اطفالِ روزِ عید
کمتر جوان تازہ سے پیرِ مغان نہ تھا

پریون کے جھنڈ تھے کہین جھرمٹ حسینون کے
محبوب جنکے آگے مہِ آسمان نہ تھا

فتنہ کے عطر کو سر مو بھی نہ تھی جگہ
آشفتہ کوئی گیسوے عنبر فشان نہ تھا

چھائے ہوئے تھے جمپئی رنگون کے قہقہے
جس سے شگفتہ تر چمنِ زعفران نہ تھا

چٹکی بجا بجا کے بلاتے تھے عیش کو
گانے کی دھوم تھی کہین نامِ فغان نہ تھا

مستانہ غزلین تھین طرب انگیز ٹھمریان
وہ کون تھا جو عاشقِ رقصِ بتان نہ تھا

وہ ناچ سحر کا وہ بتانا طلسم کا
وہ بھاؤ تھے کہ نرخِ مسرت گران نہ تھا

وہ بزم دلفریب تھی ایسی کہ رات بھر
رنج و ملال کے لیے رستا جہان نہ تھا

دیکھا اُسی طلسمِ خوشی کو جو صبحدم
جز جغد اور کوئی وہان نوحہ خوان نہ تھا

مغفور اُس نگیں گرفتہ رحمت مین ہی منیر
جنمین خدا مین فاصلۂ دو کمان نہ تھا

مجھے یہ فکر ہی اے چرخ کچھ تو منہ سے بول
کہ پھر رہا ہی زمانہ مین کیون تو ڈانوان ڈول

کسی جگہ کسی پہلو ٹھہر نہین سکتا
کھلا یہ حال کہ تو سر سے پاؤن تک ہی گول

نہ ڈھونڈھ مشتری جنس ہمت حاتم | مگر جواہر انصاف کسر دی کا مول
اگر تجھے طلب گوہر مطالب ہو | تو رُخ نکر طرف مصر و چین و استنبول
حضور کے در دولت پہ آکے سائل ہو | ٹھہر کے منطقۂ کہکشان کمر سے کھول
جناب کلب علی خان خدیو عالم فیض | بنے ہین قطرے گہر جسکے جود سے انمول

رت ہی برسات کی بہت پیاری | موج زن جھیلین ندیان ساری
بدلیان چھا رہی ہین گردون پر ، | زرد او دی سنہری زنگاری
مچھلیون کی چمک مین ہی چھلبل ، | جیسے رقصان بتان فرخاری
کیا ہری دوب جنگلون مین ہے | سبز مخمل سے ہی سوا پیاری
ہر طرف کھل رہے ہین گل بوٹے | جنسے شرمندہ باغ کی کیاری
ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائین پروائی | لہرین لیتی ہین ندیان ساری
شفق سرخ رنگ لائی ہی | لالہ گون ہے سپہر زنگاری
ننہی ننہی برستی ہین بوندین | روح پر ہوتی ہی خوشی طاری
کوکلا بگلہ کویلین طاؤس | اپنی تانین سناتی ہین پیاری
قازین مرغابیان بطین سرخاب | جھیلون کے ساتھ کرتی ہین یاری
کھیت دھانون کے لہلہے شاداب | کر رہے ہین نظر کی دلداری
عکس طوطی ہو جیسے آئینہ مین | پانی انمین ہے اس طرح جاری
سوندھی سوندھی زمین کی مٹی | بھینی بھینی چمن کی بو پیاری
سیر مجھی بھون کی چل کر دیکھ | کیا نمایان ہی قدرت باری

بارے آئی نجات کی باری | کھل گیا عقدۂ گرفتاری
ہمکو منصب ملا رہائی کا | قید کو جائداد بیکاری
پاؤن کو چھوڑ بھاگے بار دوش | سر کو لپتارۂ گرانباری

کوچ ٹھہرا مقامِ غربت سے — اب وطن چلنے کی ہے تیاری
رخصت اے دوستانِ زندانی — الوداع اے غمِ گرفتاری
الرحیل اے مشقتِ ہر روز — الفراق اے ہجومِ ناچاری
دال چاول سے کہدو رخصت ہون — پانی مین ڈوبے یہ نمک کھاری
مچھلیون سے کہو ہٹ کے سڑین — گھاس کھودے یہان کی ترکاری
چین برہما ملاے حبا پانی — اہلِ آسام جنگلی تاتاری
اپنے دیدار سے معاف کرین — اپنی باتون سے دین سبکباری
کالے پانی سے ہوتے ہین رخصت — اشکِ شادی ہین آنکھون سے جاری
بیٹھتے ہین جہازِ دودی پر — اُٹھتے ہین لنگرِ گرانباری
السلام اے خروشِ بحرِ محیط — السفر اے سفینۂ جاری
سامنے ہر طرف سمندر ہے — سایۂ آسمانِ زنگاری
ہم سفر قافلہ ہین موجون کے — خضر در نوح کی ہے سالاری
جامِ بلور ہر حباب مین ہے — عکسِ خورشید کی طلاکاری
دن کو خورشید کے زرافشانی — رات کو اوس کی گہر باری
بحرِ اخضر کی پستئی رنگت — فلکِ سبز کی حنا باری
پانی کے اُٹھتے ہین بلند پہاڑ — اُس پر آتی ہے موج کی باری
پانی پر چڑھ کے پانی بہتا ہے — قدرتِ حق کی ہے نموداری
نکلے دریاے شور سے صد شکر — بحرِ شیرین کی آگئی باری
نظر آیا سوادِ کلکتہ — شکر ہے شکر حضرتِ باری

مناجات

یہ عرض ہے تری درگاہ مین خداوندا — کہ تیرہ دل ہون نہایت گناہگار ہون مین

مکان ہے دل کافر سے تیرہ تر میرا — سیاہ بخت ہون یارب سیاہ کار ہون مین
بلند ہے عرقِ انفعال کا طوفان — وفورِ جرم سے اس درجہ شرمسار ہون مین
یہ التجا ہے کہ بہر نبی و آلِ نبی — معاف کر مجھے تیرا قصوروار ہون مین
دلِ زمانہ تو رکھ صاف میری جانب سے — اگرچہ آئینۂ دہر کا غبار ہون مین
خلش کسی کی بھی دل مین نہ مجھ سے پیدا ہو — اگرچہ گلشنِ عالم مین مثلِ خار ہون مین
زبان چاہتی ہے مانگے مغفرت کی دعا — صدا یہ آتی ہے دل سے خطا شعار ہون مین
کسی کمال کا دعوی نہین معاذ اللہ — غرور خاک کرون ننگ روزگار ہون مین
میرا کلام ہو مقبولِ اہلِ دل یارب — ترے کرم سے بس اتنا امیدوار ہون مین

قطعہ تاریخ

فرخ آباد اور یارانِ شفیق — چھٹ گئے سب گردشِ تقدیر سے
آئے باندہ مین مقید ہو کے ہم — سو طرح کی ذلت و تحقیر سے
جسقدر احباب خالص تھے وہان — در گزر کرتے نہ تھے تدبیر سے
یہ کہون کیا کاوشِ اہلِ نفاق — تھے وہ خونریزی مین بڑھکر تیر سے
کچھ بشد اند قید کے کہدون اگر — خون ٹپکے ہر لبِ تقریر سے
باندہ کے زندان مین لاکھون ستم — سہتے تھے ہم گردشِ تقدیر سے
کوٹھری تاریک پائی مثلِ قبر — تنگ تر تھی حلقۂ زنجیر سے
بول و غائط کی جگہ بستر کے پاس — تھی نجس تر خانۂ خنزیر سے
کیا تیمم کیا وضو ممکن نہ تھا — کیسے طاہر رہتے کس تدبیر سے
ترکِ افیون سے اذیت جو ہوئی — ہے فزون اندازۂ تحریر سے
سختی نزع یہودی و مجوس — سہل تھی اُس سختئ تقدیر سے
کوٹھری مین گرمی دوزخ سی فزون — دست و پا بدتر تھے آتشگیر سے

کانپتے تھے موسمِ سرما مین یون | جیسے عریان سردیِ کشمیر سے
محنت و مزدوری و تکلیف و رنج | تھا زیادہ حیطۂ تحریر سے
اس جہنم کے موکل سب کے سب | دشمنی رکھتے تھے بے تقصیر سے
قاتلِ اشراف و اہلِ علم تھے | رنج پہنچاتے تھے ہر تدبیر سے
جل مین ٹھگ بدیا مین بے بدل | نقد جان کو چھین لین تزویر سے
پھر الہ آباد مین بھجوا دیا | ظلم سے تلبیس سے تزویر سے
ننگی تلوارین کھچی تھین گرد و پیش | نوکین سنگینون کی بدتر تیر سے
جو الہ آباد مین گزرے ستم | ہین فزون تقریر سے تحریر سے
پھر ہوئے کلکتہ کو پیدل روان | گرتے پڑتے پاؤن کی زنجیر سے
ہتھکڑی ہاتھون مین بیڑی پاؤن مین | ناتوان ترقیس کی تصویر سے
راستے مین ظلمِ اعدا بیشمار | ہر گھڑی تھے شامتِ تقدیر سے
بے حواس و بے لباس و بے دیار | دل گرفتہ جورِ چرخِ پیر سے
نقشہ کلکتہ مین کھچوایا مرا | رنگ منہ کا اڑ گیا تصویر سے
کالے پانی مین جو پہنچے یک بیک | کٹ گئی قیدِ ستم تقدیر سے
یہ کہی تاریخ ہم نے اے منیر | صاف نکلے خانۂ زنجیر سے

رباعیات

دم ناک مین عسرت سے مرا ہو کب تک | حقہ نہ ملے پینے کو اچھا کب تک
تا چند لپیٹون دھجیان نیچہ پر | بدلا کرون پوستِ استخوان کب تک

دل آتشِ مطبخ سے جلانا ٹھہرا | غم کھانے سے بھی سوا یہ کھانا ٹھہرا
کیونکر طمع کی پھر دال گلے | اپنے ہاتھون سے جب پکانا ٹھہرا

ہر چند کہ ہم دل کے کڑے ہوتے ہین | جاڑے کے مگر صدمے بڑے ہوتے ہین

سردی کا خوف دیکھو عریانی میں | کمل کے بھی رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں
ہر خارِ سرِ رہ کو نشتر سمجھو | پھرتے ہو جو ننگے پاؤں بہتر سمجھو

نالش نہ کرو برہنہ پائی کی منیر | ہر آبلہ موزے کے برابر سمجھو
لذت کی زبان سے جدائی ٹھہری | روکھے کھانے سے آشنائی ٹھہری
گھی کی صورت نظر نہیں آتی منیر | شیرِ کنجشک کی ملائی ٹھہری

پڑتی نہیں کانوں میں مزے کی باتیں | اب سنتے ہیں تجھ سے روکھی سوکھی باتیں
کہتا ہے منیر اے لبِ نان یہ بتا | کیا ہو گئیں تری چکنی چپڑی باتیں
ہر طرح ہے راحت میں خلل ان روزوں | بے حقہ کے پڑتی نہیں کل ان روزوں

ہمدم ہوں میں دردِ آہِ سوزاں سے منیر | تنجا لہ لب ہے ناریل ان روزوں

تنباکو بھی ہوا ہے کڑوا ہم سے | رک رک کر بولتا ہے حقا ہم سے
برسات میں کس غضب کی گرمی ہے منیر ۵ | جھلوانے لگی آگ بھی پنکھا ہم سے
حقہ اور دن کو تو میسر ہے یہاں | پر دردِ جگر کام و زبان پر ہے یہاں
دیکھو یہ غضب ایک چلم تنباکو ۶ | اک نافۂ مشک کے برابر ہے یہاں
زندان میں تو ہم اسیرِ مجہول آئے | کس طور سے نیند حسبِ معمول آئے
گھر سے نکلے جو بچو اسی میں منیر ۷ | خوابِ راحت پلنگ پر بھول آئے
پہلے ہوئی چھ روپے ہماری تنخواہ | پھر آٹھ سے دس ہوئی خدا ہے گواہ
ننانوے کا پھیر رہا قید میں بھی | لاحول ولا قوۃ الا باللہ
ہر چند محاسبوں میں کم وقعت ہیں | پر قیدیوں کے کفیلِ کیفیت ہیں
لکھ دیتے ہیں رہائی و اسیری سب کی | ہم نقل نویسِ دفترِ قسمت ہیں

انتخاب

از

کلیاتِ مومن

نثر

مومن

مومن خان نام - مومن تخلص - یہ شخص معجون مرکب تھا - شاہ عبدالعزیز نے انکے پیدا ہونے کے وقت کان مین اذان دی اور انھین نے مومن خان نام رکھا - شاہ عبدالقادر صاحب سے عربی کتابین پڑھین - پھر فنِ طب جو آبائی پیشہ تھا اُسکی طرف توجہ کی اور کمال حاصل کیا - علم نجوم مین انکو ایسا ملکہ تھا کہ دور دور تک کوئی انکا مدِ مقابل نہ تھا - شروع شروع عاشقی کی طرف طبیعت مائل ہوئی - تمام دیوان انکا عاشقانہ مضامین سے بھرا ہوا ہے - پھر نوجوانی ہی مین طبیعت نے پلٹا کھایا مولوی محمد اسماعیل صاحب کے مرشد مولانا سید احمد صاحب بریلوی کے یہ مرید ہوئے اور اخیر اخیر برگزیدگی مین شہرۂ آفاق ہوئے -

یہ شاعر حافظہ کا بہت قوی تھا - شعر پڑھنے کا انداز نرالا رکھتا تھا - کسی امیر کی درباداری کبھی نہ کی اور نہ کسی امیر کی مدح مین قصیدہ لکھا صرف ایک مرتبہ رئیس پٹیالہ کی مدح مین ایک قصیدہ لکھا وہ بھی مدحیہ نہین ہے شکریہ کے طور پر ہے رئیس نے ایک ہتھنی بلا طلب انکے نذر کی - انکی طبیعت غیور تھی اسکا صلہ سخن مین دیا - دلی انکا مولد تھا - دلی سے باہر جانے کا بھی اتفاق ہوا - رام پور مین بھی یہ پہنچے تھے - راجہ کپور تھلہ نے تین سو روپیہ مہینے پر انھین بُلایا تھا لیکن اس خیال سے کہ یہی تنخواہ ایک گویے کی بھی تھی نہ گئے - شرفاے دلی سے تھے اور بڑی عزت رکھتے تھے - سنہ ۱۲۶۸ ہجری وفات -

غزلیات وابیات

لگے خدنگ جب اس نالۂ سحر کا سا — فلک کا حال نہ ہو کیا مرے جگر کا سا

نہ جاؤں گا کبھی جنت میں میں نہ جاؤں گا — اگر نہ ہوئے گا نقشہ تمھارے گھر کا سا

خبر نہیں کہ اُسے کیا ہوا پھر اُس در پر — نشانِ پا نظر آتا ہے نامہ بر کا سا

دل ایسے شوخ کو مومن نے دیدیا کہ وہ ہے — محبِ حسین کا دل رکھے ہے شمر کا سا

اور ایسا کوئی کیا بے سر و سامان ہوگا — کہ مجھے زہر بھی دیجے گا تو احسان ہوگا

خواہش مرگ ہوا اتنا نہ ستانا ورنہ — دل میں پھر تیرے سوا اور بھی ارمان ہوگا

کیا ستاتے ہو کہ ہے ہجر میں جینا مشکل — تم سے بیرحم پہ مرنے سے تو آسان ہوگا

آخر امید ہی سے چارۂ حرمان ہوگا — مرگ کی آس پہ جینا شب ہجران ہوگا

درد ہی جان کی عوض ہر رگ و پے میں ساری — چارہ گر ہم نہیں ہونے کے جو درمان ہوگا

دوستی اُس صنمِ آفتِ ایمان سے کرے — مومن ایسا بھی کوئی دشمن ایمان ہوگا

ٹانکنے چاکِ گریبان کو تو ہر بار لگا — ہاتھ کٹواؤں جو ناصح رہے اب تار لگا

تو کسی کا بھی خریدار نہیں، پر ظالم — سر فروشوں کا ترے کوچے میں بازار لگا

کعبہ سے جانبِ بت خانہ پھر آیا مومن — کیا کرے جی نہ کسی طرح سے زنہار لگا

زرد منھ دکھلا دیا غم کا اثر دکھلا دیا — آج ہم نے اُسکو اپنا زور و زر دکھلا دیا

موت کے صدقے کہ وہ بے پردہ آگئی لاش پر — جو نہ دیکھا تھا تماشا عمر بھر دکھلا دیا

نام الفت کا نہ لونگا جب تلک ہے دم میں دم — تو نے چاہت کا مزا اے فتنہ گر دکھلا دیا

دیکھیں گے مومن یہ ہم ایمان بالغیب آپکا — اُس بتِ پردہ نشین نے جلوہ گر دکھلا دیا

جون [illegible] گل جنبش ہی جی کا نکل جانا — اے باد صبا میری کروٹ تو بدل جانا

عشق اُنکی بلا جانے عاشق ہوں تو پہچانیں — تو مجکو اطبّا نے سودے کا خلل جانا

دم نکلنے کی طاقت ہی بیمارِ محبت سے ہے ۔ اتنا بھی غنیمت ہے مومن کا سنبھل جانا

تجھے ہمین مومن کی خودداری پہ کیا کیا اعتماد ۔ کیا خبر تھی یہ کہ یون محوِ بتان ہو جائیگا

سب نے کیون کر کہ ہے سب کار اُلٹا ۔ ہم اُلٹے بات اُلٹی یار اُلٹا

بے طاقتی سے مجھ مین نہین تابِ التفات ۔ بیہودہ فکرِ جورِ دگر امتحان ہی اب

پنجۂ شانہ سے تو زلفِ گرہ گیر نہ کھینچ ۔ دل سے دیوانے کو مت چھیڑ یہ زنجیر نہ کھینچ

ہم تو سمجھے نہین تا شام وہ آئے بھی تو کیا ۔ اے دعاے سحری منت تاثیر نہ کھینچ

روزِ غم کون بھلا آن کے ہوتا ہی شریک ۔ انتظارِ اثراے نالۂ شبگیر نہ کھینچ

مومن آ کیشِ محبت مین کہ ہی سب جائز ۔ حسرتِ حرمتِ صہبا و مزامیر نہ کھینچ

کھا گیا ہی غمِ بتان افسوس ۔ گھل گئی غم کے مارے جان افسوس

میرے مرنے سے بھی وہ خوش نہوا ۔ جی گیا یون ہی رایگان افسوس

گلِ داغِ جنون کھلے بھی نہ تھے ۔ آ گئی باغ مین خزان افسوس

موت بھی ہو گئی ہی پردہ نشین ۔ راز رہتا نہین نہان افسوس

تھا عجب کوئی آدمی مومن ۔ مر گیا کیا ہی نوجوان افسوس

قہر ہے موت ہی قضا ہے عشق ۔ سچ تو یون ہے بُری بلا ہی عشق

وصل مین احتمالِ شادیِ مرگ ۔ چارہ گر دردِ بے دوا ہے عشق

ہمکو ترجیح تم پہ ہے یعنی ۔ دل ربا حسن و جان ربا ہے عشق

اب تو دل عشق کا مزا چکھا ۔ ہم نہ کہتے تھے کیون بُرا ہی عشق

قیس و فرہاد و وامق و مومن ۔ مر گئے سب ہی کیا وبا ہی عشق

امتحان کے لیے جفا کب تک ۔ التفاتِ ستم نما کب تک

مجھ سے عاشق نہین ہے کچھ ظالم ۔ صبر آخر کرے وفا کب تک

تجھکو خو ہو گئی بُرائی کی ۔ در گزر کیجیے بھلا کب تک

مرچلے اب تو اُس صنم سے ملین | مومن اندیشۂ خدا کب تک

مردِ عشقِ ستیزہ کار ہے دل | ملک الموت سے دوچار ہے دل

بسکہ مشتاق نازِ یار ہے دل | ستم آموزِ روزگار ہے دل

وصلِ جانان نہین سوائے خیال | ہم ہین مایوس امیدوار ہے دل

شبِ ہجران کو سمجھے روزِ جزا | مومن ایسا سیاہ کار ہے دل

کیا کرون کیون کر کرون ناصح رُکا جاتا ہے دل | پیش کیا چلتی ہے اُس سے جس پر آجاتا ہے دل

چاہتا ہون مین تو مسجد مین رہون مومن مگر | کیا کرون بتخانہ کی جانب کھنچا جاتا ہے دل

جو پہلے دن ہی سے دل کا کہا نہ کرتے ہم | تو اب یہ لوگون کی باتین سنا نہ کرتے ہم

اگر نہ ہاتھ مین اُس دلربا کے دل دیتے | تو دل پہ ہاتھ سدا دھر لیا نہ کرتے ہم

اُس آفتِ دل وجان پر اگر نہ مرجاتے | تو اپنے مرنے کی ہر دم دعا نہ کرتے ہم

اگر نہ دیکھتے وہ پیاری پیاری صورت آہ | تو ایک ایک کے مُنہ کو تکا نہ کرتے ہم

جو غم بتون کا نہ ہوتا تری طرح مومن | تو دیکھ چرخ کو ہے ہے خدا نہ کرتے ہم

ٹھانی تھی دل مین اب نہ ملین گے کسی سے ہم | پر کیا کرین کہ ہوگئے ناچار جی سے ہم

ہنستے جو دیکھتے ہین کسی کو کسی سے ہم | منہ دیکھ دیکھ روتے ہین کس بیکسی سے ہم

کب چھوڑتے ہین اُس ستم ایجاد کے قدم | سر ہے ہمارا اور ہین جلاد کے قدم

مانے نہ مانے منع تماشا سے دل کرون | مین غیر تو نہین کہ تماشا سے دل کرون

ہو جان بھی جاکے کچھ تو مداوائے دل کرون | کب تک مین دل پہ ہاتھ دھرے دل کرون

چھٹتا ہی جیتے جی کوئی زنجیرِ زلف سے | دیوانہ ہون کہ چارۂ سودائے دل کرون

اُس بت کو ترکِ دین سے نہین مومن اعتماد | کیون کر نہ مین شکایتِ اعدائے دل کرون

[illegible] ہو کر نمک کو بے وفا کہنے کو ہین | کھل گئے زخمون کے مُنہ کس کے بُرا کہنے کو ہین

دیکھنا کس حال سے کس حال کو پہنچا دیا | بخت تیرے عاشقون کے نارسا کہنے کو ہین

ہو گئے نام بتان سنتے ہی مومن بیقرار — ہم نہ کہتے تھے کہ حضرت پارسا کہنے کو ہین

ہو گئی گھر مین خبر ہی منع وہان جانا ہمین — وہ بھی رسوا ہو خدا جس نے کیا رسوا ہمین

اُس نام کے صدقے جسکی دولت — مومن رہون اور بتون کو چاہون

سہو تو نے بیٹھے بٹھائے خراب لے مومن — لڑا نہ اُس بُتِ خانہ خراب سے آنکھین

یہ قدرت ضعف مین بھی ہی فغان کو — کہ دے پٹکے زمین پر آسمان کو

وفا سکھلا رہے گا دل ہمارا — تمھاری خاطرِ نا مہربان کو

دلِ مضطر کی بیتابی نے مارا — کہان سے لاؤن اُس آرامِ جان کو

سُن اے مومن یہ ایمان ہی ہمارا — نہ کہنا کفر پھر عشقِ بتان کو

وہ جو ہم مین تم مین قرار تھا تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو — وہی یعنی وعدہ نباہ کا تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو

وہ جو لطف مجھ پہ تھے بیشتر وہ کرم کہ تھا مرے حال پر — مجھے سب ہے یاد ذرا ذرا تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو

وہ نئے گلے وہ شکایتین وہ مزے مزے کی حکایتین — وہ ہر ایک بات پہ روٹھنا تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو

کبھی ہم مین تم مین بھی چاہ تھی کبھی ہم سے تم سے بھی راہ تھی — کبھی ہم بھی تم بھی تھے آشنا تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو

جسے آپ کہتے تھے آشنا جسے آپ کہتے تھے باوفا — مین وہی ہون مومن مبتلا تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو

اے ناصحو آ ہی گیا وہ فتنۂ ایام لو — ہمکو کہتے تھے بھلا اب تم تو دل کو تھام لو

کیا قہر ہی کبتک کوئی رہجائے آنسو پی کے یون — ہنس ہنس کے میرے آگے تم دستِ عدو سے جام لو

مومن تم اور عشقِ بتان اے پیر و مرشد خیر ہی — یہ ذکر اور منہ آپ کا صاحب خدا کا نام لو

چل پرے ہٹ مجھے نہ دکھلا مُنھ — اے شبِ ہجر تیرا کالا مُنھ

بات پوری بھی مُنھ سے نکلی نہین — آپ نے گالیون پہ کھولا مُنھ

شبِ غم کا بیان کیا کیجیے — ہی بڑی بات اور چھوٹا مُنھ

جب کہا یار سے دکھا صورت — ہنس کے بولا کہ دیکھو اپنا مُنھ

پھر گئی آنکھ مثلِ قبلہ نما — جس طرف اُس صنم نے پھیرا مُنھ

سنگِ اسود نہین ہے چشمِ بتان — بوسہ مومن طلب کرے کیا منہ

ہو صورتِ خاک جی لگنے کی جنت مین بھلا من — مری نظرون مین ہے شاہِ جہان آباد کا نقشہ

خوشی نہ ہو مجھے کیونکر قضا کے آنے کی — خبر ہے لعش پہ اُس بیوفا کے آنے کی

نہ جاے کیون دلِ مرغِ چمن کہ سیکھ گئی — بہار وضع تری مسکرا کے آنے کی

مجھے یہ ڈر ہے کہ مومن کہین نہ کہتا ہو — مری تسلی کو روزِ جزا کے آنے کی

دفن جب خاک مین ہم سوختہ ساماں ہونگے — فلس ماہی کے گلِ شمع شبستان ہونگے

ناوک انداز جدھر دیدۂ جانان ہونگے — نیم بسمل کئی ہونگے کئی بیجان ہونگے

تو کہان جاے گی؟ کچھ اپنا ٹھکانا کرلے — ہم تو کل خوابِ عدم مین شبِ ہجران ہونگے

منتِ حضرتِ عیسی نہ اُٹھائینگے کبھی — زندگی کے لیے شرمندۂ احسان ہونگے؟

ناصحا دل مین تو اتنا تو سمجھ اپنے کہ ہم — لاکھ نادان ہوئے کیا تجھ سے بھی نادان ہونگے

ایک ہم ہین کہ ہوئے ایسے پشیمان کہ بس — ایک وہ ہین کہ جنھین چاہ کے ارمان ہونگے

پھر بہار آئی وہی دشت نوردی ہوگی — پھر وہی پاؤن وہی خارِ مغیلان ہونگے

عمر ساری تو کٹی عشقِ بتان مین مومن — آخری وقت مین کیا خاک مسلمان ہونگے؟

آج اُس بزم مین طوفان اُٹھا کے اُٹھے — یہان تلک روئے کہ اُسکو بھی رلا کے اُٹھے

جی ہی مانند نشانِ کفِ پا بیٹھ گیا — پاؤن کیا کوچہ سے اُس ہوش ربا کے اُٹھے

شعر مومن کے پڑھے بیٹھ کے اُسکے آگے — خوب احوالِ دلِ زار سُنا کے اُٹھے

تسلی و دمِ واپسین ہو چکی — ہمین ہو چکی جب نہین ہو چکی

قلق کشتہ سخت جانی ہے پھر — امیدِ اجل آفرین ہو چکی

یہان دم نہین شوقِ سرِ قتل کر — مری خون سے تر آستین ہو چکی

نہین ہے مومن وہ کافر صنم — بس اب پاسبانیِ دین ہو چکی

[illegible] یہ کہین منتِ اعدا نہ کرین گے — کیا کیا نہ کیا عشق مین کیا کیا نہ کرین گے

ہنس ہنس کے وہ مجھ سے ہی مرقتل کی ہا | اس طرح سے کرتے ہین کہ گویا نہ کرین گے
کیا نامہ مین لکھون دل وابستہ کا احوال | معلوم ہر پہلے ہی کہ وہ وا نہ کرین گے
رکھ لیوین گے پتھر مگر ان سنگدلون کو | چھاتی سے لگانے کی تمنا نہ کرین گے

نہ کٹی ہم سے شب جدائی کی | کتنی ہی طاقت آزمائی کی
کیون بُرا کہتے ہو بھلا ناصح | مین نے حضرت سے کیا بُرائی کی
مومن آؤ تمھین بھی دکھلادون | سیر بُت خانہ مین خدائی کی

لچھی ریشم کی نہ ہاتھون مین پہن | دیکھ نازک ہے کلائی تیری

پھر محبت مین مزا آتا ہے | کیون نہ کھائین ہمین غم بھاتا ہر
کس سے پھر وعدہ وصلت ہر کہ دل | میرے ملنے کی قسم کھاتا ہر
پھر ہون دیوانہ ہیجد کس کا | خار تلوے مرے سہلاتا ہر
پھر دل اک بت کو دیا مومن نے | کب وہ ان باتون سے باز آتا ہر

جوش وحشت سے ہے یہی تو اکیدن | اولجھین گی زلف دوتا سے تیری
مومن اُس بُت سے مگر ناہی نہ تھا | بن چکی بات خدا سے تیری

واسوخت

اے ستمگر کہان تلک بیداد | سر پامالِ عاشقِ ناشاد
قول دینا عدو کو حسبِ مراد | مرگیا تیرے ہاتھ سے فرہاد
فکرِ جور و سرِ جفا کب تک | ہیوفا غیر سے وفا کب تک
اب بھی آجانے دے دل آزاری | چھوڑ دے خودسری و خونخواری
دیکھ اچھی نہین ستمگاری | نہ بڑے صبرِ نالہ و زاری
کہین تو بھی نہ دل کو کھو بیٹھے | کہین آنکھون کو یون نہ رو بیٹھے
کچھ زمانے کا اعتبار نہین | دورِ گردون پہ اختیار نہین

عشرتِ دہر پایدار نہین   چرخ کو ایک دم قرار نہین
ہو نہ جاے ہماری بات بڑی   کبھی دن ہے کبھی ہے رات بڑی
حسن آخر ہی بیوفا رہے   چہرہ گلرنگ دبا صفا رہے
شوخیِ نازش و ادا رہے   لبِ شیرین مین کچھ مزا رہے
شور اُٹھے نہ خوشخرامی سے   نہ حلاوت ہو تلخکامی سے
طرۂ یار سپید سا ہوجاے   کاش ایک جان کی بلا ہوجاے
زلف کے بدلے قد دوتا ہوجاے   خوشنما چہرہ بدنما ہوجاے
آپ ہم کی عوض پریشان ہو   روے آئینہ وار حیران ہو
تیغِ ابرو سے دل فگار نہ ہو   تیرِ مژگان جگر کے پار نہ ہو
خنجرِ غمزہ زخم پار نہ ہو   کوئی دنیا مین جان نثار نہ ہو
ایک قلق طبعِ نازنین پہ رہے   بے ارادے شکن جبین پہ رہے
کلفت آجاے ماہِ کامل مین   داغ رُخ لالہ کے مقابل مین
غنچہ ہو گلرخون کی محفل مین   مثل سنبل شکن پڑین دل مین
جلوہ بے بدل بدل جائے   زلفِ خوش خم کا بل نکل جائے
چھوڑنے کی مرے ندامت ہو   آپ کو دمبدم ملامت ہو
بیٹھتے اُٹھتے ایک قیامت ہو   پھر ملے تجھ سے کس کی شامت ہو
یون غضب مین رہے بلا میری   یہ مصیبت سے بلا میری
فکرِ انجام سے نہ ہو افغان   مجھ سے ملجا تو میرا کہنا مان
اس زمانے کو ظالم اپنا جان   دل مین اپنے ذرا سمجھ نادان
کب فلک کوئی نامراد رہے   بھول جاؤن گا مین بھی یاد رہے
…ب یہ خواہش ستمہاے نہان کی حد بھی   قوتِ کشمکش آہ و فغان کی حد بھی

کچھ فریبِ دلِ بیتاب و تواں کی حد بھی | ضبطِ سوزانِ نفسِ شعلہ فشاں کی حد بھی
کیونکہ خالی نکردن جی کہ بھر آتا ہے | پیش چلتی جو نہیں غصہ چلا آتا ہے
کب تلک کوئی نہ سرگرمِ حکایت ہووے | کب تلک لب نہ شرر ریزِ شکایت ہووے
ہو تحمل جو تحمل کی نہایت ہووے | کیجیے صبر اگر صبر کی غایت ہووے
کچھ زباں بھی تو نہیں زور کہ چل بھی سکے | غم کچھ ارمان نہیں ہے کہ نکل بھی سکے
جب سے عاشق ہوئے ہم رنج نہ پائے کیا کیا | لب پہ آئے نہ گلے جی میں گر آئے کیا کیا
کیا کہیں آہ کہ خاطر میں نہ لائے کیا کیا | جب تلک تاب رہی ناز اٹھائے کیا کیا
پر نہیں حوصلۂ سیمِ ستم بھی اب تو | بیوفا ہاے ہوئے جاتے ہیں ہم بھی اب تو
دل مرے کہنے میں ہووے تو کچھ اب بھی نکہوں | پر بگڑ ہی گئی جب بات تو کیوں بات سہوں
اسکو بھی چاہیے طاقت کہ میں چپ بیٹھ رہوں | کچھ بن آتی ہی نہیں ہاے عجب پیچ میں ہوں
دل یہ کیا ہاتھ دھروں ہاتھ ہی قابو میں نہیں | سر رہے کس پہ کہ حالت مری زانو میں نہیں
دل ہے یا دشمنِ جانی کہ ستاتا ہے مجھے | داغ ہے یا تپِ غیرت کہ جلاتا ہے مجھے
جوش ہے یا شبِ وعدہ کہ بھر آتا ہے مجھے | شکوہ ہے یا خبرِ وصل کہ بھاتا ہے مجھے
غش مگر اسکا تصور ہے کہ آ جاتا ہے | جی بھی معشوق ہے گویا کہ چلا جاتا ہے
ہم پہ جو گزرے تعلق اسکی بلا سے گزرے | جان سے جائیں وہ لے وہ نہ جفا سے گزرے
ہر وفا سے یہی حاصل تو وفا سے گزرے | کب تلک کچھ نہ کہیں ایسی حیا سے گزرے
پاسِ ناموس ہمیں کیوں ہے جو انکو بھی نہیں | جس نظر سے کہ لحاظ آئے تھا اب وہ بھی نہیں
ملک الموت بھی آتا نہیں ہاں کیا کیجے | کچھ توقع نہیں دلجوئی جاں کیا کیجے
نہیں کہنے میں زباں منعِ زباں کیا کیجے | دم ہی باقی نہ رہا ضبطِ فغاں کیا کیجے
نالہ گرم و دمِ سرد کی طغیانی سے ہے | کوئی دن اور جو دنیا کی ہوا کھاتی ہے
دل کو اس دشمنِ جانی سے لگانا ہی نہ تھا | باتوں پر اس لبِ دمباز کے جانا ہی نہ تھا

دم مین اُس چشمِ سخن ساز کے آنا ہی نہ تھا | جو رقم سہنے تھے یہ قصہ بڑھانا ہی نہ تھا
اب بھی اے کاش کچھ ایسا ہو کہ جھگڑا جائے | رحم آجائے اُسے یا مجھے صبر آجائے

خوب کرتے ہین کہ وہ ظلم کیے جاتے ہین | رنج دینے کو دل اور دن کیے لیے جاتے ہین
دادِ بیرحمی و بیداد دیے جاتے ہین | ہم بھی ایک اتنی توقع پہ جیے جاتے ہین
کہ جو ہو اُنکی ملاقات تو بدلا لے لین | جنسے وہ خوب لیے جائین وہ طعنے دیلین

چشمِ فتان نگہِ شوخ وہ شرما جائے | عرقِ شرم کے طوفان مین ڈوبا جائے
جی یہ کچھ ایسی بنے رُخ پہ تغیر آجائے | بگڑے یہ چہرہ کہ مجھ سے بھی نہ دیکھا جائے
ہووے یہ رنگ کہ پھر منہ وہ دکھا ہی نہ سکے | سر کو زانو سے مری طرح اُٹھا ہی نہ سکے

اے چارہ گر اُچک کہ دمِ چارہ گری ہے | مین جان سے مرتا ہون تجھے بیخبری ہے
کیون پہلے ہی درمان سے یقین بے اثری ہے | اپنی سی تو کر دیکھ عبث نسخہ دری ہے
ہو جاؤن مین جانبر تو تری ناموری ہے | یون دعوی بے صرفہ تو بیہودہ سری ہے
گر ہم سے مریضون کی دوا ہو تو جانے | بیمارِ محبت کو شفا ہووے تو جانے

ہر چند کہ درمان ہی نہین عشق بتان کا | زخمِ دلِ مجروح پہ لگتا نہین ٹانکا
مرنا قلق ہجر مین بچنا ہی یہان کا | پر شکر ہوا سہل علاج اپنی تو جان کا
وہ حال نہین ہے دلِ بیتاب تو ان کا | تھمتا نظر آتا ہے لہو زخم نہان کا
تاثیر دوا اب تری کر جائے تو کر جائے | ہر چند کہ ناسور ہی بھر جائے تو بھر جائے

یعنی کہ دل اُس دشمنِ جانی سے بھرا اب | گو تھا مرض الموت یہ ممکن ہے شفا اب
بیطاقتی جان نہین آزار فزا اب | سینے سے مرے ہاتھ جدا ہونے لگا اب
وہ عشق کی خاطر ہے نہ وہ پاسِ وفا اب | وہ فتنہ کی الفت ہے نہ وہ شوقِ بلا اب
کچھ کام نہین پیچ و خمِ زلفِ دوتا سے | کھایا کرے بل سیکڑون اب میری بلا سے

ایک عمر تلک زیست سے بیزار رہا مین | سر مشقِ غم و وقفِ صد آزار رہا مین

معشوق کے پرہیز سے بیمار رہا ہین
بے جرم جفاؤن کے سزاوار رہا ہین

کیا کیا نہ مصیبت ہین گرفتار رہا ہین
افسردہ دل گرمی اغیار رہا ہین

آخر تپش اس آتش خاموش ہین آئی
جان گرمی غیرت سے غضب جوش مین آئی

متفرقات

ساقی مے سرخ رائگان ہی
خم بھر سے کہ چشم خونفشان ہی

اُٹھے بھی نہ تھے کہ گر پڑے ہم
کیا لغزش پا زمان زمان ہی

اے ہمدم جان نواز تجھ سے
کیا دل کی کہون مین دل کہان ہی

چھوڑ مجھے چلا گیا دل
ہے اُس سے زیادہ بیوفا دل

دیتا ہون دم ایسے فتنہ گر پر
انصاف سے دیکھنا مرا دل

اُس چشم نے کر دیا خراب آہ
تھا ورنہ بہت ہی پارسا دل

اے محرم راز کیا کہون مین
کس آفت جان سے لگا دل

دن پھرتے کہین اگر مرے بھی
کیا گردش روزگار ہوتا؟

اے پند شعار ہوش ہین آ
کوئی بھی ہے آپ خوار ہوتا

ہم کاہے کو دل کو جانے دیتے
اپنا اگر اختیار ہوتا

ساقی نامہ

ساقیا زہر پلا دے مجکو
شربت مرگ چکھا دے مجکو

ہان سیہ مستی حرمان پہ نگاہ
دے وہ مے یعنی کف مار سیاہ

تلخی یاس عیادت کب تک
حسرت ذوق شہادت کب تک

کیا ذرا سودۂ الماس نہین
سچ ہلاہل ترے کچھ پاس نہین

گر یہان ہے تو اُٹھا لا جلدی
اور نہین پاس تو جا لا جلدی

کیا خمار خفقان ہے ظالم
بس چلا جی تو کہان ہے ظالم

بھر دے اک جام کہ مر جاؤن ابھی
بھول کر آپ مین آؤن نہ کبھی

کاسۂ عمر کا بھرنا اچھا — ایسے جینے سے تو مرنا اچھا
کاش مر جاؤں کہ چین آئے کہیں — بد دماغی سے سر زیست نہیں
کب تلک نزع کی حالت میں رہوں — کب تلک یوں ستم مرگ سہوں
کب تلک چشم سے خون ہو جاری — کب تلک درد کرے دلداری
عمر برباد نہ جائے ای کاش — دل کی آئی مجھے آئے ای کاش
ہائے یہ ظلم سہا کیونکر جائے — ۶ — مین جیون اور مرا دل مر جائے
جان ہمہ رنج و سراپا غم ہے — رنج سا رنج ہی غم سا غم ہے؟
دیکھتا ہون عجب احوال اپنا — کیا ہون کس سے کہوں حال اپنا
درد ہجران سے سبھی کو ہی فراغ — بات پوچھے کوئی یہ کسکو دماغ
سب ہیں بیدرد انھیں کسکا غم ہے — غم دوران کا کسی کو کیا غم ہے
کون پوچھے ہے کسی کا احوال — جانتے ہم ہیں سبھی کا احوال
کون سنتا ہے فغان درویش — ۷ — قہر درویش بجان درویش
کوئی ناشاد ہو یا ہو ناکام — اپنے سب خوش ہیں کسی کو کیا کام
کوئی ہمدم ہے نہ دمساز مرا — کوئی محرم ہے نہ ہمراز مرا
کوئی اتنا نہیں جو حال سنے — متوجہ ہو کچھ احوال سنے
کوئی اتنا نہیں جو چارہ کرے — ۸ — چارہ مومن آوارہ کرے
چارہ گر ہو نہ سکے فکر تو ہو — وصل جانان نہ سہی ذکر تو ہو
ماجرا سنکے مرا رونے لگے — روتے دیکھے تو زرا رونے لگے
سینۂ چاک کا گر ہو نہ رفو — ۹ — ٹانک دے چاک گریبان تو کچھو
چشم خونریز سے خون پاک کرے — پیرہن ساتھ مرے خاک کرے
دل ہو مضطر تو نہ آرام سے وہ — مین جو تڑپوں تو زرا تھام لے وہ

نرم سا کچھ تہِ پہلو رکھدے سر کو تکیون تو وہ زانو رکھدے
کچھ کرے بات زرا بہلا ئیے جی کسی ڈھب سے مرا بہلائیے
ہائے مین ڈھونڈھ کے لاؤن کسکو ماجرا اپنا سناؤن کسکو
کون میرا مگر اپنا ہون مین عاشقِ بیکس و تنہا ہون مین
اِس تکلم سے یہ مطلب ہے مرا جو سُنے سمجھے وہ افسانہ مرا
گو کہین ہو وہ کسی جا ہووے دل مین یہ درد زرا سا ہووے
ہو یہ مجھسا وہ نہ ہو دیوانہ تا سُنے سمجھے مرا افسانہ
اُسکو پہنچا ہو جدائی کا درد تا وہ جانے کہ ہے اسمین کیا درد
ماجرائے غمِ ہجران سمجھے سرگزشتِ شبِ ہجران سمجھے
بات کچھ میری زبانی سُن لے غور سے ساری کہانی سُن لے
سب مضامین و معانی سوچے مطلبِ رازِ نہانی سوچے
نہ کہانی نہ یہ ہے افسانہ داد و بیداد ہے مظلومانہ

رباعیات

مومن شوقِ گناہگاری کب تک اے تیرہ درون سیاہ کاری کب تک
ہان اپنے خدا کو باز آ ہر خدا اے دشمنِ دین بتون سے یاری کب تک

جو یہ ہے بخار کا سبب ہے نہ کہو یہ بات جگر سوز غضب ہے نہ کہو
معلوم نہین تمکو طبیبو احوال جلتا ہون یہ کہنے سے کہ تپ ہے نہ کہو

کب تک ربطِ بتانِ دلجو کی نباہ کب تک فکرِ حصولِ حشمت و جاہ
آتا ہے یہ جی مین چھوڑ سب کچھ مومن ایک کونے مین بیٹھے کیجے اللہ اللہ

مومن یون بھی کسی یہ مرتا ہے کوئی اس طرح بھی جان سے گزرتا ہے کوئی
خود کام کیا دل سمجھ کے تو نے دیا نادان ایسا بھی کام کرتا ہے کوئی

انتخاب

از

کلیاتِ میر تقی

دیوان۔ اوّل[۱]۔ دوم[۲]۔ سوم[۳]۔ چہارم[۴]۔ پنجم[۵]۔ ششم[۶]

اہ نشتر

محمد تقی نام - میر تخلص - شرفاے اکبرآباد سے تھے - یہ وہ شاعر ہے
جسکو سخن کا حکمت اُستاد کہنا چاہیے - ذوق لکھتا ہی -

ذوق یارون نے بہت زور غزل مین مارا　　نہوا پر نہوا میر کا انداز نصیب

غالب کہتے ہین -

غالب اپنا یہ عقیدہ ہی بقول ناسخ　　آپ بے بہرہ ہی جو معتقدِ میر نہین

باپ کے مرنے پر خان آرزو کے پاس جو انکے سوتیلے ماموں تھے دلی آئے
اور وہین پرورش پائی - دلی مین انکی بڑی قدر ہوئی خود شاہ عالم اور اُنکے
دربار کے امرا اور شرفا انکی تعظیم کرتے تھے لیکن خالی تعظیم سے انکا کام نہ چلا یہ
دلی سے لکھنؤ پہنچے - لکھنؤ مین انکی بڑی عزت ہوئی - رفتہ رفتہ نواب آصف الدولہ
تک رسائی ہوئی اور دو سو روپیہ مہینہ مقرر ہو گیا - مزاج کے بہت چھلے تھے بدماغی
اور نازک مزاجی نے دربار شاہی کی حاضری سے روکا اور گوشہ نشینی مین فقر و فاقہ
سے زندگی کے دن پورے کرنے لگے - سو برس کی عمر مین ۱۲۲۵ھ ہجری مین
فوت ہوئے -

غزلیات وابیات

الٹی ہوگئیں سب تدبیریں کچھ نہ دوا نے کام کیا
دیکھا اس بیماری دل نے آخر کام تمام کیا

عہد جوانی رو رو کاٹا، پیری میں لیں آنکھیں موند
یعنی رات بہت تھے جاگے، صبح ہوئی آرام کیا

یاں کے سفید و سیہ میں ہمکو دخل جو ہے سو اتنا ہے
رات کو رو رو صبح کیا یا دن کو جوں توں شام کیا

میر کے دین و مذہب کو اب پوچھتے کیا ہو اس نے تو
قشقہ کھینچا دیر میں بیٹھا تب ترک اسلام کیا

چمن میں گل نے جو کل دعوی جمال کیا
جمال یار نے منہ اسکا خوب لال کیا

فلک نے آہ تری رہ میں ہمکو پیدا کر ۱
برنگ سبزۂ نورستہ پائمال کیا

لگا نہ دل کو کہیں، کیا سنا نہیں تونے
جو کچھ کہ میر کا اس عاشقی نے حال کیا

وہ اک روش سے کھولے ہوئے بال ہوگیا
سنبل چمن کا مفت میں پامال ہوگیا

الجھاؤ پڑگیا جو ہمیں اسکے عشق میں ۲
دل سا عزیز جان کا جنجال ہوگیا

دعویٰ کیا تھا گل نے ترے رخ سے باغ میں
سیلی لگی صبا کی، سو منہ لال ہوگیا

قامت خمیدہ رنگ شکستہ بدن نزار
تیرا تو میر غم میں عجب حال ہوگیا

اتنا نہ تجھ سے ملتے، نہ دل کو کھو کے روتے
جیسا کیا تھا ہم نے، ویسا ہی یار پایا

کیا اعتبار یاں کا پھر اسکو خوار دیکھا
جس نے جہان میں آکر کچھ اعتبار پایا

آہوں کے شعلے جس جا اٹھتے تھے میر سے شب
واں جا کے صبح دیکھا مشت غبار پایا

ہمارے آگے ترا جب کسی نے نام لیا
دل ستم زدہ کو ہم نے تھام تھام لیا

وہ کج روش نہ ملا مجھ سے راستے میں کبھی
نہ سیدھی طرح سے اس نے مرا سلام لیا

مزا دکھاویں گے بے رحمی کا تری صیاد
گر اضطراب اسیری نے زیر دام لیا

اگرچہ گوشہ گزیں ہوں میں شاعروں میں میر
پہ میرے شور نے روئے زمیں تمام لیا

دل سے شوق رخ نکو نہ گیا
جھانکنا تاکنا کبھو نہ گیا

ہر قدم پر تھی اُسکی منزل پر — سر سے سوداے جستجو نہ گیا
سب گئے ہوش و صبر و تاب و توان — لیکن اے داغ دل سے تو نہ گیا
دل مین کتنے مسودے تھے ولے — ایک پیش اُسکے رو برو نہ گیا
سبحہ گردان ہی میر ہم تو رہے — دست کوتاہ تا سبو نہ گیا

راہ دردِ عشق مین روتا ہی کیا — آگے آگے دیکھیے ہوتا ہی کیا
قافلے مین صبح کے اک شور ہے — یعنے غافل ہم چلے سوتا ہی کیا
غیرت یوسف ہے یہ وقتِ عزیز — میر اُسکو رایگان کھوتا ہے کیا

بارہا گور دل جھکا لایا — اب کی شرطِ وفا بجا لایا
دل کہ بس ایک قطرۂ خون ہے — ایک عالم کے سر بلا لایا
دل مجھے اُس گلی مین لیجا کر ۳ — اور بھی خاک مین ملا لایا
اب تو جاتے ہین بتکدے سے میر — پھر ملین گے اگر خدا لایا

غم رہا جب تک کہ دم مین دم رہا — دل کے جانے کا نہایت غم رہا
جامۂ احرام زاہد پر نہ جا — تھا حرم مین جب بھی نامحرم رہا
میرے رونے کی حقیقت جسمین تھی ۴ — ایک مدت تک وہ کاغذ نم رہا
صبح پیری شام ہونے کو ہی میر — تو نہ چیتا یان بہت دن کم رہا

دل عشق کا ہمیشہ حریف نبرد تھا — اب جس جگہ کہ داغ ہے یان آگے درد تھا
دل کی شکستگی سے ڈرائیے رکھا ہمین — وان چین جبین پہ آئی کہ یان رنگ زرد تھا
عاشق ہین ہم تو میر کے بھی ضبطِ عشق کے — دل جل گیا تھا اور نفس لب پہ سرد تھا

دیکھ آرسی کو یار ہوا محوِ ناز کا — خانہ خراب ہوجیو آئینہ ساز کا
اس لطف سے نہ غنچۂ نرگس کھلا کبھو — کھلنا تو دیکھ اُس مژۂ نیم باز کا
کوتاہ تھا فسانہ جو مرجاتے ہم شتاب — جی پر وبال سب ہے یہ عمرِ دراز کا

پھر بھیر آج مسجدِ جامع کے تھے امام داغِ شراب دھوتے تھے کل جانماز کا

پھرنا ہے زندگی کے لیے آہ خوار کیا؟ اس وہم کے نمود کا ہے اعتبار کیا؟

کیا جانیں ہم اسیرِ قفس زاد لے نسیم گل کیسے باغ کہتے ہین کسکو بہار کیا؟

عاشق کے دل سے رکھئے تسلی کی چشم داشت ہے برق پارہ یہ اسے آوے قرار کیا؟

آخر زمانہ سازی سے کھویا نہ وقت میر یہ اختیار تم نے کیا روزگار کیا؟

یار ہے میر کا مگر گل سا کہ سحر نالہ کش ہے بلبل سا

کب تھی جرات رقیب کی اتنی تم نے بھی کچھ کیا تغافل سا

اک نگہ ایک چشمک ایک سخن، اسمین بھی تمکو ہے تامل سا

بارے ستون نے ہوشیاری کی دیکھے کچھ محتسب کا مُنھ چُھل سا

تو نے زنجیر پائی میر مگر رات سنتے رہے ہین ہم غل سا

ہوئین رسوائیان جسکے لیے چھوڑا دیار اپنا ہوا وہ بے مروت بیوفا ہرگز نہ یار اپنا،

اگرچہ خاک اُڑائی دیدۂ تر نے بیابان کی وے نکلا نہ خاطر خواہ رونے سے غبار اپنا

گیا وہ بوجھ سب، ہلکے ہوئے ہم میر آخر کو مناسب تھا نہ جانا اس گلی مین بار بار اپنا

چاک کر سینہ دل کو پھینک دیا کھینچے ایذا ہمیشہ کسکی بھلا؟

تمکو جیتا رکھے خدا اے یار مر گئے ہم تو کرتے کرتے وفا

اُٹھ گیا میر تو وہ بالین سے پھر مری جان مجھ مین کچھ نہ رہا

ہرجا بکھرا غبار ہمارا اُڑا ہوا تیری گلی مین لائی صبا تو بجا ہوا

آہ سحر نے دل کی نہ کھولی گرہ کبھی آخر نسیم سے بھی یہ غنچہ نہ وا ہوا

وہ میر اثر جو شورشِ دل مین تھے ہین کہان؟ نالے کیے جرس نے بہت سے تو کیا ہوا؟

آئندہ تک رہے گا گلا ہو گئی عید تو گلے نہ ملا

ڈوبے لو ہوئین دیکھتے سرِ خار حیف کوئی بھی آبلہ نہ چھلا

میر افسردہ دل چمن مین پھرا — غنچۂ دل کہین نہ اسکا کھلا

دل نے ہمکو مثال آئینہ — ایک عالم کا روشناس کیا

صبح تک شمع سر کو دھنتی رہی ۵ — کیا پتنگے نے التماس کیا

مفت آبروے زاہد علامہ لے گیا — اک مغبچہ اُتار کے عمامہ لے گیا

داغ فراق و حسرت وصل آرزوے شوق — مین ساتھ زیر خاک بھی ہنگامہ لے گیا

مہر کی تجھ سے توقع تھی ستمگر نکلا ۶ — موم سمجھے تھے ترے دل کو سو پتھر نکلا

جیتے جی آہ ترے کوچہ سے کوئی نہ پھرا — جو ستم دیدہ رہا جاکے سو مر کر نکلا

اشک تر قطرۂ خون، لخت جگر، پارۂ دل — ایک سے ایک عدو آنکھ سے بہتر نکلا

ہم نے جانا تھا لکھے گا تو کوئی حرف اے میر — پر ترا نامہ تو اک شوق کا دفتر نکلا

کیا اُس نے نشے مین مجکو مارا؟ — اتنا بھی تو بے خبر نہ ہوگا

دنیا کی نکر تو خواستگاری — اس سے کبھو بہرہ ور نہ ہوگا

دل و دماغ ہے اب کس کو زندگانی کا — جو کوئی دم ہے تو افسوس ہے جوانی کا

اگرچہ عمر کے دس دن یہ لب رہے خاموش — سخن رہے گا سدا میری کم زبانی کا

کچھ نہ دیکھا پھر بجز یک شعلۂ پر پیچ و تاب ۷ — شمع تک ہم نے تو دیکھا تھا کہ پروانا گیا

دور تجھ سے میر نے ایسا تعب کھینچا کہ شوخ — کل جو دیکھا مین نے وہ مطلق نہ پہچانا گیا

شرکت شیخ و برہمن سے میر — کعبہ و دیر سے بھی جائیے گا

اپنی ڈیڑھ اینٹ کی جدا مسجد — میر ویرانے مین بنائیے گا

حسرت اُسکی جگہ تھی، خوابیدہ ۸ — میر کا کھول کر کفن دیکھا

کھلا نشہ مین جو پگڑی کا پیچ اُسکے میر — سمند ناز کا ایک اور تازیانہ ہوا

آنکھوں مین جی مرا ہے ادھر یار دیکھنا — عاشق کا اپنے آخری دیدار دیکھنا

آنکھیں چرائیو نہ تم ابر بہار سے — میری طرف بھی دیدۂ خونبار دیکھنا

جو اِس شور سے میرؔ روتا رہیگا ۸ تو ہمسایہ کاہے کو سوتا رہے گا!
مجھے کام رونے سے اکثر ہی ناصح ۹ تو کب تک مرے مُنھ کو دھوتا رہے گا

نہ جانوں میرؔ کیوں ایسا ہی چپکا نمونہ ہے یہ آشوب و بلا کا
کروں دن ہی سے رخصت ورنہ شبکو نہ سونے دیگا شور اِس بینوا کا

روتے پھرتے ہین ساری ساری رات اب یہی روزگار ہے اپنا
دے کے دل ہم جو ہوگئے مجبور اس مین کیا اختیار ہے اپنا!

کیا کہین کچھ کہا نہین جاتا اب تو چُپ بھی رہا نہین جاتا
کب تری رہ مین میرِ گرد آلود لوہو مین آ نہا نہین جاتا

آنسو مری آنکھون مین ہردم جو نہ آجاتا تو کام مرا اچھا پردے مین چلا جاتا
مصلحت ہے حجاب اُسکا ہم شوق کے ماردن بے پردہ جو وہ ہوتا تو کس سے رہا جاتا

مین تو حیران ہون کس کس کا گلا تجھ سے کرون بدگمانی کا تغافل کا ترے کینے کا
میرؔ کی نبض پہ رکھ ہاتھ لگا کہنے طبیب آج کی رات یہ بیمار نہین جینے کا

جانے کا نہین شور سخن کا مرے ہرگز تا حشر جہان مین مرا دیوان رہے گا

جس سر کو غرور آج ہے یان تاجوری کا کل اُسپہ یہین شور ہے پھر نوحہ گری کا

بیتاب جی کو دیکھا، دل کو کباب دیکھا جیتے رہے تھے کیون ہم جو یہ عذاب دیکھا

حالِ دل میرؔ کا رو روکے سب اے ماہ سُنا شب کو القصہ عجب قصۂ جانکاہ سُنا

جا پھنسا دامِ زلف مین آخر دل نہایت ہی بے تامل تھا

بن پوچھے کرم سے وہ جو بخش نہ دیتا تو پرسش مین ہماری ہی دن حشر کا ڈھل جاتا

مارا زمین مین گاڑا کب اُسکو صبر آیا اس دل نے ہمکو آخر یون خاک مین ملایا

پوچھو تو میرؔ سے کیا کوئی نظر پڑا ہے چہرہ اُترر ہا ہے کچھ آج اُس جوان کا

لایا مرے مزار پہ اُسکو یہ جذبِ عشق جس بیوفا کو نام سے بھی میرے ننگ تھا

اے تو کہ یان سے عاقبتِ کار جائیگا — غافل نہ رہ کہ قافلہ یک بار جائے گا

کیا کہون کیسا ستم غفلت سے مجھپر ہوگیا — قافلہ جاتا رہا مین صبح ہوتے سو گیا

آخانہ خرابی اپنی مت کر — قحبہ ہے یہ اس سے گھر نہ ہوگا

دل کی ویرانی کا کیا مذکور ہے؟ — یہ نگر سو مرتبہ لوٹا گیا

عالم مین کوئی دل کا طلبگار نہ پایا — اس جنس کا یان ہم نے خریدار نہ پایا

دل سے آنکھون مین لہو آتا ہے شاید رات کو — کشمکش مین بیقراری کے یہ پھوڑا چھل گیا

سخت کافر تھا جس نے پہلے میر — ۱۰ مذہبِ عشق اختیار کیا

دکھ اب فراق کا ہم سے سہا نہین جاتا — پھر اس پہ ظلم یہ ہے کچھ کہا نہین جاتا

وصل و ہجران یہ جو دو منزل ہین راہِ عشق کی — دل غریب انمین خدا جانے کہان مارا گیا

چارۂ عشق بجز مرگ نہین کچھ اے میر — اس مرض مین ہے عبث فکر تجھے درمان کا

معیشت ہم فقیرون کی سی اخوانِ زمان سے کر — کوئی گالی بھی دے تو کہہ بھلا بھائی بھلا ہوگا

کب تلک یہ ستم اٹھائیے گا — ایک دن یون ہی جی سے جائیے گا

ایسے بتِ بے مہر سے ملتا بھی ہے کوئی — دل میر کو بھاری تھا جو پتھر سے لگایا

دل کی کچھ قدر کرتے رہنا تم — ۱۱ یہ ہمارا بھی ناز پرور تھا

بے زری کا نہ کر گلہ غافل — ۱۲ رکھ تسلی کہ یون مقدر تھا

لذت سے نہین خالی جانون کا کھپا جانا — کب خضر و مسیحا نے مرنے کا مزا جانا

تیغِ ستم سے اسکی مرا سر جدا ہوا — شکرِ خدا کہ حقِ محبت ادا ہوا

طریق خوب ہے آپس مین آشنائی کا — نہ پیش آوے اگر مرحلہ جدائی کا

نہ وہ آئے نہ جائے بیقراری — کسی دن میر یونہین مر رہون گا

گرچہ امیدِ اسیری پہ یہ ناشاد آیا — دام صیاد کا ہوتے ہی خدا یاد آیا

کیا کہون مین میر اپنی سرگذشت — اب تلک اسے قصہ مین وہ سو گیا

ایک عالم ہے کشتہ اُس لب کا | الغرض اُسپہ ذائقت ہے سب کا

آنسو آتا ہے کب نہین آتا | خون آتا ہے جب نہین آتا

دور بیٹھا غبار میر اس سے | عشق بن یہ ادب نہین آتا

جو کہو تم سو ہے بجا صاحب | ہم بُرے ہی سہی بھلا صاحب

بندگی ایک اپنی کیا کم ہے | اور کچھ تم سے کہیئے کیا صاحب

کس نے سن شعر میر یہ نہ کہا | کہیو پھر ہاے کیا کہا صاحب

اندوہ سے ہوئی نہ رہائی تمام شب | مجھ دل زدہ کو نیند نہ آئی تمام شب

کہتے ہین آگے تھا بتون مین رحم | ۱۲ ہے خدا جانیے یہ کب کی بات

ہوتی ہے گرچہ کہنے سے یارو پرائی بات | پر ہم سے تو تھمتی نہ کبھی مُنھ پرائی بات

نہ پڑھا خط کو یا پڑھا قاصد | آخر کار کیا کہا قاصد

گر پڑا خط تو تجھ پہ حرف نہین | یہ بھی میرا ہی تھا لکھا قاصد

سر اُٹھاتے ہی ہوگئے پامال | سبزۂ نو دمیدہ کے مانند

فکرِ تعمیر مین نہ رہ منعم | زندگانی کی کچھ بھی ہے بنیاد

تسکین اپنے دل کی جو پاتا نہین کہین | جز صبر اور کیا کرے بیچارہ دردمند

غیرون سے یہ اشارے ہم سے چھپا چھپا کر | پھر دیکھنا ادھر کو آنکھین ملا ملا کر

ہر گام سدِ رہ تھی بتخانے کی محبت | کعبے تلک تو پہنچے لیکن خدا خدا کر

نخچیر گہ مین تجھ سے جو نیم کشتہ چھوٹا | حسرت نے اُسکو آخر مارا لٹا لٹا کر

اک لطف کی نگہ بھی ہم نے نہ چاہی اُس سے | رکھا ہمین تو اُس نے آنکھین دکھا دکھا کر

ناصح مرے جنون سے آگہ نہ تھا تو ناحق | گوڑ کیا گریبان سارا سِلا سِلا کر

مین منع میر تجکو کرتا نہ تھا ہمیشہ | کھوئی نہ جان تونے دل کو لگا لگا کر

ہم بھی پھرتے ہین اک حشم لیکر | دستۂ داغ و فوجِ غم لیکر

دل پہ کب اکتفا کرے ہے عشق — جائیگا جان بھی نہ غم لیکر
میر صاحب کبھی چوکے اسے بدعہد — ورنہ دینا تھا دل قسم لیکر

نہ دعوی تیر سے آسنے کا نہ کچھ امید طالع سے — دلِ بیتاب کو کس منھ سے کہیے کچھ تحمل کر
میر صاحب زمانہ نازک ہے ۱۵ دونون ہاتھون سے تھامیے دستار

دل وہ نگر نہین کہ پھر آباد ہو سکے — پچھتاؤگے ضرور یہ بستی اوجاڑ کر
جی مین تھا اُس سے ملیے تو کیا کیا نہ کہیے میر — پر جب ملے تو رہ گئے ناچار دیکھ کر

وہ سر چڑھا ہے اتنا اپنی فروتنی سے — کھویا ہمین نے اُسکو ہر لحظہ پاؤن پڑکر
شکوہ آبلہ ابھی سے میر ۱۶ ہے پیارے ہنوز دلی دور

ناز و عتاب و خشم کہان تک اُٹھایئے — یارب کبھی تو ہم پہ اُسے مہربان کر

ہوتا نہین ہے بابِ اجابت کا وا ہنوز — بسمل پڑی ہے چرخ پہ میری دعا ہنوز
احوال نامہ بر سے مرا سنکے بول اُٹھا — جیتا ہے وہ ستمزدہ مہجور کیا ہنوز
بے بال و پر اسیر ہون کنجِ قفس مین میر — جاتی نہین ہے سر سے چمن کی ہوا ہنوز

دل جلون پر روتے ہین شاید کچھ سوزِ جگر — شمع رکھتی ہے ہماری گور پر ماتم ہنوز

آگے جب اُس آتشین رخسار کے آتی ہے شمع — پانی پانی شرم مفرط سے ہوئی جاتی ہے شمع
آتی ہے مجلس مین تو فانوس مین آتی ہے شمع — وہ سراپا دیکھ کر پردے مین جلجاتی ہے شمع

محبت نے شاید کہ دی دل کو آگ — دھوان سا ہے کچھ اس نگر کی طرف

شوق ہی تو ہے اُسکا گھر نزدیک — دور ہی رہ ہے راہ پر نزدیک
آہ کرنے مین دم کو سادھے رہ ۱۷ کہتے ہین دل سے ہے جگر نزدیک
توشۂ آخرت کی فکر رہے — جی کے جانے کا ہے سفر نزدیک
دور پھرنے کا ہم سے وقت گیا — پوچھ کچھ حال بیٹھ کر نزدیک
مر بھی رہ میر شب بہت رو یا — ہے مری جان اب سحر نزدیک

مدت ہوئی گھٹ گھٹ کے ہمین شہر مین تنے — واقف نہ ہوا کوئی اس اسرار سے اب تک

کیا جانیے ہوتے ہین سخن لطف کے کیسے — پوچھا نہین اُننے تو ہمین پیار سے اب تک

جیسے شب آگ سا دیکھا سُلگتے — اُسے پھر خاک ہی پایا سحر تک

گلی تک تیری لایا تھا ہمین شوق — کہان طاقت کہ اب پھر جائین گھر تک

فصل خزان مین سیر جو کی ہم نے جائے گل — چھانی چمن کی خاک نہ تھا نقش پائے گل

اللہ رے عندلیب کی آواز دل خراش — ۱۸ جی ہی نکل گیا جو کہا اُس نے ہائے گل

بلبل ہزار جی سے خریدار اسکی ہے — ۱۹ اے گلفروش کر تو سمجھ کر بہائے گل

گلچین سمجھ کے چینیو گلشن مین میر کے — لخت جگر پڑے ہین نہین برگ ہائے گل

کھینچتا ہے اُس طرف ہی کو بے اختیار دل — دیوانہ دل بلا زدہ دل بے قرار دل

کچھ جانتا ہے دل کسے کہتے ہین دل ہی کیا — آتا ہے جو زبان پہ ترے بار بار دل

طریق عشق مین ہے رہنما دل — پیمبر دل ہے قبلہ دل خدا دل

قیامت تھا مروت آشنا دل — موے پر بھی مرا اسمین رہا دل

رکا اتنا خفا اتنا ہوا تھا — کہ آخر خون ہو ہو کر بہا دل

کون کہتا ہے منہ کو کھولو تم — کاشکے پردے ہی مین بولو تم

حکم آب روان رکھے ہے حسن — بہتے دریا مین ہاتھ دھولو تم

جب میسر ہو بوسہ اُس لب کا — جُھکے ہی ہو رہو نہ بولو تم

رات گزری ہے سب تڑپتے میر — آنکھ لگ جاے گر تو سو لو تم

آئے تو ہو طبیبو تدبیر گر کرو تم — ایسا نہ ہو کہ میرے جی کا ضرر کرو تم

ہوتا ہے شوق وصل کا انکار سے زیاد — کب تجھ سے دل اُٹھاتے ہین تیری نہین سے ہم

ز ضعف دست بدیوار دادہ آمدہ ام — بہر دو گام زمانے ستادہ آمدہ ام

یارو مجھے معاف رکھو مین نشے مین ہون — اب دو تو جام خالی ہے دو مین نشے مین ہون

ایک ایک قطرہ دور میں یونہیں مجھے بھی دو — جامِ شراب پُر نہ کرو میں نشے میں ہوں
مستی سے درہمی ہے مرے کلام میں — جو چاہو تم بھی مجھکو کہو میں نشے میں ہوں
یا ہاتھوں ہاتھ لو مجھے مانندِ جامِ مے — یا تھوڑی دور ساتھ چلو میں نشے میں ہوں
معذور ہوں جو پاؤں مرا بے طرح پڑے — تم سرگراں تو مجھ سے نہو میں نشے میں ہوں
نازک مزاج آپ قیامت ہیں میر جی — جوں شیشہ میرے منہ نہ لگو میں نشے میں ہوں

ہوے سہتے سہتے جفاکاریاں — کوئی ہم سے سیکھے وفاداریاں
ہماری تو گزری اسی طور عمر — یہی نالہ کرنا یہی زاریاں
کہاں تک یہ تکلیفِ مالایطاق — ہوئیں مدتوں نازبرداریاں
نہ بھائی ہماری تو قدرت نہیں — کھچیں میر تجھ ہی سے یہ خواریاں

عشق میں جی کو صبر و تاب کہاں — اس سے آنکھیں لگیں تو خواب کہاں
ہستی اپنی ہے بیچ میں پردا — ہم نہ ہووین تو پھر حجاب کہاں
گریۂ شب سے سرخ ہیں آنکھیں — مجھ بلانوش کو شراب کہاں
عشق کا گھر ہے میر سے آباد — ایسے پھر خانماں خراب کہاں

جانے والوں میں واں کے ہم بھی ہیں — ساتھ اس کارواں کے ہم بھی ہیں
جس چمن زار کا ہے تو گلِ تر — بلبل اس گلستاں کے ہم بھی ہیں
وجہِ بیگانگی نہیں معلوم ۲۰ — تم جہاں کے ہو واں کے ہم بھی ہیں
اس سرے کی ہے پارسائی میر — معتقد اس جواں کے ہم بھی ہیں

اس گلشنِ دنیا میں شگفتہ نہ ہوا میں — ہوں غنچۂ افسردہ کہ مردودِ صبا ہوں
تب گرمِ سخن کہنے لگا ہوں میں کہ اک عمر — جوں شمع سرِ شام سے تا صبح جلا ہوں
سینہ تو کیا فضلِ الٰہی سے بھی اب چاک — ہے وقتِ دعا میر کہ اب دل کو لگا ہوں

اب آنکھوں میں خوں دمبدم دیکھتے ہیں — نہ پوچھو جو کچھ رنگ ہم دیکھتے ہیں

جو بے اختیاری یہی ہے تو قاصد | ہمیں آگے اُسکے قدم دیکھتے ہیں
کہاں تک بھلا روؤ گے میر صاحب | اب آنکھوں کے گرد اک ورم دیکھتے ہیں

خوش نہ آئی تمھاری چال ہمیں | یون نہ کرنا تھا پائمال ہمیں
حال کیا پوچھ پوچھ جاتے ہو | کبھی پاتے بھی ہو بحال ہمیں؟
وجہ کیا ہے کہ میر منہ پہ ترے | نظر آتا ہے کچھ ملال ہمیں

مدعی مجکو کھڑے صاف برا کہتے ہیں | چپکے تم سنتے ہو بیٹھے اسے کیا کہتے ہیں؟
دیکھ کر اُن کو بجا دل نہیں رہتا ہرگز | لوگ جو کچھ انھیں کہتے ہیں بجا کہتے ہیں
حسن تو ہی کر و لطف زبان بھی پیدا | میر کو دیکھو کہ سب لوگ بھلا کہتے ہیں

دفتر نہیں کہانی نہیں مثنوی نہیں | کیا شرح سوز عشق کرون میں زبان نہیں
اپنا ہی ہاتھ سر پہ رہا اپنے یان سدا | مشفق کوئی نہیں ہے کوئی مہربان نہیں
اس عہد کو نہ جانیے اگلا سا عہد میر | وہ دور اب نہیں وہ زمین آسمان نہیں

کس جگہ جاؤن الٰہی کیا دوا پیدا کرون | دل تو کچھ بیٹھا ہی جاتا ہے کرون تو کیا کرون
خاک اُڑاتا اشک افشان میں جو آنکلا تو پھر | دشت کو دریا کرون بستی کو اک صحرا کرون
کعبے جانے سے نہیں کچھ شیخ مجکو اتنا شوق | ۲۱ چال وہ بتلا کہ میں دل میں کسی کے جا کرون

جور کیا کیا جفائیں کیا کیا ہیں | عاشقی میں بلائیں کیا کیا ہیں
گہ نسیم صبا ہے گاہ سموم | اس چمن میں ہوائیں کیا کیا ہیں
منظر دیدہ قصر دل اے میر | شہر تن میں بھی جائیں کیا کیا ہیں

میکشی صبح و شام کرتا ہون | فاقہ مستی مدام کرتا ہون
کوئی ناکام یون رہے کب تک | میں بھی اب ایک کام کرتا ہون
لیتا ہون داد دل یارب | کام اپنا تمام کرتا ہون

بیکلی بیخودی کچھ آج نہیں | ایک مدت سے وہ مزاج نہیں

ہم نے اپنی سی کی بہت لیکن مرضِ عشق کا علاج نہین
شہرِ خوبی کو خوب دیکھا میر جنسِ دل کا کہین رواج نہین

متصل روتے ہی رہیے تو بجھے آتشِ دل ۲۲ ایک دو آنسو تو اور آگ لگا دیتے ہین
بے بسی سے تو تری بزم مین ہم بہرے بنے نیک و بد کوئی کہے بیٹھے سُنا کرتے ہین

پھاڑا ہزار جا سے گریبان صبر میر ۲۳ کیا کہہ گئی نسیم سحر گُل کے کان مین

ایک فقط ہے سادگی تسپہ بلائے جان ہو تو عشوہ کرشمہ کچھ نہین، آن نہین، ادا نہین
دن نہین رات نہین صبح نہین شام نہین وقت ملنے کا مگر داخلِ ایام نہین؟
کہے ہے ہر کوئی اللہ میرا عجب نسبت ہے بندہ بین خدا مین

کاشکے دل دو تو ہوتے عشق مین ایک رہتا ایک کھوتے عشق مین
دیکھے ہین کیا کیا ڈھلکتے ہم نے اشک بیٹھے سوتی سے پروتے عشق مین

تعارف ہمصفیرون سے نہین کچھ ہوا ہون ایک مدت مین رہا مین

سب سرگذشت سن چکے اب چپکے ہو رہو آخر ہوئی کہانی مری تم بھی سو رہو
اتنا سیاہ خانۂ عاشق سے تنگ کیا کتنے دنون مین آئے ہو یان رات تو رہو
خطرہ بہت ہے میر رہِ صعبِ عشق مین ایسا نہ ہو کہین کہ دل و دین کو کھو رہو

بد زبان ہو جیسے خوش اسلوب ہو کیا کہین جو کچھ کہ ہو تم خوب ہو
ایسا شہرِ حسن سے ہے تازہ رسم دوستی باہم جہان معیوب ہو

نہ سمجھا کھیل قدرت کا ہم سے کیا اُسکو بد خدینا کر نکو رو

رہے آبرو میر تو ہے غنیمت کہ غارت مین دل کی ہے ایماسے آبرو

یاد جب آتی ہے وہ زلفِ سیاہ سانپ سا چھاتی پہ پھر جاتی ہے آہ
یار کا وہ ناز اپنا یہ نیاز دیکھیے ہوتا ہے کیونکر اب نباہ
شیخ تو نے خوب سمجھا میر کو واہ واہ اے بے حقیقت واہ واہ

ظالم یہ کیا نکالی رفتار رفتہ رفتہ — اس چال پر چلے گی تلوار رفتہ رفتہ
چاہت میں دخل مت دے زنہار آرزو کو — کرتے ہے دل کی خواہش بیمار رفتہ رفتہ
گر متکبر سے میں جانا ایسا ہی میر جی کا — تو تارِ سبحہ ہوگا زنّار رفتہ رفتہ

لطف کیا ہر کسی کی چاہ کے ساتھ — چاہ وہ ہے جو ہو نباہ کے ساتھ
وقت کڑھنے کے ہاتھ دل پر رکھ — جان جاتی رہے نہ آہ کے ساتھ
میر سے تم برے ہی رہتے ہو — کیا شرارت ہے خیر خواہ کے ساتھ

ہم جانتے تو عشق نکرتے کسی کے ساتھ ۲۴ لیجاتے دل کو خاک میں اس آرزو کے ساتھ

فقیرانہ آئے صدا کر چلے ۲۵ میاں خوش رہو ہم دعا کر چلے
شفا اپنی تقدیر ہی میں نہ تھی — کہ مقدور تک تو دوا کر چلے
وہ کیا چیز ہے آہ جسکے لیے ۲۶ ہر اک چیز سے دل اٹھا کر چلے
بہت آرزو تھی گلی کی ترے ۲۷ سو یاں سے لہو میں نہا کر چلے
جبین سجدہ کرتے ہی کرتے گئی — حقِ بندگی ہم ادا کر چلے
پرستش کی یاں تک کے ای بت تجھے — نظر میں سبھون کی خدا کر چلے
نہ دیکھا غمِ دوستان شکر ہے — ہمیں داغ اپنا دکھا کر چلے
کہیں کیا جو پوچھے کوئی ہم سے میر ۲۸ جہان میں تم آئے تھے کیا کر چلے

غالب کہ یہ دل خستہ شبِ ہجر میں مر جاے — یہ رات نہیں وہ جو کہانی میں گزر جاے
ہے طرفہ مفتن نگہ اس آئینہ رو کی — اک پل میں کرے سیکڑوں خون اور مکر جاے
نہ بتکدہ ہے منزلِ مقصود نہ کعبہ — جو کوئی تلاشی ہو ترا آہ کدھر جاے
ہر صبح خورشید ترے منھ پہ چڑھتا — ایسا نہو یہ سادہ کہیں جی سے اتر جاے
ہم تازہ شہیدوں کو نہ آ دیکھنے نادان — دامن کی تری زہ کہیں لوہو میں نہ بھر جاے
مت بیٹھ بہت عشق کے آزردہ دلوں میں — نالہ کسی مظلوم کا تاثیر نہ کر جاے

اس ورطے سے تختہ جو کوئی پہنچے کنارے　　تو میر وطن میرے بھی شاید یہ خبر جاوے

نہین وسواس جی گنوانے کے　　ہائے رے ذوق دل لگانے کے

میرے تغیر حال پر مت جا　۲۹　اتفاقات ہین زمانے کے

دم آخر ہی کیا نہ آنا تھا　　اور بھی وقت تھے بہانے کے

اس کدورت سے ہم سمجھتے ہین　　ڈھب ہین یہ خاک مین ملانے کے

بس ہین دو برگ گل قفس مین صبا　۳۰　نہین بھوکے ہم آب ودانے کے

دل و دین ہوش و صبر سب ہی گئے　　آگے آگے تمھارے آنے کے

مژہ ابرو نگہ سے اسکے میر　　کشتہ ہین اپنے دل لگانے کے

دل جو بس بیقرار رہتا ہے　　آج کل مجکو مار رہتا ہے

دل کدورت بھول جانا میرے بعد　　مجھ سے یہ یادگار رہتا ہے

دور مین چشم مست کے تیرے　　فتنہ بھی ہوشیار رہتا ہے

ہر گھڑی رنجش ایسی باتون مین　　کوئی اخلاص و پیار رہتا ہے؟

بے ترے ہم ہین تنگ جینے سے　　مرنے کا انتظار رہتا ہے

کیون نہووے عزیز ذلہا میر　　کس کے کوچے مین خوار رہتا ہے

کیا کرون شرح خستہ جانی کی　　مین نے مر مر کے زندگانی کی

حال بد گفتنی نہین میرا　　تم نے پوچھا تو مہربانی کی

تشنہ لب مر گئے ترے عاشق　　نہ ملی ایک بوند پانی کی

جس سے کھوئی تھی نیند میر نے کل　۳۱　ابتدا پھر وہی کہانی کی

کس غم مین مجکو یارب یہ مبتلا کیا ہے؟　　دل ساری رات جیسے کوئی ملا کیا

تھوڑے سے دلون سے ہون مین افسردہ کچھ وگرنہ　　پھوڑا سا دل بغل مین برسون جلا کیا

جون گل کی اوڈر اپنا تب منہ کیا ہے مین نے　　جب آشنا لبون سے صل علی کیا

ہے منہ پہ صوبے کے کیا گرد ملال تازہ — یہ خاک مین ہمیشہ یوہین رلا کیا ہے
گئے جی سے چھوٹے بتون کی جفا سے — یہی بات ہم چاہتے تھے خدا سے
وہ اپنی ہی خوبی سے رہتا ہے نازان — مرے یا جیے کوئی اسکی بلا سے
طبیب سبک عقل ہر گز نہ سمجھا — ہوا درد عشق آہ دونا دوا سے
نہ شکوہ شکایت نہ حرف حکایت — کہو میر جی آج کیون ہو خفا سے؟

بات شکوہ کی ہم نے گاہ نہ کی ۳۲ بلکہ دی جان اور آہ نہ کی
واہ اے عشق اُس ستمگر نے — جان فشانی پہ میر واہ نہ کی
جس سے تھی چشم ہم کو کیا کیا میر — اس طرف اُس نے اک نگاہ نہ کی

یارب کوئی ہو عشق کا بیمار نہ ہووے — مر جائے ولے اُسکو یہ آزار نہ ہووے
زندان مین پھنسے طوق پڑے قید مین مر جائے — پر دام محبت مین گرفتار نہ ہووے
صحراے محبت مین قدم دیکھ کے رکھ میر — یہ سیر سر کوچہ و بازار نہ ہووے

شب گئے تھے باغ مین ہم ظلم کے مارے ہوئے — جان کو اپنی گل مہتاب انگارے ہوئے
گور پر میری پس از مدت قدم رنجہ کیا — خاک مین مجکو ملا کر مہربان بارے ہوئے
پھرتے پھرتے عاقبت آنکھین ہماری مندگئین — سو گئے بیہوش تھے ہم راہ کے مارے ہوئے

جن جن کو تھا یہ عشق کا آزار مر گئے — اکثر ہمارے ساتھ کے بیمار مر گئے
یون کانون کان گل نے نہ جانا چمن مین آہ — سر کو ٹپک کے ہم پس دیوار مر گئے
صد کاروان وفا ہے کوئی پوچھتا نہین — گو یا متاع دل کے خریدار مر گئے

ہے یہ بازار جنون منڈی ہے دیوانون کی ۳۳ یان دکانین ہین جگر چاک گریبانون کی
سہل گزشتین نہ ہی سُن کہ اُچٹتی ہے نیند ۳۴ خاصیت یہ ہے مری جان ان افسانون کی
مسکدے سے تو ابھی آیا ہے مسجد مین میر — ہو نہ لغزش کہین مجلس ہے یہ بیگانون کی

جس جگہ دور جام ہوتا ہے — وان یہ عاجز مدام ہوتا ہے

ہم تو اک حرف کے نہین ممنون — کیسا خط و پیام ہوتا ہے
میر صاحب بھی اُسکے ہان تھے پر — جیسے کوئی غلام ہوتا ہے

ادھر سے ابر اٹھ کر جو گیا ہے — ہماری خاک پر بھی رو گیا ہے
مصائب اور تھے پر دل کا جانا — عجب اک سانحہ سا ہو گیا ہے
سرہانے میر کے آہستہ بولو ۳۵ ابھی یہ روتے روتے سو گیا ہے

بہار آئی ہے غنچے گل کے نکلے ہین گلابی سے — نہال سبز جھومے ہین گلستان مین شرابی سے
بہت رویا نوشتے پر مین اپنے دیکھ قاصد کو — کہ سر ڈالے غریب آتا تھا خط کی بیجوابی سے
سبادا کاروان جاتا رہے تو صبح سوتا ہے — بہت ڈرتا ہون مین اے میر تیری دیرخوابی سے

کب تلک احوال یہ جب کوئی تیرا نام لے — عاشق بیحال دونون ہاتھ سے دل تھام لے
شاخ گل تیری طرف جھکتی جو ہے اے مست ناز — چاہتا ہے تو بھی میرے ہاتھ سے اک جام لے
ہمنشین کہہ مت بتون کی میر کو تسبیح ہے — کام کیا اس ذکر سے انکو خدا کا نام لے

کارِ دل اُس مہ تمام سے ہے — کاہش اک روز مجکو شام سے ہے
کوئی تجھ سا بھی کاش تجکو ملے — مدعا ہمکو انتقام سے ہے
سہل ہے میر کا سمجھنا کیا؟ — ہر سخن اُسکا اک مقام سے ہے

نہین ملتا سخن اپنا کسی سے — ہماری گفتگو کا ڈھب جدا ہے
دلِ بیتاب آفت ہے بلا ہے — جگر سب کھا گیا اب کیا رہا ہے
نگا مین گردِ سر پھرنے تو بولا — تمھارا میر صاحب سر پھرا ہے

اُس شوخ ستمگر کو کیا کوئی بھلا چاہے — جو چاہنے والے کا ہر طور بُرا چاہے
کعبے گئے کیا کوئی مقصد کو پہنچتا ہے — کیا سعی سے ہوتا ہے جب تک نہ خدا چاہے
ہم میر ترا مرنا کیا چاہتے تھے لیکن — رہتا ہے ہوئے بن کب جو کچھ کہ ہوا چاہے
مدت سے تو دونون کی ملاقات بھی گئی — ظاہر کا پاس تھا سو مدارات بھی گئی

کتنے دنون مین آئی تھی اُسکی شب وصال | باہم رہی لڑائی سو وہ بات بھی گئی
پھرتے ہین میر خوار کوئی پوچھتا نہین | اس عاشقی مین عزت سادات بھی گئی

تب تک کڑی اُٹھائی گئی ہم کڑے رہے | ایک ایک سخت بات پہ برسون لڑے رہے
اب کیا کرین نہ صبر ہے دل کو نہ جی مین تاب | کل اُس گلی مین آٹھ پہر بس پڑے رہے

کچھ موج ہوا پیچان اے میر نظر آئی | شاید کہ بہار آئی زنجیر نظر آئی
دلی کے نہ تھے کوچے اوراق مصور تھے ۳۶ | جو شکل نظر آئی تصویر نظر آئی

تمنائے دل کے لیے جان دی | سلیقہ ہمارا تو مشہور ہے
بہت سعی کرنے سے مر رہیے میر ۳۷ | بس اپنا تو اتنا ہی مقدور ہے

منع گریہ نکر تو اے ناصح | اسمین بے اختیار ہین ہم بھی
میر نام اک جوان سُنا ہوگا | اسی عاشق کے یار ہین ہم بھی

آمیزش بیجا ہے تجھے جن سے ہمیشہ | وہ لوگ ہی آخر تجھے بدنام کرینگے
گر دل ہے یہی مضطرب الحال تو اے میر | ہم زیر زمین بھی بہت آرام کرینگے

نازکی ان لبون کی کیا کہیے | پنکھڑی اک گلاب کیسی ہے
میر ان نیم باز آنکھون مین | ساری مستی شراب کیسی ہے

گریہ ہر وقت کا نہین بے وجہ ۳۸ | دل مین کوئی غم نہانی ہے
رنج کھینچے تھے داغ کھائے تھے ۳۹ | دل نے صدمے بڑے اُٹھائے تھے

کرے کیا کہ دل بھی تو مجبور ہے ۴۰ | زمین سخت ہے آسمان دور ہے
خوب تھے وہ دن کہ ہم تیرے گرفتاروں مین تھے | غمزدون اندوہ گینون ظلم کے مارون مین تھے
ہم خامشون کا ذکر تھا شب اُسکی بزم مین | نکلا نہ حرف خیر کسی کی زبان سے
کیا کہین سنے فلک کا کہ مجھے | خاک ہی مین ملائے جاتا ہے
کبھی میر اُس طرف آکر جو چھاتی کوٹ جاتا ہے | خدا شاہد ہے اپنا تو کلیجہ ٹوٹ جاتا ہے

مین چراغ صبح گاہی ہون نسیم
اہ مجھ سے اک دم کے لیے کیا دشمنی ہے

سب مزے درکنار عالم کے
یار جب ہم کنار ہوتا ہے

جون جون بڑھاپا آتا ہے ہم جاتے ہین اینٹھے
کس ہٹی کا نہ جانیے اپنا خمیر ہے

نسبت اُس آستان سے کچھ ہو نئی
برسون تلک ہم نے جبہ سائی کی

ابکی دل اُنسے بچ گیا تو کیا
چور جاتے رہے کہ اندھیاری

سوائے سنگدلی اور کچھ ہنر بھی ہے؟
بتو دلون مین تمھارے خدا کا ڈر بھی ہے؟

دیکھتا ہون تو کام میرا امیر
اول عشق ہی مین آخر ہے

لوٹ منظور ہے کافر اگر ایمانون کی
ادھر آیئے بھی تو بستی ہے مسلمانون کی

مثنوی دریائے عشق

عشق ہے تازہ کار تازہ خیال
ہر جگہ اُسکی اک نئی ہے چال

دل مین جا کر کہین تو درد ہوا
کہین سینہ مین آہِ سرد ہوا

کہین آنکھون سے خون ہو کے بہا
کہین سر مین جنون ہو کے رہا

کہین رونا ہوا ندامت کا
کہین ہنسنا ہوا جراحت کا

گہ نمک اسکو داغ کا پایا
گہ پتنگا چراغ کا پایا

کہین باعث ہے دل کی تنگی کا
کہین موجب شکستہ رنگی کا

کہین عشاق کی نیاز ہوا
کہین اندوہِ جان گداز ہوا

کہین بے نسبت کو لگائی آگ
کہین تیغ و گلو مین رکھی لاگ

کبھی افغانِ مرغ گلشن تھا
کبھی قمری کا طوقِ گردن تھا

ایک عالم مین دردمندی کی
ایک محفل مین جا سپندی کی

نمک چشم سینہ ریشان ہے
نگہ یاس مہر کیشان ہے

جسکو ہوا اسکی التفات نصیب
ہے وہ مہمان چندروزہ غریب

ایسی تقریب ڈھونڈھ لاتا ہے
کہ وہ ناچارجی سے جاتا ہے

انتخاب

از

کلّیاتِ ناسخ

از

اثر

ناسخ

شیخ امام بخش متخلص بہ ناسخ لاہور کے ایک مالدار تاجر کے ساتھ لبطور فرزند کے لکھنؤ مین تھے۔
خدا بخش کے بھائیون سے بعد مرنے خدا بخش کے ترکہ خدا بخش کی بابت نزاع ہوئی۔ بھائیون نے
انھین خدا بخش کا پروردہ کہا اور انھون نے خود کو بیٹا بتایا لیکن عدالت شاہی نے انھین کا
بیان باور کیا۔ یہ ابتدا مین فیض آباد تھے۔ فیض آباد سے جب دار الخلافت لکھنؤ منتقل ہوا تو یہ بھی
فیض آباد سے لکھنؤ آئے اور وہین رہے لیکن الہ آباد دائرہ شاہ اجمل مین وہ اکثر جا کر مقیم ہوتے تھے۔
اسی کے متعلق انکا شعر ہے ؎ ہر پھر کے دائرے ہی مین رکھتا ہون مین قدم + آئی کہان سے گردش پرکار
پاؤن مین۔ ناسخ نے میر تقی سے کچھ تلمذ کا سلسلہ شروع کیا تھا مگر دونون طرف نازک مزاجی تھی سلسلہ
قایم نہ ہوا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ناسخ نے خود مشق سخن بڑھائی شعر کہتے تھے اور رکھ دیتے تھے بار بار دیکھتے
تھے اور درست کرتے تھے۔ سید انشا مرزا قتیل جرات مصحفی ان سب کے مشاعرون مین جاتے تھے لیکن
اپنے اشعار کا پڑھنا اسوقت شروع کیا جب انکے دور ختم ہو چکے تھے اور کہنہ مشق کی حیثیت سے دفعۃً ظاہر ہو کر خود کو سب سے
استاد کہلوا لیا۔ مصحفی کے شاگرد حیدر علی آتش انکے ہمعصر تھے ان دونون مین خوب چوٹین چلتی تھین بعضون نے
لکھا ہے کہ مصحفی سے ناسخ نے شاگردی شروع کی تھی لیکن ناسخ کی بد دماغی نے یہ سلسلہ بہت جلد مسدود کر دیا
انکے مزاج مین غصہ بہت تھا مشہور ہے کہ ایکدن اپنے خانہ باغ کے بنگلہ مین بیٹھے ہوئے فکر مضمون مین غرق تھے
ایک صاحب آ کر بیٹھے انھون نے بہتیرے اشارے کیے کہ وہ اٹھ جائین جب وہ نہ سمجھے تو بنگلے کی ٹٹی پر چلم سے
ایک چنگاری اٹھا کر رکھ دی جب بنگلہ جلنے لگا تب وہ گھبرا کر اٹھے ناسخ نے ہاتھ پکڑا کہ اب ہم دونونکو یہین جل کر
راکھ کا ڈھیر ہونا چاہیے۔ ناسخ نواب نصیر الدین حیدر کے حضور مین بھی حاضر ہوتے تھے اسکے قبل غازی الدین حیدر کا
عتاب تھا اور حالت عتاب مین یہ بنارس عظیم آباد الہ آباد گھومتے رہے لیکن زیادہ قیام الہ آباد مین کیا لکھنؤ مین
جب آخر مرتبہ ناسخ الہ آباد سے آئے تو پھر باہر نہ گئے اور یہین ۱۲۵۴ھ مین وفات پائی حکیم مہدی جب سلطنت کے
مین اختیارات بڑھتے تھے تو انکو لکھنؤ چھوڑنا ہوتا تھا اور جب انکے اختیارات کم ہو جاتے تھے تو یہ واپس آتے تھے۔

غزلیات وابیات

رہے کیونکر نہ دل ہر دم نشانہ ناوک غم کا　　کہ ہے میرا تولد ہفتم ماہ محرم کا

سخاوت جسکو کہتے ہین کہانی ہو زمانہ مین　　بخیلون کی بدولت رہگیا ہی نام حاتم کا

مسی آلودہ لب کو تونے جس کپڑے سے پونچھا ہے　　وہ میرے زخم دل کے واسطے پھاہا ہی مرہم کا

گزر ناگاہ جو میرا ہوا شہر خموشان مین　　عجب نقشہ نظر آیا وہان شاہان عالم کا

کہین آئینہ زانو سکندر کا شکستہ تھا　　کسی جانب پڑا تھا کاسۂ سر خاک مین جم کا

محب ہین سایۂ رہ اور عدو ہین خار رہ ناسخ　　مسافر عالم امکان مین ہون گویا کوئی دم کا

جب خرام ناز کو تو اے پری پیکر اٹھا　　ہر قدم پر جا بجا سے کر اک فتنۂ محشر اٹھا

چاہیے تعمیر دل جو ساتھ اٹھا لیجائے گا　　یون خرابی کے لیے دیوار اٹھایا در اٹھا

بات جن نازک مزاجون سے نہ اٹھتی تھی کبھی　　بوجھ انسے سیکڑون من خاک کا کیونکر اٹھا

کیا سخن سنجی سے حاصل جب سخندان ہی نہین　　زانوئے فکرت سے اے ناسخ تو اپنا سر اٹھا

تو نزاکت سے گلستان تک جو رخصت مانگتا　　رنگ روئے گل سے اڑنے کی اجازت مانگتا

غیر حسرت مے گیا یان سے کوئی کیا اپنے ساتھ　　آسمان سے کس توقع پر مین دولت مانگتا

ہاتھ اٹھا کر دونون عالم مین خدا کے سامنے　　کیا مین اس وحشت سرا مین غیر وحشت مانگتا

گر نہ ہوتا سرخ رو اشک غم شبیر سے　　حشر مین کس منہ سے ناسخ مین شفاعت مانگتا

پیشتر سر سے یہان ہوتے ہین سامان پیدا　　کھانے کے وقت سے اول ہوئے دندان پیدا

دل جو مجروح ہوا پائے یہ رنگین مضمون　　نخل گل ہو جو قلم گل ہون دو چندان پیدا

روز مولد سے نہین عیش و طرب قسمت مین　　رمز یہ ہے جو بشر ہوتے ہین گریان پیدا

کیون نہ ہم عالم امکان مین کرین ترک لباس　　جبکہ خالق نے کیا ہو ہمین عریان پیدا

تا رہین سجدۂ معبود مین ناسخ مصروف　　سر سے اسواسطے ہوتے ہین سب انسان پیدا

اے اجل ایک دن آخر تجھے آنا ہی وے — آج آتی شبِ فرقت مین تو احسان ہوتا

حسرتِ دل نہین دیتا مین نکلنے ناسخ — ہاتھ شل ہوتے میسّر جو گریبان ہوتا

گل وشان عکس ہوا کس کے رخِ رنگین کا — ہے جو آئینہ مین عالم سبدِ گلچین کا

رات ایسا انتظارِ یار مین بیتاب تھا — بسترِ گل پر نہ تھا مین اک پرِ سیماب تھا

ای فلک دیکھون تو کب تک روزِ وصل آتا نہین — منتظر بیٹھا ہون مین بھی گردشِ ایام کا

آزاد ہین قیود سے افتادگانِ خاک ۲ — اُڑتا پھرا شجر سے جو برگِ خزان گرا

مژہ جو ہے وہ گویا اک زبان کا کام کرتی ہے — یہ عالم ہم نے دیکھا ہی کسی چشمِ سخن گو کا

تو نے شہبازِ نگہ کو جو ادھر چھوڑ دیا ۲ — ہم نے بھی طائرِ دل ماندہ کے پر چھوڑ دیا

نالعِ صحرا نوردی پاؤن کی ایذا نہین ۳ — دل دُکھا دیتا ہے میرا ٹوٹ جانا خار کا

سُنیجے ہم آتش زبانون کو ضررِ دشمن سے کیا — شمع کو کرتا ہے روشن ترستم گلگیر کا

مال ملتا جو فلک سے ضررِ جان ہوتا — سر نہ ہوتا جو میسّر مجھے سامان ہوتا

کبھی روزِ اجل سے طینتِ موذی مین داخل ہے — کیا خالق نے ساتھ افعی کے ناسخ پیچ خم پیدا

تو نہین ملتا تو ہم بھی تجھ سے اب ملتے نہین — سنگدل ہم نے بھی اپنے دل کو اب پتھر کیا

کی ادھر دل نے کشش کھینچا ادھر سفاک نے — ٹوٹ کر آخر مرے سینہ مین پیکان رہ گیا

جیتے جی جاؤن مین کیونکر کوئے جانان چھوڑ کر — بلبلِ نالان کہان جائے گلستان چھوڑ کر

عیشِ تنہائی ہوا مردون کی کثرت سے محال — جاؤن یارب اب کہان شہرِ خموشان چھوڑ کر

مرگیا کیا ناسخ مے کش جو سارے مے فروش — مسجدون مین بیٹھے اپنی اپنی دکان چھوڑ کر

اگر ہوتا ہے اک دانہ بھی اسمین میری قسمت کا — فلک بجلی گرا دیتا ہے ناسخ میرے خرمن پر

گیا روزِ بد مین ساتھ رہے کوئی ہمنشین ۴ — پتی بھی بھاگتی ہے خزان مین شجر سے دور

اے سبکشو نزاکتِ ساقی تو دیکھنا — نالان ہے رکھ کے مثلِ سبو جام دوش پر

اک دن ہوئی صنوبرِ دل کو نہ تازگی — بے برگ ہوکے نخل ہوئے لاکھ بار سبز

پست و بلند عالمِ بالا کو ایک ہین | کرتا ہے کوہ و دشت کو ابرِ بہار سبز

اُسکے نورِ رخ کے آگے بوستانِ بزم سے | دور ہوتی ہی برنگِ سبزۂ بیگانہ شمع
اشک مالا موتیون کا دود کلغی شعلہ تاج | رکھتی ہی تختِ لگن مین شوکتِ شاہانہ شمع
کیون نہین ہوتا تجھے غم عاشقِ جانباز کا | دیکھ روتی ہی بروئے لاشۂ پروانہ شمع
ہون وہ پروانہ کہ در تک باوجودِ عذرِ لنگ ۵ | نکلی استقبال کو محفل سے بیتابانہ شمع
سر پہ سوزان داغِ سودا پاؤن مین زنجیرِ اشک | تیری محفل مین کھڑی ہی صورتِ دیوانہ شمع
کچھ فقط تو ہی نہین ناسخ دل و جان سے نثار | بزم مین پروانہ ہین سب اور صاحبخانہ شمع

کیا سحرِ حسن کی ہی کمر پیچ و تاب مین | یہ پیچ و تاب کب ہین بھلا موجِ آب مین
سب سے زیادہ صبح ہماری ہوئی سیاہ | جو شیب مین کیا نہ کیا تھا شباب مین
ہر جی مین آفتاب پرستون سے پوچھیے | تصویر کسکی ہی ورقِ آفتاب مین

طائرِ روح کو کر دیتے ہین کیونکر بسمل؟ | تیر رکھتے ہین پری رو نہ کمان رکھتے ہین
بھاگئی کون سی وہ بات بتون کی ورنہ | نہ کمر رکھتے ہین کافر نہ دہان رکھتے ہین
عوضِ ملکِ جہان ملکِ سخن ہی ناسخ | گو نہین حکم رواں طبعِ رواں رکھتے ہین

زندگی زندہ دلی کا ہے نام | مُردہ دل خاک جیا کرتے ہین
دھیان آتا ہے کفن کا مجکو | کپڑے جب قطع کیا کرتے ہین
نیک و بد کیا ہون ہمیشہ باہم | پھول کانٹون سے جدا کرتے ہین

اے تصور کیون بتون کو جمع کرتا ہی یہان | دل مرا کعبہ ہی کچھ بُت خانۂ آذر نہین
شکوہ جو بے نوکری کا کرتے ہین ناداں ہین ۶ | آپ آقا ہی کسی کا جو کوئی نوکر نہین
طفل چلتے ہین جب اپنے پاؤن کہتی ہی قضا ۷ | غیر آغوشِ لحد اب دامنِ مادر نہین
ہر خرابات جہان مین بھی وہ ساقی سے نفور | جو کہ اے ناسخ غلامِ ساقیِ کوثر نہین

ہے عجب رنگ کی وحشت ترے دیوانے مین | جی نہ آبادی مین لگتا ہی نہ ویرانے مین

یان تجلی بھی سنبھل جاتی ہی گرتے گرتے | شمع کے ٹھہرے نہ قدم گیا مرے ویرانے مین
نوش کر شوق سے جی کھول کے صرفہ کیا ہی | خوف بدہضمی کا ناسخ نہین غم کھانے مین

ماہ ہو تو ہی مثل ابرو لیکن اسکے رو نہین | ماہ کامل صورت رو ہی مگر ابرو نہین
مشک مین خوشبو ہی پیچ و تاب مثل مو نہین | پیچ ہین سنبل مین مثل مو مگر خوشبو نہین

سوا سے مکر زمانے مین رسم و راہ نہین | وہ کون جا ہی جہان چاہ زیر کاہ نہین
مین گو کہ حسن سے ظاہر مین مثل ماہ نہین | ہزار شکر کہ باطن مرا سیاہ نہین

غم شبیر مین رو رو کے کرون تر دامن | ہاکون تا حشر کے میدان مین بھی تر دامن
طمع خام سے پھیلے جو کسی کے آگے | یارب ایسا تو مجھے ہو نہ میسر دامن

یہی کہتی ہوئی جاتی ہی چلی عمر روان | میرے دامن سے نہ باندھے کبھی مر مر دامن
صبح محشر یہی کہتا مین اٹھون گا ناسخ | دے مرے ہاتھ مین یا سبط پیمبر دامن

منعم کے شکر مین بھی ہلائین کبھی کبھی | تنہا برائے لذت دنیا زبان نہین
دھوکا نہ کھا ظروف وضو کو تو دیکھ کر | مسجد ہی مے فروش کی ناسخ دکان نہین

کسی مین زر کسی مین سنگ یہ ہی پھیر قسمت کا | برابر گرچہ ناسخ دونون پلے ہین ترازو مین
تری آنکھین نہین یہ دونون پلے ہین ترازو کے | ہمیشہ نیک و بد کو تولنا ناسخ اس ترازو مین

بے اثر کسکی نگاہ تفرقہ انداز کا ہی | بلبلین ہین دام مین آوارہ گل بازار مین
کسقدر اعمال نے خفت اٹھائی بعد مرگ | کیا عجب تر تا پھرے گر سنگ دفن آب مین

وہ بت شیرین ادا کرتا ہی مجکو سنگسار | یہ شکر پارے برستے ہین جنون ہی پھر نہین

اے جنون یان کوئی جز ضعف گلوگیر نہین | طوق گردن مین نہین پاؤن مین زنجیر نہین
کیون دلا پیری مین بھی مرنے کی تدبیر نہین | ہو چکی صبح بس اب کوچ مین تاخیر نہین
ناسخ نہین کچھ میر کی استادی مین | آپ بے بہرہ ہی جو معتقد میر نہین

دل مین پوشیدہ غم عشق بتان رکھتے ہین | آگ ہم سنگ کے مانند نہان رکھتے ہین

گداے میکدہ کس چین سے ہین خاک نشین — یہ عیش تخت پہ کب پادشاہ کرتے ہین

دو روزہ ایک وضع پہ رنگِ جہان نہین — وہ کونسا چمن ہی کہ جسکو خزان نہین؟

کان دیتا گل کو بھی بلبل کو گر نالہ دیا — تھا یہ لازم مخلبندِ گلشن ایجاد کو

ہین اشک مری آنکھون مین قلزم سے زیادہ — ہین داغ مرے سینہ مین انجم سے زیادہ
سو رمز کی کرتا ہی اشارہ مین وہ باتین — ہے لطف خموشی مین تکلم سے زیادہ
معشوق سے امید وفا رکھتے ہو ناسخ — نادان نہین دنیا مین کوئی تم سے زیادہ

آئینہ مین زلفِ پُرشکن مین آئینہ — یہ حلب مین شک ہی اور وہ ختن مین آئینہ
خاک ہوکر صورتِ اصلی کو بھی وہ دیکھتا ۱۰ — رکھدیا ہوتا سکندر کے کفن مین آئینہ
ہنسنے مین کھلتے ہین جسدم صاف پڑ جاتا ہی عکس — اے پری ہر دانت ہی گویا دہن مین آئینہ
اسقدر ہی تیرگی اکدم مین ہوجائے تو وا — کوئی گر لائے مرے بیت الحزن مین آئینہ

یہ جسمِ زار بے حرکت پیرہن مین ہی — سب سمجھو جانتے ہین کہ مردہ کفن مین ہی
فرقت قبول رشک کے صدمے نہین قبول — کیا آئین ہم رقیب تری انجمن مین ہے
ہین بے نصیب صحبتِ جانان سے ایک ہم — پروانہ بزم مین ہی تو بلبل چمن مین ہے
دونون کا کر چکا ہون مین ای ناسخ امتحان — سید مین مہر ہے نہ وفا برہمن مین ہے

پیر یرو دیر سے اس سوچ مین سارا زمانہ ہی — وہانِ مار مین ہین دانت یا نفون مین شانہ ہی؟
اجل سر پر کھڑی ہی خواب غفلت مین زمانہ ہی ۱۱ — چھپر کھٹ کے عوض لازم جنازہ کا بنانا ہی
بگڑتے جاتے ہین لاکھون ہزارون بنتے جاتے ہین ۱۲ — جہان مین رات دن جاری خدا کا کارخانہ ہی
نکلتا ہی جو ہر گل زر بکف گلزار عالم مین — خدا جانے زمین مین دفن یہ کسکا خزانہ ہی
کمی ہوتی نہین نقدِ سخن کی یان کبھی ناسخ — ازل سے اپنے قابو مین معانی کا خزانہ ہی

دیکھتے تھے کل جنھین آنکھون سے ہم ای غافلو — آج انکا اپنے کانون کے لیے افسانہ ہی
نال گرتا ہی کبھی اور لاش گرتی ہے کبھی ۱۳ — جو زچہ خانہ ہی وہ اک روز ماتم خانہ ہی

اپنے کاموں مین رہو مشغول تم ای غافلو اسکی باتون پر نہ جاؤ ناسخ اک دیوانہ ہی
لالہ و گل کا جوش ہی بلبلون کا خروش ہی فصلِ وداع ہوش ہی موسم نائے ونوش ہی
صدقہ ہو تیری چال پر کیون نہ نسیم ہر سحر نقشِ قدم سے رہگذر دامن گلفروش ہی
ناسخ یہ قول ہی بجا حضرتِ میر درد کا ۱۴ حسن بلائے چشم ہے نغمہ وبالِ گوش ہی
چشمِ جانان اور ہی چشم غزالان اور ہی وضعِ انسان اور ہی ترکیب حیوان اور ہی
سیر مقتل مت سمجھ گلگشت ای نازک مزاج باغ دلبستان اور ہی کنج شہیدان اور ہی
فرق ہی شاہ و گدا مین قولِ شاعر ہی یہی شیر قالین اور ہی شیر نیستان اور ہی
مسی مالیدہ لب پر رنگِ پان ہی تماشا ہے تہ آتش دھوان ہے
ہمارا ہر نفس اک بادبان ہے روانہ کشتی عمر روان ہے
اسکی ہر دم کی نصیحت سی مین تنگ آیا ہون کاش ناصح سے کبھی آنکھ اُسنے لڑائی ہوتی
ابرِ رحمت سے تو محروم رہی کشت مری کوئی بجلی ہی فلک تونے گرائی ہوتی
خاک ہو جاتے ہین دونون خاک مین ملنے کے بعد ۱۵ چار دن کوئی گدا ہی کوئی کیکاؤس ہی
رزق کا کیا غم کہ ہوتا ہی تولد بعد طفل ۱۶ پہلے بھرتا ہی خدا پستانِ مادر شیر سے
گو مرا تابوت یاردن کو وبالِ دوش ہی ۱۷ گور تو میرے لیے کھولے ہوئے آغوش ہی
اے شیخ وگبر سبحہ و زنار توڑ دئے پر دل کسی بشر کا نہ زنہار توڑ یے
یہ آدمی ہی کہ برسون جمال رہتا ہی وگرنہ ماہ کو اک شب کمال رہتا ہی
داغِ فرقت زیست بھر جو رہے نہم بعدِ مرگ ان بتون کو کس توقع پر خدا یا چاہیے

تمام شد

مولفات علامۂ ابو الفضل محمد احسان اللہ عباسی

ترجمہ قرآن مجید

علامۂ موصوف نے سب سے پہلے یہ ضرورت محسوس کی کہ مسلمانان ہند کی موجودہ زبان مین جب تک قرآن مجید کا ترجمہ نہ ہو ہندوستان کی اسلامیت ادھوری ہے۔ اس غرض سے علامہ موصوف نے قرآن مجید کا ترجمہ شروع کیا اس طور پر ایک کالم مین قرآن مجید اور دوسرے کالم مین اسکا بامحاورہ اُردو ترجمہ رکھا۔ ذیل مین ضروری توضیح اور شان نزول بیان کی جو مختصر سی تفسیر کا کام دے سکے۔ ترجمہ چھپنا شروع ہوا اور ڈھائی ڈھائی پارے کے حصّے شایع ہونے لگے۔ ساڑھے آٹھ پارے کی تفسیر چھپ چکی تھی کہ مولانا نذیر احمد کا ترجمہ قرآن پورا چھپ کر شایع ہوگیا۔

پہلا حصہ ترجمہ قرآن دیکھ کر مولانا موصوف نے اختلاف کیا تھا۔ دیر تک علامہ اور مولانا مین گفتگو رہی لیکن کوئی بات طے نہین پائی۔ اسکے بعد ہی مولانا نذیر احمد کے خیالات نے پلٹا کھایا اور بہت سے عالمون کو جمع کرکے اس سرعت سے اُنھون نے ترجمے کا کام جاری کیا کہ علامہ ساڑھے آٹھ پارے تک پہنچے تھے کہ مولانا کا پورا ترجمہ قرآن بازارون مین ہدیہ ہونے لگا۔ علامہ نے ضرورت قومی کی تکمیل دیکھ کر اپنے ترجمے کی اشاعت روک دی۔ یہان یہ لکھنا بموقع نہین ہے کہ مولانا نذیر احمد نے جو اپنے دیباچہ ترجمہ قرآن مین اپنے خیال کے بدل لینے کا ذکر کیا ہے شاید وہ مفصلہ بالا واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

علامہ موصوف کے ترجمۂ قرآن مین ایک خاص وصف یہ ہے کہ زبان بالکل فصیح

اُردو کی زبان ہی اور اُنھوں نے یہ ثابت کر دیا ہی کہ زبان اُردو قرآن کے لفظی ترجمہ کے لیے بالکل کافی ہی۔ دیگر ترجموں کی طرح الفاظ زائد کا اضافہ اظہار مطلب کے لیے اس ترجمہ مین نسبتاً نہایت کم یا ایک اعتبار سے کہیے تو بالکل نہین ہی۔ جن باکمال لوگون نے ترجمہ علامۂ عباسی دیکھا اُنھون نے بار بار تقاضا کیا کہ ترجمہ پورا ہو جائے لیکن دیگر تصانیف کے مشاغل نے علامہ کو فرصت نہ دی کہ وہ اس ترجمے کی تکمیل کرتے۔ لیکن لوگون کے تقاضا سے پارہ عم کا ترجمہ علیحدہ شایع کیا جسمین ایک صفحہ پر عبارت قرآن اور دوسرے صفحہ پر ترجمہ ہی۔

(ترجمہ سورۂ فاتحہ لبطور نمونہ)

"سب تعریف اللہ کے واسطے ہی جو پروردگار عالمین ہی۔ بڑا مہربان ہی نہایت رحم والا ہی۔ قیامت کے دن کا مالک ہی۔ اے اللہ ہم تیری ہی بندگی کرتے ہین اور تجھی سے مدد چاہتے ہین۔ ہمکو سیدھی راہ چلا جنپر تیرا فضل ہی اُنکی راہ۔ نہ ایسی راہ جس پر تیرے غضب کے مارے گمراہ لوگ چلتے ہین۔"

یہ ساڑھے آٹھ پارے یکجا مجلد ہین پہلے ۴؍ پر ہدیہ ہوتے تھے اب ۱۲ ؍ مین ہدیہ ہوتے ہین اور پارۂ عم ۴؍ مین ہدیہ ہوتا تھا اور اب بھی اُتنے ہی پر ہدیہ ہوتا ہی۔

تاریخ الاسلام

ترجمہ قرآن لکھتے ہوئے کتب سیر کی ضرورت علامہ موصوف کو محسوس ہوئی اور اُنھون نے کتب سیر کا وہ حصہ جو پیغمبر خدا کے زمانے کی تاریخ ہی نہایت اہتمام سے پڑھا۔ اُسوقت علامہ موصوف کو معلوم ہوا کہ کوئی تاریخ پیغمبر خدا اور اُنکے جانشینو کی زبان اُردو مین ایسی نہین ہی کہ سب حالات یکجا معلوم ہو جائین۔ بیان خوشنما ہو روایت پاک ہو اور مذہبی تعصبات سے مبرا ہو۔ سُنّی۔ شیعہ۔ اہل حدیث۔ صوفی سب کے لیے یکسان ہو۔ اس خیال سے تاریخ الاسلام کا لکھنا مولف نے شروع کیا۔ عرب کے مختصر حالات لکھ کر پیغمبر خدا کا زمانہ اور اُنکے بعد خلفاے اربعہ اور سلاطین مابعد کے حالات عبدالملک

ابن مروان تک بالاستیعاب لکھا اور پھر اسکے بعد مختصر حالات تمام دنیا کی اسلامی سلطنتوں کے زمانۂ حال تک لکھ کر سلسلہ ملا دیا اور اخیر میں مشاہیر اسلام کے حالات بھی درج کیے۔ اس کتاب کے ابواب اور فصول حسب ذیل ہیں

باب ا حقیقت اسلام

باب ۲ از ابتدائے عالم تا ولادت آنحضرت صلعم

ف ۱۔ ملک عرب کا جغرافیہ اور مختصر حالات
ف ۲۔ حضرت اسمعیل اور انکے اسلاف و اخلاف

باب ۳ از ولادت محمد رسول اللہ تا وفات

ف ۱۔ زمانہ تربیت رسولؐ ۔ ف ۲۔ سن شعور سے نبوت تک ۔ ف ۳۔ رسالت سے ہجرت مدینہ تک ۔ ف ۴۔ ہجرت مدینہ سے وفات رسولؐ تک ۔ ف ۵۔ ازواج مطہرات رسولؐ اللہ

باب ۴ خلفائے اربعہ

ف ۱۔ خلافت حضرت ابوبکر صدیقؓ ۔ ف ۲۔ خلافت حضرت عمر فاروقؓ ۔ ف ۳۔ خلافت حضرت عثمان غنیؓ ۔ ف ۴۔ خلافت حضرت علیؓ

باب ۵ قریشی النسل خلفا

ف ۱۔ بنو امیہ ۔ ف ۲۔ بنو عباس

باب ۶ سلاطین مابعد

ف ۱۔ اندلس میں اسلام ۔ ف ۲۔ ملوک طاہریہ
ف ۳۔ ملوک صفاریہ ۔ ف ۴۔ ملوک سامانی
ف ۵۔ ملوک غزنی ۔ ف ۶۔ سلاطین دیالمہ
ف ۷۔ سلاطین علویہ اسماعیلیہ ف ۸۔ شیعان اسماعیلیہ ۔ ف ۹۔ سلاطین سلجوقیہ ۔ ف ۱۰۔ شاہان خوارزم ۔ ف ۱۱۔ شاہان کرمان ۔ ف ۱۲۔ چھوٹی چھوٹی خود مختار ریاستیں ۔ ف ۱۳۔ چنگیز خان اور اسکی اولاد ۔

باب ۷۔ الاسلام فی الہند

ف ۱۔ ابتدائے اسلام سے سلاطین غزنی کے خاتمہ تک ف ۲۔ ہند اور اہل ہند کے اجمالی حالات ف ۳۔ غوریوں کی سلطنت ۔
ف ۴۔ غلام بادشاہوں کا بیان ۔ ف ۵ خلجیوں کی سلطنت ۔ ف ۶۔ خاندان تغلق
ف ۷۔ سیدوں کا خاندان ۔ ف ۸۔ لودیوں کا خاندان ۔ ف ۹۔ خاندان سوری ۔ ف ۱۰ مغلوں کے قبل چھوٹی چھوٹی ریاستیں ف ۱۱ مغلوں کی سلطنت ف ۱۲ ہندوستان کی خود مختار ریاستیں ۔ ف ۱۳۔ اسلام ہندوستان کا ملکی مذہب کیوں نہوا ۔

باب ۸ - مسلمانونکی موجودہ سلطنتین
ف ۱ - سلطنت عثمانیہ یعنی سلطنت ٹرکی ف ۲
ف ۲ - سلطنت ایران - ف ۳ - مصر - ف ۴
مسلمانون کی چھوٹی چھوٹی ریاستین -
باب ۹ - محض اعظان اسلام کے
ذریعہ سے اشاعت دین

ف ۱ - مسلمانان چین - ف ۲ - مسلمانان
مجمع الجزائر - ف ۳ - یورپ اور امریکا مین اسلام
باب ۱۰ - مشاہیر اسلام
ف ۱ - الرجال - ف ۲ - خواتین

قیمت اصلی ۳ تھی اب للعہ کردیگئی ہی

تاریخ الاسلام کی نسبت اہل ملک کی رایون کا خلاصہ

رائٹ آنریبل سر سید امیر علی صاحب رضوی سابق جج ہائیکورٹ کلکتہ حال ممبر جوڈیشل کمیٹی لندن
مین نے بغور تمام تاریخ الاسلام کو ملاحظہ کیا اسکے طرز جدید اور عمدگی ترتیب پر بہت ہی خوش ہوا
تمام تر واقعات اہل اسلام ابتدا سے انتہا تک بصورت اختصار اچھی طرح سے بیان کیے گئے ہین
گویا دریا کو کوزے مین بھر دیا ہی -

آنریبل مسٹر جسٹس بدر الدین طیب جی صاحب سابق جج ہائیکورٹ بمبئی - ہمارے اردو لٹریچر مین ایک
بڑی حاجت تھی جو اس کتاب سے پوری ہوئی - اس غیر تعصبی نہایت مفید کام کرنے سے مولف نے
بڑی خدمت انجام دی ہی - یہ کتاب مسلمانون کی تاریخ کے لیے بطور ٹیکسٹ بک کے اسکولون مین
داخل ہو اور ہماری قوم کے نوجوانون کے ہاتھ مین یہ کتاب آئے تو ہم دیکھ کر بہت خوش ہونگے

آنریبل حاجی مولوی محمد اسمعیل خان صاحب سابق ممبر امپیریل لیجسلیٹو کونسل ممالک متحدہ - مین خیال کرتا ہون کہ یہ پہلی
کتاب ہی جو اردو مین شایع کی گئی ہی کیونکہ مین نے قبل ازین اپنی زبان مین کوئی ایسی کتاب نہین دیکھی
جیسی تاریخ الاسلام ہی -

مولانا محمد اصغر صاحب جسٹس جج سابق ریاست رامپور - کوئی شک نہین کہ اس زمانے مین ایک ایسی
اردو کتاب کی سخت ضرورت تھی -

استاد وقت جناب مولانا محمد فاروق صاحب سابق مدرس اعلی ندوۃ العلما لکھنؤ - ہمارا نسخہ کشگرفی ست

دعا ورہ حرفے اوساط مردم را براے ادراک حالات ائمۂ اسلام بس مفید ملکہ کاتب الحروف مدید او کتاب بے بدین گرانمایگی وخجستگی ندید۔

مولوی محمد مظہر الحق صاحب بیرسٹرایٹ لا بہار کلکتہ ہائیکورٹ - عبارت اس کتاب کی نہایت صاف سلیس اور عام فہم ہر اردو زبان مین اپنی قسم کی پہلی کتاب ہر۔

الاسلام

ترجمہ قرآن شریف اور تاریخ الاسلام لکھتے وقت علامہ کو نئے تعلیم یافتون کے مذاق کا خیال آیا تو ایک ایسی کتاب لکھنے کی ضرورت محسوس ہوئی جو اسلام کو فلسفہ جدید کے خلاف نہ ہونے دے۔ جس طرح خلفاے عباسیہ کے زمانہ مین متکلمین نے یونانی فلسفہ کے حملون سے اسلام کو بچایا تھا اسی طرح علامہ نے جدید فلسفہ کا مقابلہ اس کتاب مین کیا ہر اور یہ دکھایا ہر کہ اسلام کا یہ ایک بڑا اعجاز ہر کہ وہ عالم جاہل فیلسوف سب کی تشفی کرسکتا ہر۔ اس کتاب مین علاوہ اس خدمت کے جا دیر بیان ہوئی تمام مسائل اسلام آجکل کے مہذب ممالک کے مذہبی خیالات سے مقابلہ کیے گئے ہین اور اسلام کی برتری دکھائی گئی ہر۔ دیگر اقوام کے جتنے اعتراضات فلسفہ اسلام اور اچھے مسلمانون کے گزشتہ اعمال وافعال پر تھے سب کے جواب دیے گئے ہین۔ اس کتاب مین مذہب اسلام کے اصول بتائے گئے ہین اور اسکی خوبیان اس طرح دکھائی گئی ہین کہ علوم جدیدہ کی تعلیم اور فلسفہ کی تحصیل سے جو کمزوری مسلمانون کے عقائد مین پیدا ہوتی جاتی ہر اسکی روک تھام پورے طور پر ہوجائے اور غیر قوم کو مذہب اسلام کی طرف رغبت ہر علامہ ممدوح کی اکثر کتابین مذہبی خیالات کی اشاعت اور اُنکی اصلاح کے متعلق ہین اور ممدوح نے اپنی تمام کتابون مین غیر قومون کے اعتراضات کے جواب دینے کی طرف توجہ کی ہر اور مذہب کو فلسفہ کے ساتھ ساتھ رکھنے کی کوشش کی ہر لیکن پیچ پیچ کا پیوند ضرورت کے لحاظ سے کافی نہ تھا اور ایک مستقل کتاب کی اشد ضرورت تھی کیونکہ اس زمانے مین اشاعت مذہب زبان سے تعلق نہین رکھتی قلم سے تعلق رکھتی ہر جس

قوم میں جتنا ہی علم ہو اُتنا ہی وہ اپنے مذہب کو دیگر مذاہب پر فوق دینے میں کوشان ہی
اس جہاد فی سبیل اللہ میں مسلمان پیچھے ہوتے جاتے ہیں اسلیے انکو گزند پہنچا چاہتا ہی - الاسلام میں
مذہب اسلام کی فلاسفی اتنے عمدہ طور پر دکھائی گئی ہو کہ تحریر کا اس سے بہتر طریقہ ذہن میں نہیں آتا
اس کتاب کی ترتیب یون ہو کہ تمام اہم مسائل اور اہم امور مضامین (آرٹیکل) کی صورت میں
لکھے گئے ہیں - زبان شستہ طرز ادا پسندیدہ - عبارت سلیس - قرآن حدیث اور فقہ کی کتابیں
سامنے رکھ کر ایک سمجھدار ذی علم جتنی سرخیان پیدا کرسکتا ہو اُتنی ہی سرخیان اُن مضامین کی
ہین اور کتاب کا حجم بھی زیادہ ہی - ابواب اور فصول حسب ذیل ہین -

باب ا - ملکی اور اخلاقی معاملات

ف ا - اصول جہانداری - ف ۲ - ہند اور اہل اسلام
ف ۴ - سیف اور اسلام - ف ۴ - اخلاق محمدی
ف ۵ - تمدن اور حسن معاشرت - ف ۶ - مان باپ
کی اطاعت - ف ۷ - صدقات اور زکوۃ - ف ۸ -
عربون کی بہادری - ف ۹ - غلامون کی حالت -
ف ۱۰ - عورتون کے متعلق نصوص قرآنی - ف ۱۱
کار منصبی - ف ۱۲ - الرفیق ثم الطریق - ف ۱۳ - قومی
امتیاز - ف ۱۴ - بخل اور اسراف - ف ۱۵ - حسن پرستی
ف ۱۶ - جہاد - ف ۱۷ - مسلمانون کے احسانات دنیا
پر - ف ۱۸ - جنگ صلیبی - ف ۱۹ - اخوۃ اسلامی

باب ۲ - تعزیرات

ف ۲۰ - جرایم - ف ۲۱ - سزاے موت - ف ۲۲ -
سزاے جسمانی - ف ۲۳ - سزاے جلاوطنی - ف ۲۴ - چھوٹی
قسمیں - ف ۲۵ - جرایم پر نصوص قرآنی -

باب ۳ - عبادات

ف ۲۶ - وضو اور غسل - ف ۲۷ - تیمم اور مسح - ف ۲۸
اذان - ف ۲۹ - نماز - ف ۳۰ - روزہ - ف ۳۱ -
عبادات کے متعلق نصوص قرآنی -

باب ۴ - شخصی معاملات اور ضابطہ عدالت

ف ۳۲ - شرکت کاروبار - ف ۳۳ - توریث -
ف ۳۴ - وصیت - ف ۳۵ - بیع - ف ۳۶ -
ہبہ - ف ۳۷ - وقف بکار خیر - ف ۳۸ - نکاح
ف ۳۹ - مہر - ف ۴۰ - طلاق - ف ۴۱ - کثرت
ازدواج - ف ۴۲ - عقد بیوگان - ف ۴۳ - امہات
مومنین ازواج مطہرات رسول - ف ۴۴ - عدالتی
کارروائی - ف ۴۵ - شہادت -

باب ۵ - عقائد و علمی مباحث

قیمت اصلی سے ۴ ہی اب ۶ کر دی گئی ہی

زاہدہ

جب بہت سی کتابین مذہبی علامہ نے شایع کین تو ایک مایوسانہ خیال یہ پیدا ہوا کہ ان کتابون کو پڑھے گا کون ؟ - زمانے کی جو روش ہی اُس سے یہ امید نہین کہ نئے خیالات والے ان کتابون کو پڑھین گے - پُرانے خیال کے لوگون نے اگر پڑھا تو وہ تحصیل حاصل ہوئی - ان کتابون سے تعلیم مذہب کا کام نہ نکلے گا جو اصل غرض مولف کی ہی - اس خیال نے ایک فرضی قصہ حسن و عشق کا مولف سے لکھوایا اور اُسمین تمام مسائل مذہبی جابجا اس طرح درج ہوئے کہ قصہ کا لطف جانے نہ پائے جس طرح بچون کی دوا کی تلخ گولیون پر شکر چڑھائی جاتی ہی اُسی طرح آوارہ مزاج مسلمان بچون کے لیے مذہبی مسائل پڑھانے کا یہ نیا طریقہ اختیار کیا گیا ہی - مولف کی زبان سے سنی ہوئی ایک نقلی مین لکھتا ہون " ایک مرتبہ دلی کے سفر مین مولف جس ہوٹل مین مقیم تھا اُسی مین ایک نوجوان مسلمان لڑکا اٹھارہ اُنیس برس عمر کا مقیم تھا جو اپنی بداحتیاطیون کی وجہ

سے مختلف امراض مین مبتلا ہوکر حکیم حاذق الملک کے پاس علاج کی غرض سے آیا تھا
ایک روز اُسنے کسی ضرورت سے داہنے ہاتھ کی آستین اُلٹی تو ہاتھ پر ایک مرد اور ایک
عورت کی تصویر اس طرح بنی ہوئی تھی گویا ایک دوسرے کا بوسہ لے رہے ہین - اور تصویر
بھی اُسی مصالحہ سے تھی جس سے ہندو عورتین گدُنا گدُاتی ہین - اور انگلستان کے دیہاتون
مین بھی اسی قسم کے گدُنے کی رسم ہے اور فوجی گورون کے ہاتھون پر چڑیاں یا پھل پھول
کی تصویرین یا اور نشانات و علامات بنا لیے جاتے ہین جو آخر عمر تک قائم رہتے
ہین - علامہ کو اس لڑکے کے ہاتھ پر وہ تصویر دیکھکر سخت حیرت ہوئی - اول تو
ایک مسلمان کے ہاتھ پر انسانی تصویر کا ہونا بیموقع - دوسرے یہ کہ تصویر ایسی کہ گھر کی بہو
بیٹیون اور بڑے بوڑھون کے سامنے کسی طرح دکھانے کے لایق نہین - علامہ
اسی حیرت مین تھے کہ اُس نوجوان لڑکے کا بایان ہاتھ نظر آیا اور اُسپر اُسی پایدار ذریعہ سے
جسکا ذکر ادپر ہوا ہے ایک نوجوان عورت کی برہنہ تصویر بنی ہوئی نظر آئی - علامہ کو دریافت
سے معلوم ہوا کہ وہ لڑکا کسی بڑے متمول مسلمان کا ہے - مان زندہ ہے - بوڑھا باپ بھی
موجود ہے - اور وہی کفیل ہے - اُسوقت علامہ کو یہ خیال پیدا ہوا کہ اس لڑکے کے گھر مین
کبھی بھولے سے بھی مذہبی چرچا نہ ہوتا ہوگا - وہ باپ بیٹے سے بھی بڑھکر آوارہ مزاج
ہوگا جس نے بیٹے کی یہ آزادی روا رکھی - علامہ نے دوسرے دن زاہدہ اُس لڑکے
کے ہاتھ مین دی - ۲۴ گھنٹہ مین صرف چھ گھنٹہ وہ لڑکا سویا اور ۴ گھنٹہ اور حوائج ضروری
مین اُسنے صرف کیے بقیہ ۲۶ گھنٹے مین اُسنے شروع سے آخر تک زاہدہ پڑھی حسن و
عشق کا بھی تذکرہ جا بجا تھا اسلیے اُس لڑکے نے کتاب ختم کیے بغیر چین نہین لیا اور آخر
مین وہ کہنے لگا کہ ایسی عمدہ کتاب کبھی اُسکی نظر سے نہین گزری تھی - اور اُسنے یہ بھی کہا
کہ اگر ابتدا سے عمر مین اس قسم کے چرچے میرے گھر مین ہوتے اور وہ باتین بتائی
جاتین جو اس کتاب مین ہین تو آج مین اُن مصائب کا شکار نہ ہوتا جسمین کہ مبتلا ہون

اسوقت علامہ کے خیالات کی پوری تائید ہوئی اور انکو یقین ہوا کہ اس زمانے کے وارستہ مزاج نوجوانون کو مذہب سکہانے کے لیے زاہدہ ایک بہترین ذریعہ ہے۔ حکایت اور قصہ کے پیرایہ مین عمدہ باتون کا سبق دینا کچھ نئی بات نہین ہے۔ دیگر اقوام کے علاوہ خود اکابر اسلام کی بہت سی تصانیف اسکی شاہد ہین۔ لیکن جو جدت اس کتاب مین ہے وہ یہ ہے کہ قصہ حد سے زیادہ دلچسپ ہے اور مذہب اور اخلاق کی تمام اہم باتین موجودہ زمانے کی ضرورتون کے لحاظ سے اس طرح بیان کی گئی ہین کہ دل پر اثر کیے بغیر نہین رہ سکتین۔ مذہب اسلام کے تمام ضروری مسائل اس اٹھارہ جز کی کتاب مین ذکر کیے گئے ہین۔ اور پھر ہم لکھتے ہین کہ مذہبی مسائل کے ساتھ قصہ کا از حد دلچسپ ہونا اس کتاب کا حصہ ہے۔ مضامین کتاب حسب ذیل ہین۔

وضعداری۔ احسان کا بدلا۔ حمیت۔ مان کی نصیحت۔ مان کی محبت۔ بے ثباتی عالم۔ موت۔ عادت طبیعت ثانی ہے۔ رسم پردہ۔ غم بے ثبات۔ نئی تہذیب کا اثر۔ وعظ و نصیحت۔ مشن اسکول۔ نئی تعلیم۔ رسالت کی ضرورت۔ توکل۔ راستی۔ السلام علیکم معانقہ۔ حیا۔ سحر خیزی۔ نماز صبح۔ مذہبی تعلیم۔ ہندوون کی عبادت۔ حضور قلب۔ حسن صوت سماع۔ اثر صحبت۔ ضرورت مذہب۔ عبادت اہل اسلام۔ کرشمۂ قدرت۔ چھپ کے بات سننا۔ شرعی پابندی۔ بچپنے کی شادی۔ عقد بیوگان۔ رنڈاپا۔ بیاہ کے لیے کفو۔ مسلمانی کیا شئی ہے۔ الوہیت مین شرک۔ نبوت مین شرک۔ پیغمبرؐ کی بیبیان۔ ملکی رسم و رواج۔ خدا کا عدل و حکمت کسی کو ذلیل نہ جانو۔ عورتون کے حقوق دو۔ خدا سے ڈرو۔ حکمت عملی۔ دور اندیشی۔ ارکان مذہب کی توہین نہ کرو۔ مذہب مین نیا ایجاد نہ کرو۔ شعار اسلام کیا ہین۔ وطن کی محبت۔ تبدیل وضع۔ بے ثباتی حسن۔ مصلحان قوم کا ضعف۔ قومی تفریق۔ ہندوون کی رسم نہ سیکھو۔ طلسم حجنین۔ حب دولت۔ شرم و حیا۔ فرائض والدین۔ فرائض اولاد۔ کشش عشق۔ اثر دعا۔ تصوف۔ کثرت ازدواج۔ زنا۔ مہر۔ طلاق۔ توریث۔ مذاہب کا مقابلہ۔ وضو۔ نماز۔ تجہیز و تکفین۔ اجتہاد۔ حقیقت اسلام۔ تمدن۔ توحید۔ معاد۔ روح۔ دوزخ۔ بہشت۔ لباس زنان۔ نتائج

بدکاری - معاصی - توبہ - سجدہ - شکر - ایمانداری - نفقۂ زوجہ - ارواح - نظر کا دھوکا - مصالح نکاح مذہب - فلسفہ - جبر واختیار - قرآن موافق عقل - قماربازی - سودخواری - بہنون کے حق غصب کرنا کرامات اولیا - اوقات نماز - جمعہ - عیدین - حج - زکوٰۃ - اخوت اسلامی" غرضکہ شروع سے آخر تک یہ کتاب نصیحت ہی نصیحت ہی - لیکن پھر ہم اس کتاب کی جدت کی طرف ناظرین کو متوجہ کرتے ہین کہ حسن وعشق کی دلفریب حکایت مین یہ باتین اس طرح موقع موقع سے بیان کی گئی ہین کہ قصہ کی دلچسپی مین زرا فرق نہین آتا -

زاہدہ کی نسبت معزز اڈیٹران اخبار کی رائین درج ذیل ہین

"جامع العلوم" زاہدہ کا پلاٹ بالکل ہی نیا ہی - ہماری زبان مین مسلمانون کے مذہب کی تعلیم دینے کا طریقہ اس سے بہتر ہو نہین سکتا -

"معین الہند" اتنا موثر قصہ جسمین واقعیت ظاہر کرنے کا لحاظ کیا گیا ہو ہماری نظر سے نہین گزرا یہ محض ایک دلچسپ کہانی نہین ہی بلکہ اسکا ہر ہر فقرہ تہذیب اور شائستگی خیالات سے لبریز ہی - مذہبی لطف انگیز تقریرین نہایت متانت سے ادا کی گئی ہین -

"سول اینڈ ملٹری نیوز" نہایت ہی دلچسپ قصہ ہی مسلمانون کو قصہ کے پیرایہ مین دینی مسائل کی تعلیم دینے کا طریقہ اس سے بہتر ہو نہین سکتا - انصاف کی بات یہ ہی کہ ایسا دلچسپ اور نتیجہ خیز ناول آج کل کی تصانیف مین ہماری نظر سے نہین گزرا مصنف نے بڑے ادق مسائل کو کہانیون مین حل کیا ہی -

"صدائے ہند" اگر مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی نے اپنی کتابون مین مذہبی مسائل کو ناول کے پیرایہ مین بیان کرنے کا کمال دکھایا ہی تو زاہدہ کے مصنف نے بھی دو ہاتھ بڑھکر بازی جیتی ہی اور اس خوبصورتی سے کتاب ختم کی ہی جیسا کہ ایک مشاق اور قابل مصنف سے امید ہو سکتی ہی کوئی شک نہین کہ یہ کتاب جادو کی پوڑیہ ہی پڑھنے والے پر اثر کیے بغیر نہین رہسکتی - فسانے کی دلچسپی کتاب ختم کیے بغیر چھوڑنے نہین دیتی -

"اخبار وکیل" قومی معاملات کی اصلاح کو ایسے دلچسپ طور پر بیان کیا ہے کہ جو اثر ایک فصیح البیان لکچرار کی تقریرون سے بڑی جانکاہی کے بعد ہو وہ باتون باتون مین اس قصہ کے دیکھنے سے ناظرین کے طبایع پر ہو جائیگا۔

"شحنۂ ہند" ہم اس ناول کی جسقدر تعریف کرین بجا ہے۔ نہایت سیدھا سادا اسٹین سلیس اور مہذب ناول ہے اور باایں ہمہ اسقدر دلکش ہے کہ جسقدر مطالعہ کرتے جائیے گا اُسی قدر مطالعہ کا شوق بڑھے گا۔

"گیا پنچ" یہ کتاب ناول کے پیرایہ مین لکھی گئی ہے تاکہ مذہب اسلام کی خوبیان نوجوان مسلمانون کے دلون مین متاثر ہون۔ مذہب اور اخلاق کی باتین اس خوبی سے بیان کیگئی ہین کہ ضرور دل اسکو قبول کرلے۔

"مفید عام" کتاب کی عمدگی۔ عبارت کی شستگی۔ مضامین کی دلبستگی کی تعریف مین صرف اسقدر بیان کردینا کافی ہے کہ نادر الوجود ناول ہے بلکہ اُسکو درستگی خصائل و آراستگی اخلاق کے لیے ایک مفید و کار آمد رسالہ تصور کرنا چاہیے۔

"اخبار اسلام" کوئی متنفس ایسا نہ ہوگا جو اس کتاب کی خوبیان معلوم ہونے پر اپنے دل کو بے اختیارانہ مشتاق نہ پائے۔

"انڈیا گزٹ" زاہدہ کو ہم دل سے پسند کرتے ہین اور اُسکی خوبیون کے معترف ہو کر نوجوانان اور نوتعلیم یافتہ مسلمانون کو اسکی خریداری کی طرف توجہ دلاتے ہین۔

"کارنامہ" یہ کتاب زمانہ موجودہ کی روش کے مطابق لکھی گئی ہے۔ مذہبی رعایت سے اخلاق و تمدن کا ذکر کیا گیا ہے۔

"مشیر ہند" ایک طرف حسن عشق کے راز و نیاز اور دوسری طرف تمام اہم اسلامی مسائل اس خوبصورتی سے بیان کردیے ہین کہ بایدوشاید۔ مولوی احسان اللہ جیسے چند نادست اگر ہندوستان مین اور خصوصاً مسلمانون مین پیدا ہوجائین تو اسکو فال نیک سمجھنا چاہیے۔

"ہمدرد" ایک فرضی قصّہ کے پیرایہ مین مذہبی مسائل کی عمدگی ظاہر کی گئی ہو اور بہت کافی طور پر مہذبانہ الفاظ اور معقول خیالات اور شائستہ فقرے استعمال کیے گئے ہین۔ بانہیمہ نفس قصّہ بجاے خود ایک نہایت پر اثر اور دلکش ناول ہو۔

قیمت سابق عہ قیمت حال ۱۰/۔

المجاہد

یہ کتاب بھی با اثر قصّہ کے پیرایہ مین ہو۔ زوال سلطنت کے بعد مسلمانون مین جو پست حوصلگیان پیدا ہوئین اور جسکے ذریعہ سے عورتون کے حقوق جائز پر اُنھون نے دست اندازیان شروع کین اُسکا نقشہ نہایت صحیح اور دردناک صورت مین دکھایا گیا ہو

معززرائین

"مولوی سمیع اللہ خان صاحب سی۔ ایم۔ جی پنشنر سشن جج" آپ کا المجاہد تو زاہد سے بھی عمدہ ہو

"مولوی محمد اصغر صاحب سابق سشن جج ریاست رام پور پراونشیل سروس اودھ" مین نے المجاہد کو اول سے آخر تک بغور پڑھا مین اُسکے روشن دماغ مصنف کو مبارکباد دیتا ہون کہ اُنھون نے بے زبان لڑکیون کے حقوق کی طرف جو خلاف کتاب اللہ اور کتاب الرسول پامال ہو رہے ہین۔ ایک نہایت با اثر اور دلکش پیرایہ مین قوم کو توجہ دلا کر اُنکی پوری وکالت کی ہو۔ اللھم اجعل سعیہ مشکورا۔

"مولوی محمد فصیح الدین صاحب بی اے پراونشیل سروس ممالک متحدہ" ایک خوشحال مسلمان کی خاندانی پیچیدگیون کا دلکش فوٹو ہو۔ المجاہد محض ناول ہی نہین ہو بلکہ بے زبان لڑکیون کے حقوق پر ایک پُرزور لکچر ہو۔ اے خدا تو اپنے سب بندون پر مجاہد ایسا فرشتہ خصلت محافظ تعینات کر۔ راستبازی پاک طبیعت ستھرے سلجھے ہوئے خیالات یہی ناول کا جوہر ہو۔ زبان صاف شُستہ۔

"اودھ اپنچ"، المجاہد ایک نہایت قابل قدر اور نہایت ہی مفید کتاب ہو۔ قصّہ کا قصّہ ناول کا

ناول ہے۔ پھر اس پر دینیات کی تعلیم۔ سبحان اللہ۔ جزاک اللہ۔ قصہ کے پیرایہ مین عورتون کے حقوق جو وراثت کے متعلق ہین بہت اچھی طرح دکھائے گئے ہین اور پھر جا بجا آیات قرآنی اور احادیث کا انضمام سونے مین سوہاگہ ہے۔

"اخبار دار السلطنت" ایک نئی طرز کا ناول ہے۔ المجاہد ایسے ناول کی قوم کو اشد ضرورت تھی اور ہے اسلیے کہ مسلمانون مین ایک ایسا مرض پھیل پڑا ہے جو ہزارہا خرابیون کا موجد ہے یعنے نادہندی ترکہ دختران۔ اسمین لڑکیون کا حق پورے طور پر اپنے والدین کی جائداد مین ثابت کر دیا گیا ہے اور نیز ترکہ ندینے کے نقصانات ظاہر کر دیے گئے ہین۔

"ڈاکٹر مظہر السبحان رئیس بردوان" واقعی المجاہد نہایت مفید کتاب ہے اور بہت ہی بااثر ہے جس غرض کے لیے ہے اکسیر ہے۔ اور مظلومین کے لیے پوری وکالت کرتی ہے۔ میرے وطن میں ایک رئیس نے اپنی جائداد عورتون کو محروم کر کے تقسیم کی تھی۔ یہ کتاب دیکھ کر وہ راہ راست پر آ گئے اور لکھا ہوا قبالہ چاک کر ڈالا۔ اسوقت سے اس کتاب کا مین بیحد قائل ہون۔

"اخبار جام جمشید" المجاہد کی سلاست عبارت اور وسعت بیان دیکھنے کے قابل ہے۔ محمد مجاہد پھیروی الملقب بہ المجاہد کے کارنامون کا تذکرہ بطرز ناول ہے مصنف نے اس کتاب مین بکمال خوبصورتی سے عورتون کے حقوق کی حفاظت کی ہے اور دلچسپ قصہ کے پیرایہ مین بہت مفید باتین احادیث نبوی و آیات قرآنی کے ساتھ ظاہر فرمائی ہین مصنف صاحب کی لیاقت اظہر من الشمس و ابین من الامس ہے۔ اس زمانہ مین مصنف موصوف بڑے روشن خیال و عالی دماغ و طباع آدمی ہین جنھون نے اپنی تصانیف سے ملک و قوم کو ممنون کیا ہے۔

محنتہ الارامل

ایک بڑا عیب مسلمانون مین یہ آ گیا ہے (اور بظاہر مسلمانون کی نکبتون کے بڑے اسباب مین اسے سمجھنا چاہیے) کہ مسلمانون مین عقد بیوگان کو باعث ننگ سمجھتے ہین ایک موقع پر علامہ عباسی نے ایک بہت بڑا لکچر دیا تھا جسمین اُنھون نے آیات قرآنی اور احادیث نبوی کا

ذکر کیا اور پیغمبرؐ کے افعال اور اقوال سے سند لیکر دکھایا کہ عقد بیوگان کس درجہ ضروری چیز ہی
یہ لکچر محسنۃ الارامل کے نام سے علیحدہ شایع کیا گیا ہی- دلون پر یہ سحر کا کام کرتا ہی- کتنا ہی
کوئی عقد بیوگان کے خلاف ہو لیکن اس لکچر کے پڑھنے سے اُسکے قلب کی حالت بالکل
بدلجاتی ہی- قیمت اسکی ڈیڑھ آنہ فی رسالہ ہی-

فسانۂ دلپذیر

زمانہ طالب علمی مین علامہ نے کئی کتابین لکھی تھین- چند کتابین علم ریاضی مین تھین
لیکن وہ کسی قدردان کے ہاتھ نہ پڑین او شایع ہو گئین اُسی زمانہ مین لیمس ٹیلس ایک انگریزی
کتاب کا ترجمہ علامہ نے اُردو مین کیا تھا اس ترجمہ پر منشی نولکشور کی نظر پڑی جو زبان اُردو کے بڑے
سرپرست تھے اُنھون نے علامہ سے حق تالیف خریدا اور اپنے طور پر اُسے شایع کیا کئی مرتبہ
اسکی اشاعت کی نوبت آچکی ہی- منشی نولکشور نے جب یہ ترجمہ شایع کیا تو علامۃ الدہر کا لفظ انکے
کے نام کے قبل بڑھایا اور پھر اسی کی پیروی دیگر مطابع نے بھی کی جس سے مولف کے نام
کے قبل لفظ علامہ اسقدر عام طور پر مشہور ہو گیا کہ گویا نام کا جزو ہو گیا- فسانہ دلپذیر کا مین شایع
کنندہ نہین ہون یہ کتاب مطبع نول کشور مین ملتی ہی- یہان ضمناً اسکا ذکر کیا گیا ہی اسی کتاب نے
ممدوح کا حوصلہ بڑھا کر ممدوح سے مختلف علوم و فنون اور مختلف زبانون مین متعدد کتابین لکھوائین
اور ممدوح کو فی الواقع علامہ بنادیا-

نشترِ سخن

یہ کتاب انتخاب کلامِ آتش - اسیر - اثر - انیس - حافظ - داغ - دبیر - ذوق
سعدی - سودا - صائب - ظفر - عمر خیام - غالب - غنی - میر - مومن - میر - ناسخ
ہی اور انتخاب ایسے لطف اور جدت کا ہی کہ قابل دید ہی- انتخاب در انتخاب ہو کر نشترون پر نمبر
لگائے گئے ہین- ہر ایک شاعر کے مختصر حالات اُسکے کلام کے قبل لکھے گئے ہین شروع کتاب
مین زبانِ فارسی اور اُردو اور اُنکی شاعری کے متعلق ایک نہایت دلچسپ مضمون کا دیباچہ ہی

جسکی سرخیاں یہ ہیں۔ وجہ تالیف - ایشیائی شاعری - ایشیائی شاعری کا یورپ سے مقابلہ زبانِ اُردو اور اُسکی شاعری - دلی اور لکھنؤ کے شعرا - زبانِ فارسی اور اُسکی شاعری - شاعری کی بھلائیاں اور برائیاں - قیمت عہ تجویز کی گئی تھی لیکن نذرِ مجالات مبلغ عہ رکھی گئی

فکرِ دنیا

یہ کتاب بھی ناول کا پیرایہ رکھتی ہے - اسمیں علامہ نے ہندوستان کے نوجوانوں کو بتایا ہے کہ ہوش سنبھالنے پر جسے فکرِ دنیا لاحق ہوئے اسے کیا کرنا چاہیے - معاملاتِ ملکی سے ہی بحث کی گئی ہے صنعت - حرفت اور تجارت کی ترغیب دی گئی ہے کسبِ معاش کے طریقے بتائے گئے ہیں - کتاب زیرِ ترتیب ہے - قیمت عہ -

تاریخ حکمائے یونان

یہ کتاب بھی علامہ کے زمانہ طالب العلمی کی یادگار ہے مشکل سے ایک نسخہ دستیاب ہوا ہے اسکی طبع ثانی کا ارادہ ہے - قیمت سابق ۸ر حال ۱ہر

زبانِ اُردو

علامہ نے زبانِ اُردو کی طرف سے قوم کے سامنے اپیل پیش کیا ہے - قیمت ۲ -

انڈیا اینڈ برٹش گورنمنٹ - دی فیوچر آف انڈیا

یہ کتاب خلفشار لکھنؤ اور دوسری خلفشار بنگالہ کے بعد معاملاتِ ملکی پر بزبان انگریزی علامہ نے لکھی ہیں وہ لوگ ضرور پڑھیں جو معاملاتِ ملکی میں دخل دینا چاہتے ہیں قیمت سابق فی جلد ۸ر حال ۱ہر

شرح ایکٹہائے قبضہ آراضی ومالگزاری (اُردو) عباسیز لاآف پرمشن (انگریزی) عباسیز ریونیو کورٹ مینول (انگریزی) عباسیز سول پریسیجر کورٹ (انگریزی)

یہ قانونی کتابیں بھی علامہ عباسی کی تصانیف سے ہیں قیمتیں آیندہ صفحہ میں درج ہیں - عدالت ہائیکورٹوں کے اٹھارہ ججوں کی رائیں انکی بابت علیحدہ شایع ہوئی ہیں -

---

المشتہر ستیلا بخش شایق محلہ گھاس کا کرد(؟) گورکھپور - ممالک متحدہ

جملہ تالیفات و تصنیفات

علامہ ابو الفضل محمد احسان اللہ عباسی

نمبر شمار	نام کتاب	زبان	موضوع	صفحہ	قیمت اصلی	قیمت رعایتی	کیفیت
۱	ترجمہ قرآن مجید عربی و	اردو	مذہب اسلام	۲۶۶	عہ/ر	۱۲ار	
۲	پارہ عم مترجم عربی و	اردو	مذہب اسلام	۶۸	۴ر	۴ر	
۳	تاریخ الاسلام	اردو	تاریخ اسلام	۶۸۰	ـــے/ر	للعہر	مجلد طبع ثانی
۴	الاسلام	اردو	فلسفہ اسلام	۸۰۰	ـــے/ر	عہ/ر	مجلد طبع اول
۵	زاہرہ	اردو	مذہب اسلام	۲۶۸	عہہر	۱۰ر	طبع ثانی
۶	المجاہد	اردو	حقوق زنان	۱۸۰	عہر	عہر	
۷	تحفۃ الارامل	اردو	عقد بیوگان	۴۰	۱۰ر	۱۰ر	
۸	فسانہ دلپذیر	اردو	لٹریچر	۰	۰	۰	۰
۹	نشتر سخن فارسی و	اردو	شاعری	۵۰۸	صہر	عہ/ر	
۱۰	فکر دنیا	اردو	پالٹیکس	۰	عہر	عہر	زیر ترتیب
۱۱	حکمائے یونان	اردو	فلسفہ یونان	۰	۸ر	۴ر	طبع ثانی زیر طبع
۱۲	زبان اردو	اردو	پالٹیکس	۳۲	۲ر	۲ر	
۱۳	انڈیا اینڈ برٹش گورنمنٹ	انگریزی	پالٹیکس	۱۸	۴ر	۲ر	
۱۴	دی فیوچر آف انڈیا	انگریزی	پالٹیکس	۳۴	۴ر	۴ر	
۱۵	شرح ایکٹہای قبضہ اراضی و مالگزاری	اردو	قانون	۳۸۴	عہ/ر	عہ/ر	مجلد
۱۶	عباسیز لا آف پریمشن	انگریزی	قانون	۵۴۰	عـہ	عہ/ر	مجلد
۱۷	عباسیز ریونیو کورٹ مینول	انگریزی	قانون	۳۸۴	ـــے/ر	عہر	مجلد
۱۸	عباسیز سول پروسیجر کوڈ	انگریزی	قانون	۹۵۲	عـہ	صہر	مجلد

المشتہر ستیلا بخش شایق - محلہ گھاسی کٹرہ شہر گورکھپور ممالک متحدہ